

وَاتَّعَظَ مِنَ الْبَيِّنَاتِ لَيْسَ (الْبَيْتُ)

تَطَبُّتِ الْمَنَازِلِ وَالْمَحَارِبِ

جلد اول

محرم الحرام، صفر المظفر، ربيع الاول
ربيع الثاني، جمادى الاول، جمادى الثاني

دَفَائِدُ

شہید ملت اسلامیہ مؤرخ اسلام

علاء ضیاء الرحمن فاروقی رحمہ اللہ

ترتیب:

حافظ محمد نذیر قاسمی

فاضل وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مکتبہ شیعہ احیاء شہید

وَلَا تَقْرَأُ الْبَيِّنَاتِ لَعْنًا (الودع)

خطبات منبر و محراب

جلد اول

محرم الحرام، صفر المظفر، ربیع الاول
ربیع الثانی، جمادی الاول، جمادی الثانی



ترتیب:

حافظ محمد ندیم قاسمی

فاضل وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مکتبہ شیعہ اسلامیہ

کپہری روڈ پسرور سیالکوٹ 0300-6175026

حرفِ اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ○ اَمَّا بَعْدُ !

اللہ رب العالمین نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں جن کا احاطہ ناممکن ہے..... وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها..... ان نعمتوں میں سے ایک نعمت عظمیٰ بیان کی ہے۔ مورخ اسلام علامہ ضیاء الرحمن فاروقی شہید عجلو اللہ فرمائی تو انہوں نے اس کی قدردانی کرتے ہوئے وطن عزیز میں اور بیرون ملک میں توحید و رسالت، عظمت صحابہؓ و اہل بیتؓ، اکابرین علمائے دیوبند، شان اولیاء کرام اور مختلف دینی عنوانات پر گفتگو کر کے اس کا حق ادا کیا۔

علامہ فاروقی شہید کا ہر وعظ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ پر مشتمل ہوتا۔ آج حضرت ہم میں موجود نہیں، لیکن ان کے علمی خطبات کیسٹوں میں محفوظ تھے ان کو قرطاس پر منتقل کرنے کا ارادہ کیا اور ایک قلیل عرصہ میں حضرت کے منفرد خطبات کو ایک نئے انداز میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

والسلام

مولانا محمد ندیم قاسمی، ایم اے

۱۳ مئی ۲۰۰۷ء

فہرست مضامین

صفحہ	محرم الحرام کے خطبات	
۹	شہادتِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	<input type="checkbox"/>
۲۵	خاندانِ نبوت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	<input type="checkbox"/>
۶۳	سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی	<input type="checkbox"/>
۸۳	سیرتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم	<input type="checkbox"/>
۱۱۱	حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما	<input type="checkbox"/>
۱۲۹	خاندانِ نبوت اور شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ	<input type="checkbox"/>
	صفر المظفر کے خطبات	
۱۶۳	سیدنا فاروق و حسین رضی اللہ عنہما	<input type="checkbox"/>
۱۹۳	علم غیب	<input type="checkbox"/>
۲۱۳	اسلامی سیاست	<input type="checkbox"/>
۲۳۱	اصول خلافت	<input type="checkbox"/>
۲۴۱	اسلام میں عورت کا مقام	<input type="checkbox"/>

ربیع الاول کے خطبات

۲۵۷ □ دعائے خلیل

۲۷۹ □ میثاقِ انبیاء علیہم السلام

۳۰۱ □ ولادت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے واقعات

۳۲۱ □ ولادت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۳۴۱ □ پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم

ربیع الثانی کے خطبات

۳۶۷ □ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لڑکپن

۳۸۵ □ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی

۴۱۹ □ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۴۲۹ □ وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۴۵۳ □ عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

جمادی الاول کے خطبات

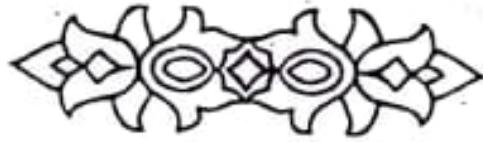
۴۸۷ □ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور غلبہ اسلام کی تحریک

۴۹۷ □ عقیدہ توحید اور اس کے تقاضے

۵۳۵ □ قرآن بلند کرتا ہے (پہلا خطبہ)

۴۵۴ □ قرآن بلند کرتا ہے (دوسرا خطبہ)

	جمادی الثانی کے خطبات	
۵۶۱	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خریدار کون؟	<input type="checkbox"/>
۵۷۱	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	<input type="checkbox"/>
۶۰۱	حضرت ایوب علیہ السلام	<input type="checkbox"/>
۶۲۳	حضرت سلیمان علیہ السلام	<input type="checkbox"/>



﴿شہادت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ﴾

خطبہ:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا هَلْ أَحْيَاهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿۱۶۹﴾ (پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۱۶۹)
ترجمہ۔ ”اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں
مردے بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے۔“

تمہید:

واجب الاحرام بزرگو اور دوستو! سب سے پہلی بات یہ ذہن میں رکھیں کہ
شہادت نعمت ہے یا مصیبت ہے؟ شہادت اگر مصیبت ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے دعا کر کے شہادت کیوں مانگی، مصیبت تو کوئی نہیں مانگتا، اگر شہادت
مصیبت ہے تو نبی نے کیوں مانگی اور اگر شہادت نعمت ہے تو نعمت کے ملنے پر رونا کیسا؟
حضور ﷺ نے دعا مانگی کہ اے اللہ! مجھے شہادت کی موت عطا فرما اور حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی کہ..... اللہم ارزقنی شهادة فی سبيلك..... اے اللہ مجھے اپنے
راستے میں شہادت عطا فرما..... واجعل موتی فی بلد حبیبك..... اور اپنے نبی کے

شہر میں مجھے موت عطا فرما۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا ہے۔

شہداء کی آرزو:

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں شہید لائے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ اے شہیدوں تم کیا چاہتے ہو؟ تمہاری کیا تمنا ہے، تو سارے شہید یہ نہیں کہیں گے کہ

ہمیں جنت دے دے

ہمیں باغات دے دے

ہمیں میوے دے دے

ہمیں پھل دے دے

کوئی شہید یہ نہیں کہے گا بلکہ سارے شہید ایک بات کریں گے کہ اے اللہ! تیرے راستے میں گردن کٹانے کا جو لطف آیا ہے یہ پوری زندگی میں ایسا لطف نہیں آیا۔ اس لئے اے اللہ! ہماری تمنا ہے کہ ہمیں ایک مرتبہ دنیا میں اور بھیج دے اور پھر اس کے بعد ہماری گردن تیرے راستے میں کٹے پھر ہمیں دنیا میں بھیج دے تیرے راستے میں شہید ہوں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ..... ثم اقتل ثم احی ثم اقتل ثم احی... اے اللہ! ہمیں بار بار تیرے راستے میں ذبح کیا جائے اور بار بار ہم دنیا میں جائیں اور بار بار گردن کٹا کر تیرے دروازے پر آئیں اس سے بڑھ کر ہماری کوئی تمنا نہیں۔

محافظین وطن کو سلامی:

شہید کی یہ تمنا ہوگی لیکن آج ایک طبقہ شہداء کی شہادت پر رورہا ہے ماتم کر رہا ہے آپ مجھے بتائیں کہ ۶۵ کی جنگ میں یہاں لوگ شہید ہوئے اور ان شہداء کو ہر سال چھ ستمبر کو پاکستانی فوج سلامی دیتی ہے اور اگر ایسے ہو کہ چھ ستمبر کو جو لوگ شہید ہوئے، اگلے سال چھ ستمبر آتا پاکستان کی ساری فوج ماتم کرنے لگ جاتی کہ یہ ہمارے شہید ہو

گئے، ہمیں بڑا افسوس ہے اگر ان کے شہید ہو گئے، ہمیں بڑا افسوس ہے اگر ان شہید ہونے والے دنوں میں ماتم ہوتا تو انڈیا کب کا ہمارے ملک پر قبضہ نہ کر چکا ہوتا اور یہ کہتا کہ یہ تو پہلوں کو رو رہے ہیں، آئندہ انہوں نے دہلی کو کیا فتح کرنا ہے۔

یہ معمولی سی بات ہے کہ چھ ستمبر کو جو لوگ شہید ہوئے یا ۱۹۷۱ء کی جنگ میں جو لوگ شہید ہوئے ہر سال پاکستان کے فوجی ان کو سلامی دے رہے ہیں کیوں سلامی دے رہے ہیں، ان کی بہادری کو سلام کر رہے ہیں حالانکہ یہ شہداء اپنے جسموں پر بم باندھ کر ٹینکوں کے نیچے لیٹ گئے کتنی مظلومیت کے ساتھ وہ شہید ہوئے ان کے اوپر ٹینک چڑھ گئے.....

وہ پیس دیئے گئے

ان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے

ان کے جسموں کے ٹکڑے بکھر گئے

ان کے جسموں کے نام و نشان نہ رہے

اور اتنا بڑا افسوس ناک واقعہ ہے۔

..... پاکستان کی حکومت نے.....

ان شہداء کو مر بے دیئے

ان شہداء پر فخر کیا

ان کو ستارہ جرات دیا

کسی کو تمغہ جرات دیا

ان کو ہیرو بنا کر پیش کیا

ان کی بہادری کو سلام ہے ہم ان کو ہیرو مانتے ہیں۔

اگر ان کو سلام کرنے کی بجائے ماتم ہوتا۔ ہم ان کو روئیں۔ ہم ان کو پیٹیں، ان

کو واہ و بلا کریں مجھے بتائیں کہ جو قوم پہلے شہیدوں کو رووتی رہی وہ آئندہ بہادر پیدا کر سکتی ہے یہ تو عقل کے خلاف ہے۔

ختم نبوت کیلئے سن ۵۳ میں لوگ شہید ہوئے آج تک دنیا فخر کرتی ہے۔

حضرت زید بن خطابؓ شہید ختم نبوت:

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں جنگ یمامہ ہوئی۔ اور اس جنگ یمامہ میں مسلمہ کذاب کا مقابلہ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فوجوں نے، اور اس جنگ میں بارہ سو قرآن کے قاری شہید ہوئے اور حضرت عمر فاروقؓ کے لڑکے حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی اس جنگ میں گئے تھے۔ اور حضرت عمر فاروقؓ کے بڑے بھائی زید ابن خطابؓ بھی اس جنگ میں گئے تھے، جب فوجی واپس آئے حضرت عمر فاروقؓ کو پتہ چلا کہ ان کے بھائی حضرت زید ابن خطابؓ شہید ہو گئے اور عبداللہ بن عمرؓ شہید نہیں ہوئے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کو بلایا۔ اور بلا کر ان کو سخت ست کہا۔ اور کہا اے عبداللہ تجھے شرم نہیں آئی تیرا چچا تو جنگ میں شہید ہو گیا اور تو زندہ کیوں بچ کر آیا، چاہیے یہ تھا کہ تو بھی ختم نبوت کیلئے شہید ہو جاتا تیرے بھی ٹکڑے ہو جاتے اور تیرا چچا شہید ہو جائے اور تو بچ کر آ جائے اگر تو بھی شہید ہوتا تو قیامت کے دن عمرؓ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں فخر کرتا کہ اے اللہ! تیرے پیغمبرؐ کی ختم نبوت کیلئے میں نے اپنے بیٹے کو شہید کرایا ہے اور اپنے بھائی کو شہید کرایا ہے یہ سیدنا فاروقؓ اعظمؓ کا فخر تھا۔

تو جب حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے حضرت عمرؓ کی یہ بات سنی تو کتابوں میں ہے کہ عبداللہ ابن عمرؓ رونے لگے اور رو کر ہاتھ جوڑ کر کہا ابا جان جب ہم جنگ میں گئے تو میں نے اور چچا نے مل کر دعا مانگی تھی کہ اے اللہ ہمیں شہادت کی موت دے لیکن چچا کی دعا قبول ہوئی اور میری دعا قبول نہ ہوئی۔

(اسد الغابہ جلد ۴، ص ۸۳۲)

تو فاروقؓ اعظمؓ فرماتے ہیں کہ بیٹا کہیں تو چھپ نہ گیا ہو؟ کہ تو نہیں شہید ہوا؟ دیکھو شہید ہونے کیلئے صحابہ رضی اللہ عنہم کتنا ٹرپتے ہیں اور فاروقؓ اعظمؓ نے کتنے

جذبے کا اظہار کیا۔ اور وہ معاذ اور معوذ شہید ہونے کیلئے تیار تھے۔

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے بارہ ٹکڑے ہوئے پیغمبر علیہ السلام کے سامنے وہ ٹکڑے آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں روئے پیغمبر نے تو نہیں آنسو بہائے پیغمبر علیہ السلام نے تو نہیں ماتم کیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا سگا چچا ہے جس کی لاش کے بارہ ٹکڑے احد کی پہاڑوں پر بکھیر دیئے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے چچا کے ٹکڑوں کو دیکھ کر فرمایا اے اللہ! میں چچا سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔

(سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۷۲۔ بخاری جلد ۲ ص ۵۸۳)

جس طرح گوشت کو کاٹ کر قصائی ایک کپڑے میں بند کرتا ہے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی لاش کے ٹکڑوں کو کپڑے میں باندھا گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میری بہن صفیہؓ سے کہو کہ بھائی کی لاش پر نہ آئے ایسا نہ ہو کہ وہ بھائی کی لاش پر آئے اور اس سے صبر نہ ہو سکے اور وہ رونے لگ جائے سینہ کو بی کرنے لگے حفیظ کہتا ہے!

ہوا حمزہ کی میت پر گزر شان رسالت کا
تاثر دیدنی تھا مہر تاباں کی جلالت کا

زبیر ابن العوام ان کے پسر تھے پاس حضرت کے
ہوئے ان پر ہویدا اس گھڑی احساس حضرت کے

کہا رو کو میری پھوپھی کو میت پر نہ آنے دو
دل زخمی کو ان کے یہ نیا چہرہ نہ کھانے دو

الم انگیز ہے قطع و برید چہرہ حمزہ
بہن کو رنج دے شاید یہ دید چہرہ حمزہ

پرنے جا کے مادر کو مگر جس وقت سمجھایا
تو قلب مسلمہ کو ہر حال میں صبر آشنا پایا
حضور اکرم ﷺ کی سگی پھوپھی، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جب بھائی کی لاش کے

ٹکڑوں پر گئی!

گئیں وہ میث حمزہ پہ روئیں اور نہ چلائیں
نظر چہرے پہ ڈالی فاتحہ پڑھ کر چلی آئیں
پیغمبر ﷺ کی پھوپھی بھائی کے چہرے کو دیکھ کر روتی نہیں، اگر وہ ماتم کرتی تو
میں مان لیتا کہ حسین کا ماتم جائز ہے اگر پیغمبر ﷺ کا چچا شہید ہوا اس کے بارہ ٹکڑوں پر
حضور ﷺ نے ماتم نہیں کیا۔ نبی ﷺ کی پھوپھی نے ماتم نہیں کیا، حمزہ کی بہن نے ماتم
نہیں کیا (مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۹۹) حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ماتم نہیں کیا، شیر خدا
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ماتم نہیں کیا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ماتم نہیں کیا، ان کے
بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ماتم نہیں کیا، مجھے بتا کہ جس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش
کے ٹکڑے اُحد کے پہاڑوں پر بکھیر دیئے گئے تھے، اس وقت.....

☆ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کہاں تھے

☆ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہاں تھے

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہاں تھے

☆ حضرت عباس کہاں تھے

☆ رسول اللہ ﷺ کہاں تھے

سارا خاندان نبوت ٹکڑوں پر کھڑا ہے، لیکن کسی نے ماتم نہیں کیا، کسی نے سینہ
نہیں پیٹا، کسی نے چار پائیاں الٹی نہیں کیں، کسی نے سیاہ لباس نہیں پہنا، کسی نے تعز یہ
نہیں نکالا، کسی نے بین نہیں کہا۔

تمام پیغمبر ﷺ کے خاندان نے صبر کر کے دنیا کو بتایا کہ عشق و محبت صبر کرنے
میں ہے رونے میں نہیں ماتم کرنے کا ذکر کہاں ہے۔

اگر ماتم جائز ہوتا؟

اگر ماتم کرنا جائز ہوتا، جب رسول اللہ ﷺ کا جنازہ اٹھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماتم کرتے، جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر کے پاس آئے اور آکر حضور ﷺ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا آپ کے چہرے پر بوسہ دیا اور آپ کے چہرے پر بوسہ دے کر فرمایا اے پیغمبر تیرا دنیا میں آنا بھی پاک ہے جانا بھی پاک ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ اے پیغمبر اگر تو نے رونے سے منع نہ کیا ہوتا آج حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی آنکھوں کے آنسوؤں سے تجھے غسل دیتا۔ لیکن حضور ﷺ کی وفات پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ماتم نہیں کیا۔ حضور ﷺ کے جانے پر تو ماتم نہیں ہوا، اگر تم کہو گے کہ حضور ﷺ تو طبعی موت مرے، تو پھر ماتم کیسے ہوتا؟ تو صحابہ کرام نے جس دکھ کا اظہار حضور ﷺ کی وفات پر، کیا اس کی تو مثال ہی کوئی نہیں۔

حضرت حمزہ کی لاش ہے ان پر ایسے نہیں ہوا اور جب حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کوفہ کی جامع مسجد میں شہید ہوئے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ماتم کیا؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ماتم کیا اور جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ شہید ہوئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے نیچے سے کوفیوں نے مصلیٰ کو کھینچ لیا اور ان پر قاتلانہ حملہ کیا، اور اسی کے نتیجے میں دنیا سے رخصت ہو گئے، تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی تو زندہ تھے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو چاہئے تھا کہ وہ ماتم کرتے وہ جلوس نکالتے وہ تعز یہ نکالتے انہوں نے یہ کام کیا؟

ماتم کا ثبوت کوئی نہیں:

یہ جلوس اور تعز یہ کہاں سے آیا؟ اس کا ذکر تو کہیں نہیں حضور ﷺ نے یہ تو فرمایا ہے کہ کالا لباس فرعون کا لباس ہے یہ تو فرمایا کہ کالا لباس جہنمیوں کا لباس ہے۔

دس دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نام لو

دس دن بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا نام لو

دس دن ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نام لو

دس دن صغریٰ رضی اللہ عنہا کا نام لو

..... سال چھٹی کرو حسین رضی اللہ عنہ نے نماز پورا سال پڑھی انہوں نے کہا نماز کی ضرورت نہیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جمعہ پڑھا، انہوں نے کہا نہیں ضرورت، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پورا سال قرآن پڑھا انہوں نے کہا نہیں ضرورت، کوئی کام تو بتاؤ کہ جو تمہارا خاندان نبوت سے ملتا ہو کوئی چیز تو بتاؤ تم دس محرم کو ماتم کرتے ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماتم کیا ہو، کتاب کا حوالہ دو، علی رضی اللہ عنہ نے ماتم کیا ہو کتاب کا حوالہ دو، حسین رضی اللہ عنہ نے ماتم کیا ہو کتاب کا حوالہ دو، حسن نے ماتم کیا ہو کتاب کا حوالہ دو، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ماتم کیا ہو، کتاب کا حوالہ دو، کسی خاندان نبوت نے تعزیہ بنادیا ہو کتاب کا حوالہ دو، جو کام پورے خاندان نبوت میں کسی نے نہیں کیا اور چار پانچ سو سال کے بعد وہ عراق کے ایک بادشاہ نے تعزیہ نکالنا شروع کیا اور تم نے وہیں سے اپنا کام شروع کر دیا اگر یہ دین ہوتا تو اس کا ذکر قرآن میں ہوتا اگر دین ہوتا اس کا ذکر حدیث میں ہوتا اگر یہ دین ہوتا اس کا ذکر آئمہ کی کتابوں میں ہوتا۔

چلو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بھی چھوڑو، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی چھوڑو، اپنے بارہ آئمہ جن کو اپنا مقتداء اور پیشوا مانتے ہو، ان کی کتابوں سے ان کے اقوال سے، ان کے شاگردوں سے، ان کے خطبات سے، ان کی فقہ سے، کوئی ایک حوالہ، کوئی ایک کتاب، کوئی ایک چیز، کسی کتاب سے تو لا کر دکھاؤ تو ہم تسلیم کرنے کیلئے تیار ہیں۔

جو کام تم کرتے ہو وہ کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو، تو حدیث میں دکھاؤ علی سے ثابت ہو تو نہج البلاغہ سے دکھاؤ۔ حسین رضی اللہ عنہ سے ثابت ہو تو ان کی کتابوں سے دکھاؤ، حسن رضی اللہ عنہ سے ثابت ہو، تو ان کے ملفوظات سے دکھاؤ، حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ

سے ثابت ہو، تو ان کی کتاب سے دکھاؤ، امام ہاقر سے ثابت ہو تو دکھاؤ امام جعفر صادق سے ثابت ہو، موسیٰ کاظم سے ثابت ہو رضا کاظم سے ثابت ہو تقی علی سے ثابت ہو حسن عسکری سے ثابت ہو، محمد المہدی سے ثابت ہو، یہ بارہ آئمہ کا میں نے نام لیا ہے ان بارہ آئمہ کی کسی کتاب سے کسی ملفوظات سے کسی خطبے سے کسی ان کی فقہ سے، ماتم کرنا اور تعز یہ نکالنا کالے کپڑے پہننا جلوس نکالنا ثابت ہو جائے ہم مان جائیں گے لیکن اگر تمہارا کوئی عمل نہ قرآن میں ہو۔ نہ حدیث میں ہو نہ فقہ میں ہو نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نہج البلاغہ میں ہو، نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خطبات میں ہو، نہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی کتابوں میں ہو، نہ بارہ آئمہ کے ملفوظات میں ہو، تو پھر مجھے کہنے دو کہ جو کام تم کرتے ہو یہ کام.....

نہ نبی کا

نہ علی رضی اللہ عنہ کا

نہ حسین رضی اللہ عنہ کا

نہ حسن رضی اللہ عنہ کا

نہ بارہ آئمہ کا

نہ کسی فقہ کے امام کا

بلکہ کام ان لوگوں کا جنہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو شہید کیا وہ کوئی تھے، تم سارے ان والا کام کر رہے ہو، اب دیکھو کہ تمہارا شجرہ کن کے ساتھ ملتا ہے؟

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دودعائیں:

میرے دوستو! کیم محرم الحرام سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دن ہے اسی حوالہ سے ایک دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ

قادسیہ کی فتح سے پیغام لے کر قاصد آ رہا ہے، مدینہ کے قریب ایک درخت کے نیچے کنکریوں کے اوپر فاروق اعظم اینٹ کا سرہانہ رکھ کر سو رہے ہیں آنکھ کھلی تو عمر نے اللہ کی طرف دیکھا، اور دیکھ کر فرمایا اے اللہ! اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں میری عمر

۶۳ سال ہو گئی ہے اب میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے دنیا سے اٹھالے، اب میری رعایا پوری دنیا میں پھیل گئی ہے اب میری نبی سے جلد ملاقات کرادے، یہ ہے وہ پہلی دعا جو فاروق اعظم نے کی ہے اور

پھر اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دن دعا مانگی..... اللہم
ارزقنی شهادة فی سبيلک..... اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت کی موت عطا فرما
..... واجعل موتی فی بلد حبیبک..... اور مجھے اپنے پیغمبر کے شہر میں شہادت کی
موت عطا فرما۔ (صحیح بخاری کتاب الحج بحوالہ معارف الحدیث)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو قتل کی دھمکی:

بظاہر اس کے اسباب کوئی نہ تھے۔ کہ مدینہ میں شہادت ملتی نبی کے شہر میں
شہادت ملتی مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک غلام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا حضرت
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس سے کچھ اور باتیں کرنے کے بعد پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو،
کہنے لگا کہ میں مستری ہوں میں انجینئر ہوں، میں بہت اچھی اچھی چیزیں بناتا ہوں۔
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے ایک آٹا پیسنے والی چکی بنا کر دو، وہ
چونکہ ایرانی تھا، اس کے دل میں بغض تھا، اس نے کہا کہ میں ایسی چکی بنا کر دوں گا کہ اس
کا شہرہ پوری دنیا میں ہوگا،

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب اس کی بات سنی تو کہا کہ دیکھو یہ غلام مجھے
قتل کی دھمکی دے کر گیا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا امیر المومنین ہمیں اجازت دو کہ ہم
اس کی گردن کاٹ دیں، فاروق اعظم نے فرمایا کہ جب تک یہ جرم نہ کرے تم اور میں
اس کو سزا نہیں دے سکتے۔

کئی دن گزر گئے ابولولو فیروز مجوسی ایرانی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قاتل اور جھوٹا
یہودی اکٹھے مدینہ میں دیکھے گئے، یہ قتل فاروق کا منصوبہ ایران سے تیار ہوا، اس لئے کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایران کو فتح کیا تھا، روم کو فتح کیا تھا، پوری دنیا کے ایک ایک خطے پر

اسلام کا پرچم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لہرا دیا تھا،
یہودیوں کو تکلیف تھی،
مجوسیوں کو تکلیف تھی،
عیسائیوں کو تکلیف تھی،

وہ چاہتے تھے کہ عمر کو شہید کو دیا جائے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر حملہ:

ایک دن نماز فجر کے اندر ابو لؤلؤ مجوسی جس نے تین دن سے اپنے خنجر کو زہر میں بچھایا ہوا تھا، نیفے کے اندر خنجر چھپا کر لے آیا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز فجر میں کھڑے ہیں جماعت کر رہے ہیں، تو فیروز ابو لؤلؤ مجوسی نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کمر میں خنجر مارا خنجر پیٹ کے اندر سے باہر نکل گیا فاروق اعظم بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔

نماز کی حفاظت:

میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت پر قربان جاؤں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر گرے ہیں، سارا مصلے خون آلود ہے، لیکن عبدالرحمان کا بازو پکڑ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصلے پر کھڑا کر دیا اور کہا عبدالرحمان کسی کی نماز ٹوٹنے نہ پائے۔

دشمن خود مر گیا:

عین اس حالت میں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زخمی ہیں عبدالرحمان ابن عوف نے جماعت کرائی، نماز ختم ہوئی، صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفیں اور قطاریں کتنی مضبوط کھڑی تھیں کہ وہ قاتل ان صفوں سے نکل کر بھاگنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ بھاگ نہ سکا سات صحابہ کو زخمی کیا وہ بھاگ نہ سکا اور اس نے وہی خنجر اپنے سینے میں مارا، اور خود زخمی ہو گیا اور خود اس کے جسم سے لہو بہنے لگا۔

نماز فجر کے بعد سید فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر گھر لے گئے، حضرت

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سرہانے بیٹھے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنکھ کھلتے ہی پوچھا، اے علی رضی اللہ عنہ بتاؤ میرا قاتل کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کا قاتل ابولولو مجوسی ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے اوپر کسی مسلمان کی تلوار نہیں چلی۔

تھوڑی دیر کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو افاقہ ہوا علماء کہتے ہیں کہ ۲۶ ذی الحج کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا ۲۷ ذی الحج کو طبیعت سنبھل گئی، لیکن ۲۸ ذی الحج کو ایک دوائی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پلائی گئی، وہ ایک زخم سے دوائی باہر نکل آئی، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مایوس ہو گئے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اس بیماری سے اٹھنا مشکل ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سرہانے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دنیا کے لوگو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر دنیا سے چلا گیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام یتیم ہو جائے گا،

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آخری خواہش:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عین اس بیماری میں اپنے بڑے صاحبزادے عبداللہ کو بلایا۔ اور بلا کر کہا اے عبداللہ! میری آخری خواہش ہے کہ میری قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ میں بنے، میری قبر عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں بنے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر جا کر دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اماں سے جا کر اجازت مانگو اگر اماں اجازت دے تو مجھے اماں کے حجرہ میں دفن کر دینا۔

خواہش پوری ہوئی:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا اماں عائشہ رضی اللہ عنہا پریشان بیٹھی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زخموں کی وجہ سے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جس وقت اماں کے سامنے بات رکھی کہ میرے ابا کی خواہش ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے ساتھ

جو تیسری قبر کی جگہ خالی ہے وہاں میری قبر بن جائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ عبد اللہ! میری خواہش تھی کہ میری یہاں قبر بن جائے، لیکن میں اپنے اوپر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں اور جا کر ان کو بتا دو کہ اماں اپنے حجرہ میں آپ کو دفن کرنے پر راضی ہے۔

جب حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے، تھوڑی دیر کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اٹھے، تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ابا جان اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجرہ میں آپ کو دفن کرنے کی اجازت دے دی ہے۔

فتوح البلدان میں علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ جس وقت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ میں دفن کرنے کی اجازت ملی ہے، عمر نے نعرہ لگایا۔ ”فزت برب الكعبة۔“ رب کعبہ کی قسم آج عمر کامیاب ہو گیا۔ (الفاروق ص ۱۷۸)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا آخری وقت ہے فرمایا بیٹا عبد اللہ جب میں دنیا سے چلا جاؤں، میرا جنازہ تیار ہو جائے ایک دفعہ پھر میرا جنازہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے سامنے پیغمبر کے روضہ کے سامنے رکھ دینا اور روضہ کے سامنے رکھ کر پھر اجازت مانگنا اگر اجازت ملے تو پھر مجھے دفن کرنے کیلئے اندر لے جانا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے باہر رکھ کر، عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اجازت ہے تو حجرہ سے آواز آتی ہے..... بلغ الحبيب الى الحبيب دوست کو دوست کے پاس پہنچاؤ ہم بارہ سال سے عمر کا انتظار کر رہے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صدیق اور فاروق کا خمیر ایک جگہ سے:

دروازہ کھلا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جسے بنائی گئی، اس سے بڑا کیا اعزاز ہو گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آپ کی قبر

بنی اور آپ جانتے ہیں کہ جس جگہ سے آدمی کا خمیر تیار ہوتا ہے، اسی جگہ پر اس کو دفن کیا جاتا ہے، قرآن کہتا ہے.....

منہا خلقنکم وفيہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ

آخری

”انسان کی پیدائش کے وقت جو مٹی انسان کے خمیر میں ڈالی جاتی ہے، اسی مٹی میں اس کی قبر بنتی ہے۔“

دیکھو اگر ایک آدمی اگر پاکستان میں رہتا تھا اس کی قبر برطانیہ میں بنی تو لوگ کہتے ہیں۔

پہنچی وہیں یہ خاک جہاں کا خمیر تھا اس لئے کہ پیدائش کے وقت خمیر وہاں کا لیا گیا تھا اس لئے اس کی قبر وہاں بنی ہے۔

عمر ایسا عظیم انسان ہے کہ جس کا خمیر اس مٹی سے لیا گیا جس مٹی سے رسول اللہ ﷺ کا خمیر لیا گیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خمیر لیا گیا اور حضور ﷺ نے اپنے اس حجرے کو جنت قرار دیا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا..... ما بین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة..... میرے گھر سے لیکر میرے منبر تک اور میرے منبر سے لیکر میرے روضہ تک ساری جگہ جنت کا ٹکڑا ہے۔

ان کا خمیر بنا اسی مٹی سے تھا، جس مٹی کو پیغمبر جنت کا ٹکڑا قرار دے چکا ہے، اس سے بڑا کیا اعزاز ہو سکتا ہے؟

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یکم مجرم کو شہید ہوئے، اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلائے۔ (آمین) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت کو غیر مسلم بھی تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کو معلوم ہے کہ

ایک ہزار ۶۳ علاقے فتح کئے

عدالتیں عمرؓ نے بنائیں

سرائے عمرؓ نے بنائیں

کچھریاں عمرؓ نے لگائیں

فوج کی ترتیب عمرؓ نے بنائی

گورنر عمرؓ نے مقرر کئے

صوبے عمرؓ نے مقرر کئے

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گیارہ لاکھ مربع میل پر اسلامی

حکومت قائم کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۲ لاکھ مربع میل پر اسلامی حکومت قائم کی۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ مراد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں:

ساری دنیا نے اسلام کو چاہا ہے اور اسلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چاہا ہے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی، اے اللہ! اسلام کو عزت دینا چاہتا ہے تو عمر رضی اللہ عنہ میری جھولی میں ڈال دے گویا کہ عمر رضی اللہ عنہ اسلام کی ضرورت ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے دعا مانگی تھی، اے اللہ! میرے بیٹے کو ہدایت دے، اللہ

تعالیٰ نے ہاتھ خالی لٹا دیئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی، اے اللہ! میرے باپ کو ہدایت دے،

اللہ تعالیٰ نے ہاتھ خالی لٹا دیئے۔

حضور علیہ السلام نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! میرے چچا کو ہدایت دے، اللہ تعالیٰ

نے نبی کے ہاتھ خالی لٹا دیئے۔

لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ مجھے عمر دے دے اگر عمر رضی اللہ عنہ

اسلام کیلئے مفید نہ ہوتا تو آج اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ خالی لٹا دیتا، لیکن ادھر پیغمبر

صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی اور ادھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ غلام بن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی میں آ گیا۔
 اس لئے کہ اسلام کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فاروق
 اعظم رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلائے، آج فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے شہادت کے حوالہ سے مختصر
 واقعات آپ کے سامنے عرض کئے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ قبول فرمائے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



﴿خاندان نبوت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم﴾

خطبہ:

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشَدُّ اَعْلٰى الْكُفَّارِ
رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ - (پارہ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۲۹)

ترجمہ۔ ”محمد رسول اللہ ﷺ کا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور
ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں۔“

اشعار:

رہبرِ عمرؓ آقا عمرؓ مرشدِ عمرؓ مولا عمرؓ
برترِ عمرؓ بالا عمرؓ اعلیٰ عمرؓ اولیٰ عمرؓ
ذاتِ نبی پاکؐ پر سو جان سے شیدا عمرؓ
ایمان میں ایقان میں احسان میں یکتا عمرؓ
بادِ بہاری کی طرح گزرا عراق و روم سے
ابرِ کرم بن کر اٹھا ایران پر ہرسا عمرؓ

مابعد ختم المرسلین کوئی نبی اٹھنا نہیں
 یہ سلسلہ چلتا اگر تو اک نبی ہوتا عمر
 تقاضا ہے کہ پھر دنیا میں شان حق ہویدا ہو
 عرب کے ریگ زاروں سے کوئی فاروق پیدا ہو
 مساوات وعدالت کا زمانے بھر میں چرچا ہو
 وہی برق تجلی پھر افق پر آشکارا ہو
 بڑا غوغا ہے پھر قصر جہاں میں اہل باطل کا
 کوئی فاروق پھر اٹھے تو حق کا بول بالا ہو

تمہید:

میرے واجب الاحترام، غیور نو جوانو اور دوستو!
 احرار پارک کا یہ عظیم الشان جلسہ جو آٹھ محرم کو حسب سابق یہاں منعقد ہو رہا
 ہے اس میں شرکت کیلئے حضرت مولانا حق نواز صاحب جو ہمارے مخدوم ہیں ان کے حکم
 سے حاضری ہوئی ہے۔

مجھے یہ کہا گیا ہے کہ میں آپ کے سامنے خلفاء ثلاثہ اور خاندان کے نبوت سے
 تعلقات اور فاروق اعظم کے کارناموں پر روشنی ڈالوں۔
 میرے دوستو!

دنیا کے اندر بڑی بڑی شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کا نام تاریخ کے چہرے پر
 حکم فرما رہا ہے۔ سکندر فاتح یونان تھا وہ فاتح تھا، وہ خدا ترس نہیں تھا۔
 بوعلی سینا طبیب تھا وہ پاکیزہ اخلاق میں مشہور نہیں تھا۔
 سقراط دانا تھا۔ وہ فاتح نہیں تھا۔
 بقراط اچھے مشورے دیتا تھا لیکن وہ خدا ترس نہیں تھا۔

دنیا میں بڑے بڑے شاعر ادیب، فاتح، جرنیل، آئے چشم فلک نے دیکھے
اور ایسے ایسے لوگ بھی دنیا میں آئے، جنہوں نے اپنی زندگی میں تاریخ کا دھارا موڑ دیا
تاریخ کا رخ تبدیل کر دیا لیکن آپ جس شخصیت کو دیکھیں گے وہ ایک وصف میں نمایاں
نظر آئے گی۔

لیکن ایک آدمی چودہ سو سال پہلے آتا ہے کہ جو ایک وقت میں!

فاتح بھی ہے

خدا ترس بھی ہے

پاکیزہ اخلاق والا بھی ہے

عدالت کا تاجدار بھی ہے

امانت کا شاہ سوار بھی ہے

بادشاہ اور وہ فقیر بھی ہے

وہ راتوں کو جاگتا بھی ہے

وہ بیوہ کے پانی بھی بھرتا ہے

عظمت و کردار کا گوہر تابدار بھی ہے

اسلام کی عظمت کا ستارہ بھی ہے

وہ قیصر کے ٹکڑے بھی کر رہا ہے

وہ کسریٰ کے محلات ہلا رہا ہے

وہ رستم کی گردن کاٹتا ہے

وہ یزدگر کے ٹکڑے کرتا ہے

قیصر اسکے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہے

روم اس کے قدموں کے نیچے ہے

عراق اس کے قدموں کے نیچے ہے

ایران کی حکومت اس کے قدموں کے نیچے ہے

لیکن اس کا اپنا یہ حال ہے کہ وہ فقیر ہے، درویش ہے، رات کو روتا ہے، اور اس کا اپنا یہ حال ہے کہ ساری دنیا کے بادشاہ اس کے نام سے لرز رہے ہیں اور خود خاک پر اینٹ بھرہانے لیکر سوہا ہوا ہے۔

بڑے بڑے لوگ دنیا میں آئے ایک وصف میں مشہور ہوئے ایک وصف میں ان کا ذکر ہوا اور ظفر علی خان نے اسی کے بارہ میں کہا ہے:

قدموں میں ڈھیر اشرفیوں کا لگا ہوا
اور تین دن سے پتھر پیٹ پر بندھا ہوا
اوروں کے واسطے ہے سیم و زر و گوہر
اور اپنا یہ حال ہے کہ چولہا بجھا ہوا
کسریٰ کا تاج روندنے کو پاؤں تلے
اور بوریہ کھجور کا گھر میں بجھا ہوا

سو بڑے آدمیوں میں چھٹے نمبر پر:

کوئی ایسا انسان اس چشم فلک نے دیکھا ہو تو بتاؤ، امریکہ میں ایک کتاب چھپی ہے جس کا نام ہے (The Hundred) سو بڑے آدمی جس میں چھٹے نمبر پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نام ہے کہ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ دنیا کے سو بڑے آدمیوں میں شمار ہوتا ہے جس نے تاریخ کا دھارا بدل دیا۔

روم و ایران کی فتح کا اعلان:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کوئی معمولی انسان نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے باقی ماندہ کام کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پورا کیا، اگر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اسلام کی تاریخ سے نکال دیں تو قرآن کی آیات میں بہت سارے مفہوم سمجھ میں نہیں آتے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وجہ سے قیصر و کسریٰ پر اسلام کا

پر چم لہرایا گیا۔

آج دنیا میں امریکہ بہت بڑی طاقت ہے روس بڑی طاقت ہے ساری دنیا میں ان دونوں ملکوں کی ترقی اور ان کی نظروں کو خیرہ کر دینے والی چکا چوند سے ساری دنیا ورطہ حیرت میں ڈوبی ہوئی ہے، لیکن آج اگر پاکستان یہ دعویٰ کرے کہ میں امریکہ پر قبضہ کر لوں گا، میں روس پر قبضہ کر لوں گا، یہ مضحکہ خیز بات ہوگی۔ یہ عقل کے خلاف ہے، اس لئے کہ پاکستان میں امریکہ ایسا دخیل ہے کہ ایک وزیر اعلیٰ کے ذاتی اور نجی کام امریکہ کا سفیر اس میں مداخلت کر رہا ہے، یعنی ہماری غلامی اور بے حسی کا حال یہ ہے کہ ہم نے امریکہ کو کیا فتح کرنا ہے، ہم نے روس کو کیا فتح کرنا ہے۔

لیکن آپ دیکھیں کہ جن خلفاء نے امریکہ سے بڑی طاقت رومن ایمپائر کے ٹکڑے کئے اور اس سے بڑی طاقت سری ایران کے ٹکڑے کئے، ان آدمیوں کو کس طرح تاریخ کے چہرے سے محو کیا جاسکتا ہے؟

میرے دوستو! یہ بات بڑی مضحکہ خیز ہوگی کہ آج ہم کہیں کہ روس اور امریکہ ہمارے قدموں کے نیچے آجائے گا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مکہ میں تھے صرف مکہ کی بستی میں ۱۱۴ آدمیوں نے کلمہ پڑھا پھر آپ مدینہ میں تشریف لے گئے تو آپ نے دس سال کی مدت میں ایک لاکھ ۴۴ ہزار صحابہ کو کلمہ پڑھایا اور مدینہ کی بستی کے اطراف میں اسلام پھیلا شام کے کچھ علاقوں تک اسلام پہنچا لیکن اس وقت بھی یہ بات عقل میں نہیں آتی تھی کہ ایران پر قبضہ ہوگا روم پر قبضہ ہوگا اور قرآن نے یہ کہہ دیا تھا..... الم غلبت الروم..... کہ روم فتح ہو جائے گا، جب یہ آیت اتری تو مکہ کے

مشرک ہنتے تھے

عیسائی مسکراتے تھے

یہودی مسکراتے تھے

کہ روم کیسے فتح ہوگا؟ ایران کیسے فتح ہوگا؟ یہ بدو جن کو کھانے کیلئے نان جو یں

میسر نہیں، جن کے پاس جو اور ستونہیں، روم کو کیسے فتح کریں گے، یہ ایران کو کیسے فتح کریں گے، کٹیا میں بستے ہیں، پھٹے پرانے کپڑے پہننے والے، جو تا جن کے پاس نہیں ہے، یہ روم پر کیسے حکمران ہوں گے، یہ کسریٰ پر کیسے حکمران ہوں گے، یہ بات عقل کے خلاف تھی اور قرآن نے کہہ دیا تھا..... الم غلبت الروم کہ روم فتح ہو کر رہے گا بات بڑی عجیب تھی یہودی دیکھ رہے تھے کہ یہ آیت کیسے پوری ہوگی، یہ مفہوم کیسے پورا ہوگا، عیسائی دیکھ رہے تھے کہ قرآن کی یہ پیش گوئی کیسے پوری ہوگی، پھٹے ہوئے کپڑوں والے کہ جن کو ایک وقت کی روٹی میسر نہیں، جن کے پیغمبر کے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے ہیں، یہ ایران پر قبضہ کریں گے، یہ روم پر قبضہ کریں گے، یہ بات عقل کے خلاف ہے اور قرآن نے یہ کہہ دیا تھا:

هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله
اے پیغمبر! اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تجھے بھیجا، اس لئے تاکہ تیرا دین ساری دنیا کے دینوں پر غالب آجائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا مقصد یہ تھا کہ شام بھی فتح ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا مقصد یہ تھا کہ
روم بھی فتح ہو
ایران بھی فتح ہو
روس بھی فتح ہو
رومن ایمپائر بھی فتح ہو

اس وقت جو دنیا کی اسی ریاستیں موجود ہیں، وہ ساری فتح ہوں، یہ قرآن کا

تقاضہ ہے۔

لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے، کوئی بڑا ملک فتح نہیں ہوا، کوئی بڑی حکومت اسلام کے قدموں میں نہیں آئی، قرآن یہ کہتا ہے کہ اے پیغمبر تیرا مقصد یہ ہے کہ..... هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله تاکہ تیری وجہ سے بھیجا، اس لئے..... ودين الحق ليظهره على الدين كله..... تاکہ تیری وجہ سے

ساری دنیا کے دنیوں پر اسلام غالب آ جائے، لیکن اسلام غالب کیسے آتا ہے، روم کی فتح کی خوشخبری مل چکی ہے، ایران کی فتح کی خوشخبری مل چکی ہے۔

حضور ﷺ ۲۳ سال نبوت پا کر دنیا سے رخصت ہوئے، نہ ایران اسلام کے قدموں میں آیا، نہ روم اسلام کے قدموں میں آیا، اور قرآن کا تقاضہ ہے کہ روم بھی فتح ہو، ایران بھی فتح ہو، اس کا مفہوم کیا ہے چودہ سو سال سے مفسرین نے اس آیت کا مفہوم بیان کیا ہے، کسی نے کہا کہ اس کا مطلب بعد میں پورا ہوگا، کسی نے کہا اس کا مفہوم یہ ہے۔

لیکن شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالة الخفاء میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ نبوت کے بعد ۲۳ سال دنیا میں موجود رہے اور بعد ۳۰ سالہ خلافت اللہ تعالیٰ نے بعد میں خلفاء کو عطا فرمائی، حقیقت میں وہ نبوت کا دور تھا، جو کام پیغمبر ﷺ نے شروع کیا، اس کام کی تکمیل اللہ تعالیٰ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کرانا چاہتا تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کرانا چاہتا تھا، عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کرانا چاہتا تھا، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کرانا چاہتا تھا، اس لئے حضور ﷺ کی کل نبوت کی زندگی ۲۳ سال نہیں ہے، بلکہ ۵۳ سالہ زندگی ہے، ۲۳ سال میں پیغمبر ﷺ نے خود اعلان کیا ہے، خود اشارہ کیا ہے، اور ۳۰ سال میں پیغمبر ﷺ کے خلفاء نے جو کام کیا وہ حقیقت میں نبوت کا کام ہے۔

پیغمبر ﷺ نے شام کو فتح کروانے کی تیاری کی، اس کو پورا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا۔

نبی ﷺ نے روم کو فتح کرنے کی تیاری کی، اس کو پورا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا۔

پیغمبر ﷺ نے ایران کو فتح کرنے کی تیاری کی، اس کو پورا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

نے کیا۔

اس لئے کہ پوری دنیا روم اور ایران کے دو ملکوں میں بند تھی، دنیا کے تمام اہل

کتاب جن کے گیارہ ملک تھے، وہ روم کے ماتحت تھے اور ۳۹ دنیا کے ملک وہ بت

پرست تھے، شرک کرنے والے تھے، وہ ایران کے ماتحت تھے۔

قرآن کی پیشین گوئی پوری ہوئی:

قرآن کہتا ہے! اے پیغمبر تیرا مقصد یہ ہے کہ ساری دنیا تیرے قدموں کے نیچے ہو، ساری دنیا تیری غلام بن جائے، تیرے اسلام کی غلام بن جائے، خدا نے اس کام کو جو حقیقت میں نبوت کا کام تھا، پیغمبر کا کام تھا، رسالت کا کام تھا، اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ﷺ کا کام تھا، وہ کام کس سے لیا وہ کام، اس فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے لیا کہ جس کی فوجیں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں، جس وقت چلتی ہیں.....

پہلے عراق فتح کرتی ہیں
پھر روم فتح کرتی ہیں
پھر ایران فتح کرتی ہیں
پھر قادیسیہ فتح کرتی ہیں
پھر اور علاقہ فتح کرتی ہیں

پھر بالآخر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فوج، مدینہ سے چلی..... مکہ سے چلی..... شام پہنچی..... عراق پہنچی..... جزیروں کو فتح کیا..... علاقے فتح کئے..... بحراقیانوس کے کنارے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فوج پہنچی..... تو دنیا کے دو بڑے ملکوں روم اور ایران کو صفحہ ہستی سے مٹا کر ان کے چوکوں پر حضرت محمد ﷺ کا اسلام..... حضرت محمد ﷺ کا پرچم لہرا کر دنیا کو بتا دیا کہ جو کام خدا نے حضرت محمد ﷺ کے ذمہ لگایا تھا..... اس کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پورا کر دیا ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ وہ ہے کہ جس نے نبوت کے کام کو پورا کیا ہے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نکال کر تیرے دامن میں کیا رہتا ہے، تیرے پاس تاریخ کون سی رہتی ہے، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بڑی ہستی اور مقام والے ہیں۔

آج اتنی بات سے تکلیف ہوتی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ایک

بیوی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے، اس سے تکلیف ہوتی ہے، اس کو شرف سمجھو، اس کو عظمت سمجھو، اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کھرام کلثوم رضی اللہ عنہا کو کیوں بھیجا، یہ ایک علیحدہ موضوع ہے۔

لیکن میں چونکہ خلفاء راشدین اور خاندان نبوت کی رشتہ داریوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں، اس لئے آپ دیکھیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا آئیں۔

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی ازواج:

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کل ۹ بیویاں تھیں، بیک وقت چار سے زیادہ کبھی نہیں ہوئیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی کل ۹ بیویاں تھیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آٹھ بیویاں تھیں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں، قتیلہ بنت عبد العزیٰ رضی اللہ عنہا، حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا، زینب ام رومان رضی اللہ عنہا، اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نو بیویاں: ملکہ بنت جروں خزاعی رضی اللہ عنہا، زینب رضی اللہ عنہا، لہیہ رضی اللہ عنہا، عاتکہ رضی اللہ عنہا، جمیلہ رضی اللہ عنہا، ام ولد رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن ہے، اس کا نام زینب رضی اللہ عنہا ہے، تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ نو بیویاں ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی آٹھ بیویاں ہیں، جن میں فاختہ بنت غزوٰان رضی اللہ عنہا، نائلہ بنت فراعہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا، ایک بیوی کا نام ہے رملہ رضی اللہ عنہا، ایک کا نام ہے عائشہ رضی اللہ عنہا، ایک کا ام البنین رضی اللہ عنہا ہے، یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیویاں ہیں۔

اب ان بیویوں کی رشتہ داریاں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خاندان سے کیا ہیں؟ اگر ان کی تفصیل بیان ہو تو آپ حیران ہوں گے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی رشتہ داریاں:

میرا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے گھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لڑکی

آئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھابھی آئی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر نبی کی دو بیٹیاں آئیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی آئی، میں کہتا ہوں قرآن پاک کو درمیان سے ایک لمحے کیلئے ہٹاؤ احادیث کو ایک طرف کرو، روایات کو چھوڑ دو، ان نکاحوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان ثابت کیا ہے، اگر آپ کے پاس کوئی دلیل بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان کی نہ ہو، تو اس سے بڑی کوئی دلیل نہیں ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوہ بھابھی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا اور اس وقت کیا، جب قرآن کی آیت اتر چکی تھی وَلَا تَدْكُحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُ..... اپنی لڑکیاں کافر کو مت دو، اور کافر سے لڑکی مت لو، یہ آیت صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہو چکی تھی، اور اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوہ بھابھی کا نکاح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا، اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں تھا، تو اعتراض ابوبکر رضی اللہ عنہ پر نہیں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہے کہ کافر کو اپنی بھابھی کیوں دی؟

یہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کون ہے؟ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی پہلی بیوی ہے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں، جنگ موتہ میں شہید ہو گئے، اس اسماء رضی اللہ عنہا کے لطن سے عبداللہ بن جعفر اور محمد بن جعفر پیدا ہو چکے تھے اور جب حضرت جعفر طیار شہید ہو گئے، تو ان کی بیوی بیوہ ہو گئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی اس بیوہ بھابھی کا نکاح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کر دیا، تو ان کے لطن سے دو بچے پیدا ہوئے، محمد بن ابی بکر اور ام کلثوم بنت ابی بکر۔

اور جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو اس اسماء رضی اللہ عنہا کے ساتھ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود نکاح کر لیا اور ان کے لطن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دو بچے زید بن علی اور یحییٰ بن علی پیدا ہوئے۔

اور یہ اسماء کل ۹ بہنیں ہیں، اور نو بہنوں میں پانچ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھر میں ہیں، دیکھئے یہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بڑی بہن ہے اور اس اسماء کی چھوٹی

بہن ہے، اس کا نام ہے سلمیٰ بنت عمیس رضی اللہ عنہا یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ہے اور ایک بہن کا نام ہے ام الفضل بنت عمیس یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی ہے، ان کی ایک بہن کا نام ہے قریبہ الصغریٰ رضی اللہ عنہا یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ہے اور یہ جو قریبہ الصغریٰ ہے، یہ کون ہے؟ یہ قریبہ الصغریٰ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیوی اور انہی کی ایک سوتیلی بہن میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہے، اس رشتہ کی بناء پر دیکھئے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا آئیں، ان سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۸۱ تا ۲۸۳ - الاستیعاب ج ۲ ص ۲۳۱ - اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۹۵ - درہ نجفیہ ص ۱۱۳)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہم زلف
 حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہم زلف
 حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم زلف
 حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہم زلف
 حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم زلف

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داریاں:

اب دیکھئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے رشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنے ہیں، آپ نے تو رشتے صرف یہ سنے ہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی لڑکی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بنی، ام المومنین بنی۔ (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۸۲ - بخاری جلد ۲ ص ۵۷۱)

اور آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح کس کے ساتھ ہوا تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، جو نجاشی بادشاہ کے پاس تبلیغ کیلئے گئے تھے اور وہاں شہید ہو گئے تھے اور یہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں، تو نجاشی بادشاہ کی وساطت سے اس حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ ہوا، ایک یہ رشتہ داری کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی لڑکی نبی کے گھر۔

دوسری رشتہ داری کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھر۔ (بخاری جلد ۱ ص ۴۰۳۔ فروع کافی ج ۲ ص ۳۱۱۔ کتاب الحجر ص ۵۶ لاہور)

تیسری رشتہ داری کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا آٹھویں پشت میں رشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملتا ہے۔

چوتھی رشتہ داری اور وہ بڑی عجیب ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی کا نام قریبہ ہے وہ قریبہ ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں، ان کی حقیقی بہن ہے تو دیکھو.....

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم زلف

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم زلف

باقی ساری رشتہ داریوں کو چھوڑو، ہم زلف ہونا محبت کی دلیل ہے یا دشمنی کی دلیل ہے؟ (محبت کی)

جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا:

اور پھر یہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا وہ عورت ہے کہ جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی چوتھی بیوی ہے اور جب سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں، تو جو عورت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمار داری کرنے گئیں، وہ یہی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔

اور جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں تو اسی اسماء رضی اللہ عنہا نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا، اسی اسماء رضی اللہ عنہا نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ تیار کیا، اسی اسماء نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کفن پہنایا۔

اور جب جنازہ تیار کر کے مسجد نبوی میں لا کر رکھا گیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ موجود ہے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے، حضرت

عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے، اگر میں رافضی کی بات مانوں، اگر میں ابن بابا کی اولاد کی بات مانوں، تو وہ یہ کہتی ہے کہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو صدیق رضی اللہ عنہ نے دھکا دیا تھا، فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بے عزتی صدیق رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔

اور آج تیرا یہ نظریہ ہے کہ تیری ماں کو کوئی دھکا دے تو ساری زندگی اسکی شکل نہیں دیکھ سکتا، تیری بیوی کو دھکا دے تو ساری زندگی شکل نہیں دیکھ سکتا۔

لیکن یہاں صورت حال یہ ہے کہ جس نے دھکا دیا نعوذ باللہ بقول تمہارے اگر دھکا دیا تھا، تو اسی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیے کیوں گئی تھی، اسی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی کفن دینے کیوں گئی تھی، اسی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ کیوں تیار کیا تھا۔

اور جب جنازہ لا کر مسجد نبوی میں رکھا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں کہا تھا کہ اے ابو بکر رضی اللہ عنہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ نہیں پڑھا سکتا، اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... لا یبغی لقوم فیہم ابابکر ان یؤمہم غیرہ..... کہ جس قوم میں ابو بکر رضی اللہ عنہ موجود ہو اس قوم میں کسی فرد کیلئے جائز نہیں کہ وہ مصلے پر کھڑا ہو۔ (ترمذی جلد ۲ ص ۲۰۸ باب فضائل ابو بکرؓ۔ کنز العمال ج ۶ ص ۳۱۸۔ ریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۵۶۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۹)

اب سوال یہ ہے کہ اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو صدیق رضی اللہ عنہ نے دھکا دیا تھا، تو اس وقت جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ پڑا تھا اور جنازہ پڑھانے کیلئے صدیق رضی اللہ عنہ مصلے پر آئے تھے!

اس وقت حسن رضی اللہ عنہ کہاں تھے؟

اس وقت حسین رضی اللہ عنہ کہاں تھے؟

اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کہاں تھے؟

اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہاں تھے؟

ان کی تلواریں کہاں تھیں؟

ان کی بہادری کہاں تھی؟

ان کی شیری کہاں تھی؟

ان کی اسد اللہ کہاں تھی؟

اور وہ تلوار کہاں تھی؟

جس کے بارہ میں رافضی کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس وہ تلوار تھی اوپر اٹھتی تھی سات آسمان چیر دیتی، نیچے جاتی تھی، تو ساتوں زمینیں چیر دیتی تھی، وہ تلوار اس وقت کہاں تھی جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دھکا دیا گیا تھا، جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بے عزتی (نعوذ باللہ) کی گئی تھی، بتاؤ اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دھکا صدیق رضی اللہ عنہ نے دیا تھا تو پھر اسی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ!

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے کیوں پڑھا
حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے کیوں پڑھا،
حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے کیوں پڑھا،
حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے کیوں پڑھا۔

خاندانِ نبوت خلفاءِ ثلاثہ کا مقتدی:

اور پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ دو سال خلیفہ رہے تو صدیق کے پیچھے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نمازیں کیوں پڑھیں

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نمازیں کیوں پڑھیں

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نمازیں کیوں پڑھیں

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نمازیں کیوں پڑھیں

..... غلط تھا تو بیٹا اس غلط کا مقابلہ کرنے کیلئے میدان میں اتر آیا، باپ غلط کے

مقابلے میں کیوں نہیں آیا؟ کر بلا یزید کے مقابلہ میں گرم ہوئی.....

وہی کر بلا صدیق رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں گرم کیوں نہیں ہوئی

وہی کر بلا عمر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں گرم کیوں نہیں ہوئی
وہی کر بلا عثمان رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں گرم کیوں نہیں ہوئی

..... بتاؤ.....

یہاں کر بلا گرم کیوں نہیں ہوئی
کیا بہادری نہیں تھی
یا جرأت نہیں تھی
یا بسالت نہیں تھی
عظمت نہیں تھی
رفعت نہیں تھی
بلندی نہیں تھی

یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام نہیں تھا۔

بتاؤ ہم حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو امام اول مانتے ہیں، تمہیں تکلیف د جاتی ہے
اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ مانے تو کوئی تکلیف نہیں۔

ہم نے صدیق رضی اللہ عنہ کو پہلا خلیفہ مانا، پوری دنیا کا رافضی بیخ اٹھا کہ
صدیق رضی اللہ عنہ کو پہلا خلیفہ کیوں مانا، تم ہمارے ماننے پر کیوں چیختے ہو تم حضرت علی رضی اللہ عنہ
کے ماننے پر کیوں نہیں چیختے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی مانا دو سال تین مہینے دس دن تک
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام مانا، خلیفہ مانا، مقتداء مانا۔ (البدایہ
والنہایہ ج ۵ ص ۲۴۹۔ تفسیر قمی ص ۵۰۳۔ تحت آیت فات ذا القربی حقہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ دس سال چھ مہینے دس دن تک خلیفہ رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے
مانا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مانا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مانا۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بارہ دن کم بارہ سال تک خلیفہ رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ
نے مانا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مانا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مانا۔

اگر نہیں مانا تو نمازیں ۲۴ سال تک خاندان نے کہاں پڑھیں، اگر علیحدہ مسجد

بنائی، تو اس مسجد کا نام بتاؤ، اگر علیحدہ امام کھڑا کیا، تو امام کا نام بتاؤ اور اگر انہوں نے پڑھیں تو تمہیں کیا تکلیف ہے؟

اور پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۱۹ سال تک خلیفہ رہے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کی اقتداء میں رہے، اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ غلط تھے، تو بیٹے کے مقابلے میں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ آگئے، باپ کے مقابلہ میں کیوں نہیں آئے یہ بھی تو بتاؤ۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیویاں ۴ ہیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ۳ بیٹے اور ۳ بیٹیاں ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بیویاں ۹ ہیں تو بیویوں کے ۹ ہی لڑکے ہیں اور چھ لڑکیاں ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی آٹھ بیویاں ہیں آٹھ بیویوں کے سات لڑکے اور آٹھ لڑکیاں ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلفاء ثلاثہ سے محبت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نو بیویاں ہیں اور نو بیویوں کے پندرہ لڑکے اور اٹھارہ لڑکیاں ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک لڑکے کا نام حسن رضی اللہ عنہ

ایک لڑکے کا نام حسین رضی اللہ عنہ

ایک لڑکے کا نام محسن رضی اللہ عنہ

ایک کا نام محمد رضی اللہ عنہ

ایک کا نام زید رضی اللہ عنہ

ایک کا نام یحییٰ رضی اللہ عنہ

ایک کا نام عبدالرحمان اصغر رضی اللہ عنہ

ایک کا نام عبدالرحمان اکبر رضی اللہ عنہ

ایک کا نام بلال رضی اللہ عنہ

ایک کا نام ابو بکر رضی اللہ عنہ

دو کا نام عمر رضی اللہ عنہ

ایک کا نام عثمان رضی اللہ عنہ

ایک کا نام معاویہ رضی اللہ عنہ

ایک کا نام طلحہ رضی اللہ عنہ

ایک کا نام زبیر رضی اللہ عنہ

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پندرہ لڑکے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک لڑکی کا نام

زینب رضی اللہ عنہا۔

ایک کا نام رقیہ رضی اللہ عنہا

ایک کا نام ام کلثوم رضی اللہ عنہا

ایک کا نام رملہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

ایک کا نام لیلیٰ رضی اللہ عنہا

ایک کا نام نفیسہ رضی اللہ عنہا

ایک کا نام عائشہ رضی اللہ عنہا

ایک کا نام حفصہ رضی اللہ عنہا

ایک کا نام میمونہ رضی اللہ عنہا

مجھے بتاؤ اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دشمنی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے

بیٹے کا نام ابو بکر رضی اللہ عنہ کیوں رکھا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دشمنی تھی تو عمر رضی اللہ عنہ کیوں

رکھا؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ دشمنی تھی، تو عثمان رضی اللہ عنہ کیوں رکھا؟ حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کے ساتھ دشمنی تھی بیٹی کا نام عائشہ رضی اللہ عنہا کیوں رکھا؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ

دشمنی تھی بیٹی کا نام حفصہ رضی اللہ عنہا کیوں رکھا؟ میں اپنے دشمن کے نام پر بچے کا نام نہیں رکھتا

تو نہیں رکھتا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کیوں رکھتا ہے؟

دشمن صحابہ کی دلیل دیکھو:

میں نے پچھلے سال بدین کے ایک جلسہ میں یہ تقریر کی تو ایک رافضی نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کا نام دشمن کے نام پر اس لئے رکھا کہ دشمن ہر وقت سامنے رہے۔

میں نے کہا کہ مسئلہ حل ہو گیا پھر آج کے بعد اپنے بیٹے کا نام شمر رکھو، کسی کا نام یزید رکھو، تاکہ تمہارے دشمن ہر وقت تمہارے سامنے رہیں اور صبح سے شام تک ان کی پٹائی بھی کرتے رہو دشمن جو سامنے رہیں۔ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ج ۲ ص ۶۶ تا ۶۸۔ عمدہ الطالب فی انساب الابی طالب ص ۳۶۱۔ جلاء العیون ذکر اولاد علیؑ۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۲۸۔ المعارف لابن قتیہ تحت ولد علی بن ابی طالب۔ جمرۃ الانساب حزم الاندلسی ذکر اولاد علیؑ ص ۳۷)

خاندان نبوت میں صدیقؑ کردار:

میرے دوستو! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تو خاندان نبو۔ میں بڑی مرکزی اہمیت حاصل ہے آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نکالو بارہ امام ثابت کر کے دکھاؤ۔

میرے دوستو! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو درمیان سے نکال کر بارہ امام وجود میں نہیں آسکتے، کیوں؟ بارہ اماموں کی اکثریت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں ہیں تین بیٹے، تین بیٹیاں!

سب سے بڑے لڑکے کا نام عبدالرحمان رضی اللہ عنہ

دوسرے بیٹے کا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ

اور آپ کی معلومات کیلئے ایک نئی بات کہتا ہوں کہ یہ جو لڑکے عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، یہ بھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہم زلف ہیں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی کا نام جمیلہ ہے، اس کا پہلا نکاح عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا اور ان سے ان

کے جدائی کے بعد ان کا دوسرا نکاح فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہوا اور یہ جو جمیلہ جن کا اصل نام آسیہ تھا اور آسیہ کا معنی گناہ گار تو ان کا نام تبدیل کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمیلہ کر دیا تھا۔

اور یہ جمیلہ وہ عورت ہے کہ جن کے لڑکے لڑکا کا عام پیدا ہوا اور ایک لڑکی ام عاصم پیدا ہوئی یہ جو ام عاصم ہے اس کا نکاح کس کے ساتھ ہوا، اس کا نکاح ہوا، عبدالعزیز بن مروان کے ساتھ اور اس کے گھر میں عمر بن العزیز پیدا ہوئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلے لڑکے کا نام عبدالرحمان دوسرے لڑکے کا نام عبداللہ اور تیسرے لڑکے کا نام محمد، محمد بن ابوبکر جو ہیں ان کی پیدائش ہوئی صدیق اکبر کی وفات کے تین مہینے بعد، اور اس کے بعد ان کی والدہ اسماء بنت عمیس ہیں عدت ختم ہونے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا اور اس بچے کی پرورش حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر ہوئی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایرانیوں کی دشمنی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ صدیق اکبر کے لڑکے محمد کے گھر جو لڑکی آئی وہ شہنشاہ ایران کی لڑکی تھی، شہنشاہ ایران کا نام تھا یزدگرد اردو میں یزدجر کہتے ہیں، یزدجر جو ہے اس کی دو لڑکیاں قید ہو کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دربار میں آئیں، جنگ قادیسیہ کے بعد ایک لڑکی کا نام تھا شاہ جہان اور دوسری لڑکی کا نام تھا نفیسہ۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چونکہ یہ بادشاہ کی لڑکی ہیں اس لئے مجھے دو شہزادے چاہئے کہ جن کے نکاح میں یہ لڑکیاں دوں تو یہ جو شاہ جہاں ہے، اسی لڑکی کا نام بعد میں شہربانو پڑ گیا، تو شاہ جہان کا نکاح کر دیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے اور جن کے لڑکے زین العابدین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، خاندان سادات کی اولاد اسی زین العابدین رضی اللہ عنہ سے چلی۔

اور ایک لڑکی نفیسہ کا نکاح محمد بن ابی بکر سے کر دیا جن کے لڑکے قاسم بن محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے گویا کہ صدیق کا پوتا قاسم اور علی المرتضیٰ کے پوتے زین العابدین یہ

آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں یا آپ کی زبان میں مسیر ہیں۔ (مجالس المؤمنین مجلس پنجم تذکرہ محمد بن ابی بکر)

اب دیکھیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے رشتہ داری کتنی گہری ہے کہ صدیق کے پوتے اور حضرت علی کے پوتے آپس میں خالہ داد بھائی ہوئے مسیر ہوئے، مسیر ہونا محبت کی دلیل ہے یا دشمنی کی دلیل ہے؟ (محبت کی)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایک لڑکے عبدالرحمان دوسرے عبداللہ رضی اللہ عنہ اور تیسرے محمد رضی اللہ عنہ اور ایک لڑکی اسماء رضی اللہ عنہا دوسری عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور تیسری ام کلثوم یہ تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔

ایک مغالطہ میں دور کرتا جاؤں یہ جو ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہے یہ بھی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی لڑکی ہے اور جب حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا تو یہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی ان کی گود میں تھیں اور یہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر گئی اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی لڑکی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تو رافضی کہتے ہیں کہ یہ لڑکی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ام کلثوم رضی اللہ عنہا نہیں تھیں، یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی لڑکی ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں، یہ بہت بڑا جھوٹ ہے، اس مغالطے کی بنیاد پر وہ لوگوں کو دھوکے دیتے ہیں کہ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی لڑکی ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں، وہ لڑکی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئی۔

یہ اس لیے جھوٹ ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رشتہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ کہہ کر لیا تھا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں رشتہ کرنا چاہتا ہوں تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جو گھر ہے وہی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا گھر تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان نہیں اس لئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بتائی ہوئی وجہ یہ ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں رشتہ کرنا چاہتا ہوں، اگر یہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نہ ہو تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نکاح کرنے کا سارا فائدہ ختم ہو جاتا ہے یہ ایک ضمنی بات تھی۔

اب دیکھیے۔ اب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بڑے لڑکے عبدالرحمان

ﷺ کا ایک جگہ نکاح ہوا۔ ان کے گھر میں ایک لڑکی پیدا ہوئی انہوں نے اس کا نام اپنی بڑی بہن کے نام پر اسماء رکھا۔

سب سے چھوٹے لڑکے کا نکاح نفیسہ کے ساتھ ہوا، ان کے لطن سے قاسم پیدا ہوئے، یہ قاسم ﷺ صدیق اکبر ﷺ کے پوتے اور یہ اسماء رضی اللہ عنہا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کیا لگی۔ (پوتی)

اس پوتے قاسم رضی اللہ عنہ اور پوتی اسماء رضی اللہ عنہ کا آپس میں نکاح ہوا۔ اس نکاح کے نیچے میں ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس لڑکی کا نام ام فروی رکھا گیا اس لڑکی کے دادا بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بنے اور نانا بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لگے، اس لڑکی کا ننھیالی رشتہ بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچا اور ددھیالی رشتہ بھی صدیق تک پہنچا، یہ لڑکی ام فروی خالستہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد کہلائی۔

اب اس ام فروی کا نکاح کس کے ساتھ ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لڑکے کا نام ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لڑکے کا نام ہے حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ، حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے لڑکے کا نام ہے امام باقر رضی اللہ عنہ اس امام باقر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس پوتی اور دوہتی ام فروی کا نکاح ہوا اور اسی ام فروی کے بطن سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

اور اس لئے امام جعفر صادق نے فرمایا..... ولدنی ابوبکر مرتین..... ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے دو دفعہ جنا (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵۷۔ کشف الغمہ ج ۲ ص ۳۷۳ بیروت۔ عمدۃ الطالب ص ۱۹۵) ابوبکر رضی اللہ عنہ میرا ددھیال ہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ میرا ننھیال ہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ میرا پیشوا ہے، آج رافضی امام جعفر رضی اللہ عنہ کے نام پر فقہ جعفری بناتا ہے اور امام جعفر رضی اللہ عنہ کے پیشوا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کافر کہتا ہے، میں کہوں گا جو امام جعفر رضی اللہ عنہ کو مانتا ہے اس کو پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ماننا پڑے گا، کیوں؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی لڑکی ام فروی امام جعفر رضی اللہ عنہ کی والدہ بنی اور اسی کی اولاد میں موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، رضا کاظم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، تقی علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، نقی علی رضی اللہ عنہ پیدا

ہوئے، حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے، باقی امام اسی لڑکی کی اولاد میں پیدا ہوئے، اس لئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو درمیان سے نکال دو، تو کوئی بارہ امام ثابت نہیں کر سکتا۔
میرے بھائیو! چاہیے یہ تھا کہ پاکستان کی حکومت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور سے سبق حاصل کرتی فاروق کے کردار سے سبق حاصل کرتی، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے کارناموں سے سبق حاصل کرتی۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کھلی کچہری:

اور وہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہ جس کے دور میں گورنروں کی حالت یہ تھی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ مصر کے گورنر عیاض بن غنم نے اپنے دروازے پر چوکیدار مقرر کیا ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہر سال حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں کھلی کچہری لگاتے تھے اور وہ کھلی کچہری ایک مہینہ تک قائم رہتی تھی اور اس کھلی کچہری میں کم از کم ایک لاکھ آدمی شریک ہوتا تھا۔ اس کھلی کچہری میں اٹھائیس صوبوں کے وزراء شریک ہوتے تھے۔

اور ایک مرتبہ عیاض بن غنم اس کھلی کچہری میں نہ آئے تو ایک آدمی نے کہا کہ کیسے آئے، اس کے دروازے پر چوکیدار مقرر ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قانون بنایا تھا کہ کوئی گورنر اپنے دروازے پر چوکیدار نہیں بٹھا سکتا جب ان کو شکایت ہوئی کہ گورنر کے دروازے پر چوکیدار ہے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس وقت پولیس کے سربراہ حضرت محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ جو انسپکٹر جنرل پولیس تھے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ اگر گورنر کے دروازے پر چوکیدار بیٹھا ہو تو گورنر کے سر سے گورنری کا تاج اتارو، کسی کو معزول کرنے کا رواج اس زمانے میں یہ ہوتا تھا کہ اس کے سر سے ٹوپی اتار لی جاتی تھی اور جب تم اس کے سر سے ٹوپی اتارو، اس کے ہاتھوں کو رسیوں سے باندھ کر گرفتار کر کے میرے دربار میں پیش کرو۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کھلی کچہری قائم ہے، پولیس کا سربراہ اپنے

سپاہیوں کو لیکر مصر کے گورنر کے دربار میں جا رہا ہے، دیکھا کہ چوکیدار مقرر ہے تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے سر سے تاج اتارا اور اس کو گرفتار کیا، اس کے ہاتھوں کو برسیوں سے باندھا اور گرفتار کر کے چند دنوں کی مسافت کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دربار میں مکہ مکرمہ میں گورنر مصر کو پیش کیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عیاض تیرا باپ بکریاں چراتا تھا جس کا نام غنم تھا اور تو اپنے باپ کی بکریاں چرانے کو بھول گیا، گورنر بن کر تو پھر اپنی اوقات بھول گیا اور تو غیروں کیلئے اپنے دروازے بند کرتا ہے، چوکیدار مقرر کرتا ہے، میں تجھے معزول کر کے بکریاں چرانے کیلئے دیتا ہوں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کو بکریاں دیں اور کہا کہ جاجیل ابی قتیس کے ان پہاڑوں پر چھ مہینے تک چراؤ تا کہ تجھے پتہ چلے۔

ایک گورنر اور وہ بکریاں چرانے کیلئے جب چلتا ہے تو کہتا ہے کہ اس سے مر جانا بہتر ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں غریب کیلئے دروازہ بند کرنا موت سے بھی بدتر ہے۔ (کتاب الخراج ص ۶۶۔ طبری ج ۴ ص ۲۰۷)

کھلی کچھری آج بھی لگتی ہے، تحصیل دار کی کھلی کچھری، اے سی کی کھلی کچھری، ڈی سی کی کھلی کچھری، کمشنر کی کھلی کچھری، وزیر کی کھلی کچھری، ٹاؤنوں کی بھر مار ہے، خوشامدیوں کی بھر مار ہے، جس کے پاس کارڈ ہے وہ کھلی کچھری میں جاسکتا ہے، جو خوشامد کرتا ہے، وہ جاسکتا ہے، جو اعتراض کرتا ہے، اس کو کارڈ نہیں ملتا، ایک یہ کھلی کچھری ہے۔

ایک عمر رضی اللہ عنہ کی کھلی کچھری ہے کہ.....

اس کی کچھری میں گورنر کا پتہ ہیں

اس کی کچھری میں وزراء کا پتہ ہیں

اس کی کچھری میں ارکان دولت کا پتہ پانی ہو جاتا ہے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے

نام سے قیصر و کسریٰ کا پتہ ہیں، تو ملازموں کی کیا حیثیت ہے؟

اعزازات عمرؓ:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسا انسان اس دنیا میں پیدا نہیں ہوا کہ جس نے ایک ہزار ۳۶ علاقے فتح کئے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر ہستی ہے کہ جس نے ۹۰۰ جامع مسجدیں بنائیں ۴۰۰۰ چھوٹی مسجدیں بنائیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر انسان ہے کہ جس نے ۲ ہجری میں جنگ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی، ۳ ہجری میں احد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی، ۴ ہجری میں بنو نضیر کے غزوے میں نبی کے ساتھ شرکت کی، ۵ ہجری میں خندق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی، ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی ۷ ہجری میں جنگ خیبر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی، ۸ ہجری میں جنگ حنین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی، ۹ ہجری میں جنگ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی، وہ عمر رضی اللہ عنہ

جنگوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے

صلح میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے

وہ عمر ایسا ہے کہ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ..... (جامع ترمذی ج ۲ ص ۵۶۳) اے عمر تیری زبان پر حق جاری ہو چکا ہے، اے عمر تیری وجہ سے اسلام کو عزت مل چکی ہے اور

قرآن اور فاروق اعظمؓ:

جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ بولتا زمین پر ہے خدا عرش سے اس کو قرآن بنا دیتا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ۷ مقامات ہیں کہ جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرش پر رائے پیش کی ہے، اللہ تعالیٰ نے عرش سے قرآن بنا دیا، یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ منافق کا جنازہ نہ

پڑھائیں، نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس کے بیٹے سے وعدہ کر لیا ہے عبد اللہ ابن ابی مرہ اس کا جنازہ نہ پڑھائیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے بیٹے کی وجہ سے مان لیا کہ میں جنازہ پڑھاؤں گا، نبی ﷺ نے جنازہ پڑھایا۔

ابھی جنازہ پڑھا کر نبی ﷺ گھر نہیں پہنچے تھے کہ قرآن کی آیت اتری.....
ولا تصل علی احد منہم مات ابدًا ولا تقم علی قبرہ..... اے پیغمبر آج کے بعد آپ کو کسی منافق کی نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت نہیں، پڑھانا تو بڑی بات ہے کسی منافق کی قبر پر تجھے کھڑے ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

☆..... پردے کا معاملہ آیا..... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے پر قرآن اترنا،
☆..... جنگ بدر کے قیدیوں کا معاملہ آیا..... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے پر قرآن اترنا۔

☆..... مقام ابراہیم پر دو نفل پڑھنے کا معاملہ آیا..... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے پر قرآن اترنا۔

☆..... عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عظمت کی بات آئی..... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے پر قرآن اترنا۔ (قرآن اور خلفائے راشدینؓ از مولانا محمد ندیم قاسمی)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں ۲۸ صوبے تھے، ۲۸ گورنر تھے، پوری دنیا میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سکہ چلتا تھا، لیکن اس عمر کا حال یہ تھا کہ وہ فرش خاک پر سویا ہوا ہے۔

دور فاروقیؓ میں معرکہ یرموک:

ایڈورڈ کین ایک انگریز مؤرخ عجیب بات لکھتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں یرموک ایک علاقہ ہے، ۱۵ ہجری میں یرموک کے علاقے میں ایک معرکہ قائم ہونے والا ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مجبر کو بھیجا کہ جاؤ دشمن کی فوج کا پتہ کر کے آؤ وہ دشمن کی تعداد کا پتہ کر کے آئے۔

تو انہوں نے کیا بتایا کہ دشمن کی تعداد ۶۰ ہزار ہے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس لشکر کے سالار تھے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا ۶۰ ہزار دشمن کے مقابلہ میں تجھے کتنے مسلمانوں کی ضرورت ہے؟ کتنے فوجی چاہئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ۶۰ ہزار دشمن کے مقابلہ میں مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف ۳۰ غلاموں کی ضرورت ہے، یہ واقعہ بھی اس دنیا میں ہوا ہے، چشم فلک نے یہ بھی دیکھا ہے، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ۳۰ آدمی تو بڑھتے تھوڑے ہیں تو خالد نے فرمایا کہ ۳۰ آدمی اور ساتھ کر دو، ساٹھ ہزار کے مقابلہ میں ساٹھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی گئے۔

اور گبن کہتا ہے کہ اس جنگ میں کیا ہوا؟ نو ہزار آدمی میدان میں صحابہ نے قتل کئے اور ۳۵ ہزار میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور باقیوں کو قید کر کے عمر کے دربار میں پیش کیا گیا۔

کوئی ایسا فرد تو دکھاؤ کوئی ایسا جریل دکھاؤ یہ بھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت کا شاہ کار ہے۔

موت و حیات کا مالک اللہ ہے:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک غزوے میں بھیجا گبن کہتا ہے کہ اس لشکر کے سپہ سالار سیدنا خالد تھے جنگ میں دشمن کا ایک فوجی سپہ سالار زسی تھا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے اس نے کہا کہ اے خالد! یہ میرے پاس ایک زہر کی شیشی ہے یہ اتنی سخت زہر ہے کہ تم اس زہر کو بیک وقت ستر آدمی سونگھو تو مر جاؤ گے اگر تم اس کو لے لو اور بیچ جاؤ تو میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ لوں گا۔

اور اگر تم اس کو نہیں پیتے، میں پی کر مر جاؤں گا کہ اس لیے کل کو تم نے ہمیں قتل کر دینا ہے، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھوں سے زہر کی شیشی پکڑی اور..... بسم اللہ لا یضر مع اسمہ شینی فی الارض ولا فی السماء (مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۱ بیروت)

..... پیغمبر کی حدیث پڑھی اور ساری شیشی منہ میں ڈالی۔

گھبراہٹ سے کہتا ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد وہ بوڑھا بے ہوش ہوتا ہے اور اس کو ہوش آیا تو لوگوں نے کہا کہ بابا تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس شیشی پر منتر پڑھ دیا تھا اس لئے میں حیرت کی اتھاہ گہرائیوں میں گم ہو گیا کہ میرے سامنے ستر آدمی اس کے سونگھنے سے مر گئے اور خالد نے اس زہر کو پی لیا اور اس کو کچھ نہ ہوا۔

تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نرسی تجھے تیرے بتوں نے سکھایا کہ زہر مارتی ہے مجھے میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ جب تک خدا نہ مارے دنیا کی کوئی طاقت مار نہیں سکتی۔

یہ انسان نہیں فرشتے ہیں:

رومن ایمپائر کے علاقے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر گزر رہا ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں دو جرنیل تھے، ایک ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور جوامین الامت ہے، عشرہ مبشرہ میں ہیں، ایک ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہیں، اور ایک ثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں، ان کو بھی بعض موقعوں پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سپہ سالار بنایا تھا تو اس لشکر میں ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ایک قاصد اور نائب جا رہے ہیں۔

اور روم کی پانچ ہزار لڑکیوں کے سروں سے ڈوٹے اتار کر سرخی پاؤ ڈر لگا کر بالوں کو بکھیر کر راستوں میں کھڑا کر دیا گیا ہے، مسلمانوں کی فوج جہاں سے گزرے گی، اس راستے میں پانچ ہزار لڑکیاں کھڑی کر دی گئیں ہیں، مسلمان شکست کھا جائیں گے اگر ان لڑکیوں کی طرف دیکھیں گے۔

اس لئے کہ قیصر روم نے پوچھا تھا مسلمانوں کی کیفیت کیا ہے تو بتایا گیا کہ دن کو گھوڑے کی پشت پر ہوتے ہیں، رات کو مصلے کی پشت پر ہوتے ہیں ان سے ان کا خدا راضی ہو چکا ہے۔

تو قیصر نے کہا تھا بتاؤ وہ کون سی وجہ ہے کہ مسلمانوں سے ان کا خدا ناراض ہو

جائے، تو رپورٹ ملی کہ لڑکیوں کو بے پردہ کر کے اس جگہ پر کھڑا کر دیا جائے جہاں سے مسلمانوں کا لشکر گزرنا ہے، تیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کا لشکر ہے، مگھن کہتا ہے کہ لشکر گزر رہا ہے، پانچ ہزار لڑکیاں بے پردہ ہو کر راستے میں کھڑی ہیں۔

مسلمانوں کا لشکر جب گزرنے لگا تو پہ سالار نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے قرآن کی یہ آیت سنائی کہ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم مسلمانوں کو کہہ دو کہ اپنی نظروں کو نیچا کر کے گزریں۔

تیس ہزار صحابہ کا لشکر اس جگہ سے گزر گیا کانہا علی روسهم الطیور معلوم ہوتا تھا کہ تیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، ایک آدمی نے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔

جب لشکر گزر گیا، تو انہوں نے زبان حال سے کہا ما هذا بئرا ان هذا الاملک کریم یہ انسان نہیں ہیں، یہ آسمانوں کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ یہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت ہے کہ ان کے دور میں ایسے ایسے درخشندہ واقعات پیش آئے کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

محمد حسین بیگل نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر کتاب لکھی اس میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دو عجیب و غریب واقعات لکھے ہیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مثالی معاشرہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی ایک بستی میں رات کا وقت ہے پہرہ دے رہے ہیں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایک لڑکی دور چاند کی چاندنی میں پر بت پر ایک شعر کہہ رہی ہے:-

الاسبیل الی عمر فاشربھا

امہل سبیل الی نصر بن حجاج

”ہے کوئی صورت میری بادہ نشینی کی اور ہے کوئی سبیل کہ میں نصر

بن حجاج کے پاس بھیج سکوں؟“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا معاشرہ تیار کیا تھا کہ جس میں کوئی برائی نہ تھی، کوئی فحاشی نہ تھی، بے حیائی نہ تھی، جس میں نفسانی خواہشات پر کنٹرول تھا، جس میں حیاء غالب تھی۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب اس لڑکی کا یہ شعر سنا تو پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی، صبح ہوئی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس نصر کا پتہ کرایا کہ وہ کون ہے کہ جس کیلئے ایک لڑکی پر بت پر شعر گارہی ہے تو جس وقت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قاصد اس لڑکے کو لیکر دربار میں آئے، تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس لڑکے کے حسن کو دیکھ کر اسکی خوبصورتی کو دیکھ کر اس کے جمال کو دیکھ کر ورطہ حیرت میں ڈوب گیا کہ ایسا خوبصورت جوان ایسا خوبصورت آدمی بھی مدینہ میں رہتا ہے؟ میں اس کے حسن کو دیکھتا رہا، میں نے سوچا کہ ایسا خوبصورت آدمی جس گلی سے گزرے گا، جس چوک سے گزرے گا، یہ فتنہ مچائے گا، عورتیں اس کے حسن کو دیکھ کر فتنوں میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ اپنے سر کے بال مونڈھ کر آؤ وہ سر کے بال مونڈھ کر آیا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کے ناک پر ایک کالا نشان لگا دیا، تاکہ اس کے حسن میں کمی آجائے۔

محمد حسین ہیکل کہتا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دربار میں جب وہ سر منڈا کر آیا اور ناک پر سیاہی لگی ہوئی ہے، لیکن جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دربار میں دوبارہ آیا تو اس کے حسن میں کوئی کمی نہیں آئی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کو دیکھتے رہے کہ کیسا عجیب آدمی ہے کہ جس کے سر کے بال مونڈھ دیئے گئے ہیں لیکن یہ اسی طرح حسین و جمیل ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تجھے بصرہ کیلئے جلاوطن کرتا ہوں، اس لئے کہ تیرے رہنے سے مدینہ میں فتنہ برپا نہ ہو جائے، بصرہ میں سارے ہی لوگ خوبصورت تھے، تو وہاں جائے گا تو تیری وہاں قدر و قیمت نہیں ہوگی، یہاں تیری وجہ

سے فتنہ ہوگا۔ (سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ از محمد حسین ریکل ص ۸۳۴)

کئی دنوں کے بعد پھر سیدنا فاروق اعظم رات کو پہرہ دے رہے ہیں، ایک اور بستی میں ایک اور علاقے میں ایک اور لڑکی شعر پڑھتی ہے اور وہ کسی اور لڑکے کا نام لے رہی تھی، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صبح کو اسے بلایا۔ تو جس وقت اسے بلایا تو اسے معلوم ہو گیا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کس وجہ سے مجھے بلارہے ہیں، تو اس لئے جس لڑکے کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بصرہ بھیجا تھا، وہ اس لڑکے کا سگا چچا تھا، اس کا نام ابو زب تھا۔ اسے معلوم تھا کہ پہلے میرے عزیز کو ملک بدر حسن و جمال کی وجہ سے گیا گیا ہے تو آنے سے پہلے سر کے بال منڈا کر آیا، جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دربار میں آیا تو اس کے سر کے بال منڈے ہوئے تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو کون ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں ابو زب کا بھتیجا ہوں اور میں نے سنا ہے کہ میرے چچا کو آپ نے وہاں بھیج دیا اس لئے میں سر کے بال پہلے موٹھ کر آیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کے چہرے کو دیکھا اور فرمایا کہ مجھے پیدا کرنے والے خدا کی قسم ہے کہ تیرے سر کے بال موٹھ نے سے بھی تیرے حسن میں کوئی کمی نہیں آئی، اسی طرح اس کا حسن شعلہ زن ہے، تو اس نے کہا کہ امیر المومنین اگر آپ نے مجھے بھی ملک بدر کرنا ہے تو مجھے بھی اپنے چچا کی طرف بھیجو، میں بصرہ چلا جاؤں۔ (سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ از محمد حسین ریکل ص ۸۳۵)

میرے دوستو! آپ حیران ہوں گے کہ یہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ نہیں برداشت کر سکتے کہ میرے شہر میں کوئی ایسا آدمی ہو کہ جس کے چہرے کی وجہ سے جس کے حسن کی وجہ سے، جس کے کردار کی وجہ سے، جس کی کسی بات کی وجہ سے، خداداد جمال کی وجہ سے کوئی فتنہ برپا ہو۔

یہ معاشرہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا تھا، آج یہ معاشرہ ہے آج یہ ملک ہے کہ جس ملک میں، ہر چوک میں کنجر خانہ، ہر گلی میں کنجر خانہ، ہر بازار میں کنجر خانہ، ہر جگہ فحاشی کے

اڈے، ویڈیو بے حیائی کے اڈے، بلیو پرنٹ چلتے ہیں اور فحش ڈرامے ہوتے ہیں،
اخبارات میں لڑکیوں کے فوٹو نہ ہوں تو اخبار نہیں بکتا، کسی کریم کو دیکھو، کسی پاؤڈر کو
دیکھو، لڑکی کا فوٹو ہے!

گلی گلی میں
کوچے کوچے میں
بے حیائی ہے
بد معاشی ہے
عمیاشی ہے
زنا ہے
اغوا ہے
ڈاکہ ہے
بے حیائی کا سیلاب ہے

اور ایک وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہے کہ جو کھدر کے کپڑے پہن کر جو فقر و درویشی کا
پیکر بن کر گلیوں کا پہرہ دیتا ہے، تاکہ یہ معاشرہ ایسا ہو جائے کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی سنت چمک رہی ہو۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ معاشرہ تھا اور اسی لئے اقبال نے کہا ہے!
متاح عام نہیں ہے خسروی و درویشی
کب ایک شخص میں ہوتے ہیں یہ ہنر پیدا
جلال کا پیکر بنا قبا کا ہر پیوند
عمر کے بعد ہوا ہے کہاں عمر پیدا

صحابہ رضی اللہ عنہم کی فتوحات:

میرے دوستو! سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد ایک عبقری صفت شخصیت پیدا

ہوئی، جس کا نام سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہے، اس وقت پوری دنیا کا جغرافیہ ایک کروڑ بیس لاکھ مربع کلومیٹر ہے، اس وقت دنیا کی آبادی ۴ ارب ہے، اس وقت دنیا کے ایک سو سے زائد ملک ہیں غیر مسلموں کے اور ۱۵۴ اسلامی ملک ہیں، ستر جزیرے ہیں۔

پوری دنیا کی خشکی کا چوتھائی حصہ ایک کروڑ بیس لاکھ مربع میل ہے اور اس دنیا کے خطے میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلام کا پرچم کتنے خطے تک لہرایا؟ آپ حیران ہوں گے کہ حضور ﷺ نے ۹ لاکھ مربع میل پر مدینہ کی دس سالہ زندگی میں حکومت قائم کی۔

اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دو سال تین مہینے دس تک ۱۱ گیارہ لاکھ مربع میل پر اسلامی حکومت قائم کی، یہ آپ کا پاکستان کراچی سے لیکر کانگن کی چوٹیوں تک صرف ساڑھے تین لاکھ مربع میل پر قائم ہے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت گیارہ لاکھ مربع میل پر قائم ہے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت گیارہ لاکھ مربع میل پر دو سال تین مہینے تک قائم رہا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے دس سال چھ مہینے اور دس دن تک ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل پر اسلامی حکومت قائم کی۔

اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے بارہ دن کم بارہ سال تک ۴۴ لاکھ مربع میل پر اسلامی حکومت قائم کی۔

اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے چھ مہینے تک ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل پر اسلامی حکومت قائم کی۔

اور ان کے بعد جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور ان کے ہاتھ پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بیعت کی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت کی تو اس کے بعد تنہا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۱۹ سال تک ۶۴ لاکھ ۶۵ ہزار مربع میل پر اسلامی حکومت قائم کی۔

پوری دنیا کا رقبہ ایک کروڑ بیس لاکھ مربع میل تھا اور امیر معاویہ اس پوری دنیا کے رقبے میں ۶۴ لاکھ مربع میل پر اسلام کی حکومت قائم کرتا ہے۔

کہ جس کو پولین نے لکھا ہے کہ نصف صدی میں مسلمانوں نے نصف دنیا کو فتح کر لیا یہ دور حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار پائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک ایسی عظمت جس کا عام طور پر ذکر نہیں کیا جاتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بلوچستان کا ایک راجہ تھا، جس کا نام راجہ ارمنی ہے، اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا پتہ چلا کہ آخر الزمان دنیا میں تشریف لائے، اس نے اپنے قاصدوں کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو چیزیں تحفے میں بھیجیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر کے آؤ، میں بھی بعد میں کلمہ پڑھوں گا تو وہ قاصد دو چیزیں تحفے میں لیکر گئے، ایک بلوچستان کا پھل جس کا نام ہے زنجبیل اور ایک بلوچستان کی ساگوان کی لکڑی، یہ بلوچستان ہندوستان میں تھا، تو گویا کے ہندوستان کی دو چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے کے ۵ سال بعد کا واقعہ ہے۔

تو وہ زنجبیل کا پھل ایک بڑے برتن میں پانی ڈال کر ڈالا گیا تھا، زنجبیل کس کو کہتے ہیں؟ ادراک کو گیلا ہو تو ادراک ہے سوکھ جائے تو سوٹھ ہے یہ جو سوٹھ ہے اس کو عربی زبان میں زنجبیل کہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہندوستان کے راجہ نے دو چیزیں بھجوائیں اس کو تحفے کے طور پر بھیجا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تناول فرمایا اور آپ نے خوشی کا اظہار کیا اور ہندوستان کے اس پھل کو آپ نے پسند فرمایا۔

اور دوسری چیز جو اس نے تحفے میں بھیجی وہ تھی ساگوان کی لکڑی، جو ہندوستان سے گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لکڑی کو پسند فرمایا اور فرمایا کہ جو میری چار پائی بنائی جائے اس چار پائی کے چاروں پائے ہندوستان کی اس ساگوان کی لکڑی کے بنائے جائیں۔ چنانچہ جو آپ کی چار پائی بنائی گئی اس سے پہلے آپ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر رہتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی چار پائی جو بنائی گئی اس چار پائی کے چاروں

پائے ہندوستان کی ساگوں کی لکڑی کے بنائے گئے۔

اور حضور ﷺ کی جب وفات ہو گئی تو اسی چار پائی سے حضور ﷺ کا جنازہ اٹھا اور اس کے بعد یہ چار پائی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے استعمال میں آئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنازہ بھی اسی چار پائی سے اٹھا۔

اور اس کے بعد یہ چار پائی صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو ان کو بھی شہادت کی حالت میں ان کے جسم اطہر کو بھی اسی چار پائی پر رکھا گیا۔

اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضور ﷺ کا تمام سامان مدینہ میں نیلام ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں، تو یہ چار پائی چار ہزار درہموں میں فروخت ہوئی اور اس چار پائی کو چار ہزار درہموں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خرید لیا، اور بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ بھی اسی چار پائی سے اٹھایا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت ہے۔

سوال کیا ابوطالب اسلام لائے تھے؟

جواب اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ ابوطالب نے حضور ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھا تھا ابوطالب کا نام تھا عبد مناف حضور ﷺ جس آدمی کو کلمہ پڑھاتے اگر اس کا نام شرکیہ ہوتا تو اس کا نام بدلتے، جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کلمہ پڑھایا ان کا پہلے نام عبد شمس تھا تو ان کا نام عبد اللہ رکھ دیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پہلا نام عبد الکعبہ تھا جب ان کو کلمہ پڑھایا تو ان کا نام عبد اللہ رکھا۔

ابوطالب نے اگر نبی ﷺ کا کلمہ پڑھا تھا، تو ان کا نام حضور ﷺ نے عبد مناف سے تبدیل کیوں نہیں کیا؟ اور اگر تبدیل کیا تو وہ نام کون سا تھا؟

سوال کیا میدان کر بلا میں خلفاء راشدین کی اولاد میں سے بھی کوئی تھا؟

جواب بالکل خلفاء راشدین کی اولاد میں سے بہت سارے لوگ موجود تھے، حضرت حسین کی لڑکی فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک لڑکی کا نام ہے، سکیہ

بنت حسین رضی اللہ عنہا، فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما کا نکاح ہوا، عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ سے اور سیکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہما کا نکاح ہوا عمرو بن عبداللہ بن عثمان سے یعنی ایک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی لڑکی کا نکاح، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لڑکے سے ہوا، اور ایک لڑکی کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے سے ہوا، تو یہ دونوں کربلا کے میدان میں اس جنگ میں شریک تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیکینہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ تو یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ شہادت برحق ہے لیکن ایک طبقہ کہتا ہے کہ اسلام کی تاریخ میں شہید صرف ایک حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور مسلمان یہ کہتے ہیں کہ اسلام کی ساری تاریخ شہیدوں سے بھری ہوئی ہے، اسلام کی تاریخ کا سب سے پہلا شہید زید ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ ہے، جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے لڑکا تھا، اسلام کی تاریخ کا سب سے آخری شہید ہے ربیع بن اسلمی رضی اللہ عنہ، اسلام کی تاریخ کی سب سے پہلی شہید عورت جو حضور ﷺ کے دور میں ہوئی حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا، آخری شہید عورت کا نام ہے حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا۔

حضور ﷺ کے دور کے کل شہید ۲۵۶ صحابہ شہید ہوئے۔ بدر کے میدان میں ۱۴ صحابی، احد کے میدان میں ۷۰ صحابی، حنین کے میدان میں ۱۳ صحابی، خندق کے میدان میں ۱۹ صحابی، فتح مکہ کے سفر میں ۶ صحابی حدیبیہ کے سفر میں ۳ صحابی بیئر معونہ پر، ۶۷ صحابہ اور متفرق طور پر، ۶۳ صحابہ حضور ﷺ کے ۲۳ سالہ دور میں، ۲۵۶ اور ایک روایت کے مطابق ۲۶۳ صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔

اور خلافت راشدہ کے ۵۰ سالہ دور میں ۲۷ ہزار صحابہ شہید ہوئے

اور ان تمام شہداء میں ایک شہید حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں جن کو پیغمبر نے سید الشہداء کا لقب دیا ہے، ایک شہید حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں، جن کی شہادت کی گواہی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید دے گا، ان شہداء میں ایک شہید حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہے جن کی شہادت کی گواہی قیامت کے دن نبی ﷺ کا محراب دے گا، نبی

سُلیٰ علیہ السلام کا مصلے دے گا۔

اور وہ مصلے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کہے گا کہ اے اللہ! میں تیرے پیغمبر کے
سجدوں کا بھی گواہ ہوں، میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خون کے قطروں کا بھی گواہ ہوں۔
اور ان شہیدوں کے بعد پیغمبر کے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت

حسین رضی اللہ عنہ کا مرتبہ برحق ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ وہ عظیم انسان ہے کہ
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حسنین کریمین سے محبت دیکھیں، سامان آیا،
کپڑے آئے، سب لوگوں میں تقسیم ہو گئے، لیکن جو کپڑے یمن سے آئے وہ فاروق
اعظم رضی اللہ عنہ نے تقسیم کرتے ہوئے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو دیئے۔ ان کو وہ حلہ اور جبہ
پورا نہ آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یمن کے رئیس کو لکھا، کہ ایسے حلے بناؤ کہ جو حضرت حسن
رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کے جسم پر پورے آجائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس وقت تک خوشی نہیں ہوگی جب تک یمن
سے جتنے نہ آئیں جن کو میں پیغمبر کے شہزادوں کے جسم پر نہ دیکھ لوں۔ ان کے ساتھ محبت
تھی اختلاف نہ تھا جھگڑا نہ تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ عظمت و کردار کا وہ گوہر تاب دار تھا۔ کہ جس کی پیدائش
۵ شعبان ۶ھ کو ہوئی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کے بالوں کے برابر پیغمبر نے چاندی
خیرات کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے منہ میں لعاب پیغمبر نے ڈالا، ان کا نام حرب سے بدل
کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین رضی اللہ عنہ رکھا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا نام پیغمبر نے حرب سے بدل
کر حسن رضی اللہ عنہ رکھا تھا، یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نواسوں سے محبت تھی اور اتنی محبت ان نواسوں
کے ساتھ کیوں تھی؟

اس لئے کہ سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لڑکے تھے،
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت زندہ تھیں، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے
اور بھی تھے۔

اور یہ مشہور کر دیا گیا کہ پیغمبر کے نواسے صرف دو ہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ و

حسین رضی اللہ عنہ، ان دونوں نواسوں کا مقام بہت اونچا ہے ان کا مرتبہ سب سے اونچا ہے اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار و محبت کے بہت سارے واقعات ہیں، ان کے مناقب احادیث میں بیان فرمائے ہیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی چھوٹی بیٹی کے ساتھ محبت سب سے زیادہ اس لیے تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ تھی اور پیغمبر پر آسائش اور خوشحالی کا وقت تھا۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ خاندان نبوت بھی سینوں کی آنکھ کا تارا ہیں۔

حسن رضی اللہ عنہ بھی ہماری آنکھ کا تارا ہے

حسین رضی اللہ عنہ بھی ہماری آنکھ کا تارا ہے

محسن رضی اللہ عنہ بھی ہماری آنکھ کا تارا ہے

علی رضی اللہ عنہ بھی ہماری آنکھ کا تارا ہے

امامہ رضی اللہ عنہا بھی ہماری آنکھوں کی روشنی ہے

اور باقی تمام خاندان نبوت سے اہل سنت کو محبت ہے، اہل سنت کا تعلق

خاندان نبوت سے بھی ہے

خلفاء راشدین سے بھی ہے

لیکن روافض کا تعلق نہ خلفاء راشدین سے ہے، نہ خاندان نبوت سے ہے۔

اہل سنت والجماعت.....

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی پیشوا کہتے ہیں

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بھی پیشوا کہتے ہیں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی پیشوا کہتے ہیں

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی پیشوا کہتے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی پیشوا کہتے ہیں

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی پیشوا کہتے ہیں

..... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی پیشوا کہتے ہیں.....
 اور جو سب کو پیشوا کہے وہ لڑائی نہیں کر سکتا۔ لڑائی وہ کرتا ہے کہ جو یہ کہے کہ
 آدھے ٹھیک ہیں، تین غلط ہیں، ایک ٹھیک ہے، جو کہے کہ سارے ٹھیک ہیں، وہ لڑائی
 نہیں کر سکتا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنِّی الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝



﴿سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی﴾

خطبہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي
ترجمہ: "حضرت مئیؑ نے فرمایا فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔"

تمہید:

میرے واجب الاحترام بزرگو اور دوستو! آج کے اس خطبہ میں ہم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت و کردار اور ان کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کے بارہ میں بات کریں گے، تاکہ ان کی عظمت، رفعت، مقام و مرتبہ آپ کے سامنے آئے اور ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کی بیٹیوں کے متعلق معلوم ہو کہ آپ مئیؑ کی صرف ایک بیٹی نہیں بلکہ چار بیٹیاں ہیں، اس کا ذکر قرآن میں بھی ہے اور حدیث میں بھی ہے۔

اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ کہاں لکھا ہے کہ نبی پاک مئیؑ کی چار بیٹیاں ہیں تو ان سے عرض ہے کہ یہ کہاں لکھا ہے کہ نماز پڑھو، اس کی تفصیل اور ذکر تو وضاحت کے ساتھ احادیث میں موجود ہے، کس طرح وضو کرنا ہے، قرآن میں کہاں لکھا ہے، ہاتھ باندھنے کا کہاں لکھا ہے کہ جناب اس طرح کھڑے ہونا ہے، فرائض سنت کا کہاں لکھا ہے، رکعتوں کا کہاں لکھا ہے، یہ طریقہ مکمل ہے کہاں؟

صلوٰۃ تو عربی کا لفظ ہے، قرآن کہتا ہے اقموا الصلوٰۃ نماز قائم کرو۔

صلوٰۃ کا معنی دعا بھی ہے

صلوٰۃ کا معنی نماز بھی ہے

صلوٰۃ کا معنی رحمت بھی ہے

صلوٰۃ کا معنی درود بھی ہے

صلوٰۃ کا معنی مخصوص عبادت بھی ہے

یہ سارے صلوٰۃ کے معنی ہیں، ایک آدمی کہتا ہے کہ..... اقموا الصلوٰۃ.....

نماز قائم کرو تو دوسرا آدمی کہے کہ صلوٰۃ کے تو چالیس معنی ہیں، کون سی نماز، تو ان پانچ نمازوں کا ثبوت تو احادیث سے ہے۔ پانچ نمازوں کیلئے تو حدیث کو مان رہے ہو اور جب بیٹیوں کا ذکر آتا ہے تو پھر احادیث کو چھوڑ رہے ہوں۔ ہم حدیث کو نہیں مانتے، قرآن سے دکھاؤ چار بیٹیاں، قرآن میں بھی تو ذکر ہے کہ نبی ﷺ کی ایک بیٹی نہیں زیادہ ہیں، تو آپ کو قرآن سے معلوم ہوگا کہ نبی کی ایک بیٹی نہیں، زیادہ بیٹیاں ہیں۔

سیدنا فاروق اعظمؓ دامادِ علیؓ:

بخاری شریف میں ہے کہ پیغمبر ﷺ کی چار بیٹیاں ہیں اور میں سوال کرتا ہوں، روافض کی کتابوں میں موجود ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں۔ ان کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا کہہ کر ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی بیوی تھی۔ تو میرا رشتہ پیغمبر ﷺ کے ساتھ تھا۔ اپنی بیٹی کی وجہ سے، میں رسول اللہ ﷺ کا سر تھا۔

تو اب میری بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئی تو رشتہ داری میری نبی کے ساتھ ختم ہو گئی تو میں چاہتا ہوں کہ میری نبی ﷺ کے ساتھ رشتہ داری باقی رہے۔ اس

کیلئے میں نے پیغمبر کی نواسی یعنی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی بیٹی سے شادی رشتہ پیغمبر باقی رکھنے کیلئے کرنا چاہتا ہوں۔ (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۴۲۔ المعارف ص ۹۲ کراچی) روافض کہتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ رشتہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زبردستی ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ تمہاری بات مان لیتے ہیں کہ زبردستی ہوا۔ اگر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیٹی زبردستی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے نکاح میں کر لی، تو پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے رشتہ کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو

مشکل کشاء کیوں کہتے ہیں

حاجت روا کیوں کہتے ہو

..... یہ کیوں کہتے ہو کہ.....

..... یا علی مدد.....

بسوں پر لکھا ہے

ویکنوں پر لکھا ہے

ٹوکوں پر لکھا ہے

..... یا علی مدد.....

جب ان کی اپنی بیٹی کا مسئلہ آیا تو وہ اس کی مدد نہیں کر سکے، اس کو نکاح میں زبردستی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لے گئے اور ساری دنیا میں کہتے ہو یا علی مدد، یا علی مدد، اتنا بڑا جھوٹ اور اتنا بڑا فراڈ دنیا میں کسی مذہب کا نہیں ہو سکتا کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اس کا ذکر کتابوں میں موجود ہے۔ روافض اس کو تسلیم کر چکے ہیں۔

مناظرے کی بات:

مولانا دوست محمد قریشی رحمہ اللہ اور مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ سے روافض کے ایک مولوی اسماعیل نے کہا کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں ثابت کر دے میں اس کو دس

ہزار انعام دوں گا، مولانا تونسوی نے جا کر عدالت میں روافض کی کتابوں سے چار بیٹیاں ثابت کر دیں اور کہا کہ لاؤ دس ہزار اور کیس ان کے حق میں ہوا۔ ڈگری ہو گئی یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے۔

مشکل کشاء کون؟

میں نے انوری مسجد فیصل آباد میں اس عنوان پر آٹھ دس سال پہلے تقریر کی، تقریر میں یہ واقعہ بیان کیا، اس وقت سپاہ صحابہ نہیں تھی، کمزور تھے اور حالات ایسے تھے کہ پولیس جس مولوی کو چاہتی گرفتار کر لیتی تھی، میں نے اس وقت اتنی سی بات کی، روافض کے کفر کی بات بھی نہیں کی، اتنی بات پر مجھ پر چڑھ ہو گیا۔ دو تین دن بعد مجھے گرفتار کر لیا، میں جیل میں رہا اور اس کے بعد جب میری رہائی ہوئی تو عدالت میں کیس چلا، تو میں روافض کی کتابیں لیکر عدالت میں گیا تھا تو ایک مجسٹریٹ چوہدری شفاعت صاحب، اس نے کہا کہ یہ جو نکاح سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ام کلثوم کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا، یہ ثابت کر سکتے ہو؟ میں نے کہا بالکل، پوچھا کہاں سے ثابت کرو گے؟ میں نے کہا انہیں کی کتابوں سے۔

میں چار پانچ کتابیں لے گیا، وکلاء کہتے ہیں کہ زمینوں کے چکر ہیں اور کیس ہیں، یہ کیا نکاح کا چکر ڈال دیا۔ ایک وکیل کہنے لگا کہ اگر نکاح ہو گیا ہے تو ہماری صحت پر کیا اثر پڑا۔ اس دور میں ہوا اور آپ یہاں بحث کر رہے ہو، میں نے کہا کہ یہ حقیقت ہے اس کو ظاہر کرنا ضروری ہے۔ از روئے شریعت ایک مسئلہ ہے اور یہ ان کے آپس میں تعلقات کا نتیجہ ہے، اگر زبردستی نکاح ہو تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مشکل کشاء نہ کہو، اور اگر نکاح ہوا رضامندی کے ساتھ ہوا تو پھر اعتراض نہ کرو، ٹھیک ہے دو باتیں۔

اگر نکاح ہوا تو مان لو، اور اگر زبردستی ہوا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مشکل کشاء کہنا چھوڑ دو، کہ اگر مشکل کشاء کی لڑکی سے نکاح زبردستی ہو گیا تو مشکل کشائی کا تصور پھر کیا ہوا؟

ایسے بے عقل ہیں کہ یا علی مدد کا لفظ لکھتے ہیں اور میں حیران ہوتا ہوں یہ یا علی مدد کا لفظ ہے، یہ اصل میں براہ راست اللہ تعالیٰ کا مقابلہ ہے یا اللہ مدد، کہ مدد تو اللہ تعالیٰ دیتے ہیں اور اس کے جواب میں کہتے ہیں یا علی مدد، اگر علی مدد دیتے ہیں تو جب اپنے گھر میں بیٹی کے نکاح کی بات آئی اس وقت مدد نہ کی۔

ایک دیہاتی کی بات:

اب دیکھو کر بلا میں بیٹا شہید ہو گیا، حضرت حسین شہید ہو گئے اور تم کہتے ہو کہ پیارے شہید ہو گئے اور پانی نہ تھا۔

ایک دیہاتی سے کسی نے کہا کہ یہ رافضی اچھے ہیں۔ اس نے کہا کہ ان سے برا کوئی نہیں، اس نے کہا کہ کیسے؟ کہنے لگا میں مانتا ہوں شہداء کر بلا کو اور اس دور کے سارے لوگوں کو، لیکن میں کہتا ہوں کہ دو ہزار کانٹا نہیں لگوا یا بچے سارے ذبح کرادیئے۔

محبت کا تقاضہ:

سوال یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں، ان سے اور سارے خاندان نبوت سے سچی محبت کا کیا تقاضا ہے، ان سے پیار کا تقاضا ہے کہ ان کی صحابہ سے محبت کو ثابت کیا جائے، چہ جائیکہ کہ لڑائی کو ثابت کیا جائے، لڑائی کو ثابت کر کے آپ کیسے اپنے مذہب کا ثبوت پیش کریں گے، تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا جو نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کس بنیاد پر ہوا وہ بنیاد یہ تھی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں میرا نکاح ہو، اگر وہ نواسی نہیں ہے تو پھر اس نکاح کی بات نہیں ہے۔

بنات رسول اور قرآن:

میرے بھائیو! پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں ہیں اور قرآن میں ہے کہ نبی کی چار بیٹیاں ہیں۔ قرآن کہتا ہے..... یا ایہا النبی قل لا زواجک و بناتک و نساء

المومنین..... اس میں جو لفظ بنات ہے وہ جمع کیلئے استعمال ہوتا ہے اور جمع کا اطلاق کم از کم تین سے زیادہ پر ہوتا ہے، ایک کو واحد، دو کوثنیہ اور تین سے جمع کا عدد شروع ہوتا ہے، عربی زبان میں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزادی:

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی ہے حضرت زینب رضی اللہ عنہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صاحبزادی کا نکاح حضرت قاسم ابوالعاص ابن ربیع اموی رضی اللہ عنہ سے ہوا، یہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے اور ان کے گھر میں تین بچے پیدا ہوئے۔ ایک بچہ نام رکھنے سے پہلے فوت ہو گیا اور دوسرا بچہ پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے علی رکھا، علی بن ابوالعاص، اور تیسری بچی پیدا ہوئی جس کا نام انہوں نے امامہ رکھا۔ یہ امامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا لگی؟ (نواسی)، جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی لڑکی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا لگی؟ (نواسی) (اسد الغابہ لابن اثیر ص ۴۱ جلد ۴۔ بخاری ج ۱ ص ۷۴)

نواسی رسول حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں:

یہ جو امامہ ہے جب یہ جوان ہوئی اس امامہ کا نکاح کس کے ساتھ ہوا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ کہنے لگے کہ تیرے جیسی خدمت والی عورت مجھے نہیں مل سکتی۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ میرے جیسی خدمت گزار بیوی کے خواہش مند ہو تو میری وفات کے بعد میری بھانجی امامہ، میری بڑی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ایک لڑکی امامہ جوان ہو چکی ہے۔ اس سے شادی کرنا، چنانچہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی اسی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی۔

تو روافض سے کہو کہ یہ تو بتاؤ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی کا نام کیا تھا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا ہے اور یہ امامہ کون ہے؟ حضور

علیہ السلام کی نواسی ہے، تو حضور ﷺ کی نواسی ہونے کے ناطے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی بنی، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کیا ہوئی؟ (ساس) امامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ساس ہوئی اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بیٹی ہے بنی کی۔

اب سوال یہ ہے کہ حضور ﷺ کی چار صاحبزادیاں ہیں، بڑی صاحبزادی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ساس ہے اور سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی ہے۔ ساس ماں ہوتی ہے، یا لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی کو یاد رکھتے ہیں اور ساس کو بھلا دیتے ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ماں بنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ماں کا ذکر ہی نہیں کرتے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا تو رسول اللہ ﷺ کی بڑی صاحبزادی ہے، تو پیغمبر ﷺ کی صاحبزادیاں کتنی ہیں؟ (چار) (طبقات ابن سعد ج ۸)

چار میں سے سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہے، اس کے تین بچے تھے، ایک نام رکھے بغیر فوت ہو گیا، ایک لڑکا علی بن ابوالعاص اور ایک لڑکی امامہ۔

حضور ﷺ کی دوسری صاحبزادی:

دوسری بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا۔ اس بچے کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۵۷۳) اس عبداللہ کے بارے میں دو رائے ہیں، ایک جنگ یرموک میں شہید ہوا، اور دوسری روایت یہ کہتی ہے کہ آٹھ سال کی عمر میں مرغ کے چونچ لگنے سے بیماری پھیلی اور وہ آنکھ کے زخمی ہونے کی وجہ سے شہید ہوا، تو یہ دو روایات ہیں، لیکن اس روایت کو علماء نے ترجیح دی ہے کہ یہ جوان ہوا اور یہ عبداللہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا صاحبزادہ ہے، رسول اللہ ﷺ کا نواسہ تھا۔ اس کا نکاح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی حضرت رملہ بنت معاویہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا۔ یہ روایت بھی ہے تو اس بنیاد پر یہ پیغمبر کی دوسری بیٹی رقیہ ہے۔

پیغمبر ﷺ کی تیسری بیٹی:

اور تیسری پیغمبر کی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہے، جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا فوت

ہو گئیں تو ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔

(اسد الغابہ ج ۵ ص ۶۱۳ تذکرہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت:

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی محبت تھی۔ جنگ بدر کا جب موقع آیا تو یہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بڑی بیمار تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تجھے حکم کرتا ہوں کہ تم جنگ بدر میں نہ جاؤ، بلکہ تم میری بیٹی رقیہ کی خدمت کرو اور تیمارداری کرو، چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے اور جب بدر کی جنگ ختم ہوئی تو جنگ بدر میں فتح کی خوشخبری آئی اور خبر کے ملتے وقت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا انتقال فرما چکی تھیں تو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی خبر ملی۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے فتح کے بعد تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر مٹی ڈال رہے تھے اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی خبر سنی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو آ گئے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے رو کر فرمایا کہ اے اللہ میں رقیہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی فضیلت:

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہے ان کے بارے میں بھی آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا میری وہ بیٹی ہے جو راتوں کو قیام کرتی ہے، تیرے لئے روزہ رکھتی ہے، اس کو معاف کر دے۔ جب ان کے دفن کرنے کا وقت آیا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں خود اترے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں اتر کر دعا مانگی، یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے۔

افضلیت اور خیریت:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بھی کہا گیا..... خیر البنات زینب.....
اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا کہ..... افضل البنات فاطمہ.....

افضلیت اپنی ذات کیلئے ہوتی ہے اور خیریت دوسرے کیلئے ہوتی ہے، چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وجہ سے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا اور یہ بھلائی آگے تک گئی اور علی بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے لڑکے تھے۔ جب خانہ کعبہ کے بت گرانے کا وقت آیا تو یہ علی بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر سوار ہوئے، یہ نبی کے نواسے تھے، چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں تھے، طبقات ابن سعد میں اور رجاء بنہم میں مولانا محمد نافع صاحب نے اسے نقل کیا ہے کہ خانہ کعبہ کے بت گرانے کیلئے جو علی نبی کے کندھے پر سوار ہوئے وہ علی بن ابوالعاص تھے جن کی عمر سات سال تھی، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے علی تھے۔

حالانکہ مرتبے میں حضرت علی شیر خدا کا مرتبہ بلند تھا، لیکن تاریخی واقعہ ہے کہ یہ علی بن ابوالعاص جن کی عمر سات سال تھی یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر سوار ہوئے اور انہوں نے خانہ کعبہ کے بت پیغمبر کے کندھے پر سوار ہو کر گرائے۔

میرے بھائیو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت قاسم رضی اللہ عنہ ابوالعاص ابن ربیع اموی سے ہوا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ جب سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں تو حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا اور جب ام کلثوم رضی اللہ عنہا فوت ہو گئی۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے فوت ہونے سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہو چکا تھا۔ اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نہ ہوا ہوتا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوتا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اعزاز:

حدیث کہتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عثمان! اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو جب وہ باری باری فوت ہوتی جاتیں تو میں باری باری ان کا نکاح تیرے ساتھ کرتا جاتا۔

میرے بھائیو! یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وہ فضیلت ہے کہ جس کا دنیا میں کوئی انکار نہیں کر سکتا اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جب سے دنیا قائم ہوئی ہے کہ کسی پیغمبر کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے کسی کے نکاح میں آئی ہوں وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات ہے، اور یہ فضیلت بھی عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ملی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہرے داماد ہیں، اسی وجہ سے ذوالنورین کہلائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت:

میرے بھائیو! یہ پیغمبر کی تین بیٹیاں ہیں اور چوتھی بیٹی ہے، علماء نے لکھا ہے کہ فاطمہ کا معنی جہنم سے آزاد ہونے والے اور بھی کئی اس کے معنی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت تھی یہ حقیقت ہے یہ حقیقت صادقہ ہے۔

ایک اعتراض کا جواب:

لوگ کہتے ہیں کہ اگر بیٹیاں چار تھیں تو باقی کے ساتھ اسنا پیار کیوں نہیں تھا۔ یہ بات بھی قابل غور اور جب آپ نے یہودیوں اور عیسائیوں کو مناظرے کا چیلنج دیا اور آپ نے مباہلہ کیا تو مباہلے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کافر سے یہ کہا جاتا ہے کہ باہر کھلے میدان میں آتا ہوں اپنے بچوں کو لیکر میں اپنے بچوں کے سر پر ہاتھ رکھتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ اگر میں چپا ہوں میں بچ جاؤں تم سچے ہو تم بچ جاؤ، دنیا کے سامنے وہ آدمی غرق ہو جاتا ہے ختم ہو جاتا ہے، تو جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں سے مباہلہ کیا، جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے کہ اس مباہلہ کے موقع پر جس کا ذکر قرآن میں ہے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو لے کر گئے۔

اگر نبی کی اور بیٹی ہوتی تو اس کا ذکر بھی ہوتا۔ اس کو بھی پیغمبر اپنے ساتھ لیکر جاتے، یہ سوال ہے، میں اس کا جواب دینا چاہتا ہوں، اور دوسری بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ محبت تھی۔ کیوں؟

یہ جو مباہلے والی آیت ہے، یہ واقعہ پیش آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی

میں، نبوت کی زندگی کے آخری سالوں میں اور حضور ﷺ کی جو تین بیٹیاں ہیں وہ مدینہ منورہ کے پہلے آٹھ سالوں میں فوت ہو گئیں، کوئی زندہ نہیں تھی تو بیٹی اگر زندہ کوئی نہ تھی۔ تو مباہلے میں کسی اور کو لانا کیسا؟ اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ تھیں تو انہی کو لے جانا تھا، ایک بات۔

دوسری بات ہے کہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے بعد چھ ماہ تک زندہ تھیں۔ جب آپ ﷺ پر فراخی اور خوشحالی آئی، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غریب تھے اور ان کے پیٹ پر پتھر باندھے ہوتے تھے، اس وقت حضور ﷺ کی بیٹیاں زندہ تھیں، لیکن جب آخری سال تھے تو اس وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ تھیں اس وقت فراخی تھی، مال غنیمت حاصل ہوا۔ جب خوشحالی ہو اور کسی کا بچہ یا بچی زندہ ہو تو اس کے ساتھ محبت ہونا یہ فطری بات ہے اور پھر وہ بچی سب سے چھوٹی ہو اور صرف ایک ہی باقی ہو، نہ کوئی بچہ ہو نہ بچی ہو، تو یہ جو روایت ہیں۔ یہ اسی بنیاد پر ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی زندگی کے آخری دور میں زندہ رہیں اور آپ ﷺ کی اولاد میں چھوٹا ہونے کی وجہ سے فضیلت ملی ہے۔

میرے بھائیو! اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور ﷺ کی باقی بیٹیاں نہیں، وہ بیٹیاں تو پہلے فوت ہو گئی تھیں اور پیغمبر ﷺ کے دکھوں اور تکلیفوں میں شریک رہیں تھیں اور ان کا ذکر فضائل کی کتابوں میں علیحدہ موجود ہے۔ ان کا ذکر علیحدہ احادیث میں موجود ہیں ان کا ذکر بخاری و مسلم و ترمذی اور دیگر کتب میں موجود ہے اس لئے یہ بات دلائل سے ثابت ہو گئی کہ پیغمبر ﷺ کی ایک بیٹی نہیں بلکہ چار بیٹیاں ہیں اور چاروں حقیقی بیٹیاں ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی و اولاد:

میرے بھائیو! جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی ہوئی تو بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کے وقت سیدہ کی عمر اٹھارہ سال تھی اور بعض نے اس سے زیادہ اور کم کے اقوال بھی دیئے ہیں۔ حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چھ بچے تھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سب سے پہلی بچی پیدا ہوئی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی پہلی بچی کا نام اپنی بڑی بہن زینب کے نام پر زینب رکھا اور جس کا ذکر کرب و بلا کے واقعات میں آتا ہے۔ دوسری بہن کے نام پر دوسری بیٹی کا نام رقیہ رکھا۔ تیسری بیٹی کا نام ام کلثوم رکھا۔ تیسری بہن کے نام پر یہی ام کلثوم ہے جس کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ تین بیٹیاں ہیں اور تین بیٹے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بڑے بیٹے کا نام حسن ہے، دوسرے بیٹے کا نام حسین ہے، تیسرے بیٹے کا نام محسن ہے، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چھ بچوں کے فضائل علیحدہ موجود ہیں، تو ان سے پہلے ایک اہم واقعہ سن لیں اور وہ واقعہ ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ابتدائی فنیات کا اور نکاح علی کا۔

میرے بھائیو! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی محبت تھی۔ مکہ مکرمہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔ یہ قبل از ہجرت ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لطن سے پیدا ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی ہیں۔

اسلام میں چار نکاح کی اجازت:

میرے بھائیو! جب حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا جوان ہوئیں اور ان کے نکاح کا مسئلہ آیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اس دور میں چار عورتوں سے نکاح کرنا کوئی عیب نہیں تھا۔ ہمارے ہاں تو دوسرا نکاح بھی عیب سمجھا جاتا ہے، حالانکہ از روئے شریعت چار کی گنجائش ہے۔ اگر آدمی انصاف کر سکے، لیکن اگر دوسرے کا نام لو تو ڈنڈوں کی بارش ہو جاتی ہے، گھر کے اندر روٹی نہیں ملتی۔

اور ماشاء اللہ ہمارے ہاں رواج ایسا ہے اور ایسی بات ہے کہ ایک آدمی روزانہ تاخیر سے گھر پہنچتا تھا اور کبھی سالن میں مرچیں زیادہ ہوتیں اور کبھی نمک، اس نے کہا کہ اچھا بھائی یا میں سر جاؤں یا کہا تو اس نے ڈنڈا اٹھا لیا اس نے یا کون مرے؟ اس

نے کہا کہ یا بھی میں ہی مر جاؤں، ہمارے ہاں آج کل یہ ہے۔

ایوب خان کا عائلی قانون:

دوسرے نکاح کی بات نہیں ہے اور بغیر نکاح کے رکھنے کا ویسے رواج ہے ایوب خان کے دور میں جب عائلی قوانین پاس ہوئے تو اس وقت قانون بنا کہ آدمی اپنی بیوی کی مرضی کے خلاف دوسرا نکاح نہیں کر سکتا، یہ قانون تھا، عائلی قوانین میں۔

تو مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ بھی اسمبلی میں تھے تو ایک وزیر صاحب کھڑے ہوئے کہنے لگے کہ یہ قانون بہت اچھا ہے، تو مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تیرے گھر میں تو دو بیویاں ہیں۔ اس نے کہا کہ ہاں میرے گھر میں بیوی ایک ہے دوسری میں نے بغیر نکاح کے رکھی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر بغیر نکاح کے ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ اگر نکاح کے ساتھ ہے تو پھر قانون کے خلاف ہے۔ اگر نکاح کے بغیر رکھی ہوئی ہے تو پھر ٹھیک ہے، پھر بالکل جائز ہے۔

ہمارے ہاں اس کی گنجائش ہی کوئی نہیں، نکاح کو برا سمجھا جائے اور ایسے رکھ لے تو خیر ہے، بغیر نکاح کے رکھا تو کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نکاح فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ترغیب دینے والے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے خواہش مند تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ رشتہ مانگا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی کسی ذریعہ سے یہ رشتہ مانگا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔

لیکن اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خود حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں تو جواب نہیں ملا، تم نبی کے بھائی ہو، نبی کے رشتہ دار ہو، تم جا کر رشتہ مانگو، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر گئے اور جا کر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے گھر میں رکھیں اور میں خواہش مند ہوں کہ میں آپ کے گھر میں رہوں۔ یہ اشارہ تھا اس بات کا کہ نکاح کر دیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات سنی اور سنتے ہی فرمایا..... اہلا وسهلا مرحبا..... یہ تھا اقرار، یہ تھا اعلان، یہ تھی رضا مندی، حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس آئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سارا واقعہ سنایا تو انہوں نے فرمایا کہ مبارک۔ بونبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ قبول فرمالیا ہے۔ (جلاء العیون از ملا باقر مجلسی باب تزویج فاطمہ با امیر المؤمنین ص ۱۲۱)

شادی کا خرچہ دینے والا:

اسکے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شادی کے اخراجات کیلئے اپنی زرہ کی فروخت کیلئے بازار نکلے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے پوچھا علی بھائی کیسے آئے، تو ساری بات سنائی انہوں نے زرہ کی قیمت پوچھی تو ۲۸۰ درہم بتائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زرہ لے لی اور پیسے ادا کر دیئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ چلنے لگے تو زرہ بھی واپس دے دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زرہ واپس دیتے ہو، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس لئے زرہ واپس دیتا ہوں کہ میں چاہتا ہوں کہ رشتہ نبی کی بیٹی کا ہو اور خرچہ سارا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہو۔ تو شادی کا خرچہ دینے والے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔ (زر قانی علی المواہب ج ۲ ص ۳۔ کشف الغمہ ج ۱ ص ۳۵۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی کے باراتی:

اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی تاریخ مقرر کی گئی۔ علماء کہتے ہیں کہ جمعرات کا دن تھا۔ صبح دس بجے کا وقت تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ بلال جاؤ تم میرے دوستوں کو دعوت دو۔

اب دیکھو کہ بارات تیار ہو رہی ہے۔ بارات پر بھی قربان، دولہے پر بھی قربان، دلہن پر بھی قربان۔ ہمارے ہاں بھی برائیاں ہوتی ہیں چھ قسم کے کارڈ ہوتے ہیں

اور ماشاء اللہ مطالبے بڑے ہوتے ہیں، گاڑیاں ہونی چاہئیں، بینک بیلنس ہونا چاہئے، پلاٹ ہونا چاہئے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سے زیادہ عزت والی میری اور تمہاری بیٹی نہیں ہو سکتی۔

حاجی صاحب حج کر کے واپس آئے، حج قبول ہو یا نہ ہو، ٹیپ ضرور لائیں گے، ٹی وی ضرور لائیں گے۔ یہاں معاملہ ہی اور ہے۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دوستوں کو اطلاع دو، آپ کے دوست کون تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کے بارہ میں علماء نے فرمایا کہ تیرہ آدمی تھے صف اول کے، اور بعد میں ۲۶ آدمی تھے، مسجد کے اندر نکاح ہوا اور ان تیرہ آدمیوں میں پہلا نام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تھا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تھا، عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تھا، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا تھا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا تھا، یہ سب لوگ تھے۔

اب مجھے بتائیں کہ بیٹی کے رشتہ داروں میں پہلا نام جس کو پہلے نمبر پر رکھتا ہے اس کے ساتھ تعلق ہوتا ہے یا ان کے بارہ میں کہا جائے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ دل سے مسلمان ہی نہیں تھے، نبی کے دشمن تھے۔

اب مجھے بتاؤ کہ نبی اپنی بیٹی کی شادی میں جس کو پہلے نمبر پر بلائے، پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلائے، پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلائے، ان کی اہمیت آپ کے ذہن میں ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح پڑھایا اور مہر کتنا رکھا، مہر میں کیا طے ہوا؟

ایک غلط بات:

ہمارے ہاں ایک غلط بات مشہور ہیں کہ ۳۲ روپے مہر۔ یہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ہے ۳۲ روپے، کس پاگل نے کہا کہ ۳۲ روپے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ہے، اس سے بڑا جھوٹ دنیا میں کوئی نہیں۔

ایک دفعہ میں ایک جگہ نکاح پڑھانے گیا، میں نے کہا کہ حق مہر کیا ہے؟ تو ایک نے کہا کہ ۳۲ روپے، ایک بابا کہتا ہے نہیں ۳۲ روپے چھ آنے، ہمارے ہاں علم بھی

کسی بات کا نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مہر ہے، اس کے ایک سو بتیس تولے چاندی بنتی ہے، ہمارے ہاں غلط فہمی ہو جاتی ہے، سارا مسئلہ ہی خراب ہو جاتا ہے کہ جس طرح ہم ہندوؤں سکھوں کے ساتھ عرصہ تک رہے ہیں، ان کے ساتھ مل کر ہماری بھی بہت سی رسومات اسی طرح ہو گئی ہیں، جب پاکستان بنا تو ایک روپیہ تولہ چاندی تھی، تو ایک سو بتیس تولے بن جاتا تھا۔ آپ کو روپیہ چاندی کا تھا۔ پرانے لوگوں کو یاد ہوگا ایک روپیہ چاندی کا، وہ بھی پورے تولے کا تھا، تو ایک سو بتیس روپے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر بنتا تھا تو ویسے بعض لوگوں نے سو ویسے اڑا دیا اور ادھر کاغذ کے روپے بن گئے تو بتیس روپے بن گئے اور اپنے پاس سے بتا دیا بتیس روپے چار آنے۔

ایک سو بتیس تولے چاندی، تو اس وقت چاندی کا کیا حساب ہے؟ (۸۰ روپے) تو اسی روپے تولے کے حساب سے ایک سو بتیس تولے کتنے پیسے بنے؟ حساب کر لو، حساب میں کمزور ہیں۔ میٹرک کے پیپر میں سوال آیا سیالکوٹ میں، تو سوال کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہاں پیدا ہوئے، تو ایک نے لکھا کہ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔

دس ہزار پانچ سو ساٹھ روپے، مہر تھا حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا، اور یہ کہنا کہ ۳۲ روپے، جو غلط طریقہ ہوتا ہے وہاں معاملہ ایسے ہوتا ہے۔ لڑکی والا تو بھول بھی نہیں سکتا، نازک موقع ہوتا ہے اور کئی لوگ ویسے بے وقوفی میں کئی باتیں کر دیتے ہیں تو میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ ہمیں شرعی حدود کو کہ اس طرح نہیں کرنا چاہئے کہ جس بات کا پتہ نہ ہو ایسی بات کر دی، تو حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مہر آج کے دور میں دس ہزار پانچ سو ساٹھ روپے تھا۔

نکاح فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گواہ:

تو اس مہر میں گواہ دو تھے ان میں پہلے گواہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرے گواہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ اب بتائیں کہ گواہ ہوں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما، اور

خرچہ ہو سارا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اور باراتی ہوں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تو اب آپ مجھے بتاؤ کہ صحابہ پانچ کے علاوہ یا چار کے علاوہ ہے ہی کوئی نہیں تھا تو جو بارات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گئی تھی، اس میں سارے نعوذ باللہ کافر پلے گئے تھے؟

اس نکاح نے ثابت کیا کہ ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم ایک تھے۔ اس نکاح نے ثابت کیا کہ ابو بکر اور صحابہ میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ (ریاض النضر ج ۲ ص ۲۴۱۔ بحار الانوار ج ۱۰ ص ۳۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اداسی:

میرے بھائیو! جب بیٹیوں کی شادی ہو اس وقت منظر عجیب ہوتا ہے، علماء کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پڑھایا، تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اداس ہو گئے۔ بیٹی کی رخصتی کا وقت ہوتا ہے تو آدمی پریشان ہو جاتا ہے، یہ فطری بات ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیاری اور جہیز:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر میں سامان کس نے تیار کیا؟ گھر میں ڈولی کس نے تیار کی، دو عورتوں نے، ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ایک حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا، دو عورتوں نے ڈولی تیار کی، سامان کیا تھا، ایک گدا تھا، ایک کھانے پینے کے برتن تھے اور ایک لوٹا تھا ایک لکڑی کا پیالہ تھا، اس طرح ایک چٹائی تھی، یہ سامان ہے یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا سامان تھا۔ دنیا کے سب سے بڑے سردار کی بیٹی کا۔

میرے بھائیو! یہ سامان گھر میں تیار کرنے والا کون تھا؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا ماں کا کردار ادا کرتی ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا باپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس نکاح کا گواہ بن چکا ہے۔

اداسی کا ماحول:

میرے بھائیو! اس نکاح کو ثابت نہیں کر سکتے، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بارات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے نکل نہیں سکتی، جب تک صدیق و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ایمان کو تسلیم نہ کیا جائے، ان کی ڈولی، ان کی بارگاہ، ان کا نکاح ثابت کرنا ہوگا، چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گھر گئے اور جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کا وقت آیا، عورتیں رونے لگیں، عائشہ رضی اللہ عنہا رونے لگی، ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کی زبان سے ایک لفظ نکل گیا، فرمایا اے کاش! آج خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا زندہ ہوتی، اے کاش! آج خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر کا بندھن ٹوٹ گیا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے، اور عائشہ رضی اللہ عنہا رو پڑی، ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا رو پڑی، فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا رونے لگی کہ اے کاش آج خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا زندہ ہوتی۔ اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھوں سے رخصت کرتی، سارے صحابہ اور ساری عورتیں رونے لگیں۔

میرے بھائیو! بیٹیوں کی رخصتی کا وقت ہوتا ہے اس منظر کو کوئی آدمی بھلا نہیں سکتا۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی رخصتی تھی، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی رخصتی تھی۔

اس وقت کو دیکھو

رخصتی کو دیکھو

اس طریقے کو دیکھو

اس سادگی کو دیکھو

کوئی شور نہیں ہے

کوئی مہندی نہیں ہے

کفار کے نقش قدم پر نہ چلو:

شادی بعد میں ہے ایک دن پہلے ولیمہ ہو رہا ہے۔ اس سے بڑا فراڈ اور جھوٹ کوئی نہیں اور اس سے بڑی زیادتی کوئی نہیں، نکاح کل کو ہے آج ولیمہ ہے۔ ولیمہ کے کہتے ہیں؟ کبھی سوچا ہے ولیمے کا تصور کیا ہے، اسلام میں، اصول کیا ہے، ولیمے کا معنی یہ

ہے کہ جب نکاح ہو جائے، میاں بیوی گھر سے رخصت ہو جائیں، اور اس نکاح کی خوشی میں جس کا نکاح ہوا، وہ اپنے دوستوں کی دعوت کرتا ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھو کہ ویسے میں کیا ہونا چاہئے، اسلام میں ویسے میں روٹی پکانا ضروری نہیں، آپ ویسے میں چائے بھی پلا سکتے ہیں، آپ ویسے میں چنے بھی کھلا سکتے ہیں، آپ ویسے میں صرف پھل بھی دے سکتے ہیں، لیکن آج کل کوئی آدمی اکیلی چائے پلائے تو جو بارات کا حشر ہوگا، جو اس دولہا کا حشر ہوگا، وہ لوگ جانتے ہیں۔

لیکن یہ تکلفات ہیں، مقابلہ ہوتا ہے، روٹی کا مقابلہ، اسٹینڈ پر مرنے لٹکے ہوئے تھے، مزہ آگیا کھانے کا، چار پانچ دن شہر میں مقابلہ ہوتا رہا کہ یہ تھا یہ تھا، ایسے تھا ایسے تھا، اس کیلئے نکاح ہوتا ہے؟

ولیمہ سنت ہے:

ولیمہ سنت رسول ہے، اپنے دوستوں کو بلاؤ اور ان کی دعوت کرو، جو تمہارے پاس ہے، جو چیز کھلا سکتے ہو، کھلاؤ۔ (رواہ بخاری و مسلم)

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کی توفیق دے، کوئی مہندی نہیں لگائی، کوئی ڈھول نہیں بجے، میرے پیغمبر نے فرمایا کہ نکاح اعلان کر کے کرو، شور مچا کر کرو۔

شور مچانے کا مطلب یہ نہیں کہ ڈھول ہو، کیا مطلب؟ کہ بارات آئی ہے، یہ اعلان ہے، دنیا کو پتہ چلے کہ اس لڑکی کا اس لڑکے کے ساتھ عقد ہو رہا ہے، لوگو دیکھو اس لڑکی کا عقد اس کے ساتھ ہو رہا ہے، اسلام میں نکاح کا تصور ہی یہ ہے کہ لوگوں کو بتایا جائے، لوگوں کے سامنے نکاح ہو، اس میں گواہ ہوں۔

متعہ کیا ہے؟

اہل تشیع کے ہاں جو متعہ ہے اس میں مہر نہیں ہوتا۔ اس میں گواہ نہیں ہوتے، اس میں صرف پیسہ ہوتا ہے کہ میں اتنے وقت کیلئے ہوں، بس ٹائم ہے، اس تصور کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، متعہ کبھی اسلام میں جائز نہیں ہوا، جس نکاح کے جواز کی بات

کرتے ہو وہ نکاح معتقد تھا کہ جو جنگ خیبر میں حرام ہو گیا تھا وہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے۔
میرے بھائیو! متعہ کی کوئی گنجائش نہیں، یہ شروع سے ہی حرام ہے اور نکاح
سنت پیغمبر ﷺ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا..... کہ نکاح میری سنت ہے جس نے اس سے
اعراض کیا، وہ سمجھ لے کہ اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

سنت اپناؤ:

میرے بھائیو! ہمیں اس سنت پر عمل کرنا چاہئے، آپ حیران ہوں گے کہ
جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
پاس کوئی مکان نہیں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکان حضور ﷺ نے لیکر دیا ایک صحابی سے
اور اس کا نام دار علی رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکان حضور ﷺ نے خود دیا۔ ان
کے پاس تو ٹھہرنے کیلئے مقام نہیں تھا اور ہمارے ہاں جب تک پلاٹ نہ ہو، کار نہ ہو،
پیسے نہ ہو، لڑکے بھی بیٹھے ہیں، لڑکیاں بھی بیٹھی ہیں۔

تو میرے بھائیو! ان سنتوں پر ہمیں عمل کرنا چاہئے اور نکاح کے بعد جو ولیمہ
ہے۔ اس میں کھڑے ہو کر کھاتے ہیں، جانوروں کی طرح، یہ جانوروں کا شعار ہے۔ یہ
کوئی انسانوں کی بات نہیں ہے، کھڑے ہو کر کھانا کھانا۔

میرے بھائیو! انسان بیٹھ کر کھانا کھاتا ہے، انسان وقار سے کھانا کھاتا ہے،
انسان کی انسانیت کے تقاضے کے خلاف ہے کھڑے ہو کر کھانا کھانا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) اور حضرت
علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اس نکاح کے اطوار پر چلائے اور ہماری معاشرتی
زندگی میں اللہ تعالیٰ دین پر چلنے والا بنائے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○

سیرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

خطبہ:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ
عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَا بَيْنِهِنَّ (پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۵۹)

ترجمہ۔ ”اے نبی کہہ دے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں
کی عورتوں کو نیچے لٹکائیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں۔“

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي
فَمَنْ أَذْهَبَهَا فَقَدْ أَذَى (الوارلعمانیہ ج ۱ ص ۷۳۔ جلاء العیون
ج ۱ ص ۲۲۷۔ بخاری ج ۱ ص ۵۲۸)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... ”فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے
ایذا پہنچائی اس نے مجھ (محمد) کو ایذا پہنچائی۔“

تہہید:

واجب الاحرام بزرگو اور دوستوں ”آج سیدۃ النساء العالمین“ حضرت
فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب اور ان کی عظمت کے عنوان پر گفتگو ہوگی،

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل اور اس عنوان سے اس بات کا اندازہ بھی ہوگا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صحیح نام لیوا صرف اہل سنت والجماعت ہیں، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نام لے کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری بیویوں پر تنقید کرنا، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نام لے کر سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہنا ہے یہ حقیقت میں فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے دشمنی ہے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر گوشہ ہیں، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے کمالات، ان کی عظمتیں، ان کی رفعتیں، ان کی بلندیاں، ان کے مناقب، ان کا کردار، ان کا اسوۂ حسنہ ان کے فضائل اور ان کے مصائب پر بہت سے لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں۔ مجموعے چھپے ہیں، اور اس پر علماء نے اپنے اپنے انداز میں گفتگو فرمائی ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل پر میں کوشش کروں گا کہ اللہ کی توفیق سے اور محض اسی پروردگار کے فضل و کرم سے میں کچھ ضروری باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جگر گوشہ کے لئے، پیغمبر کے اس لخت جگر کے لئے بطور نذرانہ عقیدت پیش کروں، اور بطور ایک نیاز مند کے اپنی ماں کے حضور اور اپنی مرکز عقیدت کے حضور کچھ عقیدت کے پھول ان کی بارگاہ میں پیش کروں۔ میں کوشش کروں گا کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب، ان کے تاریخی کام، ان کی زندگی کے حالات اور آپ کی اولاد اور آپ کی پیدائش، آپ کی سخاوت، آپ کی اولوالعزمی، آپ کی خدا ترسی، اور آپ کی دین کے لئے خدمت اور آپ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آنا، اور آپ کا مصلے پر ساری ساری رات رونا، میں اس کا ذکر آپ کے سامنے کروں اور اس سے مشام جان کو معطر کروں۔

میرے بھائیو! حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل پر چار عنوانات سے گفتگو ہو سکتی ہے، سب سے پہلا عنوان یہ ہوگا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی آپ کی پیدائش، آپ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آنا اور آپ کا پیغمبر کی خدمت کرنا، نبی سے عشق و محبت ہونا اور اس کے علاوہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے عنوان پر یہ بات بھی انتہائی قابل ذکر ہے۔

آپ کی بہنیں کتنی ہیں؟ ان کی اولاد کتنی ہے؟ ان کے شوہر کون سے تھے؟ اور پیغمبر ﷺ نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا تھا؟ تو گویا رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں اور پھر ان کی اولاد، اس کا ذکر بھی انشاء اللہ اسی عنوان پر ہوگا، اور اس کے علاوہ میں انشاء اللہ یہ بھی عرض کروں گا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے گھر کتنا وقت گزارا؟ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کتنا وقت گزارا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب نکاح ہوا تو وہ کونسا موقع تھا؟ نکاح کس جگہ پر ہوا تھا کس ہوٹل میں ہوا یا کس مسجد میں ہوا تھا؟

وہ نکاح جب ہوا تو اس کیلئے پیغام دینے والا کون تھا؟ خرچہ دینے والا کون تھا؟ اور بارات کہاں سے آئی تھی؟ دولہا کو لے کر کون گیا تھا سواری کس کے ساتھ گئی تھی جہیز کس نے بنایا تھا؟ تیاری کس نے کی تھی؟ اور لے جانے والا کون تھا؟ مکان دینے والا کون تھا؟ رہائش کرانے والا کون تھا؟ اور یہ ساری باتیں بیان کرنے کے بعد میں ان شاء اللہ یہ بھی عرض کروں گا کہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے باغ فدک کا جو سوال کیا اس کی کیا حقیقت ہے، پیغمبر ﷺ کی وراثت کے بارے میں جو رسول اللہ ﷺ کے خاندان کے سلسلے میں ردائض کے جو اعتراضات ہیں، ان کا کیا جواب ہے؟ کیا حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کچہریوں میں پھرتی رہی تھیں، عدالتوں میں جاتی رہی تھیں، اس کا بھی ذکر کروں گا اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر کیا جذبات تھے وہ کیسے روتی تھیں؟ وہ کیسے اشک بار ہوئی تھیں؟ ان کا دکھ کیا تھا؟ ان کی پریشانی کیا تھی؟ اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں، تیمارداری کرنے والا کون تھا؟ دوائی دینے والا کون تھا؟ کفن پہنانے والا کون تھا؟ اور آخر میں جنازہ پڑھانے والا کون تھا؟

پیغمبر ﷺ کی بنات طیبات:

میرے بھائیو! حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں، اور آپ ﷺ کی والدہ کا نام خدیجہ بنت خویلد تھا، اور حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پہلے ان کی تین اور بہنیں ہیں، اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کل چار بیٹیاں تھیں اور ان چار بیٹیوں کا ذکر اللہ تعالیٰ کے قرآن میں ہے اور صرف قرآن میں نہیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں ہے، تاریخ کی کتابوں میں ہے، اور اس سے بڑھ کر کہتا ہوں کہ روافض کی کتابوں میں موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں ہیں، لیکن میں ان کی کتابوں کو بطور دلیل کے پیش نہیں کرنا چاہتا۔ میں کافر کی بات کو اسلام کے لئے دلیل نہیں بناتا، سب سے بڑی دلیل اللہ تعالیٰ کا قرآن ہے، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ

یا ایہا النبی اے میرے پیغمبر
قل لا زواجک اپنی بیویوں سے کہو
وبنائک اور اپنی بیٹیوں سے کہو

اگر بیٹی ایک ہوتی تو قرآن ”بنات“ کا لفظ نہ بولتا ”بنت“ کا لفظ بولتا اور یہ کہتا کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے کہو اور اپنی بیٹی سے کہو اگر ازواج کا لفظ آنے کے بعد بیوی ایک سے زیادہ شمار ہوتی ہیں تو ”بنات“ کا لفظ آنے کے بعد بیٹی ایک سے زیادہ کیوں شمار نہیں ہوتیں.....

میرے بھائیو!

یہ پردے کی آیتیں ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پردے کا حکم دیا ہے، عورتوں کو اور اس بات پر غور کریں کہ

یا ایہا النبی قل لا زواجک وبنائک۔

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تو کہہ دے اپنی بیویوں سے، اور اپنی بیٹیوں سے کہہ دے، کئی آدمی کہہ سکتے تھے کہ بنات اللہ تعالیٰ نے عام ایمان دار عورتوں کو کہا گیا کہ اپنی بیٹیوں سے کہہ دو، پوری امت کی عورتیں وہ بھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کے آخر میں کہا!

ونساء المومنین۔

اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو!

یعنی مومنوں کی عورتوں کا ذکر علیحدہ کیا اور پیغمبر ﷺ کی بیٹیوں کا ذکر علیحدہ کیا، تاکہ دنیا کو پتہ چلے کہ عام عورتیں مومنوں کی عورتیں ہیں اور پیغمبر ﷺ کی بیٹیاں نبی ﷺ کی علیحدہ بیٹیاں ہیں تو پیغمبر ﷺ کو جو اللہ نے خطاب کیا کہ اپنی بیویوں سے کہو اور اپنی بیٹیوں سے کہو اور پوری امت کی عورتوں سے کہو کیا!

یدنین علیہن من جلا بیہن۔

جب اپنے گھروں سے باہر نکلا کریں، پردہ کر لیا کریں، چادروں کو نیچے کر لیا کریں، چادروں کو اپنے چہرے پر ڈال لیا کریں۔

یعنی پردے کی آیت میں بتایا کہ نبی ﷺ کی بیٹی ایک نہیں، نبی ﷺ کی بیٹیاں ایک سے زیادہ ہے، اور پیغمبر ﷺ کی بیٹی ایک ہوتی تو بنت کا لفظ ہوتا۔ ”بنات“ کا لفظ جمع کا لفظ ہے اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے تو قرآن کی آیت نے کہا کہ بیٹی ایک نہیں۔

اب نبی ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ اے پیغمبر ﷺ تو بتا بیٹیاں کتنی ہیں، تو پیغمبر نے فرمایا میری چار بیٹیاں ہیں، جن میں پہلی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا، دوسری بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا اور تیسری بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور چوتھی بیٹی فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا رشتہ میں نے حضرت قاسم ابو العاص رضی اللہ عنہ ابن ربیع اموی سے کیا۔

اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئی تو پھر اس کی بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا اور اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا، جس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیٹی اس طرح حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیٹی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی نبی ﷺ کا جگر ہے، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی نبی ﷺ کا جگر ہے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی نبی ﷺ کا جگر ہے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی نبی ﷺ کا

جگر ہے، جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو برا کہے وہ بھی جہنمی جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو برا کہے وہ بھی جہنمی ہے۔

فضیلت و خیریت میں فرق:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو افضل النساء یعنی دنیا کی عورتوں میں افضلیت۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا..... ”خیر النساء“

ایک ہے لفظ ”خیر“ ایک ہے لفظ ”افضلیت“ کا ان دونوں کے معنی میں فرق ہے، افضل لازمی ہے اور ”خیر“ متعذی ہے، اس پر غور کریں، افضل کا معنی افضلیت ہے، ذاتی ہے، یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا پوری دنیا کی عورتوں میں ذاتی طور پر فضیلت رکھتی ہے۔

اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو کہا ”خیر النساء“ خیر کا معنی بھلائی بہتر ہونا اور دوسرے کے مقابلے میں ہوتا ہے، اور بہتر ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی بہتری صرف اپنے تک محدود نہ رہے آگے پہنچے۔

پیدائش سیدۃ النساء:

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا وہ خاتون ہیں کہ جس کی پیدائش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ایک سال پہلے ہوئی بعض علماء نے کہا کہ پانچ سال پہلے ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت نہیں فرمایا تھا کہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہوئی ہے۔ (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۱۔ تحت ذکر سیدہ فاطمہؑ۔ الاصابہ ج ۳ ص ۶۵) اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش کے تھوڑے عرصے کے بعد کچھ تعلیم اپنی ماں کے پاس حاصل کی۔ تقریباً چھ سال کے عرصے بعد حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں اور دنیا سے رخصت ہو گئیں، مجھے بتاؤ ماں جس بچی کی فوت ہو جائے، اس کا دنیا میں رہ کیا جاتا ہے؟ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے پہلا دکھ یہ اٹھایا کہ اپنی ماں کو دنیا سے رخصت

ہوتے دیکھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آزمائشوں کی وادی میں:

اور دوسرا دکھ یہ اٹھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت فرما چکے تھے اور آپ کو شعب بنو ہاشم میں گرفتار کر کے نظر بند کر دیا گیا، باپ نظر بند ہو گیا، اماں دنیا سے چلی گئی، حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا زار و قطار روتی رہتی تھیں، اپنی بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ مل کر روزانہ قبرستان میں جا کر اماں کی قبر پر رو کر کہتی، اماں تو دنیا سے چلی گئی، میرا باپ گرفتار ہو گیا، جس بچی کی ماں دنیا سے چلی جائے اس کے لئے دنیا میں اندھیرا ہوتا ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دنیا میں دکھ اٹھائے، پریشانیاں اٹھائیں، لیکن اپنے باپ کی محبت کو نہیں چھوڑا، سات آٹھ سال کی عمر میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کیا منظر دیکھا کہ باپ گرفتار ہے اور ماں کچھ عرصے کے بعد فوت ہو گئی ہے۔

میرے بھائیو!

یہ ابتداء کا دکھ تھا، یہ ابتداء کی پریشانی تھی، یہ ابتداء کی مشکلات تھیں، یہ بچپن کا تھا۔ جو حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اٹھانا پڑا ہے اور پھر یہ بھی لوگوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے ہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہیں، دشمنوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر میں او جھڑی لا کر ڈال دی ہے، گندگی ڈال دی ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ابھی بچی ہے، بھاگی ہوئی گھر سے آئی اور رو کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سر ہانے کھڑے ہو کر او جھڑی کو ہٹا دیا اور ہٹا کر کہا ظالمو! تمہیں شرم نہیں آتی میرے باپ نے تو کبھی تمہیں تکلیف نہیں دی، میرے والد نے تو کبھی تمہیں برا نہیں کہا، تم میرے والد کو دکھ دیتے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گلیوں میں جاتے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بازاروں میں نکلتے لوگ آوازیں کتے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دیکھ کر رو پڑتی۔

جب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں، کچھ عرصے کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تنہائی میں رہتی رہتی اور کبھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آ کر بیٹھ جاتی اور آ کر کہتی

ابا جان کیا بات ہے لوگ آپ پر آوازیں کیوں کتے ہیں، لوگ آپ کے راستے میں کانٹے کیوں بچھاتے ہیں؟ آپ نے تو کسی کو برا نہیں کہا، آپ ﷺ کا تو چہرہ چمکتا ہے، آپ ﷺ کا اخلاق تو سب سے اعلیٰ ہے، ابا جان بتاؤ تو سہی کیا وجہ ہے رسول ﷺ فرماتے کہ بیٹی گھبرانے کی ضرورت نہیں، تیرا پروردگار تیرے باپ کو کبھی خراب نہیں کرے گا، تیرا پروردگار کبھی تیرے باپ کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔

رسول اللہ ﷺ پر آزمائش:

مسلمانو! حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے بچپن سے دکھ اٹھائے، بڑی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ہو گئی، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہو گئی، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تیرہ سال مکہ میں نبی کے گھر میں تھیں، جب حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں، مجھے بتاؤ کئی سال گزر گئے، ان سالوں میں گھر میں تربیت کرنے والا کون تھا؟ رہنے والا کون تھا؟ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو عمر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے چند سال چھوٹی تھیں، لیکن ماں تھیں، پیغمبر ﷺ کے گھر میں نو سال کی عمر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آئیں اور مدینہ منورہ پہنچ کر آئیں جب مکہ سے ہجرت کر کے پیغمبر ﷺ اور سارے صحابہ رضی اللہ عنہم چلے گئے، چھ مہینے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور پورے خاندان نبوت کو مکہ سے مدینہ بلا لیا۔ مکہ سے مدینہ کیسے چلے یہ بھی ایک دکھ کی داستان ہے، یہ بھی ایک الم ناک داستان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ دونوں بیٹیاں دو سواریوں کے اوپر سوار ہوتی ہیں، اور لانے والا کون ہے، ابورافع جو غلام تھا، لانے والا کون تھا؟ حارثہ بن نعمان تھا، وہ لانے والا تھا، پیغمبر ﷺ نے پیسے دے کر بھیجا تھا وہ پیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے قرض لئے تھے، اس قرض لینے کا ذکر بھی روافض کی کتابوں میں ہے، سنیوں کی کتابوں میں بھی ہے کہ پیغمبر ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو اور پورے خاندان کو مکے سے لانے کیلئے جو سواریاں خریدیں، ان

سوار یوں کا چیسہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ادا کیا تھا۔

ایک تو یہ ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر آئیں، وہ تو بعد میں آئیں پہلے مکہ سے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آئیں، اس وقت بھی خرچہ کرنے والا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں صاحبزادیاں ایک سواری پہ تھیں، علماء نے لکھا ہے کہ وہ سواری اونٹنی تھی، اس کے کجاوے پر پیغمبر کی دونوں بیٹیاں بیٹھی تھیں، اور ایک بدمعاش جس کی اسلام دشمنی آگ کی طرح گرم تھی، اس کا نام حویرث تھا، تاریخ کی کتابوں میں اس کا نام آیا ہے کہ وہ اتنا بڑا دشمن تھا کہ آگے اونٹنی کے کھڑا ہو گیا اور اونٹنی کو ہلایا، اور اونٹنی کو بھگا دیا، اونٹنی بھاگ اٹھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں چھوٹی چھوٹی بیٹیاں کجاوے سے زمین پر گر پڑیں، لیکن ان بدمعاش کو ترس نہیں آیا، یہ حویرث جو اتنا بڑا بدمعاش ہے کہ جنگ بدر میں رسول اللہ نے کچھ دشمنان رسول کے لیے بددعا کی ان میں یہ حویرث بھی شامل تھا اور جنگ بدر میں بڑی بڑی شخصیات ذبح ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں سے دشمنی، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی ہیں، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سب سے پہلے ابو جہل کے دو بیٹوں عتبہ اور عتبہ سے ہوا تھا، یہ الگ بات ہے کہ اسلام سے پہلے کافر کے ساتھ نکاح جائز تھا، جب اسلام آیا تو ابو جہل نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو طلاق دے دو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیٹیوں کے لڑکھانے پڑے، سات سال کا عرصہ گزرنے کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی والدہ کی وفات کا دکھ اٹھانا پڑا، مکی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، آپ کے پاؤں زخمی ہوئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے مصائب پر روتی تھیں، خیال یہ تھا کہ مدینہ منورہ میں مصائب کم ہو جائیں گے، جنین میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئی تھیں اور وہاں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سراقہ سے آپ کی پیشانی مبارک پہ زخم دیکھے، جب آپ بے ہوش ہوئے اور بھاگی ہوئی کے بڑھی اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے آپ کا سر اور چہرہ دھونا شروع کیا اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے والد کا چہرہ بھی دھوتی ہے اور زار و

قطار رو کر کہتی ہیں، اے میرے رب میرے باپ نے تیرے پیغام کے سوا کسی کا پیغام نہیں دیا۔

بنات رسول ﷺ کا نکاح بحکم خداوندی!

میرے بھائیو!

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال تھی اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ تیرہ سال تھی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اکیس سال تھی جب آپ کا نکاح ہوا، نکاح کیسے ہوا، حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کسی بیٹی کا نکاح جبرائیل کی وحی کے بغیر نہیں کیا، میں نے کسی بیوی سے رشتہ جبرائیل کی وحی کے بغیر نہیں کیا، بیٹیوں کے نکاح اللہ تعالیٰ کی وحی سے ہوئے اور خود میرے اپنے نکاح اللہ کی وحی سے ہوئے۔

میرے بھائیو! جنگ بدر پہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی خدمت پر تھے، جب حضور ﷺ جنگ بدر سے واپس آئے، جنگ بدر کا واقعہ رمضان میں پیش آیا، رمضان المبارک ۲ ہجری کو جنگ بدر کا واقعہ پیش آیا، اور جب حضور ﷺ مدینہ میں واپس پہنچے تو واپس پہنچتے ہی آپ کو خبر ملی کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئی ہیں، اور قبرستان میں ان کو دفن کیا جا رہا ہے، حضور ﷺ سیدھے قبرستان چلے گئے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر مٹی ڈال رہے تھے، اور پیغمبر ﷺ نے رو کر ہاتھ اٹھائے کہا یا اللہ! رقیہ رضی اللہ عنہا سے میں بھی راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا، تین مہینوں کے بعد حضور ﷺ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا رشتہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور علماء کہتے ہیں کہ محرام الحرام میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہو چکا تھا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی باری آئی، سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خاندان نبوت میں اپنا رشتہ کرنے کیلئے پیغام بھیجا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح ہو سکے تو مجھے بڑی خوشی ہوگی، عربوں کے اندر کسی کو نکاح کا پیغام دینا کوئی

عیب نہیں تھا، آج کل تو یہ عیب ہے، آج کل تو بغیر نکاح کے کوئی بھگا کر لے جائے تو کوئی عیب نہیں اور نکاح کا پیغام دے تو یہ عیب ہے۔ اگر بغیر نکاح کے کوئی آدمی رکھے تو کوئی عیب نہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے:

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کا مکان، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی کیلئے خالی ہو گیا، اور وہ مکان کہاں تھا؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے قریب تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے لوگو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بٹھانا چاہتا ہوں کہ میں جس وقت نماز کے لئے جاؤں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے ہو کر جاؤں، میں واپس آؤں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے ہو کر آؤں، میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت پیار کرتا ہوں۔ میں خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کو فراموش نہیں کر سکتا، مسلمانو! حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نماز عصر کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رخصت کر دی گئیں، ساتھ جانے والی حضرت ام یمن رضی اللہ عنہا ہیں اور ابورافع رضی اللہ عنہ غلام گھر میں پہنچ گئے، پیغمبر کے پہلو میں وہ گھر تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب میں گھر تھا، گھر چلے گئے، تھوڑی دیر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے اور جا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا، اے علی رضی اللہ عنہ میں نے اپنے جگر کا ٹکڑا تیری جھولی میں رکھا ہے، اے علی رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خیال رکھنا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا فاطمہ رضی اللہ عنہا میں نے تیرا نکاح اپنے خاندان کے اس شخص سے کیا کہ جس کا علم پہاڑوں سے بھی اونچا ہے، جس کا علم بلند یوں سے بھی بلند ہے۔

سیدۃ النساء کی سخاوت:

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر آئیں، سخاوت کا کیا عالم تھا، کیسی سخاوت تھی، ایک آدمی نے آ کر مسئلہ پوچھا کہ چالیس اونٹوں پر کتنی زکوٰۃ ہے، فرماتی ہیں کہ چالیس اونٹ ہوں تو میں سارے خیرات کر دوں، کھانے کو کچھ نہیں ہوتا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اتنی بے بسی تھی، اتنی بے چارگی تھی اور اتنی

خراب معاشی حالت تھی کہ ہمارے پاس ایک ایسا وقت آیا کہ کئی دن گزر جاتے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا، کھانے کو کچھ نہیں ملتا تھا۔ اور بستر گھر میں نہیں تھا ایک چمڑا تھا چمڑے کا ایک مصلیٰ تھا، اس مصلے پر رات کو ہم سوتے تھے اور صبح کو اسی مصلے پر اپنے جانور کو چارہ ڈالتے تھے، غربت کا یہ عالم تھا، پریشانی کا یہ عالم تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چکی پیستی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرآن پڑھتی ہے۔

نواسوں کیلئے جنت کے کپڑے:

عید کے دن حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا امی جان ہمارے پاس تو کپڑے کوئی نہیں اور سارے شہر میں لوگوں نے اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں میں آنسو نکل آئے، دنیا کا سب سے بڑا سردار پیغمبر اور باپ ہے لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بچوں کو کپڑے دینے کیلئے عید کے دن بھی کوئی پیسہ نہیں اور فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بچوں نے کہا اماں کپڑا کوئی نہیں، میلے کپڑے ہیں، کوئی اچھا کپڑا ہوتا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مصلے پر سجدہ ریز ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے درخواست کی کہ اے اللہ تیرے سوا خاندان نبوت کے گھر میں آج کوئی مدد کرنے والا نہیں، چند لمحے گزرے، ایک آدمی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اماں نے دروازہ کھولا، اس نے کہا یہ کچھ کپڑے لایا ہوں جب وہ کپڑے کی پوٹلی کھولی تو اس کے اندر سے بڑے خوبصورت کپڑے تھے، فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا یہ کپڑے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں، ابا جان میں نے یہ دعا مانگی تھی اور یہ کپڑے آئے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹی تجھے مبارک ہو یہ تو جنت کا لباس ہے۔

سیدہ سے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی محبت تھی کتنا پیار تھا، مسجد کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جاتے ہیں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے ہیں، ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سو رہی ہیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ جاگ رہے ہیں

اور رورہے ہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے قریب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور پیار کیا اور محسوس یہ کیا کہ یہ بھوک سے روتا ہے، بکری صحن میں کھڑی تھی، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دودھ دوہنے لگے، دودھ برتن میں ڈالا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سوئی ہوئی ہے، پیغمبر نے دودھ برتن میں نکال کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پلایا اور دودھ پلا کر لٹا دیا، اس کی تپکی دیتے رہے اور دنیا کو بتا دیا کہ لوگو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مجھے بڑی محبت ہے اور جو اس کے بچے ہیں ان سے بھی بڑی محبت ہے۔

حسینؑ روتا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھتا ہے:

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ گھر میں رورہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے گزرے اندر سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز آئی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی داخل ہو گئے اور فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا حسین رضی اللہ عنہ کو کیوں رلاتی ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کو کچھ نہیں تھا، حسین رضی اللہ عنہ روتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کو کچھ سامان دیا اور فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا حسین رضی اللہ عنہ کو نہ رلایا کر، جب حسین رضی اللہ عنہ روتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھتا ہے۔

خلفاء ثلاثہ کی محبت اولاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نو اسوں سے صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت نہیں تھی، صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی محبت تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہیں، مدینہ کی گلیوں سے گزر رہے ہیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جلدی آگے بڑھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو لے لیا، ہاتھوں میں لیا اور ہاتھوں میں لیکر فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ بچہ کس کا ہے، شیر خدا نے فرمایا یہ میرا بچہ ہے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تیرا بچہ نہیں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ میرا بیٹا ہے فرمایا یہ تیرا بیٹا نہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا بیٹا ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تیرا بیٹا نہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جوش میں کہا خدا کی قسم میرا بیٹا ہے تو صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا درکھو! شبیمہ بالنبی لیس شبیمہ لعلی (حضرت امام حسینؑ

ص ۷۔ بخاری ص ۵۳۰۔ مشکوٰۃ ص ۵۷۲)

”بیٹا علی رضی اللہ عنہ کا ہے چہرہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے بے مثال ہیں، روافض کا تعلق نہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ہے، نہ شیر خدا سے ہے نہ نواسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

قبل از رحلت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ سے گفتگو!

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے بھی غربت کا عالم تھا، وفات کے بعد بھی غربت کا عالم تھا۔

کتابوں میں موجود ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت آیا حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے بیٹھی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے تھوڑی دیر گزری میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کان میں کچھ فرما رہے ہیں، تو فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگی، تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا فاطمہ رضی اللہ عنہا مسکرانے لگی، فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں والد کا راز فاش نہیں کروں گی، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے چلے گئے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا کہ میرے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا کا احترام ضرور کرنا، حضرت امی عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات ضرور ماننا، میں تجھے اپنے ماں ہونے کا واسطہ دے کر کہتی ہوں، بتا تیرے والد صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے کان میں کیا کہا، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میرے والد نے میرے کان میں کہا تھا کہ جس بیماری میں مبتلا ہوں اس بیماری میں دنیا سے چلا جاؤں گا، ہر سال جبرائیل ایک بار میرے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتا ہے، لیکن اس سال دو مرتبہ دور کیا ہے، اس لئے میرے دل میں یقین ہو چکا ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے جانے والا ہوں، جب یہ بات سنی تو میری آنکھوں میں آنسو نکل آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا کیوں روتی ہے، میرے خاندان میں سب سے پہلے جو میرے پاس پہنچے گا وہ تو ہوگی تو میں مسکرائی۔ (بنات اربعہ ص ۲۸۵ تا ۲۸۷۔ زرقانی ج ۸ ص ۲۶۲۔ بخاری

ذکروفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ فتح الباری ج ۸ ص ۱۰۳)

ماں بیٹی کا مکالمہ:

میرے بھائیو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مکالمہ ہوا جس کا ذکر مولانا رومی رحمہ اللہ نے بھی کیا، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کا ٹکڑا ہوں، میرا مرتبہ زیادہ ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا میں ماں ہوں تو بیٹی ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کا ٹکڑا ہوں، تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جگر کا ٹکڑا ہے، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا میں اور باتیں نہیں جانتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر عورت قیامت کے دن اپنے خاوند کے ساتھ جنت میں جائے گی، جب قیامت کا دن ہوگا، تیری انگلی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوگی، میری انگلی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوگی۔

سیدہ کی فیاضی:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ساری کتابوں میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت فیاض تھی، بہت سخی تھیں، جو سامان آتا، فوراً تقسیم کر دیتی، اپنے لئے کچھ بھی نہ بچتا، نہ زیور بچتا، نہ کوئی سامان بچتا، جو سامان کسی کے گھر سے آیا، تقسیم ہو گیا۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کئی دنوں سے بھوکی ہیں، گھر میں کھانے کیلئے کچھ نہیں کھانے کا وقت آیا تو کسی کے گھر سے کھانے کا کچھ سامان آیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا لقمہ توڑنے لگیں تو دروازہ کھٹکا ایک سائل آیا، تو حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے سارا سامان اس سائل کو دیدیا خود بھوکی ہیں، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان ہے۔ (سیرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ص ۱۲۹)

سیدہ کی بیماری:

میرے بھائیو!

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا جب بیمار ہوئیں، تو تیمارداری کرنے کون آیا؟

فاطمہ رضی اللہ عنہا کب سے بیمار ہوئیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے بیمار ہوئیں، علماء نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے ماتھے پر ایک پٹی باندھی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے دن تک بندھی ہوئی تھی۔

سیدہ کی عبادت و ریاضت:

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ایک ایسا پھول تھا جو مہکتا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سخت بیماری میں، میں بستر کے قریب بیٹھتا اور دباتا، اور ان کے ماتھے پہ سخت بخار کی وجہ سے گیلا کپڑا لگاتا، مجھے نیند آ جاتی، جب آدھی رات گزرتی، اچانک میری آنکھ کھلتی تو میں کیا دیکھتا فاطمہ رضی اللہ عنہا مصلے پر رو رہی ہیں، میں خدمت کرنے اٹھتا، لیکن حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا روتی رہتی، روتے ہوئے وقت گزار دیتیں۔

(سیرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ص ۱۱۱، ۱۱۲)

سیدہ کی نصیحت:

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے بیماری کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی ان کے پاس تھیں، اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سرہانے بیٹھی تھی، حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ میں جب فوت ہو جاؤں، تو میرا جنازہ رات کے وقت اٹھانا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا تیرا جنازہ دن کو اٹھائیں گے، تو دیہاتوں کے لوگ بھی تیرے جنازے میں آ کر شریک ہو جائیں گے، تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں وہ عورت ہوں کہ جس کے چہرے کو یا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ہے یا مرتضیٰ نے دیکھا ہے، میں چاہتی ہوں، میں مر جاؤں، میرے کفن پہ بھی غیر کی نظر نہ پڑے۔ (سیرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ص ۱۳۱)

آج حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہ کا نام لے کر رافضی عورتیں بازاروں میں بے پردہ پھریں، نام حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا لیں تمہارا حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا

سے کیا تعلق؟

سیدہ کی تیمارداری کرنے والی عورت:

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا دنیا سے رخصت ہو گئیں لیکن رخصتی سے پہلے وفات سے پہلے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سرہانے جو عورت بیٹھی تھی، دوائی دیتی رہی، تیمارداری کرتی رہیں، اس عورت کا نام اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہے، وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کرتی رہیں، حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نماز مغرب کے بعد فوت ہوئی تھیں، ۲۹ سال کی عمر میں فوت ہوئی ہیں اور جس رات کو فوت ہوئی ہیں، اسی رات آدمی رات کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دفن کر دیا گیا اور ان کا جنازہ رات ہی کو پڑھایا گیا۔ (کتاب الامالی للشیخ محمد بن حسن طوسی ج ۱ ص ۱۰۷۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۸۷۸)

سیدہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پڑھایا:

میرے بھائیو! جنازہ تیار کرنے والا کون تھا؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب فوت ہو گئیں تو ان کو غسل دینے کا وقت آیا، رافضی یہ کہتے ہیں کہ ان کو غسل نہیں دیا گیا، اس لئے کہ وفات سے پہلے انہوں نے خود غسل کر لیا تھا، اور اپنی لونڈی ام یمن سے کہا تھا مجھے بعد میں غسل نہ دینا، لیکن علماء کہتے ہیں کہ غسل دینا شرعی عمل ہے، اس لئے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد غسل دیا گیا، خوشبو لگائی گئی، اور غسل دینے والی عورت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ تیار کیا۔ اور جنازہ تیار کر کے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رکھا گیا، تو مسجد نبوی میں سارے صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا وہ شیعہ کی کتاب ”کشف الغمہ“ میں اور مسلمانوں کی کتاب کنز العمال میں موجود ہے کہ حضرت

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے جانشین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ کیسے پڑھاؤں، میرے کانوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان گونجتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

جس قوم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں کسی اور کے لئے جائز نہیں کہ مصلے پر کھڑا ہو، چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جنازہ پڑھایا۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۰۸) بعض علماء نے لکھا کہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جنازہ حضرت عباس نے پڑھایا، بعض روایتوں میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔

لیکن ”کنز العمال“، ”طبقات ابن سعد“ اور اسی طرح ”رحماء بینہم“ اور چالیس کتابوں میں ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جنازہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پڑھایا کیوں؟ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ معمول تھا کہ سلطان وقت اور امیر وقت کے بغیر کوئی شخص مصلے پر نہیں آ سکتا تھا۔

جیسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ فوت ہوئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ موجود تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود تھے، لیکن جنازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت نوفل بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں، وہ فوت ہوئے ان کا جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہیں پڑھایا، ان کا نماز جنازہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پڑھایا، جو وقت کا امیر ہو اس کے علاوہ کوئی مصلے پر نہیں آ سکتا۔

باغ فدک کی کہانی:

روافض کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے، کہتے ہیں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے باغ فدک کا حصہ مانگا کہ مجھے حصہ دو، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا باغ ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حصہ نہیں دیا، فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہو گئیں مجھے یہ بتاؤ اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حصہ مانگا تھا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب کیا دیا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا یہ جتنا مال ہے، یہ فدک کا جو مال ہے یہ فئے کا مال ہے فئے اس کو کہتے ہیں کہ جو بیت المال

کا حصہ ہے، بیت المال کا حق ہے کہ جو مملکت سے آمدنی کے طور پر حاصل ہوتا ہے، اسی بیت المال کے حق سے وظیفہ دیئے جاتے ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور خاندان نبوت کو اسی مال سے پہلے سے وظیفہ ملتا تھا، یہ کہتے ہیں بی بی نے حق مانگا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حق نہیں دیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا جواب دیا؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں باغ فدک کا حصہ کیسے دوں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا انبیاء کا مال وراثت نہیں ہوتا اب جو مال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ پوری امت کا باپ ہوتا ہے، اس لئے اس مال میں پوری امت کا حق ہوتا ہے وہ بیت المال کا حصہ ہے وہ صدقہ ہے، اب سوال یہ ہے کہ اگر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا یہ حصہ بنتا تھا اور حصہ ضروری تھا تو یہ بتایا جائے کہ جو بیٹیاں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اور موجود تھیں ان کو وظیفہ کہاں سے ملتا ان کو وظیفہ کون دیتا؟

اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حصہ نہیں دیا، تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی اولاد زندہ تھی، وہ اپنی ماں کا حصہ وصول کر لیتی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حصہ لیتی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حصہ نہیں دیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حصہ نہیں دیا، تو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خود خلیفہ بنے تو خود وہ حصہ وصول کر کے اپنے بیٹوں کو دے دیتے۔

لیکن اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے وہی کام کیا جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ مال بیت المال کے حصے میں دے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال کو دے دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیت المال کو دے دیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی پر عمل کیا، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کیا قصور ہے؟

حق بنتا تھا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اپنا حق لے لیتی، اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ مان لیا، تو تم چودہ سو سال سے کیوں اعتراض کرتے ہو اور کہتے ہو کہ صدیق نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دھکا دیا تھا جس سے حمل ساقط ہو گیا، اتنا بڑا ظلم، اتنا بڑا بہتان ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسند پر صدیق بیٹھے دو سال تین مہینے دس دن تک بیٹھے رہے، یہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر

ﷺ کے پیچھے نمازیں پڑھیں یا نہیں اور فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جنازہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پڑھایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہیں پڑھا تھا؟

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نہیں پڑھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھا کہ نہیں پڑھا، اگر کوئی میری ماں کو دھکا دیتا تو ساری زندگی اس کی شکل نہ دیکھوں، اور دھکا فاطمہ کو دیا تھا، حسین رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھا تھا، دھکا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیا تھا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اسی صدیق کو مصلے پر کھڑا کیا تھا، پھر دو سال تین مہینے دس دن تک اسی صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی تھی؟

نہ تمہارا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تعلق ہے، نہ علی رضی اللہ عنہ سے تعلق ہے، نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے تعلق ہے، نہ حسن رضی اللہ عنہ سے تعلق ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دینے والی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کفن پہنانے والی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ پڑھانے والے صدیق رضی اللہ عنہ تم صدیق رضی اللہ عنہ کو گالی دو گے، تو بتاؤ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازے کا کیا بنے گا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نمازوں کا کیا بنے گا؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اقتداء کا کیا بنے گا؟ تمہارا تعلق نہ صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہے۔



﴿اقتباسات﴾

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کا ذمہ دار کون؟

میرے بھائیو! بڑی موٹی سی بات ہے اور یہ بات آپ کے ذہن میں رہنی چاہئے کہ مکہ اور مدینہ سنیوں کا مرکز ہے، اہل سنت کا مرکز ہے اور شام کس کا مرکز تھا؟ یزید کا، اور کوفہ اور کربلا کس کا مرکز تھا؟ (شیعہ کا) کوفہ کربلا سے دس میل کے فاصلے پر ہے۔

اب کیا دیکھنا ہے کہ اگر پیغمبر کا نواسہ مکے مدینے میں شہید ہوتا ذمہ دار سنی ہوتے۔ اگر شام میں شہید ہوتے ذمہ دار شام کی حکومت ہوتی۔ وہ شہید تو کوفہ کے علاقے میں ہوئے، وہ قتل تو کوفہ کے قریب ہوئے میں کیسے مانوں کہ کسی اور نے آ کر مارا۔ جبکہ بلایا بھی انہوں نے ہو، خط بھی انہوں نے لکھے ہوں، میوے پکنے کی دعوت بھی انہوں نے دی ہو۔

مکہ مدینہ سنیوں کا مرکز ہے اگر مکہ مدینہ میں کوئی اور آ کر مار جاتا تو ذمہ دار سنی ہوتے۔ نواسہ رسول مکہ مدینہ میں ہوتے باہر سے لوگ آ کر مار جاتے، نواسہ رسول شہید ہو جاتے، ان کی مزاحمت نہ ہوتی۔ مقابلہ نہ ہوتا، آنے والوں کو کوئی کچھ نہ کہتا، قتل کرنے والا قتل کر کے چلا گیا ہوتا اور مدینہ کے لوگ تماشہ دیکھتے رہتے یا مکہ کے لوگ تماشہ دیکھتے

رہتے۔ تو پھر چودہ سو سال سے ہر ذی ہوش آدمی، ذی عقل آدمی کہتا کہ دیکھو یارو پیغمبر کا نواسہ شہید ہو گیا، صحابہ دیکھتے رہے، پیغمبر کا نواسہ شہید ہو گیا۔ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ماننے والے دیکھتے رہے، مکہ و مدینہ کے سنی دیکھتے رہے۔ اگر نواسہ رسول مکے میں شہید ہو تو تب بھی ذمہ دار صحابہ تھے، مدینہ میں شہید ہوتے تب بھی ذمہ دار صحابہ تھے۔ صحابہ اہل سنت تھے تو اہل سنت کی ذمہ داری ہوتی کہ تمہارے قریب کوئی بکری تو نہیں مری۔ کوئی عام آدمی تو نہیں مرا، پیغمبر کا نواسہ شہید ہوا۔ وہ نواسہ جس کے بارہ میں پیغمبر نے فرمایا، اے فاطمہ حسین روتا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھتا ہے۔

وہ نواسہ کہ پیغمبر سجدے میں جاتے تو نواسہ کندھے پر آ کر بیٹھ جاتا اور پیغمبر نواسے کیلئے نماز لیٹ کر دیا کرتے تھے۔

وہ نواسہ کہ نبی منبر پر بیٹھے ہیں، نواسہ رسول چل کر آیا کرنے لگا تو پیغمبر منبر سے اتر کر اسے کھڑا کر رہے ہیں۔

وہ نواسہ جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... ریحانای الدنیا والآخرۃ الحسن والحسین (ترمذی)..... محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا اور آخرت کا پھول حسن اور حسینؑ ہے۔

وہ نواسہ کہ جس کے بارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... الحسن والحسین سبط من الاسباط..... حسن اور حسین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ایک اولاد ہے۔ (رواہ ترمذی) میرے بھائیو!..... نواسہ رسول مکے میں شہید ہو، تو میں ذمہ دار سمجھتا ہوں!

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو

جو مکہ میں موجود تھے، میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھتا ان کے دروازے پر جاتا، ان کا دروازہ کھٹکھٹاتا، ان کے سامنے بیٹھ جاتا، ان کے سامنے گفتگو کرتا، میں

سوال کر سکتا، ساری امت چل کر ان کے دروازے پر جاتی کہ بتاؤ اے پیغمبر کے صحابیو،
نواسہ رسول تمہاری موجودگی میں شہید ہوا، کسی اور نے آ کر مارا تم خاموش کیوں رہے، تم
چپ کیوں رہے۔

میرے بھائیو!

اگر نواسہ رسول مکے میں شہید ہوتا تو میں یہ سوال کر سکتا تھا۔ مدینہ میں شہید
ہوتا تو میں یہ سوال کر سکتا تھا اور اگر شام کے ملک میں نواسہ رسول شہید ہوتا تو میں شام
کے حکمرانوں سے پوچھتا، حکومت سے سوال کرتا۔

میرے بھائیو!

میں تو دیکھتا یہ ہوں کہ خط بارہ سو لکھنے والا گروہ، بارہ سو خطوط کے ذریعہ نواسہ
رسول کو بلانے والا گروہ، ۱۵۰ آدمی بھیج کر منگوانے والا گروہ موجود ہے۔ اس کی
موجودگی میں پیغمبر کے نواسہ کو ذبح کیا جا رہا ہے، نواسے کی گردن کاٹی جا رہی ہے، بچوں
کو شہید کیا جا رہا ہے، دشت کر بلا میں خاندان نبوت کو پیا سار کھا جا رہا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اب میں کس کے دروازے پر جاؤں، مکے میں شہید ہوتے تو
میں مکے کے لوگوں سے پوچھتا، شام میں شہید ہوتے تو میں شام کے لوگوں سے پوچھتا،
شہید تو ان لوگوں کے سامنے ہوئے کہ جنہوں نے بلایا تھا، جنہوں نے میوؤں کے بارہ
میں کہا تھا جنہوں نے خطوط لکھے تھے جو پے در پے خطوط لکھنے والے تھے، محبت کا اظہار
کرنے والے تھے، اپنے آپ کو حب دار علی کہنے والے تھے۔

بتاؤ..... دو ٹوک بات ہے کہ مرکز کوفہ شیعہ کا ہے تو پھر ذمہ دار یہ ہیں، سنیوں کا
ہے تو ذمہ دار سنی ہے، بتاؤ مکہ مدینہ میرا شہر تھا، اگر وہاں شہید ہوتے ذمہ دار میں ہوتا،
شام کا ملک حکومت شامیوں کی تھی وہ ذمہ دار ہوتے۔

وہ تو شہید کوفہ میں ہوئے، وہ تو شہید کر بلا میں ہوئے تو میں کیوں نہ کہوں کہ
آج جو نبی کے نواسہ کا نام لیکر چیختا ہے، چلاتا ہے اصل میں وہ یہ سزا پوری کر رہا ہے کہ
نواسہ رسول کو انہی لوگوں نے قتل کیا آج انہی کو روٹنا چاہتے ہیں، یہ چودہ سو سال سے اللہ

تعالیٰ کی طرف سے ان کو عذاب مل رہا ہے، سزا ملتی جا رہی ہے کہ خود قتل کرتے ہو اور خود روتے ہو، خود بلاتے ہو اور اب خود چیختے ہو، بتائیے!

آپ پوچھیں گے کہ ہمیں کس نے بتایا؟ انہیں کو فیوں نے مارا، یہ کس نے بتایا کہ ان حب داروں نے مارا۔

آئیے! ہم غور کرتے ہیں کہ گواہ کس کو بنائیں، گواہ بنانے کیلئے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ لوگ جو کربلا میں زخمی ہوئے ہم ان سے پوچھیں، جو کربلا میں بیمار ہوئے ہم ان سے پوچھیں کہ جو پیا سے رہ گئے تھے ہم ان سے پوچھیں، جو عورتیں ساتھ گئی تھیں ہم ان سے پوچھیں، جو بچے ساتھ تھے ہم ان سے پوچھیں۔

سوال یہ ہے کہ اس سے بڑا گواہ اور **Witnus** دنیا میں کوئی نہیں کہ ایک آدمی زخموں سے ٹرپ رہا ہے اس کا بیان تو سنو، وہ کیا کہتا ہے اور آج بھی تاریخ کی کتابوں میں، تاریخ کی مٹلوں میں موجود ہے بیان ہم نے سنا ہے۔

آج کے جمعہ میں میں نے ان زخمیوں کا بیان پڑھ کر سنا ہے، فیصلہ تم نے کرنا ہے کہ حسین کا قاتل کون ہے، حسین کو پیٹنے والا قاتل ہے یا کوئی اور قاتل ہے؟
۲۸ شعبان المعظم سن ۶۰ ہجری، ہجرت سے ساٹھ سال بعد، یزید تخت حکومت پر بیٹھا۔ یزید کی خواہش ہے کہ پوری دنیا میں میری حکومت ہو، اور سارے لوگ میری بیعت کریں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں خلافت کا جھگڑا ختم کرنے کیلئے اپنے بیٹے یزید کو نامزد کیا یہ اعتراض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہوتا ہے۔

لیکن ایک بات یاد رکھیں کہ یزید کی اصل بدنامی، اصل یزید پر الزام نواسہ رسول کی شہادت کا ہے اور قتل کا ہے اور جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو نامزد کیا تھا۔ اس وقت تک کربلا کا واقعہ پیش نہیں آیا اور پہلے کئی جنگوں میں یزید شرکت کر چکا تھا۔

تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مستقل خلافت کے جھگڑے کو مٹانے کیلئے یزید کو

نامزد کیا، انہوں نے نیک نیتی سے بیٹے کو نامزد کیا۔ بعد میں اگر بیٹے نے غلطی کی، بیٹے سے کوتاہی ہوئی، جرم ہوا تو اس جرم میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شریک نہیں ہو سکتے۔

اس لئے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہے اور کوئی صحابی بدنیت نہیں ہوتا۔ یہ فیصلہ ہے اہل سنت کا اور مسلمانوں کا کہ کوئی صحابی بدنیت نہیں ہوتا۔

یزید کی اصل بدنامی کر بلا کے واقعہ سے ہے اور جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو نامزد کیا اس وقت کر بلا کا واقعہ پیش نہیں آیا ان کو کیا پتہ تھا کہ اس کے دور میں نواسہ رسول شہید ہوں گے، نامزد کیا اور اس نامزدگی پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا اور اختلاف کیا جیسا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا۔

لیکن مدینہ منورہ میں اور مکہ مکرمہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے جنہوں نے خاموشی کو پسند کیا کہ ہم خاموش ہیں لیکن نواسہ رسول نے کہا کہ میں یزید کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتا۔ یہ کہہ کر وہ مدینہ سے چلے، چونکہ وہاں یزید کا پیغام آیا تھا اس کے گورنر کے ذریعہ کہ میری بیعت کرو۔

۲۸ شعبان کی شام کو مدینہ چھوڑ کر مکہ چلے، وہاں صحابہ حج کریں گے، صحابہ سے ملاقات کی نیت سے، مکے آئے، یہاں پہنچے تو کوفہ سے خط آنا شروع ہو گئے کہ ہم حب داران علی ہیں، ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محبت ہیں، آؤ ہمارے پاس آؤ۔ ہم تمہارے ہاتھ پر بیعت کریں گے، ہم تمہیں خلیفہ بنائیں گے، ہم یزید کو ایک لمحے کیلئے خلیفہ ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں تم ہمارے پاس آؤ۔

ایک خط آیا

پچاس خط آئے

سو خط آئے

دو سو خطوط آئے

حتیٰ کہ بارہ سو خطوط آئے

خط لکھوانے والے کوفہ کے سردار کا کیا نام ہے..... اشعث بن قیس، ربیع

ہن عامر، یہ خط لکھنے والوں کے سردار ہیں جن کا اصرار ہے کہ نواسہ رسول ہمارے پاس آئیں ہم ان کی بیعت کریں۔

پہلے خطوط میں لکھا کہ آپ ہمارے پاس آئیں ہم تم سے محبت کرتے ہیں، ہم تمہاری بیعت کریں گے۔

دوسرے خطوط میں لکھا کہ پھل پک گئے ہیں، میوے لگے ہوئے ہیں، آئیے ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے چلے کوفہ پہنچے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ جانے والے خاندان نبوت کے افراد پر تیغ ستم چلائی، ان کو شہید کیا اور بلانے والوں نے تعاون نہ کیا۔

اب ہم کیسے مان لیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے کوئی اور ہیں؟
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مقام سخاوت:

میرے بھائیو!

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کیا طرز عمل تھا۔ کتابوں میں موجود ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر کوئی فقیر آتا۔ کبھی خالی نہ جاتا۔ ایک آدمی نے دروازہ کھٹکھٹایا، فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا میں سائل ہوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے دروازے پر آیا ہوں، کئی دنوں سے کچھ نہیں کھایا۔ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا..... میرے بیٹے بھی دو دن سے بھوکے ہیں، لیکن میں تجھے خالی نہیں لوٹاتی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جاؤ یہ میری چادر ہے یہ میری چادر لے کر مدینہ کی فلاں بستی میں چلے جاؤ، اس جگہ ایک آدمی شمعون رہتا ہے اسے کہو کہ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی چادر رہن کے طور پر رکھے اور اس کے بدلہ میں تجھے کچھ خیرات کر دے، جب میرے پاس پیسے آئیں گے تو پیسے دے کر چادر واپس لے لوں گی۔

جب اس یہودی کے پاس نبی کی بیٹی کی چادر گئی تو اس کی آنکھوں سے آنسو

نکل آئے۔ اس نے کہا کہ ساری دنیا کے سردار کی بیٹی ہے اور اپنی چادر رہن رکھ کر فقیر کو خالی نہیں لوٹاتی اور فقیر کے لئے دروازہ کھولتی ہے تو اس نے خیرات بھی دی ہے اور چادر بھی واپس کر دی ہے۔ (سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ص ۱۲۶)

میرے بھائیو!

یہ پیغمبر کی بیٹی کا اخلاق تھا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا اخلاق ہے اور شمعون یہودی نے اس بات کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ لیا۔

میرے بھائیو! سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چکی پیستی ہے۔ چکی پیستے پیستے ہاتھ پر درم آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غلام آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے لوگوں کو غلام دیئے۔ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی ایک نوکر دے دو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹی تجھے نوکر نہیں دوں گا۔ تجھے ایک وظیفہ بتاتا ہوں ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کر، تجھے غلام سے زیادہ اللہ تعالیٰ برکت نصیب کرے گا۔

میرے بھائیو! حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بڑے عالم تھے، بڑے شاعر تھے، بڑے خطیب تھے، بڑا مرتبہ تھا، بڑا مقام تھا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ قریبی تعلق تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ قریبی محبت تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قریبی تعلق تھا۔

اور یہی وجہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب یزید اقتدار پر آیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کے مقابلہ پر آئے اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر ۵۵ سال سے زائد تھی۔

میرے بھائیو!

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے مقابلہ میں تلوار اٹھائی، یزید کے مقابلہ پر فوج لے گئے، یزید کی بیعت کا انکار کر دیا، یہ انکار کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ سارے خلفاء جتنے گزرے ہیں، سب کی خلافتیں صحیح ہیں۔

پیغمبر کا نواسہ یزید کے مقابلہ میں تلوار اٹھاتا ہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں تلوار کیوں نہیں اٹھاتا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں تلوار کیوں نہیں اٹھاتا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کیوں نہیں کرتا، اس لئے کہ ابو بکر کی خلافت صحیح ہے، اس لئے نواسہ رسول تلوار نہیں اٹھاتا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافتیں صحیح ہیں۔ اس لئے خاندان نبوت نے ان کی بیعت کی۔ خاندان نبوت نے ان کی تابعداری کی، خاندان نبوت نے ان کی اتباع کی۔ خاندان نبوت ان کا پیروکار بنا۔ خاندان نبوت ان کا وزیر و مشیر بنا، پیغمبر کے خاندان نے خلفاء راشدین کی وزارت اور مشیری قبول کی، لیکن جب یزید اقتدار میں آیا تو نواسہ رسول نے کھلے عام کہا کہ میں یزید کی بیعت نہیں کر سکتا، کیوں یزید غلط ہے، اگر یزید غلط ہے تو اس کی بیعت نہیں ہو رہی، اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غلط ہوتا تو اس کی بیعت بھی نہ ہوتی۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ

پیدائش:

حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پہلے صاحبزادے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اس سے زیادہ کیا عظمت ہو سکتی ہے کہ ایک طرف آپ رضی اللہ عنہ کی نسبی شرافت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہے دوسری طرف آپ کی تربیت بھی آغوش رسالت میں ہوئی ہے۔

مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش ۱۵ رمضان المبارک ۳ ہجری مطابق یکم اپریل ۶۲۵ء کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کا نام حرب رکھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے حسن رکھ دیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسرور ہوئے۔ آپ نے خود ان کے کان میں اذان دی، اپنا لعاب مہارک منہ میں ڈالا۔ پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ دیا دو مینڈھے ذبح کرائے۔ نو مولود کے سر کے ہال اتروا کر ان کے برابر چاندی خیرات کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بچپن ہی سے براہ راست آپ کی نگرانی میں رہے۔ بچپن کے

ابتدائی سات سال تک حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صحبت نبوت پائی۔

آنحضرت ﷺ کے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے محبت و شفقت کے واقعات بخاری اور مسلم میں موجود ہیں۔

آنحضرت ﷺ منبر پر رونق افروز تھے اور حسن آپ ﷺ کے پہلے میں بیٹھے ہوئے ایک مرتبہ لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور ایک مرتبہ حسن رضی اللہ عنہ کی طرف آپ نے فرمایا۔

ان ابنی هذا سید، ولعل الله ان یصلح بین
فنتین عظیمین من المسلمین (مشکوٰۃ ص ۵۶۹)
تحت مناقب اہل بیت الفصل الاول طبع دہلی
”یہ میرا بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے
ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرا
دے گا۔“

قارئین کرام!

ملاحظہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کی پیشینگوئی کس طرح حرف بحرف پوری ہوئی۔
جنگ صفین اور جنگ جمل کے بعد مسلمانوں میں قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیدا
ہونے والا اختلاف کس قدر بڑھ گیا تھا۔

بالآخر مسلمانوں کی ان دو جماعتوں کے درمیان صلح و آشتی اور اتفاق و ارتباط کا
سہرا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سر آن پڑا۔ اس حدیث سے دونوں جماعتوں کا مسلمان
ہونا بھی واضح ہوا۔ پھر صلح کی نوید بھی آنحضرت ﷺ کی زبان حق ترجمان سے ظاہر
ہو گئی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح اور محبت نے پیغمبر اسلام ﷺ
کی بیان کردہ پیشینگوئی کو من و عن مکمل کر دیا۔ اس صلح سے اسلام کی عظمت اور دین مصطفوی
کی سربلندی کا نیا باب کھل گیا۔

لقب اور کنیت:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے صاحبزادے ہیں۔ آپ کا لقب ریحانۃ النبی تھا۔

بعض کتابوں میں اس کے علاوہ سید، شہر، مجتبیٰ اور شبیہ رسول کو بھی آپ کے القاب میں شامل کیا گیا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد تھی۔

ایک روایت کے مطابق یہ کنیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمائی تھی۔ حالانکہ بڑے ہو کر آپ نے کسی فرزند کا نام بھی محمد نہیں رکھا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ فرامین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں:

ان النبی هذا سید و لعل اللہ ان یصلح بین
فنتین عظیمین من المسلمین (رواہ بخاری بحوالہ
مشکوٰۃ)

ترجمہ۔ ”میرا یہ بیٹا (حسن رضی اللہ عنہ) سردار ہے۔ مجھے امید
ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بیٹے کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی
عظیم المرتبت جماعتوں میں صلح کرائے گا۔“

ریحان الدنیا والآخرۃ الحسن والحسین (رواہ
ترمذی)

ترجمہ۔ ”دنیا اور آخرت کے دو پھول حسن رضی اللہ عنہ اور
حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔“

الحسن ولاحسین سبط من الاسباط۔ (رواہ ترمذی)
ترجمہ۔ ”حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ (میری) اولاد کی اولاد
ہیں۔“

محبت رسول ﷺ کے چند واقعات:

رسول اللہ ﷺ ان سے انتہائی محبت فرماتے تھے۔ جب یہ بچے تھے تو آنحضرت ﷺ ان کے رخسار و لب چومتے اور کبھی ان کی زبان اپنے دہان مبارک میں لے کر چوستے۔ کبھی گود میں کھلاتے کبھی سینہ اور پیٹھ پر بٹھاتے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ﷺ سجدہ میں ہوتے اور یہ پشت مبارک پر سوار ہو جاتے اور آپ نہ صرف یہ کہ بیٹھنے دیتے بلکہ ان کی خاطر سجدہ کو اور طول دیتے۔ کبھی اپنے ساتھ منبر پر چڑھاتے۔

زہری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بہت ہی مشابہ تھے۔ ہانی رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حسن رضی اللہ عنہ کو مشابہت رسول حاصل تھی۔ سینہ سے سر تک اور حسین رضی اللہ عنہ سینہ سے قدمہائے مبارک تک اپنے نانا کے مشابہ تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں اپنے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بڑی عزت تھی، وہ ان سے احترام و توقیر کا معاملہ فرماتے۔ ایک روز فرمایا، کبھی تم تقریر کرتے تو میں بھی سنتا۔ کہنے لگے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ آپ کے سامنے زبان کھولوں۔

ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسی جگہ جا کر بیٹھ گئے، جہاں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو نظر نہ آسکیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے تقریر کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سن رہے تھے، جب وہ اپنی تقریر ختم کر کے چلے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ذَرِيَّةٌ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○ (سورة آل عمران: ۴۳)
(یہ ایک ہی نسل تو ہے، جس میں ایک دوسرے کا فرزند ہے۔)

وہ بہت کم بولتے اور اکثر خاموش رہتے۔ لیکن جب بات کرتے تو کوئی ان کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا تھا۔ دعوتوں میں کم شرکت فرماتے۔ کسی لڑائی جھگڑے کے معاملہ

میں نہ پڑتے۔ کسی کے معاملہ میں دخل اندازی نہ کرتے۔ جب ان سے رجوع کیا جاتا تو دلیل سے بات سمجھا دیتے۔

انہوں نے تین بار اللہ کی راہ میں اپنا مال نکال دیا۔ دو مرتبہ تو اس طرح دے دیا کہ ان کے پاس کچھ نہیں رہ گیا۔ پچیس بار پیدل حج کئے۔ قربانی کے جانور آپ کے آگے آگے چلانے جاتے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ میں سے کوئی گھوڑے پر سوار ہوتا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی نظر پڑتی تو بڑھ کر رکاب تھام لیتے اور اس کو اپنے لئے شرف سمجھتے۔ ان دونوں میں کوئی طواف بیت اللہ کو لگتا تو آپ کو سلام کرنے، مصافحہ کرنے کے لیے لوگ ان پر اس طرح پروانہ وار ٹوٹ کر گرتے کہ ڈر لگتا کہ کہیں ان کو صدمہ نہ پہنچے۔

حضرت ابوسعید سے مرفوعاً روایت ہے:

الحسن والحسين سيد اشباب اهل الجنة

یعنی حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ جنتیوں کے سردار ہوں گے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۷۰)

افصل الثانی تحت مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوش مبارک پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو لئے ہوئے جارہے تھے تو ایک شخص نے دیکھ کر کہا..... نعم المرکب رکبت یا غلام..... صاحبزادے بڑی اچھی سواری پر بیٹھے ہو..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... ونعم الراکب هو..... اور سوار بھی بہترین ہے۔

حضرات حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ اسلام کے شہ سواروں میں ہوئے ہیں۔
نعیم کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتا: دس تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں، اس لئے کہ میں نے دیکھا کہ ایک روز دوڑتے ہوئے آئے اور آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ اپنی داڑھی پکڑ کر دکھایا کہ یہ) اس طرح ریش مبارک ہاتھ سے پکڑنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دہن مبارک کھول کر ان کے منہ میں ڈالنے لگے اور فرماتے جارہے تھے:

اللہم انی احبہ فاحبہ

اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما، یہ بات آپ ﷺ نے تین بار فرمائی۔

سخاوت کا دلنشین واقعہ:

ابن عسا کرنے کہا:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ وہ ایک بار مدینہ منورہ کے کسی (چہار دیواری سے گھرے ہوئے) باغ کی طرف سے گزر رہے تھے تو ایک نو عمر حبشی غلام کو دیکھا کہ وہ بیٹھا ہے، اس کے ہاتھ میں ایک روٹی تھی اور اس کے سامنے کتا بیٹھا تھا۔ وہ لڑکا ایک لقمہ خود کھاتا اور ایک لقمہ کتے کو کھلاتا۔ اس طرح پوری روٹی تقسیم کر کے اس کو کھلا دی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم نے کیوں اپنی روٹی میں آدھے کا شریک کتے کو بنالیا اور خود زیادہ حصہ نہیں لیا؟

کہنے لگا میری آنکھیں اس کی (یعنی کتے کی) آنکھیں دیکھ کر شرم محسوس کرتی تھیں کہ میں زیادہ کھا جاؤں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم کس کے غلام ہو؟

کہا میں ابان بن عثمان کا غلام ہوں۔

فرمایا میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ جب تک واپس نہ آ جاؤں تم یہیں بیٹھے رہنا۔ چنانچہ آپ گئے اور اس غلام کو خرید لیا اور احاطہ بھی خرید لیا اور غلام کے پاس آ کر فرمایا میں نے تم کو خرید لیا۔

اس نے اٹھ کر کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور ان کے بعد میں آپ کے احکام سننے والا اور فرمانبردار ہوں۔

پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو میری طرف سے آزاد ہے اور یہ احاطہ تجھے ہبہ کر دیا۔

عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے آپ بھی سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے:

ایک مرتبہ نماز عصر کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں مسجد نبوی سے اکٹھے باہر نکلے۔ راستہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھیل رہے تھے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ ان کو اٹھا کر کندھے پر بٹھالیا اور فرمایا:

شبیہ بالنبی لیس شبیہ بعلی و علی۔ یضحک

(بخاری ص ۵۳۰، مشکوٰۃ ص ۵۷۲، رحماء بینہم حصہ صدیقی ص ۴۰۲)

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشبہ ہیں اور علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں۔

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرانے لگے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سوا دو سالہ دور حکومت میں خاندان نبوت کے ساتھ آپ کے تعلقات نہایت مشفقانہ رہے۔

چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی اسماء بن عمیس رضی اللہ عنہا ہی کئی روز تک تیمارداری کے فرائض سرانجام دیتی رہیں۔ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد غسل اور تجہیز و تکفین بھی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے سرانجام دیے۔ (از رحماء بینہم)

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جنازہ بھی صحیح روایت کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔

ان مختصر واقعات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حضرت حسین رضی اللہ عنہ تو کیا پورے خاندان نبوت سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے تعلقات نہایت خوشگوار

رہے۔

بعض لوگوں نے خاندان نبوت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے درمیان تعلقات کی کشیدگی کے بارے میں جو من گھڑت باتیں تحریر کی ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں:

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسند لشیں خلاف ہوئے تو انہوں نے بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا ہی محبت آمیز برتاؤ رکھا۔ انہوں نے بیت المال قائم کیا اور مسلمانوں کے اعلیٰ قدر مراتب سالانہ وظائف مقرر کئے۔ تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے وظیفے اصحاب بدر کے وظیفوں کے برابر مقرر کئے۔ (پانچ ہزار درہم سالانہ) خود امیر المومنین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی اتنا ہی وظیفہ تھا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حسنین رضی اللہ عنہما کی کیا قدر و منزلت تھی۔ (کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام ص ۲۲۲)

عہد عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ میں:

سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا آغاز ہوا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ پورے جوان ہو چکے تھے۔ شیخین رضی اللہ عنہما کی طرح حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا سلوک بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہایت مشفقانہ اور محبت آمیز تھا۔ ۳۰ ہجری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے طبرستان پر لشکر کشی کی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی دوسرے نو جوانان قریش کے ساتھ اسلامی لشکر میں شریک ہو گئے اور کئی معرکوں میں دہشجاعت دی۔ (اخبار اصفہان ج ۱ ص ۴۴)

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخر میں شورش برپا ہوئی اور باغیوں نے کاشانہ خلافت کا محاصرہ کر لیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کاشانہ خلافت کی حفاظت کے لئے متعین کر دیا۔ کچھ اور جوانان قریش بھی ان کے ساتھ تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ مدافعت کرتے ہوئے زخمی ہو گئے۔ تاہم انہوں نے کسی باغی کو

کا شانہ خلافت میں داخل نہ ہونے دیا۔

بالآخر باغی دوسری طرف سے دیوار پھاند کر اندر گھس گئے اور امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں شہید کر دیا۔ جب وہ قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول تھے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہادت کی خبر ہوئی۔ تو انہوں نے جوش غضب میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو تھپڑ مارا کہ تم نے کیسی حفاظت کی کہ باغیوں نے اندر گھس کر عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا۔ جب انہوں نے صورت حال کی وضاحت کی اور اپنے زخم دکھائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ (تاریخ الخلفاء، بحوالہ ابن عساکر)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قبول خلافت کے لئے اصرار کیا۔ اس موقع پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے والد بزرگوار کو مشورہ دیا کہ جب تک تمام ممالک اسلامیہ کے لوگ آپ سے مسند نشین خلافت ہونے کی درخواست نہ کریں۔ آپ کسی سے امر خلافت پر بیعت نہ لیجئے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خلیفہ کا انتخاب مہاجرین اور انصار کا حق ہے۔ جب وہ کسی کو خلیفہ تسلیم کر لیں تو دوسرے تمام مسلمانوں پر اسکی اطاعت واجب ہو جاتی ہے۔ بیعت کے لئے تمام دنیا کے مسلمانوں کے مشورہ کی شرط نہیں۔ چنانچہ انہوں نے خلافت قبول کر لی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مسند نشین خلافت ہونے کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اصلاح کا علم بلند کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے بدلہ لینے کا مطالبہ کیا۔ اسی سلسلے میں جنگ جمل پیش آئی۔

جنگ سے پہلے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کوفہ گئے۔ اور وہاں کے لوگوں کو اپنی حمایت پر ابھارا۔ ان کی مساعی کے نتیجے میں تقریباً دس ہزار اہل کوفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہوئے۔ جمل کے بعد ۳۷ھ میں جنگ صفین پیش آئی۔

اس میں بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے۔ التوائے جنگ کے لئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جو معاہدہ ہوا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک گواہ کی حیثیت سے اس پر دستخط کئے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد:

رمضان ۴۰ ہجری میں ایک خارجی ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ زخمی ہونے کے بعد وہ تین دن زندہ رہے۔ اس اثناء میں ان سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی جانشینی کے بارے میں استفسار کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔
نہ میں حکم دیتا ہوں نہ روگتا ہوں۔

تیسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ واصل بحق ہو گئے۔ ان کی تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد کوفہ کی مسجد جامع میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت خلافت ہوئی۔ بعض روایتوں کے مطابق بیس ہزار سے زیادہ لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ والی شام نے ان کی خلافت کو تسلیم نہ کیا۔ اور عراق کی طرف فوجی پیش قدمی شروع کر دی۔ ان کے مقدمۃ الجیش کے افسر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عامر انبار ہوتے ہوئے مدائن کی طرف بڑھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس وقت کوفہ میں تھے۔ انہیں عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عامر کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو وہ بھی اہل عراق کو ساتھ لے کر مقابلہ کے لئے مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ ساہاٹ پہنچ کر انہوں نے اپنی فوج میں کمزوری اور جنگ سے پہلو تہی کے آثار دیکھے تو اس کے سامنے ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اہم خطبہ:

لوگو! میں کسی مسلمان کے خلاف اپنے دل میں کینہ نہیں رکھتا اور تمہارے لئے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔ تمہارے سامنے ایک راستہ پیش کرتا

ہوں۔ امید ہے تم اسے رد نہ کرو گے۔ جس اتحاد
دیگانگت کو تم ناپسند کرتے ہو وہ اس تشنت و افتراق سے
بہتر ہے جو تم کو پسند ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں اکثر
لوگ جنگ سے گریز کرنا چاہتے ہیں۔ تم لوگوں کو تمہاری
مرضی کے خلاف لڑنے پر مجبور نہیں کرنا چاہتا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر وہ لوگ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شدید مخالف
تھے اور ان سے لڑنا فرض عین سمجھتے تھے، برہم ہو گئے۔ انہوں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی
اور انہیں گھیر لیا۔ ربیعہ اور ہمدان کے قبیلوں نے ان لوگوں کو پیچھے ہٹایا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ
گھوڑے پر سوار ہو کر مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک خارجی جراح بن
قبیصہ نے گھات لگا کر ان پر حملہ کیا اور زانو اے مبارک زخمی کر دیا۔ عبداللہ بن خطل اور
عبداللہ بن ظبیان نے جراح بن قبیصہ کو پکڑ کر قتل کر ڈالا۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مدائن
پہنچ کر قصر ابیس میں قیام کیا۔ جب زخم مندمل ہو گیا تو وہ پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عامر کے مقابلہ
کے لیے مدائن سے نکلے۔ اس اثناء میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ایک فوج گراں کے ساتھ
انبار پہنچ گئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کیلئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا طرز عمل:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عامر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا جس میں ان
کو قسم دے کر جنگ ملتوی کرنے کے لئے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے بھی
انہیں یہی مشورہ دیا۔

اس پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ پھر مدائن لوٹ گئے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عامر نے فوراً
مدائن کے گرد اپنی فوج پھیلا دی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ پہلے ہی اپنے ساتھیوں کی کمزوری
اور بزدلی سے دل برداشتہ تھے۔ انہوں نے جنگ کا خیال ترک کر دیا اور چند شرائط پر
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دست برداری کا فیصلہ کر لیا۔ یہ شرائط انہوں

نے عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی وساطت سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی بھجوا دیں۔ (الاخبار الطوال۔ ابو حنیفہ دینوری)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ابن سعد رحمہ اللہ کے حوالے سے ”الاصابہ“ میں بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سلمۃ الارجی کو صلح کی غرض سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ ان دونوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شرائط مان لیں۔ اس طرح فریقین میں صلح ہو گئی۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ ساتھ ساتھ کوفے میں داخل ہوئے۔ صحیح بخاری میں یہ واقعہ کسی قدر مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی فوج پہاڑوں کے مانند امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی طرف بڑھی تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ ایسا لشکر ہے جو اس وقت تک پیٹھ نہ پھیرے گا جب تک اپنے اقران کو قتل نہ کر دے گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہ لوگ انہیں اور وہ انہیں قتل کر دیں تو میری طرف سے لوگوں کے معاملات کا نیز ان کی عورتوں اور بچوں کا ذمہ دار کون ہوگا؟ اس وقت انہوں نے عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے گفت و شنید کے لئے بھیجا۔

صلح کی شرائط:

ابو حنیفہ دینوری نے ”الاخبار الطوال“ میں لکھا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان شرائط پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوئے۔

(۱) سب لوگوں کو بلا استثناء امان دی جائے گی۔ اور کوئی عراقی محض بغض و کینہ کی بنا پر نہ پکڑا جائے گا۔

(۲) صوبہ اہواز کا کل خراج حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص ہو گا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دو لاکھ درہم سالانہ الگ دیئے جائیں گے۔

(۳) صلوات اور عطیات میں بنو ہاشم کو بنو امیہ پر ترجیح دی جائے گی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ شرطیں لکھ کر حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو دیں۔ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمام شرطوں کی منظوری کا خط لکھ کر اپنی مہر لگائی اور معززین و عمائد کی شہادتیں لکھوا کر کاغذ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس واپس بھیج دیا۔ اس طرح ملت اسلامیہ کے سر سے ایک بہت بڑا خطرہ ٹل گیا۔ اور تمام مسلمان ایک دوسرے کا گلہ کاٹنے کے بجائے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہو گئے۔

ابن اثیر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی جامع مسجد میں مجمع عام کے سامنے اپنی دست برداری کا اعلان ان الفاظ میں کیا:

لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے اگلوں کے ذریعے سے تم کو ہدایت دی۔ اوروں کو پھیلوں کے ذریعے تمہاری خونریزی بند کرائی۔ دانائیوں میں بہترین دانائی تقویٰ اور عجز میں سب سے بڑا عجز فجور (بد اعمالی) ہے اور یہ امر (خلافت) جو ہمارے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان متنازعہ فیہ ہے یا تو وہ اس کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں یا یہ میرا حق ہے، جس سے میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، امت محمدیہ کی اصلاح اور تم لوگوں کو خونریزی سے بچانے کی خاطر دستبردار ہوتا ہوں۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی پوری ہو گئی:

اس کے بعد سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال کو لے کر مدینہ منورہ چلے

گئے۔ اس طرح سرورِ عالم ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری ہو گئی:
 ”میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے
 کرو ہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔“

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں روایتوں میں اختلاف
 ہے۔ بعض روایتوں میں چار ماہ اور بعض میں آٹھ ماہ سے کچھ اوپر بتائی گئی ہے۔ دائرہ
 عارف الاسلامیہ کے مطابق صحیح یہ ہے کہ ان کا زمانہ خلافت ۲۰ رمضان ۴۰ھ سے ۱۵ جمادی
 الاول ۴۱ھ تک ہے۔ گویا وہ سات ماہ ۲۶ دن تک مسند نشین خلافت رہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت پر تاحیات قائم رہے:

دستبرداری کے بعد سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات تک کسی سیاسی سرگرمی
 میں حصہ نہیں لیا اور نہایت خاموشی سے اپنے نانا مصلیٰ ﷺ کے جوار میں زندگی گزاری۔ ان کے
 وقت کا بیشتر حصہ عبادت الہی میں گزرتا تھا۔

ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے کسی شخص سے حضرت حسن
 رضی اللہ عنہ کے حالات دریافت کئے تو اس نے کہا:

فجر کی نماز سے طلوع آفتاب تک مصلے پر رہتے ہیں۔ پھر
 ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے ہیں اور ملاقات کے لئے آنے
 والوں سے ملتے ہیں۔ دن چڑھتے چاشت کی نماز ادا
 کر کے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی خدمت میں سلام کے
 لئے حاضر ہوتے ہیں۔ (ابن عساکر)

مکہ معظمہ میں ہوتے تو عصر کی نماز بالا التزام حرم پاک میں ادا کرتے اور پھر
 اف میں مشغول ہو جاتے۔

قدرِ معاش کی طرف سے بے نیاز تھے۔ کیونکہ اہواز کا سالانہ خراج ان کے لئے

امام شعیبؓ کا بیان ہے کہ اس خراج کی رقم دس لاکھ سالانہ تھی۔ اس کثیر آمدنی کو وہ بے دریغ راہ خدا میں لٹاتے رہتے تھے۔

ابن اشیرؓ کا بیان تھا کہ انہوں نے دو مرتبہ اپنا تمام مال اسباب اور تین مرتبہ کل مال اسباب کا نصف راہ خدا میں ہانٹ دیا۔ یہ ممکن ہی نہ تھا کہ کوئی سائل ان کے در سے خالی ہاتھ چلا جائے۔ حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرنا ان کے نزدیک عبادت کا درجہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ طواف میں مشغول تھے کہ کسی شخص نے اپنی ضرورت کے لئے ساتھ لے جانا چاہا۔ طواف چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو گئے اور واپس جا کر طواف پورا کیا۔ ایک مرتبہ اعتکاف میں تھے کہ کوئی سائل آ گیا۔ اس کے ساتھ ہو گئے انہوں نے اعتکاف کے دائرے سے نکل کر اس کی ضرورت پوری کی اور پھر اعتکاف میں بیٹھ گئے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات:

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے باختلاف روایت ۴۹ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اکثر ارباب میر نے لکھا ہے کہ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات زہر سے ہوئی، جوان کی ایک بیوی جعدہ بنت اشعث نے (کسی وجہ سے) دیا۔

حافظ ابن عبدالبرؓ اور المسعودی کا بیان ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کئی بار زہر دیا گیا لیکن جو زہر آخری بار دیا گیا۔ وہی فیصلہ کن ثابت ہوا۔ بعض روایتوں کے مطابق زہر کھانے کے تیسرے دن اور بعض کے مطابق چالیس دن علیل رہنے کے بعد وفات پائی۔ حافظ ابن حجرؓ اور ابو حنیفہ دینوری نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی موت زہر سے نہیں بلکہ کسی اور علالت سے ہوئی۔ (الاصابہ۔ الاخبار الطوال)

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی رحلت کی خبر پھیلی تو ہر آنکھ اشک بار ہو گئی۔ مدینہ منورہ کے بازار بند ہو گئے۔ اور ہر شخص فرط غم سے نڈھال ہو گیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ

عہد نبوی میں رد و کر کہتے تھے۔ لوگو! آج خوب رو لو کہ رسول اللہ ﷺ کا محبوب دنیا سے اٹھ گیا۔

جنازہ میں اس قدر ہجوم تھا کہ اس سے پہلے مدینہ منورہ میں بہت کم دیکھنے میں آیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق جنازہ میں لوگوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی بھی چھکی جاتی تو زمین پر نہ گرتی۔

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں بہت سے نکاح کئے۔ مختلف بیویوں سے آٹھ لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔

الحسن، زید، عمر، قاسم، ابوبکر، عبدالرحمن، طلحہ، عبید اللہ۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اوصاف و کمالات:

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ جس خانوادے میں پلے بڑھے، وہ علم و فضل کا سرچشمہ تھا۔ اس لئے فضل و کمال کے لحاظ سے وہ بھی نہایت بلند مقام پر فائز ہو گئے۔ ان کا شمار مدینہ منورہ کے ان اصحاب میں ہوتا تھا جو علم و افتاء کے منصب پر فائز تھے، ان کے چند فتاویٰ بھی کتابوں میں موجود ہیں۔

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ عہد نبوی میں کمسن تھے۔ تاہم روایت حدیث سے ان کا دامن خالی نہیں رہا۔ ان سے تیرہ احادیث مروی ہیں۔

دینی علوم کے علاوہ وہ اس زمانہ کے مروجہ فنون میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ مختلف روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اونچے درجے کے خطیب تھے۔ اور شعر و شاعری میں بھی ادراک رکھتے تھے۔

شکل و شائل میں سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے مشابہ تھے۔ سیرت بھی نہایت پاکیزہ تھی۔ ان کے گلشن اخلاق میں زہد و استغنا، حلم و تحمل، جود و سخا، خوش خلقی، امن پسندی، صلح جوئی، نرم گوئی، اور خیر خواہی امت نہایت خوش رنگ پھول ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے تاریخی اقوال:

دوسرے فضائل اخلاق کے ساتھ نہایت عاقل و دانا بھی تھے۔ اہل سیر نے ان کے بہت سے حکیمانہ اقوال نقل کئے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں:

﴿۱﴾ مکارم اخلاق دس ہیں:

(۱) زبان کی سچائی

(۲) حسن خلق

(۳) صلح رحمی

(۴) مہمان نوازی

(۵) حق داد کی حق شناسی

(۶) جنگ کے وقت حملہ کی شدت

(۷) سائل کو دینا

(۸) احسان کا بدلہ دینا

(۹) پڑوسی کی حفاظت و حمایت

(۱۰) شرم و حیاء

﴿۲﴾ سب سے اچھی زندگی وہ بسر کرتا ہے۔ جو اپنی زندگی میں دوسروں کو بھی شریک کرے..... اور سب سے بُری زندگی اس کی ہے جس کے ساتھ کوئی دوسرا زندگی نہ بسر کر سکے۔

﴿۳﴾ ضرورت کا پورا نہ ہونا اس سے کہیں بہتر ہے کہ اس کے لئے کسی نا اہل کی طرف رجوع کیا جائے۔

﴿۴﴾ ایک شخص نے کہا کہ مجھ کو موت سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے، فرمایا اس لئے کہ تم نے اپنا مال پیچھے چھوڑ دیا اگر اس کو آگے بھیج دیا ہوتا تو اس تک پہنچنے کے لئے خوفزدہ ہونے کے بجائے مسرور ہوتے۔

﴿۵﴾

مروت یہ ہے کہ انسان اپنے مذہب کی اصلاح کرے، اپنے مال کی دیکھ بھال نگرانی کرے۔ اسے بر محل صرف کرے، سلام زیادہ کرے، لوگوں میں محبوبیت حاصل کرے۔ کرم یہ ہے کہ مانگنے سے پہلے دے۔ احسان و سلوک کرے، بر محل کھلائے پلائے، بہادری یہ ہے کہ پڑوسی کی طرف مدافعت کرے، آڑے وقتوں میں اس کی حمایت و امداد کرے۔ اور مصیبت کے وقت صبر کرے۔

﴿۶﴾

ایک مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ حکومت میں ہم پر کیا فرائض ہیں۔ فرمایا جو سلیمان علیہ السلام بن داؤد علیہ السلام نے بتائے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا انہوں نے کیا بتایا ہے؟
فرمایا، انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو بتایا کہ بادشاہ کے لئے لازم ہے کہ وہ ظاہر و باطن دونوں میں اللہ کا خوف کرے۔ غصہ اور خوشی دونوں میں عدل و انصاف کرے، فقرا اور تمول میں درمیانی چال رکھے، زبردستی کسی کا مال نہ غصب کرے اور نہ اس کو بے جا صرف کرے۔ جب تک وہ ان باتوں پر عمل کرتا رہے گا۔ اس وقت تک اس کو دنیا میں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝



﴿خاندانِ نبوت اور شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ﴾

خطبہ:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ○
(سورة آل عمران: ۱۶۹)

ترجمہ۔ ”اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ
میں مُردے، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے
پیتے۔“

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ریحانای من
الدنیا والاخرة الحسن والحسین ○ (ترمذی)
ترجمہ۔ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ
میری دنیا کے دو پھول ہیں۔“

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ابنی هذا
سید لعل اللہ ان یصلح بین فئتين من
المسلمین ○ (بخاری)

ترجمہ۔ ”حضور ﷺ نے فرمایا میرا یہ بیٹا (حسن رضی اللہ عنہ)

سردار ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں

کی دو بڑی عظیم المرتبت جماعتوں میں صلح کرائے گا۔“

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحسن

والحسین سبط من الاسباط ○ (ترمذی)

ترجمہ۔ ”حضور ﷺ نے فرمایا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ

(میری) اولاد کی طرح ہیں۔“

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدا شباب اهل

الجنة الحسن والحسین ○ (ترمذی)

ترجمہ۔ ”حضور ﷺ نے فرمایا یہ حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ

نوجوان جنتیوں کے سردار ہیں۔“

اشعار:

یوں ترچھی نگاہوں سے مجھے قتل بھی کرنا
اور پھر اس سے مکرنا کہ میں اس سے بری ہوں
تم ہی قاتل، تم ہی مخبر، تم ہی منصف ٹھہرے
اقرباء میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر؟

تمہید:

میرے واجب الاحترام، قابل صدا احترام، نوجوانو اور سنیو!
آج دسویں محرم کی شب ہے اور ۹ محرم کا دن ہے۔ اس لئے میں کوشش کروں
گا کہ نوابہ رسول، جگر گوشہ بتول، حضرت سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب
آپ کے کارنامے، آپ کی شہادت بیان کروں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا سراغ لگا کے
آپ کے سامنے پیش کروں۔

معتبر گواہ:

میرے بھائیو!

عجائبات تو دنیا میں اور بھی بڑے ہیں۔ لیکن ایسا عجوبہ کبھی نہیں ہوا کہ.....

قتل کرنے والا خود رونے لگ جائے۔

قتل کرنے والا مظلوم بن جائے۔

قتل کرنے والا اشک بہائے۔

قتل کرنے والا خود وارث بن جائے۔

قتل کرنے والا اپنے قتل کو چھپا کر چوکوں اور چوراہوں میں پوری انسانیت کو

دھوکہ دے۔

انسانیت کہاں گئی؟ انسان کہاں گیا؟ انصاف کہاں گیا؟ ہائی کورٹ، سپریم

کورٹ، لوئر کورٹس، سول کورٹس، جتنی بھی دنیا میں عدالتیں ہیں۔ کسی عدالت میں

مظلوموں کی گواہی کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔

ایک شخص قتل ہو گیا۔ عدالت کہتی ہے اس کے ساتھ جو زخمی ہوا، وہ سب سے

زیادہ معتبر ہے۔ اور جو اس کے ساتھ تھا دوسرے نمبر پر وہ معتبر ہے۔

ہائی کورٹس، سپریم کورٹس یا دنیا میں جتنی بھی عدالتیں ہیں، سب سے زیادہ اہم

بیان سزا دینے کے لئے مجرم کو، زخمیوں کا ہوتا ہے۔

نواسہ رسول شہید ہوئے۔ کوئی بکری نہیں مری۔ کوئی جانور نہیں مارا گیا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ شہید ہوا اور چمکتی ہوئی دھوپ میں شہید ہوا۔ دشت کرب و بلا پہ شہید

ہوا۔ دن دیہاڑے شہید ہوا۔ چودہ صدیاں بیت گئیں۔ قاتل کہتے ہیں ہائے حسین!

قاتل کہتے ہیں ہمیں بڑا دکھ ہے۔ ہمیں بڑا افسوس ہے۔

لیکن یہ کیسے قاتل ہیں، جو اپنے آپ کو نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار

کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم حسینی ہیں۔

بھائی جو لوگ نواسہ رسول ﷺ کے ساتھ زخمی ہوئے، جو ان کے ساتھ شریک

سفر تھے، ان سے پوچھو.....

تمہیں کس نے مارا؟

تمہیں کس نے زخمی کیا؟

تمہیں کون قتل کرنے آیا؟

تمہیں کس نے بلایا؟

تم کیسے چلے آئے؟

تم بچوں کو لے کر مدینہ سے کیسے چلے؟

تم بچوں کو لے کر مکہ سے کیسے چلے؟

تم کو خط کس نے لکھے؟

تمہیں بلانے کون آیا؟

سواریاں کس نے بھیجیں؟

راستہ کس نے روکا؟

بچوں کو ذبح کس نے کیا؟

اور پھر رویا کون؟ پھر ان کو قاتل کہا کس نے؟

میں نے تو نہیں کہا۔ اگر زخمیوں نے کہا تو زخمیوں کی گواہی کو دنیا کی کوئی

عدالت رد نہیں کرتی۔ تم کیوں رد کرتے ہو؟

یہ ایک مقدمہ ہے۔ یہ ایک دعویٰ ہے۔ یہ ایک استغاثہ ہے۔ اور یہ ایسا

استغاثہ، ایسی فریاد ہے کہ آج کی عدالتیں، آج کی جیوری، آج کی کونسلیں، آپ کی

اپیل کورٹس، آج کی پنچر عاجز آ گئے کہ اس بین الاقوامی کیس کا فیصلہ کر سکیں۔ اس

انٹرنیشنل گواہی کو دنیا کے سامنے اُجاگر کر سکیں۔

میں آپ کے سامنے نواسہ رسول ﷺ کی تڑپتی ہوئی لاش اور اس پر بہنے

والے آنسو، تڑپنے والے بچے اور زخمی زین العابدین کی آہیں اور بلبلاتی ہوئی زینب کی

چیخ و پکار اور روتی ہوئی ام کلثوم کی آہ وزاری اور ادنٹ کی محمل پر بیٹھ کر کوفہ کے چوک میں خطبہ دینے والی ام کلثوم کا رونا، آج پیش کر کے فیصلہ تمہاری عدالت سے لینا چاہتا ہوں کہ بتاؤ ام کلثوم کی فریاد کہاں گئی؟

زینب کا رونا کہاں گیا؟

بچوں کی چیخ و پکار کہاں گئی؟

زین العابدین کا رونا کہاں گیا؟

مجھے فیصلہ کر کے تو بتاؤ کون قاتل تھا؟ کون مارنے والا تھا؟ کون بلانے والا تھا؟ کون لانے والا تھا؟ نبی ﷺ کا نواسہ شہید ہوا ہے کوئی بکری تو نہیں مری، اس پر کبھی فیصلہ کیوں نہیں کیا گیا؟ کوئی عدالت کیوں نہیں بیٹھی؟ چودہ صدیاں گزر گئیں۔ مفکر آئے ہیں۔ مدبر آئے ہیں۔

حکومت معطل ہو جائے تو ہائی کورٹ بولتی ہے۔ سپریم کورٹ بولتی ہے۔ اسمبلی برطرف ہو جائے تو عدالتیں بولتی ہیں۔

جناب عالی! تیری کرسی چلی جائے تو کورٹس بولتے ہیں۔ جج بولتے ہیں۔ اہلکار بولتے ہیں۔ نواسہ رسول ﷺ شہید ہو گیا، چودہ صدیوں میں.....

کوئی عدالت نہیں بولی

کوئی قانون نہیں بولا

کوئی مفکر نہیں بولا

کوئی فقیہ نہیں بولا

کیوں نہیں بولا؟ بتاؤ۔ عدالتو! تم بتاؤ۔ جیوریوں کے فیصلے کرنے والو! تم بتاؤ۔ مفکرو! تم بتاؤ۔ امامو! تم بتاؤ۔ قاتل کون ہے، مقتول کون ہے؟ میں فیصلے میں بتاؤں گا قاتل کون ہے، تم قاتل کی بات کرتے ہو۔ نواسہ رسول ﷺ کو قتل کر کے اس کی لاش پہ رونے سے قتل نہیں چھپتا۔

۵۔ پیغمبر ﷺ کو اپنے نواسوں سے کتنا پیار ہے۔ حضور ﷺ کی بیٹی

کے گھر سے گزر رہے تھے کہ اندر حسین رضی اللہ عنہ روتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر چلے گئے۔ اور جا کر فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا! حسین رضی اللہ عنہ روتا ہے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دل دکھتا ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ کو رلایا نہ کرو۔

تم نے اسے دشت کرب و بلا میں ذبح کر ڈالا اور پھر تم ہی چودہ سو سال سے رورو کر اُمت کو گمراہ کر رہے ہو۔ میں اپنے پاس سے کہوں تو دیوار پہ پھینک دو۔ لیکن اگر زخمی کہیں کہ مارا تم نے تھا؟

اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ مکہ میں شہید ہوتا تو ہم مان لیتے کہ مکہ تو سنیوں کا مرکز تھا۔ ہمارے پاس شہید ہوتے تو ہمارا گریبان پکڑ لیتے، مدینہ میں شہید ہوتے تو مدینہ بھی سنیوں کا مرکز تھا، ہم ذمہ دار ہوتے۔

لیکن نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو شہید ہوا کوفہ کے قریب اور کوفہ تمہارا مرکز تھا۔ ہم سے کیوں پوچھتے ہو؟ تم بتاؤ، میں تمہارا گریبان پکڑتا ہوں۔ میں تمہاری تاریخ کو پکڑتا ہوں۔ میں تمہاری چیخ و پکار کو پکڑتا ہوں۔ میں تمہارے دجل سے کپڑا اُتارتا ہوں۔ میں تمہارے چہرے سے نقاب اُتارتا ہوں۔ میں تمہیں بے نقاب کر کے چوک میں کھڑا کر کے بتاتا ہوں کہ خط تم نے لکھا تھا، بلایا تم نے تھا۔ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوا، تم ساتھ کیوں نہیں مرے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بنات اور نواسے:

حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما پانچ شعبان کو چار ہجری میں پیدا ہوئے اور باون سال کی عمر میں کربلا میں شہید ہوئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے نواسے تھے۔

آپ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کی تفصیل کا علم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کتنے ہیں اور نواسیاں کتنی ہیں۔ یہ بھی آپ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمنوں نے پتہ نہیں چلنے دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ چار صاحبزادیوں کے

جتنے بھی بچے ہوں گے، وہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے ہوں گے۔ لیکن یہ تاریخ کی ستم ظریفی کہے کہ آپ کو سوائے دو نواسوں کے، کوئی نواسہ بتایا ہی نہیں گیا۔ اگر بتایا جاتا اور بیٹیاں بھی آپ کو یاد رکھنی پڑتیں۔ اور دشمن جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا، وہ تو اتنا چالاک تھا کہ وہ نبی ﷺ کی کسی بیٹی کا نام لوگوں کے سامنے لانا نہیں چاہتا تھا۔

بیٹیاں پیغمبر ﷺ کی تھیں اور ان کے والدین کے نام دوسرے بتلائے گئے۔ تیری بیٹی ہو تو تو کہتا ہے کسی اور کا نام مت لو۔ یہ تو میری بیٹی ہے..... اور بیٹی پیغمبر ﷺ کی ہو اور کہا جائے یہ تو اور لوگوں کی بیٹیاں تھیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد:

حضور علیہ السلام کی چار بیٹیاں ہیں۔

پہلی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہے، جن کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت قاسم ابوالعاص ابن ربیع اموی کے ساتھ ہوا۔ یہاں سے ان کے نطن سے ایک بچہ علی اور ایک بچی امامہ پیدا ہوئی۔ امامہ کے بعد ایک بچہ اور پیدا ہوا جو نام رکھنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔ تو کتنے بچے ہوئے؟ دو لڑکے اور ایک لڑکی۔ یہ دو بچے حضور علیہ السلام کے کیا لگے؟ نواسے۔ اور یہ ایک بچی حضور ﷺ کی نواسی۔

ان نواسوں کا آپ کو کیوں پتہ نہیں لگا؟

آپ نے ان نواسوں کی شان میں کبھی جلسہ کیوں نہیں کیا؟

آپ نے ان نواسوں کی بات کبھی نہیں سنی۔ ان نواسوں کی شان میں کسی مولوی نے تقریر کبھی نہیں کی۔

ان نواسوں کی شان میں کبھی ریڈیو اور ٹیلی ویژن نہیں بولا۔

ان نواسوں کی شان میں کبھی کسی نے تقریب نہیں رکھی، کیوں نہیں رکھی؟

یہ ہیں وہ رافضیت کے جراثیم جو چودہ صدیوں سے سنیوں کے دماغ پر چڑھائے گئے ہیں، کیا یہ سوتیلے نواسے تھے؟ کیا یہ زینب رضی اللہ عنہا پیغمبر ﷺ کی بیٹی نہیں تھی؟

کیا یہ وہ زینب رضی اللہ عنہا نہیں تھی، جس کی وفات پہ پیغمبر ﷺ کی آنکھوں سے آنسو آئے تھے۔ جس کے بارے میں میرے رسول ﷺ نے فرمایا تھا۔ ”میری یہ بیٹی سب سے بہترین بیٹی ہے۔ جس کو مصیبتیں میری وجہ سے آئیں۔“

اس بیٹی کے دو بچے اور ایک بچی تھی۔ زینب رضی اللہ عنہا کا نام بھلا دیا گیا۔ یہ حضور ﷺ کے کیا لگے؟ نواسے۔

حضور ﷺ کے ایک نواسے کا نام علی بن ابوالعاص، ایک نواسی کا نام امامہ۔ یہ امامہ جوڑ کی ہے، ان کی وجہ سے ان کے باپ کی کنیت ابو امامہ تھی۔

ردیف نبوت:

میرے بھائیو! طبقات ابن سعد میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام فتح مکہ کیلئے خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو حضور ﷺ کے پیچھے ایک بچہ سوار تھا، جسے ردیف نبوت لکھا گیا۔

بخاری شریف میں ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ سے مکہ فتح کرنے آئے تو حضور ﷺ کی سواری پر ایک بچہ سوار تھا۔ اس بچے کا نام نہیں لکھا ہے۔ رافضی مورخین نے اس بچے کا نام نکال دیا۔ ایسی دشمنی کی ہے۔

ردیف عربی میں کہتے اسی کو ہیں، جو کسی کے ساتھ سوار ہو۔ بچہ سات سال کا لکھا ہے اور یہ لکھا ہے کہ وہ پیغمبر ﷺ کا ردیف تھا۔ تو نبی ﷺ کا ردیف وہی بچہ تھا جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا بڑا لڑکا تھا۔ جس کا نام علی بن ابوالعاص ہے اور جب حضور ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور حضور ﷺ کے کندھے پہ کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کے بت جس نے گرائے وہ یہی علی بن ابوالعاص پیغمبر ﷺ کا نواسہ تھا۔ لیکن چونکہ تاریخ پر رافضیت کے جراثیم تھے۔ انہوں نے کہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شیر خدا نے کعبے کے بت گرائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ، ان کا مرتبہ و مقام اس نواسے سے بلند ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں، لیکن خانہ کعبہ کے بت گرانے والا جو علی ہے، وہ پیغمبر ﷺ کا

نواسہ بھول جائے اور دنیا کو یہ پتہ نہ چلے کہ پیغمبر ﷺ کے صرف دونو اسے تھے، اور کوئی نواسہ نہیں تھا۔ (بناتِ اربعہ ص ۱۳۳)

میرے بھائیو! یہ پیغمبر ﷺ کا پہلا نواسہ ہے۔ ایک بچہ زینب رضی اللہ عنہا کا بغیر نام رکھے فوت ہو گیا تو کتنے نواسے ہو گئے؟ دو۔ ایک بچی امامہ، بہت سامان غنیمت اور ستر قیدی بھی جنگ بدر میں آئے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابوالعاص کی رہائی کے لئے اپنا ہار فد یہ میں بھیجا۔ جب حضور ﷺ نے یہ ہار دیکھا تو حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ کیونکہ یہ ہار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تھا۔ ان کے شوہر کافروں کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ بعد میں مسلمان ہوئے۔ اور جب مال غنیمت کا مال آیا تو قاسم ابوالعاص ابن ربیع اموی کا سامان بھی غنیمت میں آیا، اور جب وہ سامان کھولا تو اس میں وہ ہار آیا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زینب رضی اللہ عنہا کے گلے میں شادی کے وقت ڈالا تھا۔ جب وہ ہار رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آئیں اور نبی ﷺ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ (دلائل النبوة للبيهقي ج ۲ ص ۴۲۳، ۴۲۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی امامہ رضی اللہ عنہا:

ایک رشتہ اور بتاتا ہوں۔ کوئی آدمی کہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ایک ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا! اور کوئی نہیں، اس سے یہ سوال کرو کہ اگر پیغمبر ﷺ کی بیٹی ایک ہے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی کا نام بتاؤ۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تیرے جیسی عورت مجھے دنیا میں نہیں ملے گی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر میرے جیسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہو تو میری موت کے بعد میری بھانجی جو میری بڑی بہن زینب رضی اللہ عنہا کی لڑکی امامہ ہے، وہ جوان ہو چکی ہے، اس کے ساتھ شادی کرنا۔

چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت امامہ کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ اور اس امامہ کے لطن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لڑکے حضرت زید بن علی اور یحییٰ بن علی پیدا ہوئے۔

اگر شیعہ یہ کہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھی تو اس سے پوچھو کہ جو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد علی رضی اللہ عنہ کی بیوی بنی، اس بیوی کا نام بتاؤ۔ اس بیوی کے باپ کا نام بتاؤ۔ اس بیوی کی اماں کا نام بتاؤ۔ بتاؤ اس بیوی کے آنے کے بعد اس کے بچوں کا نام کون ہے؟ نانی کون ہے؟ اور وہ بیوی امامہ ہے۔ اور وہ امامہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی لگتی ہے۔ آپ کو تو صرف دونوں سے یاد ہیں دنیا میں اور تو کوئی یاد نہیں۔

ایک بات اور کہتا ہوں درمیان میں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لگی بیوی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیوی، اور اس امامہ کی شادی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیا لگی؟ ساس۔ ساس تو ماں کے درجے پہ ہوتی ہے۔ پاگل و تم ماں کو بھول گئے ہو، بیوی کو یاد رکھتے ہو۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ماں کو بھول گئے ہو، زینب تو ماں بنی..... یا نہیں؟..... تو ماں کو بھول گئے، بیوی کو یاد رکھا۔ (کتاب سلیم بن قیس الکوفی ص ۲۲۶۔ انوار نعمانیہ ج ۱ ص ۳۶۷)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد:

میرے بھائیو! حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں۔ ان کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ان کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ اس کا نام عبداللہ بن عثمان ہے، یہ کون ہے؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۳۷۵)

یہ جو نواسہ ہے، اس نواسے کی عمر بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آٹھ سال کی عمر میں ایک مرغ نے آنکھ میں چونچ ماری، اس بیماری سے یہ لڑکا فوت ہو گیا۔ لیکن بعض علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ لڑکا فوت نہیں ہوا بلکہ جنگ یرموک میں اس نے حصہ لیا اور یہ جوان ہوا۔ اس عبداللہ بن عثمان کا نکاح ہوا تو اس امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ کے لڑکے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک اور رشتہ داری ہو گئی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک نواسے کا نکاح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی صفیہ سے ہوا اور یہ جو صفیہ ہے یہ یزید کی بہن ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہی کی لڑکی ہے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا:

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہے، ان کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد..... ان کے گھر کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ وہ جلدی فوت ہو گئیں ڈیڑھ سال میں! (اسد الغابہ ج ۵ ص ۶۲۳ تذکرہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان کے گھر میں سب سے پہلے ایک بچی پیدا ہوئی۔ انہوں نے اپنی بچی کا نام اپنی بڑی بہن زینب رضی اللہ عنہا کے نام پر زینب رکھا۔ چونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ساری بڑی بہنیں فوت ہو گئیں، اسی لئے انہوں نے اپنی تینوں بیٹیوں کا نام اپنی تینوں بہنوں کے نام پر رکھا۔

پہلی بیٹی کا نام بڑی بہن زینب کے نام پر رکھا۔ دوسری بیٹی کا نام رقیہ دوسری بہن کے نام پر رکھا۔ تیسری بیٹی کا نام اپنی تیسری بیٹی کے نام پر ام کلثوم رکھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جو پہلی بیٹی زینب ہے، یہ وہی زینب ہے، جس کا خطبہ ابھی میں تھوڑی دیر کے بعد آپ کے سامنے واقعہ کر بلا میں پیش کروں گا۔

دوسری بیٹی جس کا نام رقیہ ہے، جس کا نکاح حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ کے ساتھ ہوا اور تیسری لڑکی ام کلثوم جس کا نکاح حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔

میرے بھائیو! جس طرح ان بیٹیوں کے بارے میں آپ کو معلومات نہیں ہیں۔ تین بیٹیاں ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اور تین بیٹے، تین بیٹیوں کے بعد پہلا

بنا پیدا ہوا۔

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے سابقہ نام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کا نام ”حرب“ رکھا۔ حرب کا معنی ہے ”جنگ“ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے کا نام حرب سنا تو فرمایا نہیں میں اس کا نام جنگ نہیں رکھتا۔ بلکہ حرب کے بجائے ”حسن رضی اللہ عنہ“ رکھتا ہوں۔ حرب کے معنی جنگ، اور حسن کا معنی اچھا بھی ہے اور صالح بھی ہے۔

پھر جب دوسرا بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ”حرب“ رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام ”حسین رضی اللہ عنہ“ رکھا۔

تیسرا بچہ پیدا ہوا، ان کا نام بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ”حرب“ رکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام محسن رکھا۔

اب بتاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کتنے ہوئے؟ چھ۔

اور نوایاں کتنی ہو گئیں؟ چار

ایک امامہ ہو گئی اور تین بیٹیاں۔ اب آپ کو پتہ چلا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے کل نواسے

کتنے اور نوایاں کتنی ہیں۔ چھ نواسے اور چار نوایاں!

ایک سوال کا جواب:

بعض لوگ کہتے ہیں دیکھو جی! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اگر چار بیٹیاں ہوتیں تو زیادہ فضائل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کیوں آئے؟ باقی تین بیٹیوں کے فضائل کیوں نہیں آئے؟ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں اور یہودیوں سے مباہلہ کیا، جس کا ذکر قرآن میں ہے تو اس مباہلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو لے گئے، باقی تین بیٹیوں کو کیوں نہیں لے گئے؟ یہ سوال ہے یا نہیں؟

لیکن اس کا جواب تو بڑا آسان ہے۔ اس لئے کہ جب مباہلے کی آیت اُتری، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بیٹی زندہ نہیں تھی تو لے کر کیسے جاتے؟ دوسری بات یہ

ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی میں حیات رہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دواڑھائی سال بڑے خوش حالی کے سال تھے۔ جس میں تنگی کوئی نہیں تھی۔ پریشانی کوئی نہیں تھی۔ معاشی پریشانیاں مکمل طور پر ختم ہو گئیں۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ تھیں اور باقی تمام بیٹیاں فوت ہو چکی تھیں۔

خوش حالی کے دور میں جب اولاد میں صرف ایک بیٹی یا ایک بیٹا زندہ ہو تو والد کی اس کی طرف محبت ہونا ایک فطری بات ہے۔ اور اس وقت کوئی اور بیٹی بھی زندہ ہوتی تو اس کے فضائل بھی اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوتے، جس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلتیں اور احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا:

ویسے بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چھوٹی صاحبزادی تھیں، چہیتی تھیں اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا اور محبت بہت زیادہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

الفاطمة بضعة منی من اذاها فقد اذانی

ترجمہ۔ ”فاطمہ (رضی اللہ عنہا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو تنگ کیا، اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تنگ کیا۔“

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عبادت کا عالم:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خوش کسی نہیں دیکھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اتنی عبادت کرتی تھیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں۔ آخری وقت آ رہا تھا، میں ان کے سرہانے بیٹھا تھا، رات کو مجھے نیند آ گئی، لیکن جب بھی میری آنکھ کھلی، میں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مصلے پر رو رہی ہیں۔ کبھی تہجد کی نماز میں ہیں۔ کبھی رکوع میں ہیں۔ کبھی سجدے میں ہیں۔

سبحان اللہ! کوئی شک نہیں، یہ خاندانِ نبوت تھا۔ ان کی فقیری کا کیا عالم تھا،

ان کی درویشی کا کیا عالم تھا، یہ ساری کائنات کے رسول ﷺ کی بیٹی تھی کہ عید کا دن تھا۔ گھر میں کھانے پینے کی بھی کوئی چیز نہیں تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا اماں! کوئی کپڑے تو پہناؤ۔ لوگوں کے بچوں نے کپڑے پہن رکھے ہیں۔

علی رضی اللہ عنہ تو بڑے غریب تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ ایک آدمی باہر سے آیا۔ اس نے کپڑے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیئے کہ یہ بچوں کے کپڑے ہیں۔

جب حضور ﷺ تشریف لائے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ابا جان! یہ کپڑے دیکھو۔ حضور ﷺ نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا! یہ دنیا کے کپڑے نہیں ہیں، یہ بہشت سے کپڑے تیرے بچوں کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

اہل بیت کے معنی:

میرے بھائیو! خاندان نبوت عظمیٰ، رفعتوں، بلند یوں سے معمور ہے۔ اور ایک غلطی کا ازالہ بھی کرنا چاہتا ہوں، اہل بیت کا لفظ جب استعمال ہوتا ہے تو اہل بیت کا معنی نواسے بعد میں ہوتا ہے، بیٹیاں بعد میں ہوتا ہے، اہل بیت سے مراد بیوی سب سے پہلے ہوتا ہے۔ کیوں کہ اہل بیت عربی زبان کا لفظ ہے اور اہل بیت کا معنی گھر والے، بیت گھر کو کہتے ہیں، اہل والے، یعنی گھر والے۔

یہی لفظ جب اردو میں بولتے ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے اہل خانہ کیسے ہیں؟ تو آپ کبھی یہ نہیں سمجھتے کہ میرے نواسوں کا حال پوچھا جا رہا ہے۔ کبھی آپ نے سوچا کہ پوتوں کا پوچھا جا رہا ہے۔ میں کہوں گا آپ کے اہل خانہ کا کیا حال ہے؟ تو آپ یہی سمجھیں گے میری بیوی کا حال پوچھا گیا۔ میرے بچوں کا حال پوچھا گیا، اور جب میں آپ سے پنجابی میں کہوں، او تہاڈے گھر والیاں دا کی حال اے؟ تب بھی تم سمجھو گے کہ میرے بیوی اور بچوں کا حال پوچھا گیا۔

لیکن جب عربی میں لفظ بولا جائے اہل بیت تو اس وقت بیوی کوئی مراد نہیں؟

عائشہ رضی اللہ عنہا مراد نہیں؟ حفصہ رضی اللہ عنہا مراد نہیں؟ اس وقت صرف نواسے مراد ہیں؟ یہ وہ ذہنیت ہے جو رافضیت کے جراثیموں کے طور پر تمہارے ذہنوں میں آئی ہے۔ جب بھی اہل بیت کا لفظ بولا جائے گا نبی کی بیویوں کا نام ہوگا، اہل بیت سے مراد سب سے پہلے خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ ہے۔ حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمرؓ ہے۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہے۔ صفیہ رضی اللہ عنہا ہے۔ زینب رضی اللہ عنہا ہے۔ ریحانہ ہے رضی اللہ عنہا۔ جویریہ رضی اللہ عنہا ہے۔ یہ تمام پیغمبر علیہ السلام کی گیارہ بیویاں اہل بیت میں ہیں۔ اس کے بعد جا کر پھر ان کی بیٹیاں اور ان کے بیٹے مراد ہیں۔

میرے بھائیو! ہر عورت اپنے خاندان کی اہل بیت ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اہل بیت ہے۔

زینب رضی اللہ عنہا اپنے خاوند قاسم ابوالعاس ابن ربیع اموی کی اہل بیت ہے۔

اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اہل بیت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں ان کا شمار تبعاً کیا جاتا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے

خاندان میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سب سے پہلے بیویاں مراد ہیں اور اس کے بعد

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور نواسیاں مراد ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان سے محبت:

میرے بھائیو!

پیغمبر علیہ السلام کے نواسے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے،

خاندان نبوت کے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بڑے اچھے تعلقات تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پانچ پانچ ہزار درہم وظیفہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ و

حسین رضی اللہ عنہ کا جاری کیا اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرؓ کا دو ہزار درہم جاری

کیا، بیٹے نے کہا، میں تو کئی جنگوں میں شریک رہا ہوں، میرا وظیفہ دو ہزار، حسن و

حسین رضی اللہ عنہما کا وظیفہ پانچ پانچ ہزار!

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بیٹے تجھے نہیں پتہ جو باپ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا ہے جو نانا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا ہے، جو ماں ان کی ہے وہ تیری نہیں۔ اے عبداللہ بن عمر! حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا مقابلہ تو نہیں کر سکتا، تیری اولاد نہیں کر سکتی، میرا اور کوئی بیٹا نہیں کر سکتا۔

میرے بھائیو!

بتاؤ اگر تعلقات نہیں تھے تو وظیفہ لینا جائز تھا؟ (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ص ۷)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما:

تم اپنی کتابیں تو پڑھو، تمہاری کتابیں کیا کہتی ہیں کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر جب صلح کی تو صلح میں دس لاکھ درہم موقعہ پر ادا کیا اور چار لاکھ درہم سالانہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو وظیفے میں ملتا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت انیس سال رہی، انیس سال تک ہر سال چار چار لاکھ درہم حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو وظیفہ وصول کریں۔

وظیفہ وصول کرنا جائز تھا اور خلافت ناجائز تھی؟

وظیفہ وصول کرنا جائز تھا ویسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کافر تھے؟

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک پورا گاؤں دے دیا وہ جائز تھا؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو سالانہ ایک لاکھ دے دیا وہ جائز تھا؟

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حسن و حسین رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور چھبیس لاکھ

درہم کا ایک پورا علاقہ حسن و حسین رضی اللہ عنہ کو دے دیا وہ لینا جائز تھا؟

پیسے لینے جائز تھے۔

علاقے لینے جائز تھے۔

گاؤں سارے لینے جائز تھے۔

قبیلے کے قبیلے لینے جائز تھے۔

مراعات لینی جائز تھی۔

کپڑے لینے جائز تھے۔

ہدیہ لینا جائز تھا..... ویسے خلافت ناجائز تھی؟

انیس سال تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ رہے اور ان انیس سالوں میں حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے شام کے ایک شہر مقام سکن پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر جا کر بیعت کی۔

یہ بیعت کرانے والا کون تھا؟ یہ حضرت قیس ابن سعد ابن عبادہ انصاری تھے۔

اس کا ذکر کہاں ہے؟ تاریخی طبری میں ہے۔ تاریخ ابن ہشام میں ہے۔ اس کا تذکرہ تاریخ التواریخ میں ہے۔

بیعت کیسے ہوئی؟ حضرت قیس نے فرمایا:

قم یا حسن! قم یا حسین! فبايع فقام فبايع (بحار الانوار ج ۱۰ ص ۱۲۲)
رجال کشي تذکرہ قیس بن سعد ص ۱۰۲)

حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما اٹھے اور انہوں نے بیعت کی اور بیعت کرنے کے بعد جو وظائف مقرر کئے گئے تھے، وہ ادا کئے گئے۔ مجھے بتاؤ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے ملک شام کے شہر مقام سکن پر بیعت کی تھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر، بیعت کیوں کی؟ اس لئے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سچے تھے۔ بیعت کی تھی۔

بیعت کیوں کی؟ اس لئے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔

بیعت کیوں کی؟ اس لئے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح تھی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تھی، کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحیح تھے۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ غلط تھے تو بات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نہیں بات نواسہ رسول کی ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ کے پیسوں کی ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ کے وظیفوں کی ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کی بیعت کی ہے۔ بیعت کرنا ناجائز تھا، وظیفہ لینا جائز تھا۔ ہدیہ لینا جائز تھا۔ گھر میں جانا جائز تھا۔ بچوں کو وہاں رکھنا جائز تھا اور اپنے بچے کا نام معاویہ رضی اللہ عنہ رکھنا جائز تھا؟

تم کہتے ہو کافر تھے، میں کہتا ہوں محبت کرتے تھے۔
 تم کہتے ہو لڑائی کرتے تھے، میں کہتا ہوں پیار کرتے تھے،
 تم کہتے ہو جنگ کرتے تھے، کونسی جنگ تھی؟

جس طرح یزید کے مقابلے میں گئے۔ یزید کی بیعت نہیں کی، اگر اختلاف معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہوتا تو واقعہ کربلا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں پیش آ جاتا۔ اور انیس سال تک جو کربلا کا انتظار کیا گیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں کربلا کہاں تھی؟ اس وقت پیش کیوں نہیں آئی۔ تم کہتے ہو لڑائی تھی۔ جنگ تھی۔ میں کہتا ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں کوئی اختلاف تھے تو انہوں نے صلح کر لی۔ تمہاری تو آج تک صلح نہیں ہوئی۔

تم کہتے ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ ہوئی، میں مانتا ہوں جنگ ہوئی۔

ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے تو باپ کے ساتھ جنگ کرنے والے سے صلح کر لی، تم کون ہو؟ معلوم ہوا تمہارا تعلق علی رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو بیٹوں کے نقش قدم پر چلتے۔ اگر نہیں صلح ہوئی تو تب بتاؤ۔ کتابیں تمہاری کہتی ہیں صلح ہوئی ہے۔

کبھی کہتے ہو یہ حسین رضی اللہ عنہ کو نہیں مانتے۔ حسین رضی اللہ عنہ کو تم مانتے ہو بتاؤ تو سہی!

میرا حسین رضی اللہ عنہ عظمتوں والا تاجدار ہے

میرا حسین رضی اللہ عنہ بلند یوں کا تاجدار ہے

میرا حسین رضی اللہ عنہ رفعتوں کا امین ہے

میرا حسین رضی اللہ عنہ خرمن دل کا محور ہے

میرا حسین رضی اللہ عنہ گلستان نبوت کا ستارہ ہے

میرا حسین رضی اللہ عنہ گلشن رسول کا مہکتا ہوا پھول ہے

میرا حسین رضی اللہ عنہ کلیوں میں خوشبودالا ہے

میرا حسینؑ کلاب کے پھولوں سے بھی اعلیٰ ہے
 میرا حسینؑ ستاروں کی انجمن سے بھی اعلیٰ ہے
 میرا حسینؑ سورج کی کرلوں سے بھی اعلیٰ ہے
 میرا حسینؑ چاند کی رعنائیوں سے بھی خوبصورت ہے
 عظمتوں والا، میرا حسینؑ

صدیقؑ کو امام کہنے والا، میرا حسینؑ
 عمرؑ کو امام کہنے والا، میرا حسینؑ
 عثمانؑ کے دروازے پر پہرہ دینے والا، میرا حسینؑ
 معاویہؑ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے والا، میرا حسینؑ
 تو کس حسینؑ کی بات کرتا ہے جو ڈر گیا تھا؟
 جوابو بکرؑ سے ڈر کے چپ کر گیا۔
 پھر عمرؑ سے ڈر کے چپ کر گیا۔
 پھر عثمانؑ سے ڈر کے چپ کر گیا۔
 پھر معاویہؑ سے ڈر کر صلح کر لی۔
 تو ڈرنے والے کو ”حسین“ کہتا ہے۔

میں جرات و بہادری سے.....

صدیق اکبرؑ کو امام کہہ کر

عمرؑ کو امام کہہ کر

عثمانؑ کو امام کہہ کر

معاویہؑ کو امام کہہ کر

حق و صداقت کا، حق و عظمت کا، حق و رفعت و بلندی کا پرچم اٹھا

کر دنیائے کفر کو یہ بتانے والے کو کہ صدیقؑ میرا ہے، میں صدیقؑ کا
 ہوں۔ میں اس ”حسینؑ“ کو مانتا ہوں۔

زوجہ صدیقؑ، حضرت حسینؑ کی دایہ:

ایک ہی بات بتاؤ حضرت حسینؑ پانچ شعبان چار ہجری کو پیدا ہوئے۔
ایک بات بتاؤ، حسینؑ پیدا ہوئے دایہ کون تھی؟
تم دایہ پر آ کر آگے نہیں چل سکتے، تم شہادت تک کیسے پہنچو گے؟
یہ بتاؤ دودھ کس نے پلایا تھا؟ اور تمہاری کتابیں یہاں آ کر چپ ہو جاتی ہیں۔
بحار الانوار میں نام لکھ دیا آگے بات نہیں کی۔

دایہ بتاؤ کون تھی؟ حضرت حسینؑ کی پیدائش پر دایہ صدیق اکبرؑ کی بیوی تھی اور اس کا نام اسماء بنت عمیس تھا۔ لاؤ کتاب ”مقتل حسین“ میں نے چھ کتابوں کا حوالہ دیا جو عربی کی معتبر کتابیں ہیں، مدینہ منورہ کے کتب خانے میں ان کتابوں کو میں نے نچوڑا ہے، اور یہ حوالہ نکالا ہے کہ حضرت حسینؑ کی پیدائش پہ صدیق اکبرؑ کی بیوی نے دایہ کا فریضہ سرانجام دیا۔

حضرت حسینؑ کی رضائی ماں کون؟

دودھ کس نے پلایا؟ حسینؑ نے کس عورت کا دودھ پیا؟
ایک اور بات کہتا ہوں اسلام کی دوسری مسلمان خاتون کا نام ہے، حضرت خدیجہؑ کے بعد جس نے رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھا، وہ ام الفضلؑ بنت عمیس ہے۔

سیدنا فاروق اعظمؑ کی بنت علیؑ سے رشتہ داری:

حضرت فاروق اعظمؑ کی اس خاندان سے رشتہ داری سماعت فرمائیں۔
حضرت فاروق اعظمؑ کے نکاح میں حضرت حسینؑ کی بہن آئی، جس کا نام ام کلثوم ہے۔ کہتے ہیں جی ام کلثوم کا عمر فاروقؑ کے نکاح میں آنا ہماری غیرت کے خلاف ہے۔ تمہاری غیرت ہے کہاں؟ نکاح ہوا تھا۔

اچھا اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرضی کے خلاف نکاح ہوا تھا۔ بعض کتابوں میں ایسی غلط عبارت ہے جو میں یہاں پڑھ نہیں سکتا۔ کہتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کی لڑکی چھین لے گئے۔ العیاذ باللہ کتابوں میں ہے۔ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔ وہ زبردستی کیا، چلو میں مان لیتا ہوں کہ زبردستی کیا، پر تم میری بات ضرور مانو گے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے زبردستی نکاح کیا تو پھر مشکل کشاء کون تھا؟ حاجت روا کون تھا؟ مشکل کشاء کی لڑکیاں لوگ لے جاتے ہیں؟ کچھ غیرت کرو، کچھ حیا کرو۔

ایک بات بتانا ہوں کہ یہ نکاح ہوا کیوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ عجب تھے کہ خاندان نبوت میں میری رشتہ داری باقی رہے، یہ تھی اصل بات۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے، فوت ہو گئے تو حضرت حصہ رضی اللہ عنہا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی لڑکی تھی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھی، ام المومنین تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو دنیا سے رخصت ہو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاندان نبوت میں رشتہ داری کو باقی رکھنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لڑکی حضرت ام کلثوم کے لئے نکاح کا پیغام خود بھیجا۔ اس نکاح کے پیغام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بچی ابھی چھوٹی ہے۔ چنانچہ دو سال کے بعد جب وہ بالغ ہوئی اس کے بعد نکاح ہوا۔ باضابطہ نکاح ہوا۔ اس کا ذکر ساری کتابوں میں موجود ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نہرت ام کلثوم سے نکاح کیا۔ دو وجہ سے، ایک تو رشتہ داری مقصود تھی، دوسری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر بھی عمل کرنا مقصود تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر جب ترین ۵۳ سال کی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم سے نکاح کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر ترین سال تھی۔ اور حضرت ام کلثوم کی عمر نو سال تھی۔

شیر خدا سے اہل سنت کا تعلق:

میرے بھائیو!

اہل سنت حسین رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ اہل سنت سے ہے۔ یہ اصولی بات ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جو کلمہ پڑھا، وہ سنیوں کا کلمہ۔ جو قرآن پڑھا، وہ سنیوں کا قرآن۔ جو نماز پڑھی، وہ سنیوں کی نماز۔

کوئی دنیا کا شخص حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت میں اہل سنت سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی محبت جس دل میں نہیں، وہ دل ایمان کی روشنی سے خالی ہے۔ یہ مسلمانوں کا ایمان ہے۔ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت جزو ایمان ہے۔ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت جزو ایمان ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف:

میرے بھائیو!

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ اس کے بعد یزید تخت امارت پہ بیٹھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی تعداد کو یزید کی امارت سے اختلاف تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اتفاق ہونے کے باوجود یزید سے اختلاف تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی واضح اختلاف تھا۔ یہ اختلاف ان کا حق تھا۔ جب گورنر مدینہ میں یزید کا پیغام بیعت نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا تو انہوں نے راتوں رات مدینہ چھوڑ دیا اور بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ مدینہ منورہ سے مکہ پہنچے رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ یہاں آپ نے ایک دو ماہ قیام کیا۔ اس قیام کے دوران چار بڑے صحابی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ یہ چار بزرگ وہاں موجود تھے، ان بزرگوں نے یہاں پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ کا کیا ارادہ ہے؟

انہوں نے فرمایا کہ میں یزید کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتا۔ اس اثناء میں کوفہ سے لوگوں کے خطوط مکہ مکرمہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ملے۔ تقریباً بارہ ہزار خط کوفہ سے مکہ مکرمہ پہنچے۔ بوریاں بھر گئیں خطوط کی۔ بلانے والے کوئی تھے، کوئیوں نے خطوط میں لکھا

پھل پک گئے، سبزہ زار علاقہ، کوفہ کی بستیاں آباد ہو گئیں۔ آپ یہاں آئیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور آپ کو امیر بنائیں گے۔ آپ لیت و لعل سے کام نہ لیں، آپ سے زیادہ بہتر کوئی آدمی نہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا مشورہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے نبی کے نواسے! اے پیغمبر کے لخت جگر! آپ کوفیوں پر اعتبار نہ کرنا، کیوں؟ اس لیے کہ کوفہ کا یہ وہی شہر ہے جس میں تمہارے والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جامع مسجد میں کوفیوں نے شہید کر دیا تھا۔ سب سے پہلے کوفیوں نے مدینہ منورہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نکالا، تخت خلافت مدینہ سے کوفہ منتقل کیا پھر کوفہ لے جا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد تمہارے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلایا، پھر نماز کی حالت میں ان پر حملہ کیا، ان کی ران پر خنجر مارا، ان کے نیچے سے مصلیٰ کھینچ لیا، وہ زخمی حالت میں مدینہ پہنچے اور انہی زخموں سے وہ شہید ہو گئے، اس لیے کوفیوں پر اعتبار نہ کرو۔ یہ بڑے بے وفا لوگ ہیں، بڑے بے ایمان ہیں۔ (سیر اعلام النبلا للذہبی ص ۱۹ ج ۳ تحت الحسین بن علی)

نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ہدایت کو سنا، لیکن اگلے دن ستر آدمیوں کا قافلہ ۷۰۰ خطوط لے کر آیا، کہنے لگے ہم تم پر فدا ہوں گے، ہم تم پر جان دے دیں گے، ہم تمہارے لئے مرجائیں گے، ہمارا بچہ تمہاری راہ تک رہا ہے۔ ہمارے علاقے میں تمہارے آنے سے جشن ہوں گے، پورا علاقہ تمہارے نام پر مرنے کو تیار ہے۔ آپ ہمارے پاس آؤ خطوں کا تانا باندھ گیا۔ علاقوں کے علاقے اٹھ آئے۔ اے نواسہ رسول ہمارے ساتھ چلو۔ کوفیوں نے بارہ ہزار خط نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھ ڈالے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ دو مہینے تک ان کے خطوط پر غور کرتا رہا اور اس کے بعد جب حج کا موسم آیا تو نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تایا زاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں بھیجا کہ جاؤ جا کر حالات معلوم کر کے آؤ، اتنے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ حج کرنے کے بعد کوفہ روانہ ہوئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے روکا کہ آپ کو فیوں کے دھوکے میں نہ آئیں۔
 کو فیوں کے پاس نہ جائیں، کوئی مکار ہیں، کوئی غدار ہیں۔ کو فیوں نے اپنے آپ کو شیطان
 علی کہہ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دھوکہ دیا، پھر آپ کے بھائی کو دھوکہ دیا، آپ ان کے فریب
 میں مت آئیں۔ لیکن نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے اتنے خط ہیں، اتنے قافلے آچکے
 ہیں، اتنے وفود آچکے ہیں۔ میں اس بات کو صحیح سمجھتا ہوں کہ مجھے جانا چاہیے۔ حضرت مسلم
 بن عقیل کو بھی بھیجا لیکن ان کے واپس آنے سے پہلے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم چل پڑے ہیں۔
 میرے بھائیو! وہاں پہ ایک آدمی سے اطلاع مل چکی تھی کہ کوئی سچے ہیں، کوفہ
 بہت بہتر ہے آپ آجائیں۔ انہوں نے سفر کو تیز رکھا، جلدی جلدی سفر کرنا شروع کیا۔
 سواریاں وہاں پہنچیں۔

میرے بھائیو! جس طرح پیغمبر علیہ السلام کے نواسے کے بارے میں، جس
 طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں، نواسوں کی تعداد کے بارے میں رافضیوں نے
 غلط روایات دنیا تک پہنچائی ہیں، اسی طرح کر بلا کے واقعہ میں من گھڑت روایات، بے
 تکی روایات، جس میں یہ کہا گیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے دوپٹے اتر گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
 بیٹیاں میدان میں رونے لگ گئیں۔ خاندان نبوت اجڑ گیا۔ خاندان نبوت بے یار و
 مددگار دھکے کھاتا رہا۔ من گھڑت روایات، کمر بند میں خون کی سرخی آگئی، فاطمہ
 الزہراء رضی اللہ عنہا کر بلا کے میدان میں جھاڑو دیتی ہیں۔ اس طرح کی من گھڑت روایات کا
 سہارا لے کر بد معاشی کر کے بیان کرتا ہے، جو فیس لینے کے لئے شیعہ کی بنائی ہوئی
 روایات کا سہارا لے کر جھوٹ بول کے، فریب دے کر، اس قوم کا مذاق اڑاتا ہے۔

میرے بھائیو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کا دوپٹہ میدان میں اتر جاتا، آسمان پھٹ
 جاتا، زمین پھٹ جاتی۔

آج تو کبھی نہیں کہتا ذاکر او ملاں، اوفیس پہ پلنے والے، او قوم کو دھوکہ دینے
 والے! کبھی تو نے یہ نہیں کہا کہ میری بیٹی کا دوپٹہ چوک پہ اتر گیا۔ میری ماں کا دوپٹہ
 چوک پہ اتر گیا۔ ہائے! تجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اتنی لاوارث مل گئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی اتنی

لا وارث مل گئی کہ تو اسپیکر پر لوگوں کو رُلانے کے لئے، دھوکہ دینے کے لئے، فریب دینے کے لئے اس سادہ قوم کو سادہ نسل کو، جس کو مذہب کا پتہ نہیں، دنیا کا پتہ نہیں، شریعت کا پتہ نہیں، تاریخ کا پتہ نہیں، ان دیہاتی لوگوں کو رُلانے کے لئے تو جھوٹ بکتا ہے، خدا تیرے پیٹ کو جہنم میں آباد کرے۔ آمین!

جھوٹے سنی ذاکرو! اور وہ ذاکر جو رافضیوں کی بنائی ہوئی روایات پر عمل کر کے خاندان نبوت کا مذاق چوکوں میں اڑاتے ہو۔ تمہیں شرم کرنی چاہئے، لوگوں کو رُلانے کے لئے جھوٹی روایات من گھڑت قصے، من گھڑت واقعات، کبھی اپنی بیٹی کیلئے تو تم نے بیان نہیں کئے۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی، حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیٹی، اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خون۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جگر گوشہ۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جسم کا ٹکڑا۔ کرب و بلا کی وادی میں۔ اس کے دوپٹے اتر گئے، خیمے اکھڑ گئے، اللہ خاموش تھا۔ قدرت خاموش تھی، فرشتے خاموش تھے، اور بدر کے میدان میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے فرشتے آئے، اور کربلا میں ان بیٹیوں کے لئے کوئی فرشتہ نہیں آیا؟

ادھر تو یہاں کہتا ہے یا علی مدد! یہاں مدد مانگتا ہے، وہاں کربلا میں مدد دینے کے لئے علی رضی اللہ عنہ کیوں نہیں آئے؟ نجف اشرف میں کیوں نہیں آئے؟ جب بچوں کے سرتن سے جدا ہوئے کیوں نہیں آئے؟ دوپٹے اتر گئے، علی رضی اللہ عنہ کیوں نہیں آئے؟ حلق میں تیرا تر گئے تھے، علی رضی اللہ عنہ کیوں نہیں آئے؟ تو فیصلہ کر کے بتا۔ ”یا علی مدد“ کہنا غلط ہے یا تیرا یہ واقعہ بیان کرنا غلط ہے۔

اب میں کہنا چاہتا ہوں کہ جب شیر خدا نے خیبر کا کورٹ اڑا دیا تھا، تو مدد نبی سے بھی نہیں مانگی تھی، کہا تھا:

”میں وہ علی ہوں جس کا نام جس کی ماں نے حیدر رکھا ہے۔“

جس کو خدا نے وہ طاقت بخشی ہے کہ اندھیروں میں داخل ہو کر وہ روشنیوں کے چراغ جلاتا ہے۔ یا علی مدد کہنا شرک ہے۔ میرے بریلوی بھائیو! اپنی کتابوں کا مطالعہ کرو، یا علی مدد کہنا شرک ہے، یہ شیعہ کا شعار ہے۔

مدد علی الرقسی رحمہ اللہ نے بھی خدا سے مانگی اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ شرف سپاہ
 صحابہ کو حاصل ہے، آج سے آٹھ سال پہلے فیصل آباد میں، میں نے سب سے پہلے یا اللہ
 مدد کا سطر ایک لاکھ شائع کر کے پاکستان کے ٹرکوں اور بسوں پر لگایا تھا اور اس کا فیضان آج
 دیکھو کہ دنیا کی سٹائیکس زبانوں میں "Say Ya Allah Madad" کو پوری
 دنیا میں فروغ ملا ہے۔ دنیا کے ہر چوک میں اللہ کی مدد کا پرچم بلند ہو رہا ہے اور فروغ اس
 کو سپاہ صحابہؓ نے دیا۔ مولانا حق نواز محمد کوی رحمہ اللہ کی جرأت نے دیا، ان کی جدوجہد
 نے دیا، ان کی سیادت نے دیا۔ ان کی حیرت انگیز قیادت نے دیا۔

مسلمانو! مدد اللہ سے مانگو۔ قرآن کہتا ہے کہ مدد اللہ سے مانگو، کس سے مانگو؟
 اللہ سے۔ اللہ اکبر! واستعينوا بالصبر والصلوة..... صبر اور صلوة! اس کا تخیل کیا ہے
 کہ نماز اللہ کے لیے ہے، صبر بھی اللہ کی مشیت کو ذہن میں رکھ کر یا جاتا ہے۔

ایک نعبد و ایک نستعین ○

مدد تجھ سے ہی مانگتے ہیں۔

کیا کہتے ہو۔ کہ اللہ سے مدد مانگتے ہیں۔ مدد تجھ سے ہی مانگتے ہیں، اور جب
 یا علی مدد کہتے ہو تو اس کا مطلب کیا ہوگا کہ مدد تجھ سے بھی مانگتے ہیں "بھی" اور "ہی" میں
 پتہ ہے کتنا فرق ہے؟ نماز میں کہتے ہو کہ مدد تجھ سے ہی مانگتے ہیں۔ جو نماز میں کہتے ہو
 بعد میں بھی وہی کہو، بعد میں اور نہ کہو، نماز میں کہتے ہو، تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں، اور
 دیوار پہ کسی اور سے مدد کا لکھ دو، اللہ کے رسول نے بھی مدد اللہ سے مانگی، نبی نے بھی اللہ
 سے مدد مانگی، ایک لاکھ جو بیس ہزار انبیاء علیہم السلام نے بھی مدد اللہ سے مانگی اور یہی اہل سنت
 کا شعار ہے۔

کوفیوں کا مسلم بن عقیلؓ سے سلوک:

میرے بھائیو! نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم "جرف" سے آگے بڑھے، پتہ چلا کہ مسلم
 بن عقیل کو شہید کر دیا گیا۔ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن

حضرت مسلم بن عقیل کے بھائیوں نے کہا، ہم بدلہ لیے بغیر نہیں جائیں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی بدلہ لوں گا، چلیں۔ قافلہ تیار ہو گیا، کوفہ پہنچے۔

جب کوفہ میں گئے، میرے بھائیو! کوفہ میں پہنچ کر مسلم بن عقیل کا پورا واقعہ معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل جب وہاں پہنچے تھے، ہزاروں آدمیوں نے استقبال کیا، صبح کو استقبال کیا، نماز ظہر میں چھ ہزار آدمی رہ گئے، پہلے چودہ ہزار آدمی تھا، شام کو چار ہزار آدمی رہ گئے اور صبح کو نماز فجر کے بعد جب سلام پھیرا تو صرف بارہ آدمی رہ گئے۔ اور تھوڑی دیر گزری مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا۔ (طبری ج ۴ ص ۱۲۸)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفہ میں:

نواسہ رسول ﷺ وہاں پہنچے، چوک میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ اسد بن قیس تو کہاں ہے؟ سلیمان ابن ربیع تو کہاں ہے؟ آؤ آؤ میں نبی کا نواسہ تمہارے شہر میں آیا ہوں، میں پیغمبر ﷺ کے خاندان کا چشم و چراغ تمہارے دروازے پہ آیا ہوں۔ تم نے خط لکھ کر مجھے بلایا ہے۔ میرا بھائی کہاں ہے؟ مسلم بن عقیل کی لاش کہاں ہے؟ مسلم بن عقیل کی لاش کے ٹکڑے کہاں ہیں؟

تم نے بے یار و مددگار مسافر کو ذبح کر ڈالا، تم نے یہ نہ دیکھا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے خاندان کا بیٹا ہے۔ نبی کے خاندان کا چشم و چراغ ہے۔ بتاؤ کیا یہ خط تم نے نہیں لکھے؟ کوفہ کی جامع مسجد میں جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے، وہاں نواسہ رسول ﷺ نے وہ خط پڑھ کر سنائے۔ او کوفہ کے لوگو! تم نے یہ خط لکھ کر ہمیں بلایا تھا، تمہارے خط پڑھ کر آ گیا۔

لیکن اس وقت جو وہاں لوگ جمع تھے، کوئی بھی نہ بولا۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ ہم نے خط لکھ کر بلایا تھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے۔ ان لوگوں کو معلوم ہوا اگر نواسہ رسول ﷺ شام پہنچ گئے، کہیں یزید ان کی شرطوں کو تسلیم نہ کر لے۔ حکومت کی فوجیں ساتھ ہیں اور وہ بھی ساتھ ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفہ سے چلے، نومیل کے فاصلے پر

کر بلا کا میدان ہے، وہاں پہنچتے ہیں۔ یہ لوگ بھی وہاں پہنچے تھے، کون لوگ؟ جنہوں نے بلایا تھا اس خلا میں کہ نواسہ رسول ﷺ وہاں پہنچ کر اپنی شرطوں کو منوالے گا، شرطیں مانی جائیں گی، ہمارا قیمہ قیمہ ہو جائے گا ہم تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دشمن ہیں ہم صحابہ کے دشمن ہیں، خاندان نبوت کا سہارا لے کر ہم نے ان کو کچلنا تھا، لیکن اب تو بات درمیان سے نکل گئی۔ (جلاء العیون ص ۳۹۱)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تین شرائط:

مجھے بتاؤ کیا تمہاری کتاب جلاء العیون میں یہ نہیں لکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا مجھے چھوڑ دو، یا میں سرحدوں پہ چلا جاؤں، مجھے چھوڑ دو میں جا کر اگر یزید میری باتوں کو مان لے تو میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں، یا مجھے چھوڑ دو میں مدینہ واپس چلا جاؤں۔ لیکن اس وقت کوئی آدمی ان کی حامی بھرنے والا نہیں تھا۔ کوئی آدمی ان کا ساتھ دینے والا نہ تھا، اور بد معاشرت بتاؤ! پیغمبر ﷺ کے نواسے نے چوک میں خطبہ دیا، اور خط لکھنے والو کہاں گئے ہو؟ یہ میرے پاس بارہ ہزار خطوں کی بوری ہے تم نے مجھے بلایا تھا، تمہارے کہنے پر میں آیا تھا۔

میرے بھائیو! تم فیصلہ کر کے بتاؤ، تم عدالت لگاؤ، میں تمہارے دروازے پر آیا ہوں تم جج بن جاؤ۔ تم وکیل بن جاؤ۔ تم آؤ انصاف کرنے کے لیے۔ مجھے بتاؤ تم مجھے خط لکھ کر بلاؤ، آدمی بھیج کر بلاؤ، جب میں تمہارے دروازے پر آؤں پر آؤں، تمہارے در پر مجھے تیسرا آدمی قتل کر ڈالے اور اس کے بعد تم خاموش ہو جاؤ، تم کچھ بھی نہ کہو، تم اس کا ہاتھ بھی نہ پکڑو۔ تم اس کے ساتھ زخمی بھی نہ ہو جاؤ، تم قاتل سے یہ بھی نہ کہو کہ یہ میرا مہمان ہے اسے چھوڑ دے۔ یہ میرے پاس آیا ہے، اسے چھوڑ دے۔ اور تمہارا تو بال بھی بیکانہ ہو۔ تمہارے تو ماتھے پہ پسینہ بھی نہ آئے۔ تمہیں کچھ بھی نہ ہو، مجھے بتاؤ جب یہ واقعہ ہو جائے، تمہارے دروازے پر مجھے ذبح کر دیا جائے اور تمہیں کچھ بھی نہ ہو، میرے ساتھ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں، ان کو بھی مار دیا جائے، ذبح کر دیا

جائے، ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور پھر میں تمہارے کسی بزرگ کا بھی لڑکا ہوں، تمہارے پیر کا لڑکا ہوں، تمہارے پیشوا کا لڑکا ہوں اور خط لکھ کر تم نے بلایا ہو، زار و قطار رو کر بلایا ہو اور اس کے بعد آدمی بھیج کر بلایا ہو، جب میں اپنے بچے لے کر تمہارے پاس آ جاؤں، تمہارے دروازے پر مجھے ذبح کر دیا جائے، میرے ٹکڑے کر دیئے جائیں مجھے پانی نہ پوچھا جائے، ہائے میرے سارے خاندان کی بچیاں وہاں بلک بلک کر، وہاں پردے میں بیٹھ کر پریشان ہو جائیں، لیکن تم خاموش ہو جاؤ، تم فیصلہ کر کے بتاؤ میں قاتل کس کو کہوں؟ میں بدمعاش کس کو کہوں؟ میں مکار کس کو کہوں؟ میں غدار کس کو کہوں؟ میں سازشی کس کو کہوں؟ میں فریبی کس کو کہوں؟ فیصلہ تم کرو، عدالت تمہارے پاس ہے۔

چلو اس کو بھی نہیں مانتے، نہ مانو، میں آگے چلتا ہوں۔ کوفہ سے آگے چلے گئے، کربلا کا میدان آگیا، وہاں آ کر دس محرم کو نماز ظہر کے بعد پیغمبر ﷺ کے نواسے کو شہید کر دیا گیا، ذبح کر دیا گیا، بچوں کو ذبح کر دیا گیا، بچوں کے حلق سے تیرا تار دیئے گئے۔ وہاں پانی نہ ملا، وہاں تڑپ تڑپ کر پیغمبر ﷺ کے نواسے نے جان دے دی۔ نبی ﷺ کے بیٹوں نے جان دے دی، وہاں وہ لوگ خیموں میں تڑپتے رہے، عورتیں تڑپتی رہیں، لیکن کسی نے پردہ نہیں چھوڑا، کسی نے پردہ نہیں توڑا، یہ اس فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بچیاں تھیں جس نے کہا تھا، میرا جنازہ رات کو اٹھانا، اور آج پاکستان کی شیعہ عورتیں بے پردہ ہو کر چوکوں میں پھریں اور کہیں ہم فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نام لیوا ہیں، کس فاطمہ رضی اللہ عنہا کی؟ جس نے کہا تھا کہ میرا جنازہ رات کو اٹھانا، علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! تیرا جنازہ دن کو اٹھائیں گے، دیہاتوں کے لوگ بھی آ جائیں گے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے علی! میں وہ محمد ﷺ کی بیٹی ہوں، جس کے چہرے کو یا مصطفیٰ ﷺ نے دیکھا ہے یا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دیکھا ہے، میں چاہتی ہوں میں مر جاؤں۔ میرے کفن پر بھی غیر محرم کی نظر نہ پڑے۔

کرو فیصلہ، عدالت لگی ہے، لاشیں پڑی ہیں، مقتول پڑے ہیں، شہید پڑے

ہیں، بکری نہیں مری، جانور نہیں مرا، وہ خاندان نبوت کا چشم و چراغ پڑا ہے، جس کے ہونٹوں پر نبی ﷺ بوسہ دیتے تھے۔ اس کی لاش پڑی ہے، جس کے چہرے کو دیکھ کر میرے رسول ﷺ نے فرمایا:

ريحان الدنيا والاخرة

حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا چہرہ دنیا و آخرت کا پھول ہے۔

آج یہ پھول مرجھا چکا ہے۔ اس کی پتیاں بکھر گئی ہیں، اس کی مہک بکھر گئی ہے۔ لیکن اس کی لاش خیموں میں پڑی ہے۔ مجھے بتاؤ، گھوڑوں کے ٹاپوں نے ان کے جسم کو روند ڈالا ہے۔ ہائے کون آئے، بارہ ہزار کوئی کہاں تھے؟ خط لکھ کر بلانے والے کہاں تھے؟ سلیمان ابن ربیع کہاں تھا؟ اشعث بن قیس کہاں تھا؟ چیخنے والا کہاں تھا؟ نو میل کا فاصلہ! اور تمہیں کچھ بھی نہ ہوا، ایک آدمی بھی تمہارا نہیں مرا، بچے قربان ہو گئے، بیٹیاں قربان ہو گئیں، علی اصغر ذبح ہو گیا، نبی ﷺ کا نواسہ شہید ہو گیا اور زخمی زین العابدین خیمے میں کراہ رہا ہے، تم فیصلہ کر کے بتاؤ میں کس کو قاتل کہوں؟ بلانے والے کو کہوں؟ میں ماننے والے کو کہوں؟ خط لکھنے والے کو کہوں؟

جب یہ قافلہ قتل ہو گیا۔ بچے قربان ہو گئے۔ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ سیکنہ بچ گئی، فاطمہ بچ گئی، روتی ہوئی زینب بچ گئی۔ زین العابدین زخمی بچ گیا۔ یہ چند سوار یوں پر سوار ہو کر کوفہ پہنچے اور وہاں جا کر انہوں نے کیا کہا؟

میری بات نہ مانو، زینب کی مان لو، چشم دید گواہوں کی بات مانو!

تمہاری عدالت ہے، حج تم ہو، منصف تم ہو، عدالت تمہاری ہے، فیصلہ کر کے بتانا سپریم کورٹ تم ہو، ہائی کورٹ تم ہو، سیشن کورٹ تم ہو۔

مسلمانو! غیور سنیو! چلو میں تو چیختا ہوں، میں تو چلاتا ہوں، میں تو دادیلہ کرتا ہوں نبوت کا گلشن اجڑ گیا، خاندان نبوت اجڑ گیا، مہک اجڑ گئی، گلستان نبوت ویران ہو گیا، شمع رسالت کے پھول مرجھا گئے۔ میں چیختا ہوں میری بات نہ مانو، آؤ میں اور آپ مل کر دروازے پہ چلیں، زینب اور زین العابدین کے دروازے پر چلیں، آؤ پوچھیں ام

کلتوم سے تجھے دکھ کس نے دیا؟ تجھے کس نے مارا؟ تجھے کس نے واویلا کرنے پر مجبور کیا؟ تیرے بھائیوں کو ذبح کس نے کیا؟ علی اصغر کا خون کس نے بہایا؟ تیر کس نے چلائے؟ زخمی کس نے کیا؟ قربان کس نے کیا؟ اور اگر میں اور آپ مل کر ان زخمیوں سے پوچھیں، جو زخمی بتائیں اس کو تو مان لو گے؟ زخمیوں کی ہات کو تو مانو گے، مانو گے یا نہیں مانو گے؟

میری بات نہ مانو، تم کہو گے یہ سپاہ صحابہؓ والے ہیں۔ یہ غلط بیانی بھی کر سکتے ہیں، یہ تو دشمنی کی بات پر، مخالفت کی بات پر بات کرتے ہیں اور اگر میں کہوں کہ میری بات نہ مانو، بات مانو ام کلتوم کی، بات مانو زینب کی، تم کہو گے یہ عورتیں تھیں، چلو زین العابدین کی بات مانو، وہ تو زخمی تھا، اس سے خاندان نبوت کی اولاد چلی تھی۔ ان سے سارا خاندان نبوت بڑھا تھا۔ سارے سیدوں کی اولاد زین العابدین سے آگے بڑھتی ہے۔ بارہ امام اسی سے چلے تھے۔ ساری امت اسی سے چلی تھی۔ سارا رسول کا خاندان اسی سے آگے چلا، ان کی بات آج کہاں سے یاد آگئی؟ ان کے بیانات کہاں سے آگئے؟ ان کے بیانات میری کتاب میں ہوں تو دیوار پر مار دو، میرے رسالے میں ہوں تو دیوار پر پھینک دو، میری الماری میں ہوں، لیکن اگر رجسٹر بھی تمہارا ہو، اگر یادداشت بھی تمہاری ہو۔ اگر لائبریری بھی تمہاری ہو اور تمہارے آدمیوں نے غلطی سے لکھ دی ہو، سچی بات لکھ دی ہو تو پھر بتاؤ قاتل کون تھا؟ ظالم کون تھا؟ مکار کون تھا؟ پھر مجھے کہہ لینے دو:

تم ہی قاتل، تم ہی مخبر، تم ہی منصف ٹھہرے
اقرباء میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر؟

حضرت فاطمہ صغریٰ کا خطبہ:

یہ میرے پاس کتاب ہے، کتاب کا نام ہے ”بحار الانوار“ یہ ملا باقر مجلسی کی کتاب ہے۔ ”بحار الانوار“ کتاب اسی جلدوں میں ہے۔ یہ پہلی اور دوسری جلد ہے، ”بحار الانوار“ کے صفحہ ۱۳ پر، حضرت فاطمہ صغریٰ (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی) کی طرف زین بن موسیٰ منسوب کرتا ہے کہ جب حضرت فاطمہ صغریٰ کا کربلا میں ورود ہوا تو آپ

نے حسب ذیل خطبہ پڑھا:

”حمود و صلوات“ اس قدر جتنے سنگریزے صحراء میں اور زمین میں جتنے جنت کی عرش سے تا بعرش چیزیں ہیں میں اسی کی حمد کرتی ہوں، اسی پر ایمان و توکل رکھتی ہوں، اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور گواہی دیتی ہوں کہ آنحضرت محمد ﷺ کی اولاد دریائے فرات کے کنارے پر بے جرم و خطا ذبح کر دی گئی۔ پالنے والے! میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں۔ اس امر سے کہ میں تجھ پر وہ جھوٹ باندھوں جو عہد تو نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لیا ہے ان کے خلاف کہوں، وہ علی رضی اللہ عنہ جن کا حق تحمین لیا گیا۔ جن کو مدعیان اسلام کے سامنے خدا کے گھر میں شہید کر دیا گیا، جس طرح کل ان کی اولاد کو قتل کیا گیا خدا ان جھوٹے مسلمانوں کو غارت کرے، جنہوں نے نہ تو ان کی حیات میں ان سے ظلم دور کیا نہ ان کی شہادت کے بعد، توجہ فرمائیں اور آخر میں آگے جا کر خطے میں کہنے لگیں:

دوسرا خطبہ:

اما بعد! اے اہل کوفہ، خدا رو متکبر و ماتم کو معلوم ہو کہ ہم وہ اہل بیت ہیں جن کو تمہارے ذریعے آزمایا گیا ہے، اللہ نے ہماری آزمائش کو بہتر قرار دیا۔ اس نے اپنا علم و فہم ہمیں عطا فرمایا لیکن تم نے ہمیں جھٹلایا، ہمارے شرف کا انکار کیا، ہمارے ساتھ جنگ کو حلال سمجھا، ہمارے اموال کو مال غنیمت جانا، جیسے ہم اولاد رسول نہ تھے بلکہ ترکہ اوقاف تھے یا کفار کی اولاد تھے۔ جیسا کہ تم نے کل ہمارے جدا مجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا، تمہاری تلواروں سے ہم اہل بیت کا خون فک رہا ہے، تم نے اپنے پیچھے کینوں کو نکال کر اپنے دلوں کو ٹھنڈا کیا اور اللہ کے خلاف اپنی جرأت کا مظاہرہ کیا، تم نے ہمارے ساتھ نہیں بلکہ اللہ کے ساتھ مکر کیا، اللہ تمہارے اس مکر کا بہترین جواب دینے والا ہے۔

حضرت ام کلثوم کا خطبہ:

میری بات نہ مانو، فاطمہ صغریٰ کا فیصلہ مانو۔ چلو آگے چلتے ہیں۔ یہ خاندان نبوت کی ایک عورت کا بیان ہے آگے چلیں، حضرت ام کلثوم نے خطبہ شروع کیا، اور فرمایا:

اے اہل کوفہ! برا ہو حال تمہارا، اس لئے کہ تم نے حسین رضی اللہ عنہ کو چھوڑا اور اس کو قتل کیا، مال و اسباب ان کا لوٹ لیا، ان کو اپنا ورثہ گردانا، ان کے اہل بیت کو قید کیا، ہلاک ہو تم اور رحمت خدا سے دوری ہو تمہارے لئے۔ وائے ہو تم پر، آیا جانتے ہو کس بلا میں گرفتار ہوئے؟ کیسے خون تم نے بہائے؟ کس کی لڑکیوں کو تم نے بے پردہ کیا اور کیسے اموال کو تم نے لوٹ لیا؟ ایسے شخص کو تم نے مارا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام عالم سے بہتر تھا۔ تمہارے دلوں سے رحم اٹھ گیا، (اس کے بعد کئی شعر اس مضمون کے آگے آئے) اور آگے کہا افسوس ہو تم پر، تم نے میرے بھائی کو بے گناہ قتل کیا۔

یہ کس نے کہا؟ حضرت ام کلثوم کا خطبہ، فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی بیٹی کا خطبہ اور سن رہے ہو؟ میری بات نہ مانو حضرت فاطمہ صغریٰ اور ام کلثوم کی بات تو مانو، مانتے ہو؟ دیکھ رہے ہو، آگے چلیں؟

حضرت زین العابدین کا خطبہ:

ہم آگے بڑھتے ہیں، آگے بڑھ کر اس خطبے کا اقرار کرتے ہیں، اس خطبے کا اعلان کرتے ہیں جو خطبہ زین العابدین نے دیا:

زین العابدین نے کہا کہ اے کوفہ کے لوگو! تمہارے سے بڑا ذلیل دنیا میں کوئی نہیں، تم قیامت کے دن میرے نانا کو کیا جواب دو گے؟ قیامت کے دن جہنم کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ تم نے ہمیں نہیں بلایا تھا؟ تم نے خط نہیں لکھا تھا؟ کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ پھل پک گئے ہیں؟ تم نے نہیں بلایا؟ پھر تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا۔

جب کوفہ کی عورتیں خاندان نبوت کے لئے ہوئے قافلے کو دیکھ کر رونے لگیں تو

حضرت ام کلثوم نے یہ خطبہ بھی فرمایا کہ وائے ہو تم پر تم ہم کو روتی ہو؟ تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا، تمہارے مردوں نے ہمیں ذبح کیا، اب تم ہمیں روتی ہو؟ تمہارے لئے جہنم کی سزا ہے اور تم جہنم میں جاؤ گی اور یہ فیصلہ قیامت کی صبح کو ہو کر رہے گا۔

اب مجھے بتاؤ کہ یہ خطبہ زین العابدین کا آیا ہے، حضرت زینب کا آیا ہے، ام کلثوم کا آیا ہے، فاطمہ صغریٰ کا آیا ہے، اس فیصلے کے بعد اب تم بتاؤ قاتل کون ہے؟ مقتول کون ہے؟ ظالم کون ہے؟

کتاب کس کی ہے؟ رافضی کی۔

فیصلہ کس کا ہے؟ فیصلہ خاندان نبوت کا۔

فیصلہ کس کا ہے؟ اعلان کس کا؟ فیصلہ لکھنے والا کون؟ خاندان نبوت فیصلہ لکھنے

والا ہے، میں نے تو نہیں لکھا۔ فیصلہ کر کے بتاؤ!

میرے غیرت مند سنیو! چودہ سو سال سے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے بعد پورے ملک میں چوکوں و چوراہوں پر واویلا کرنے والوں کا پردہ آج اس چوک پہ ہم نے اتار دیا۔

میرے بھائیو! اس اہم دستاویز کے بعد کیا تم اس فیصلے پر نہیں پہنچے ہو کہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے والا شیعان علی کا وہ گروہ ہے جو چودہ سو سال سے سینہ پیٹ کر اپنی سزا پوری کر رہا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



سیدنا فاروق حسین رضی اللہ عنہما:

خطبہ:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى
الْكُفَّارِ رَحِمَاءٌ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا
(پارہ ۲۶، سورۃ الفتح آیت ۲۹)

ترجمہ۔ ”محمد ﷺ کے رسول ہیں اور جو لوگ اس کے
ساتھ ہیں۔ زور آور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں تو
دیکھے گا ان کو رکوع میں اور سجدہ میں۔“

☆☆☆☆

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعل
الحق علی لسان عمر و بقلبه (جامع ترمذی جلد ۲
ص ۵۶۳)

ترجمہ۔ ”نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ بے شک اللہ نے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل اور زبان پر حق کو جاری کر دیا۔“

☆☆☆☆

تمہید:

واجب الاحترام قابل صدا احترام بزرگوار دوستو! آج سات محرم ہے۔ چونکہ یہ جلسے شہادت کے عنوان پر ہیں اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت یکم محرم کو ہوئی۔ اور یہ پورا ہفتہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کا چل رہا ہے۔ اور ۹، ۱۰ کی تاریخوں میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت بیان کی جاتی ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا شمار دنیا کے بڑے آدمیوں میں:

میرے دوستو!

جو کام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا، اس کی مثال کوئی پیش نہیں کر سکتا۔ امریکہ کے ایک عیسائی نے کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ”دی ہنڈرڈ“ سو بڑے آدمی۔ اس کتاب میں پہلے نمبر پر اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہے، اور چھٹے نمبر پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نام لکھا ہے۔

اس نے لکھا ہے کہ روئے زمین پر جو سب سے بڑے آدمی ہیں ان میں چوتھا نمبر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ یعنی ایک عیسائی مورخ، ایک غیر مسلم، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت کے ترانہ گاتا ہے۔

غیر مسلم کو عمر رضی اللہ عنہ کا عدل نظر آتا ہے!
غیر مسلم کو عمر رضی اللہ عنہ کی کہانی نظر آتی ہے!
غیر مسلم کو عمر رضی اللہ عنہ کا کردار نظر آتا ہے!
غیر مسلم کو عمر رضی اللہ عنہ کی برتری نظر آتی ہے!

ایک آدمی اسلام کا نعرہ لگاتا ہے جبکہ اسلام کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اسلام کا نعرہ لگا کر ایران میں انقلاب برپا کرتا ہے، اور وہ کتاب میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دیتا ہے۔

ہر درد کا علاج ”نظام خلافت راشدہ“:

میرے دوستو!

آج انسان کے ہر درد اور دکھ کا علاج ”خلافت راشدہ“ کے نظام میں مضمر ہے۔ اگر خلافت راشدہ کا نظام اس ملک میں نافذ ہو جاتا، تو آج کوئی تکلیف نہ ہوتی، کوئی پریشانی نہ ہوتی۔ جن لوگوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بلایا اور بلا کر شہید کر ڈالا، انہیں اللہ کی طرف سے سزا مل رہی ہے۔ اور ملتی رہے گی۔

میرے بھائیو! ایک بات عرض کر کے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بات کرتا ہوں۔

عذاب خداوندی:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نافرمانوں نے پچھڑے کی پوجا شروع کی، بعد میں اس قوم نے توبہ کی، اور کہا کہ ہم پچھڑے کی عبادت سے توبہ کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں ان لوگوں کو تو ابین کہا گیا، کہ جو پچھڑے کو پوجتے تھے بعد میں انہوں نے توبہ کی۔ انکو کہا گیا تو تو ابین۔ اور ان کی سزا بھی قرآن پاک میں مقرر ہے۔

قرآن کہتا ہے..... فاقتلوا انفسکم اپنے آپ کو مارو! اس لئے کہ تم نے پچھڑے کی پوجی کی۔ اس لیے سزا یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو مارو!

شیعہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر چکے ہیں، اس کے بعد یہ توبہ کرتے ہیں، اللہ نے ان کی سزا مقرر کی..... فاقتلوا انفسکم اپنے آپ کو مارو! جس طرح وہ تو ابین اس وقت توبہ کرتے تھے، اپنے آپ کو مارتے تھے۔ اسی طرح یہ اس دور کے تو ابین ہیں۔ اپنے آپ کو مارتے ہیں۔ چودہ سو سال سے اپنے آپ کو مارتے جا رہے ہیں۔ اور قیامت تک اپنے آپ کو مارتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ!

اللہ نے فرمایا مجھے بھی خدا نہ کہنا اگر ان کی سزا ان کے ہاتھوں سے مقرر نہ ہو۔ یہ اپنے منہ پر بھی ہاتھ مار سکتے تھے۔ یہ ٹانگوں کو بھی مار سکتے تھے۔ لیکن اللہ نے ایسی سزا نہیں

دلوائی۔ سزا ایسی دلوائی کہ سینے پہ ماریں۔ کیوں؟ اس سینے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کا بغض ہے۔ اس سینے میں عمر رضی اللہ عنہ کا بغض ہے۔ اللہ نے فرمایا اسی سینے کو ماریں جہاں بغض ہے۔ اور کوئی نہ مارے، خود اپنے ہاتھوں سے ماریں۔ اور ایک دن نہ ماریں ہر سال ماریں۔ اور ایک جماعت نہ مارے اکٹھے ہو کر ماریں۔ اور لوگ انہیں اس طرح مارتے ہوئے دیکھیں۔ اور اگر کوئی ان کو روکے تو ان سے لڑیں۔ کہ تم کیوں نہیں ہمیں اپنے آپ کو مارنے دیتے؟

سینہ اپنا، ہاتھ اپنا، خنجر اپنے، چاقو اپنے ماریں بھی اپنے آپ کو! اور پھر مار بھی ایسی کہ پولیس کے پہرے میں۔ فوج کے پہرے میں۔ تیاری ہو رہی ہے یکم سے دس تک! سنیو! کچھ نہ کہنا۔ مولوی صاحب تو تقریر نہ کر، کیوں؟ ان کا ماتم بند نہ ہو جائے۔

مولوی صاحب! تو یہاں داخل نہیں ہو سکتا۔ تیری تقریر سے ان کا ماتم بند نہ ہو جائے۔ اللہ! تیری قدرت پہ قربان جاؤں تو نے کیسا بندوبست کیا ان کے مارنے کا۔ مولویوں کو کہہ دیا کہ ان کو ماتم سے نہ روکو! اگر ہم روکیں کہ ماتم نہ کرو، ہم سے لڑتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا جس طرح میں نے خانہ کعبہ پہ اہل بدعت کا انتظام کیا۔ کہ جب بدعتی سر جھکاتا ہے، لاٹھی پیچھے سے پڑتی ہے۔ اور قیامت تک ایسے ہوتا رہے گا۔ اسی طرح ان کا انتظام میں نے یہاں کیا کہ اپنے آپ کو ماریں مگر تم اس کو روکو تو تم پر پابندی لگ جائے۔ اور ان کا اپنے آپ کو مارنا بند نہ ہو!

اپنے آپ کو مارنا بند ہوا ہے؟ نہیں! مار رہے ہیں۔ اور مارتے جائیں گے۔ میں لاہور سے آیا تو میں نے راستے میں کئی جگہ پر انہیں اپنے آپ کو مارتے ہوئے دیکھا ہے۔ پولیس پہرہ دے رہی تھی۔ پولیس کیوں پہرہ دیتی ہے؟ کہ کوئی ان کو روکے نہ! یہ مارتے رہیں۔ یہ اللہ کی قدرت ہے۔ اللہ تعالیٰ اہلسنت کو ترقی دے اور ان کو ذلیل و رسوا کرے۔ آمین!

اور پھر ماریں بھی کیسے کہ لباس پہنایا دوزخیوں کا۔ کالا لباس ہے جہنمیوں کا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ماریں گے بھی اپنے آپ کو، لباس جہنم کا پہن کر! دنیا میں جہنم عذاب ہے کہ نہیں؟

بہادر عمر رضی اللہ عنہ:

میرے دوستو! میں عرض یہ کر رہا تھا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام جو اسلام کی تاریخ میں ہے، صرف اسلام کی تاریخ میں، پوری دنیا کی تاریخ میں عمر رضی اللہ عنہ کا مقام اونچا ہے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ وہ عظیم انسان ہے کہ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا۔

تجھے اسلام کی ضرورت ہے!

مجھے اسلام کی ضرورت ہے!

پیروں کو اسلام کی ضرورت ہے!

ولیوں کو اسلام کی ضرورت ہے!

صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسلام کی ضرورت ہے!

لیکن اسلام کو عمر رضی اللہ عنہ کی ضرورت ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا۔

ہر نبی نے خدا سے کچھ نہ کچھ مانگا۔ اللہ نے اگر چاہا تو دے دیا۔ نہیں چاہا تو نہیں دیا۔ نبی کے لئے مفید ہوا تو دے دیا۔ نبی کے لئے کوئی چیز مفید نہیں ہوتی تو نہیں دی!

عمر رضی اللہ عنہ مرا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں:

حضرت نوح رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا اے اللہ! میرے بیٹے کو ہدایت

دے۔

اللہ نے فرمایا ہدایت نہیں مل سکتی، نبی کے ہاتھ خالی آگئے۔

ابراہیم علیہ السلام نے ہاتھ اٹھائے، فرمایا اے اللہ! میرے باپ کو ہدایت دے۔ اللہ

نے نبی کے ہاتھ خالی موڑ دیئے!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے، فرمایا اے اللہ! میرے چچا کو ہدایت دے۔ اللہ

نے فرمایا نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا نہیں مل سکتا۔

چچا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی کے لیے مفید نہیں تھا!

اور بیٹا نوح علیہ السلام کا نبی کے لیے مفید نہیں تھا!
 باپ ابراہیم پیغمبر علیہ السلام کا نبی کے لئے مفید نہیں تھا، نہیں ملا۔
 لیکن جب محمد مصطفیٰ ﷺ نے چچا کے بجائے خانہ کعبہ کی دیواروں کے نیچے
 عمر رضی اللہ عنہ کے لیے ہاتھ اٹھائے تو عمر رضی اللہ عنہ دوسرے دن ہی محمد ﷺ کی جھولی میں آ گیا۔ اگر عمر
 رضی اللہ عنہ اسلام کے لئے مفید نہ ہوتا۔ عمر رضی اللہ عنہ بھی اسلام کے دامن میں نہ آتا۔
 عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا باغ چھیننا ہوتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بیتؑ پہ ظلم کرنا ہوتا۔
 جس طرح شیعہ کہتے ہیں تو آج عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے دروازے پر نہ آتا۔
 سارے صحابہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے مرید ہیں، عمر رضی اللہ عنہ محمد ﷺ کی مراد ہیں!
 عمر رضی اللہ عنہ کو مانگا گیا ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ وہ عظیم انسان ہے، کہ جس کے کلمہ پڑھنے سے خانہ کعبہ کا دروازہ
 کھلا۔ جس کے کلمہ پڑھنے سے کعبہ میں اذان بلند ہوئی۔
 عمر رضی اللہ عنہ اسلام کی تاریخ کا وہ عظیم انسان ہے کہ جو دو قبیلوں کا فاتح ہے۔
 کلمہ علی رضی اللہ عنہ نے بھی نبی ﷺ کا پڑھا تھا۔
 کلمہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی نبی ﷺ کا پڑھا تھا۔
 کلمہ عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی نبی ﷺ کا پڑھا تھا۔
 لیکن کعبے میں اذان اس وقت ہوئی جب عمر رضی اللہ عنہ محمد ﷺ کی جھولی میں آیا۔

عمر رضی اللہ عنہ کی ادائیں:

کلمہ نبی ﷺ کا عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھ لیا، اذان ہونے لگی تھی دار ارقم میں! فاروق
 اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا کہ عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے اور اذان پھر بھی گھر میں ہو!
 آج اذان کعبہ کی چھت پر ہوگی۔ اور جس وقت میرے دوستو! حضور ﷺ نے ہجرت کا
 اعلان کیا۔

صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت نبی ﷺ کے ساتھ کی۔

علی رضی اللہ عنہ نے ہجرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر کی۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ ہجرت خفیہ کی۔ کسی نے ہجرت رات کو کی۔ کسی نے صبح صبح کی۔ کسی نے دوپہر کو ہجرت کی۔ جب کوئی دیکھتا نہ تھا۔ لیکن تاریخ کہتی ہے۔

اول من اسلم اعلانیۃ فہو عمر!

اول من ہاجر اعلانیۃ فہو عمر!

اول من اذن فی دار الکعبۃ فہو عمر!

جس نے علی الاعلان ہجرت کی وہ عمر رضی اللہ عنہ تھا۔

جب عمر رضی اللہ عنہ ہجرت کرنے لگا، تو عمر رضی اللہ عنہ کعبے کے سامنے آیا اور کہا اباؤ جہل!

میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ہجرت کر رہا ہوں، اگر تو روک سکتا ہے روک کر دکھا۔ اگر بچوں کو یتیم کرانا ہے۔ اگر بیویوں کو بیوہ کرانا ہے۔ آ عمر رضی اللہ عنہ کا راستہ روک لے، میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ (ابن سعد ج ۳ ص ۱۹۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم و فاروق رضی اللہ عنہ:

.....	عمر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی
.....	عمر رضی اللہ عنہ بدر میں	پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں
.....	عمر رضی اللہ عنہ احد میں	نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد میں
.....	عمر رضی اللہ عنہ خندق میں	نبی صلی اللہ علیہ وسلم خندق میں
.....	عمر رضی اللہ عنہ حنین میں	نبی صلی اللہ علیہ وسلم حنین میں
.....	عمر رضی اللہ عنہ خیبر میں	نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں
.....	عمر رضی اللہ عنہ تبوک میں	نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں
.....	عمر رضی اللہ عنہ مدینے میں	نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں
.....	عمر رضی اللہ عنہ مکہ میں	نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں
نبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں۔ عمر رضی اللہ عنہ بھی عائشہ رضی اللہ عنہ کے حجرے
میں۔ عمر رضی اللہ عنہ ہر وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

اگر عمر رضی اللہ عنہ کی وفات نہ ہو!

اور عمر رضی اللہ عنہ کا نام کتنا پیارا ہے، جو عمر رضی اللہ عنہ کو نہ مانے قبر میں چلا جائے۔
عمر رضی اللہ عنہ تو وہ ہے جسے کافر بھی مانے گا، او کافر کو ماننا پڑے گا عمر کو۔
ایک شیعہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے پاس آیا، کہنے لگا شاہ جی! میرا بچہ
فوت ہو جاتا ہے، جب بھی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ مر جاتا ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ بچہ
دے اور بچہ باقی رہے۔ عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے ہاتھ اٹھائے، اللہ نے بچہ دیا۔
بچے کو اللہ نے عمر عطا فرمائی۔ چند دنوں کے بعد وہ شیعہ آیا۔ کہنے لگا شاہ جی! علی رضی اللہ عنہ کا
کرم ہو بچہ بچ گیا۔ عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا اگر اس بچے کی عمر نہ ہوتی کبھی نہ
بچتا۔ اگر عمر کی وفات نہ ہوتی تو وہ بچہ کبھی نہ بچتا۔ عمر کی وفات نہ ہو تو کوئی آدمی بچ نہیں سکتا۔

عمر رضی اللہ عنہ دو قبلوں کا فاتح:

ایک بات یاد رکھیں، عمر رضی اللہ عنہ دو قبلوں کا فاتح ہے۔
خانہ کعبہ میں اللہ کا نام سب سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ نے بلند کیا۔
بیت القدس کو آزاد عمر رضی اللہ عنہ نے کیا۔
بیت المقدس بھی کعبہ ہے، بیت الحرم بھی کعبہ ہے۔
اس کعبے میں اللہ کا نام عمر رضی اللہ عنہ نے بلند کیا۔ وہاں جا کر بھی اللہ کا نام عمر رضی اللہ عنہ نے
بلند کیا۔

عمر رضی اللہ عنہ قرآنی پیش گوئیوں کی صداقت کا مظہر:

عمر رضی اللہ عنہ اتنا عظیم انسان ہے کہ دس سال چھ مہینے خلیفہ رہتا ہے۔ قیصر و کسریٰ کا

جنازہ نکالتا ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ دس سال خلیفہ رہتا ہے، قرآن کے اندر یہ پیشین گوئیاں ہیں۔

الم غلبت الروم ○

روم فتح ہو جائے گا۔

قرآن کہتا ہے۔

ان الارض يرثها من عبادي الصالحون ○

قرآن کہتا ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى
لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ط

(سورة النور: ۵۵)

اللہ نے تمہیں زمین پر خلافت دینے کا وعدہ کر رکھا ہے۔

قرآن کہتا ہے:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ (سورة التوبة آیت ۳۳، پارہ ۱۰)

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے تمہیں اس لیے بھیجا تا کہ تیرا دین پوری دنیا کے دینوں پر

غالب آجائے۔

ہم تاریخ کے اوراق پہ دیکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت، اسلام پوری دنیا کے دینوں پر غالب ہونے کے لیے آیا تھا۔ اسلام دلیل کے طور پر تو غالب تھا لیکن ابھی عملی طور پر غالب نہیں تھا۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کو فتح کیا تھا۔

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ

سارے دینوں پر اسلام غالب آجائے۔

یہ کام نہیں ہوا تھا۔ اللہ نے یہ کام کس سے لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کو نکال دیں
تول..... لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ لا..... کا مفہوم پورا نہیں ہوتا۔ اللہ نے دین کو غالب
کرنا ہے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ ہے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے، روم کو فتح کرنا ہے، کس کے دور
میں ہوا؟ عمر رضی اللہ عنہ کو نکال دیں، صدیق رضی اللہ عنہ کو نکال دیں نہ روم پر غلبہ ہو سکتا ہے، نہ دین
ساری دنیا کے دینوں پر غالب آ سکتا ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں..... لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ لا..... کا مفہوم یہ
ہے کہ دین ساری دنیا کے دینوں پر غالب آ جائے۔ یہ چاہئے تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایسا
ہوتا۔ اللہ نے یہ کام خلافتِ راشدہ کے دور میں پورا کیا کہ سب سے بڑی دنیا کی طاقت قیصر
کی تھی، دوسری کسریٰ کی تھی۔ قیصر کے نیچے عیسائی تھے۔ یہودی تھے۔ پوری دنیا کے اہل
کتاب تھے، اور کسریٰ کے نیچے مشرک تھے، آتش پرست تھے، بت پرست تھے۔ اللہ تعالیٰ
نے صورت ایسی بنادی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فوجیں پہلے قیصر کے دروازے پر گئیں، قیصر
کو تہس نہس کر دیا، قیصر کی سلطنت فتح کر کے روم کے اوپر اسلام کا پرچم لہرا دیا۔ پھر کسریٰ کا
جنازہ نکالا۔ کسریٰ پر اسلام کا پرچم لہرایا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی پوری ہو گئی۔

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ لا

کہ اسلام اس لئے آیا کہ پورے دنیا کے دینوں پر غالب آ جائے۔

ساری دنیا کے دینوں پر اسلام کو غالب کرنے والا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہے۔

کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قیصر پر اسلام کا پرچم لہرایا۔ کسریٰ پر اسلام کا پرچم

لہرایا۔

روم بھی اسلام کے قدموں میں

عراق بھی اسلام کے قدموں میں

افریقہ بھی اسلام کے قدموں میں

شام بھی اسلام کے قدموں میں

ایران بھی اسلام کے قدموں میں

کابل بھی اسلام کے قدموں میں
ساری دنیا کی ایک ایک ریاست رسول اللہ ﷺ کی غلام بن گئی ، فاروق
اعظم رضی اللہ عنہ کے قدموں کے صدقے۔

فضائل فاروق بزبان رسالت ﷺ:

عمر رضی اللہ عنہ وہ عظیم انسان ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کو کافر بھی نہیں بھلا سکتا۔ عمر رضی اللہ عنہ کو دشمن
بھی نہیں بھلا سکتا۔ اس لئے کہ جو کام عمر رضی اللہ عنہ نے کیا، روئے زمین پر وہ کام کسی نے نہیں
کیا۔ نبی ﷺ کے بعد!
حضور ﷺ نے فرمایا۔

ان الله جعل الحق على لسان عمر رضي الله عنه!
اے عمر! اللہ نے تیری زبان پر حق کو جاری کر دیا ہے۔
عمر رضی اللہ عنہ فرش پہ بولتا ہے۔ خدا عرش پہ بولتا ہے۔
جو رائے عمر رضی اللہ عنہ فرش پر پیش کرتا ہے۔ وہی رائے عرش سے اللہ کا قرآن بن کر
آ جاتی ہے۔

میرے دوستو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔
لو کان بعدی نبی لکان عمر رضی اللہ عنہ (جامع ترمذی ج ۳ ص ۵۶۳)
لوگو! اگر میرے بعد کسی نے نبی بننا ہوتا۔ عمر رضی اللہ عنہ کا سر اس لائق تھا کہ اس پر
نبوت کا تاج رکھا جاتا۔

حضور ﷺ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ! تو ایسا عظیم انسان ہے، جس گلی سے تو گزرتا ہے،
اس گلی سے شیطان نہیں گزرتا۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا:
انا مدینہ العلم..... میں علم نبوت کا شہر ہوں
و ابو بکر اساسها..... ابو بکر رضی اللہ عنہ اس شہر کی بنیاد ہے۔

انا مدينة العلم میں علم نبوت کا شہر ہوں

و عمو جدا رہا اور عمر رضی اللہ عنہ اس شہر کی دیواریں ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ کو دیوار کیوں کہا؟ اس لئے کہ دیوار مضبوط ہونی چاہئے۔ تاکہ کوئی شگاف نہ لگا سکے۔ اکہ کوئی سند نہ لگا سکے تاکہ کوئی موری نہ بن سکے۔

عمر رضی اللہ عنہ مدینے کی دیوار ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ نبوت کے شہر کی دیوار ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ سے شیطان بھی بھاگتا ہے:

عمر رضی اللہ عنہ ایسی مضبوط دیوار ہے کہ جس گلی سے عمر رضی اللہ عنہ گزر جائے، شیطان نہیں گزر سکتا۔ آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں۔

اُس دور کا شیطان، عمر رضی اللہ عنہ کے راستے پر نہیں آتا تھا۔

آج کے دور کا شیطان ایسا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کے نام کا بیڑ لکھوا کر بابِ عمر رضی اللہ عنہ

لکھ کر کسی چوک پر لٹکا دیں، آج کا شیطان اس کتبے کے نیچے سے نہیں گزرے گا۔

آپ کسی چوک پر عمر رضی اللہ عنہ کا نام لکھیں، آج بھی شیطان نہیں گزرے گا۔

عمر رضی اللہ عنہ! تیرے نام میں اتنی وجاہت ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ! تیرے نام میں اتنا رعب ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ! تیرے نام میں اتنا دبدبہ ہے۔

کہ جس چوک میں آج تیرے نام کا کتبہ ہو، آج کا شیطان اس دروازے کے

نیچے سے نہیں گزرے گا۔

پاکستان کے مقتدر طبقہ کی عمر رضی اللہ عنہ فراموشی:

عمر رضی اللہ عنہ کتنا عظیم انسان ہے، سب کہو رضی اللہ عنہ!

چاہئے یہ تھا کہ آج پاکستان میں یکم محرم سے لے کر نو محرم تک فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

کے ترانے ریڈیو میں گائے جاتے۔ ٹیلی ویژن پہ گائے جاتے، اخبارات میں عمر رضی اللہ عنہ کا

ذکر ہوتا، اخبارات میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ کا ذکر ہوتا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کہانی کا ذکر ہوتا۔

عمر رضی اللہ عنہ کا نام یکم محرم کو تھوڑا سا لے کر باقی پورے نو دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر کرتے ہو۔

عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت کہاں گئی؟

عمر رضی اللہ عنہ کی عظمت کہاں گئی؟

عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کہاں گیا؟

عمر رضی اللہ عنہ کا دور سخاوت کا دور ہے!

عمر رضی اللہ عنہ کا دور عدالت کا دور ہے!

میرے بھائیو!

بہت جلد وہ وقت آرہا ہے کہ پاکستان کی ہر گلی میں عمر رضی اللہ عنہ کا نام روشن ہوگا۔ ہر

چوک میں عمر رضی اللہ عنہ کا نام روشن ہوگا، ہر شہر میں عمر رضی اللہ عنہ کا نام روشن ہوگا۔

ریڈیو پر عمر رضی اللہ عنہ کا نام آئے گا!

ٹی وی پر عمر رضی اللہ عنہ کا نام آئے گا!

میرے دوستو!

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عمل کو دیکھو، میں چند درخشندہ واقعات فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

کے دور کے سنانا چاہتا ہوں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے چرچ میں عبادت نہیں کی:

عمر رضی اللہ عنہ کتنا عظیم انسان ہے، ایران کے سرکاری دورے میں ایک گرجا گھر

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو نظر آیا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سرکاری دورہ کر رہے تھے۔ چرچ کے پادری

نے کہا آئیے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اندر گئے چرچ دیکھنے، چرچ دیکھتے ہوئے نماز عصر کا وقت

آگیا۔ تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وہاں نماز پڑھنے لگے، تھوڑی دیر کے بعد کہا، نہیں! میں یہاں

نماز نہیں پڑھتا۔ پادری نے کہا کیوں نہیں پڑھتے؟ ہمارے چرچ کے باہر پاک جگہ ہے، یہاں نماز پڑھو!

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس لیے نماز تیرے چرچ کے دروازے پر نہیں پڑھتا کہ میرے بعد آنے والا کوئی اسلامی حکمران کہیں اس وجہ سے تیرے چرچ پر قبضہ نہ کر لے، کہ یہاں عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی تھی، اس لئے میں تیرے چرچ میں عصر کی نماز نہیں پڑھتا۔ (فتوح البلدان ص ۱۴۷)

عدل فاروقی رضی اللہ عنہ:

عمر و بن العاص رضی اللہ عنہ گورنر حمص تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہاں کے غیر مسلموں سے جزیہ وصول کرو، جزیہ وصول کیا، کچھ دنوں کے بعد مسلمانوں کی فوج کو حمص سے نکلنا پڑا۔ جزیے کا مطلب ہوتا ہے کہ ہم پورا سال تمہاری حفاظت کریں گے لیکن جب تین مہینے کے بعد مسلمانوں کی فوجیں وہاں سے نکلنے لگیں، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہم نے جزیہ پورے سال کی حفاظت کا وصول کیا ہے۔ اور تین مہینے کے بعد ہم حمص چھوڑ رہے ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ باقی نو مہینوں کا جزیہ ان غیر مسلموں کے دروازوں پہ جا کر ان کو واپس دے دو۔

جب عیسائیوں کے دروازوں پر گورنر مصر وہ جزیہ واپس کرنے گئے۔ اور کہا کہ ہم مسلمان اب باقی نو مہینے یہاں نہیں رہ سکتے، تو عیسائی دھاڑیں مار مار کر روتے تھے، اور کہتے تھے عمر رضی اللہ عنہ! تیرے عدل کی وجہ سے زمین قائم ہے۔ ایسا انصاف تو اگر پادریوں کی حکومت ہوتی تو وہ بھی ہم پر نہ کر سکتے۔

مسلمانوں کے محافظ:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رات کو گھر میں سوئے ہوئے ہیں، ایک آدمی نے دروازہ کھٹکھٹایا، اور بتایا کہ مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر اسلامی فوجوں نے پڑاؤ ڈال رکھا ہے، اور ملک شام سے فوجیں آئی ہیں اور یمن جانا چاہتی ہیں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسی وقت

اٹھے، اپنے وزیر حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لیا، اور ان فوجوں کے پاس پہنچے، ایک آدمی پہرہ دے رہا تھا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ بھائی تم سو جاؤ ہم مدینہ سے نئے پہرے دار آئے ہیں۔ ہم نئے چوکیدار آئے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس چوکیدار کو سلا دیا، اور خود اس لشکر پر پہرہ دینے لگے۔ صبح کو اس چوکیدار کو پتہ چلا کہ یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، وہ ہاتھ جوڑنے لگا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا میں خلیفہ بعد میں ہوں اور تمہارا غلام پہلے ہوں۔ (خلفائے راشدین حکیم محمود احمد ص ۲۱۴)

میرے دوستو! صبح کا وقت ہوا، سالار سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا کسی چیز کی کمی تو نہیں؟ اس نے کہا سالن کی کمی ہے، ترکاری کی کمی ہے، زیتون کا تیل نہیں۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی وقت مدین سے سالن منگوا یا، گوشت منگوا یا، دالیں منگوا ئیں، پکانا شروع کر دیں، جب سالن پک گیا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ سالن تقسیم کرنے کے لئے خود دیگ پر بیٹھ گئے۔ اور چمچ لے کر برتنوں میں سالن ڈالنے لگے۔ قطاروں میں لوگ بیٹھ گئے۔ لوگ حیران تھے کہ یہ خلیفہ جس کے نام سے دنیا کا بنتی ہے، کتنا عظیم خلیفہ ہے کہ خود سالن تقسیم کر رہا ہے، ایک آدمی کو عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کے بجائے بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کے پاس چلے گئے اور جا کر کہا بھائی تجھے پتہ نہیں کہ دائیں ہاتھ سے کھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، تو بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا ہے، اس نے عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور کہا امیر المومنین! آپ کو پتہ نہیں یہ میرا ہاتھ غزوہ موتہ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا، اس غزوہ میں کٹ گیا تھا۔ اس وجہ سے میں بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا ہوں، عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہاتھ جوڑ کر کہا اے بزرگ! مجھے معاف کر دے، میں تیری بات کا جواب قیامت کے دن نہیں دے سکتا۔ اس نے کہا کیا بات ہے؟ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھ لیا کہ تیری فوج میں میرا ایک صحابی تھا، جس کا ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ وہ کپڑے کیسے دھوتا ہوگا۔ وہ غسل کیسے کرتا ہوگا، وہ کھانا کیسے کھاتا ہوگا؟ عمر رضی اللہ عنہ تو نے اس کے لئے کوئی غلام مقرر کیوں نہ کیا؟ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس

اس کا جواب کوئی نہیں! اے نوجوان! مجھے معاف کر دے، عمر رضی اللہ عنہ قیامت کی رسوائی سے بچنا چاہتا ہے۔

میرے بھائیو! میں آپ سے درخواست کروں گا کہ دین کے کاموں میں مصروف ہوں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نام گلی گلی میں پہنچائیں۔ ان کی لازوال قربانیوں کو عام کریں۔ ان کے ترانے گائیں اور ان کا نام دیواروں پر لکھیں۔

گلی گلی نگر نگر عمر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ

اس نعرے کو ہر بچے کی زبان پہ گونجنا چاہئے۔ ہر بڑے کی زبان پہ آنا چاہئے۔ عمر رضی اللہ عنہ اگر نہیں ہوگا تو اسلام کے دامن میں کیا چیز رہ جاتی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا کام جو اس دور میں کرتا ہے، میرے نزدیک وہ اس دور کی سب سے بڑی عبادت کرتا ہے۔

شان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بزبان شاعر:

قدموں میں ڈھیر اشرفیوں کا لگا ہوا
اور تین دن سے پیٹ پہ پتھر بندھا ہوا
اوروں کے واسطے ہے سیم و زر و گوہر
اور اپنا یہ حال ہے کہ چولہا بجھا ہوا!
کسریٰ کا تاج روندنے کو پاؤں کے تلے
اور بوریہ کھجور کا گھر میں بچھا ہوا!
تقاضا ہے کہ پھر دنیا میں شان حق ہویدا ہو
عرب کے ریگزاروں سے کوئی فاروق پیدا ہو
مساوات و عدالت کا زمانے بھر میں چرچا ہو
وہی برق تجلی پھر افق پر آشکارا ہو
بڑا غوغا ہے پھر قصر جہاں میں اہل باطل کا
کوئی فاروق پھر اٹھے تو حق کا بول بالا ہو

عظمت و کردار کا گوہر تابدار:

میرے بھائیو!

گزشتہ سال جرمنی میں ایک نمائش ہوئی۔ کتابوں کی نمائش۔ یہ وہ تاریخی واقعہ ہے جو امریکی کے ایک ویلکی رسالے نیوز ویک میں چھپا ہے۔ کہ جرمنی میں ایک جرمن اطالوی لڑکی کتابوں کی نمائش میں آئی۔ اور اس نے ایک شخصیت پر سات ہزار کتابیں پیش کیں۔ مسز ولیم لڑکی کا نام ہے۔ اس نے تین گولڈ میڈل آکسفورڈ اور کینیڈا یونیورسٹی سے حاصل کر رکھے ہیں۔ اس لڑکی سے وائس آف امریکہ نے انٹرویو لیا کہ یہ سات ہزار کتابیں جس شخصیت پر تم یہاں لائی ہو، تم اس سے کیسے متاثر ہوئی؟ تم یہودی ہو اور یہ ایک مسلمان ہے۔ تو اس لڑکی نے جواب میں جو کہا ہے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔

وہ سات ہزار کتابیں جس شخصیت پر لائی تھی، اس کا نام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھا۔ میں آپ کے سامنے حیران کن واقعہ عرض کر رہا ہوں۔ اور میں آپ کے سامنے شیکسپیر۔ ویدرک۔ روسو۔ گاندھی۔ ابراہم لنکن۔ ہٹلر اور مسولینی کے وہ تاریخی حوالے کوٹ کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا کی تاریخ ششدر رہ جاتی ہے، جب عمر رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ کو بدوؤں کی گلیوں میں اور گاؤں میں پہرہ دیتے ہوئے دیکھتی ہے۔

میرے بھائیو! فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت پر بہت کچھ کہا جاسکتا ہے۔ لیکن میں آپ کے سامنے ایران کی فتح کا وہ تاریخی واقعہ نقل کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جوشہنشاہ ایران کے دور میں پیش آیا۔ جس کو دیکھ کر ہزاروں عیسائیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ لیا۔ وہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ہستی تھی۔

اس جرمن لڑکی نے کہا کہ اس وقت دنیا کے اندر جتنے سیکولر لوگ ہیں۔ ان کا ایک ہی نعرہ ہے کہ کوئی مذہب نہیں۔ کوئی دنیا کے اندر کوئی قانون نہیں۔ ایک چیز ہے۔ اور وہ ہے لبرل ازم۔ کیا مطلب؟ آزادی۔ ہر آدمی آزاد ہے۔ اس لڑکی نے انٹرویو دیتے ہوئے کہا۔ جو وائس آف امریکا میں آیا۔ اس نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ میرا آئیڈیل ہے۔ اور میں نے عمر

فاروق رضی اللہ عنہ پر سات ہزار کتابیں اپنی لائبریری میں جمع کر رکھی ہیں۔ جو دنیا کی مختلف زبانوں میں چھپیں۔

وائس آف امریکہ کے نمائندے نے پوچھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی کس چیز نے تمہیں متاثر کیا؟ تو اس لڑکی نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے ماسٹڈ نے کہ وہ آزادی کے علمبردار تھے کہ انسان آزاد ہے۔ وہ غلام پیدا نہیں ہوا۔ عمر رضی اللہ عنہ کی اس سوچ نے مجھے متاثر کیا۔

وائس آف امریکا کے نمائندے نے کہا کہ اس انٹرنیشنل نمائش میں تو نے سات ہزار کتابیں عمر رضی اللہ عنہ کی پیش کیں تو سب سے بڑی بات عمر رضی اللہ عنہ کی کون سی پسند آئی؟

اس نے کہا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حج کے موقع پر مکہ میں اعلان کیا تھا کہ میں ہر سال حج کے موقع پر کھلی کچہری لگایا کروں گا اور میری اس کھلی کچہری میں لوگ گورنروں، قاضیوں اور وزراء کے خلاف شکایت پیش کریں گے۔ تیسرے سال فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کھلی کچہری کھمئی تو ایک آدمی کھڑ ہو گیا۔ کہنے لگا میں بدو ہوں۔ میں مصر میں گیا تو مجھے گورنر مصر کے لڑکے نے پشت پر کوڑے مارے اور مجھے ذلیل و رسوا کر دیا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اس گورنر کے لڑکے کی گرفتاری کے لئے محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے باپ گورنر مصر عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ لے کر آؤ۔ میں اس سے پوچھوں کہ تیرا لڑکا بے لگا کیوں ہو گیا؟

جب گورنر اور اس کے لڑکے کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کھلی کچہری میں پیش کیا گیا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس لڑکے سے کہا کہ تو نے بدو کو کوڑا کیوں مارا؟ اس نے کہا مجھ سے غلطی ہو گئی۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں جس طرح تو نے کوڑا مارا ہے۔ اسی طرح تجھے بھی کوڑا مارا جائے گا۔ چنانچہ اس کھلی کچہری میں گورنر کے بیٹے کی پشت پر کوڑے مارے گئے۔ وہ چیختا رہا۔ اس کے بعد گورنر مصر کی باری آئی۔ تو اس آدمی نے معاف کر دیا۔ اس لڑکے کے سامنے کھڑے ہو کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک بات کہی تھی۔ وہ مسز ولیم ایک لڑکی کہتی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی جو سب سے زیادہ چیز مجھے پسند آئی۔ وہ گورنر کے ان کے

ریمارکس سے میں متاثر ہوئی ہوں، جو ریمارکس فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس گورنر کے لڑکے کو سامنے رکھ کر ایک لاکھ انسانوں کے سامنے دیئے۔

جھنگ کے لوگو! ایک لاکھ انسانوں کے سامنے گورنر بحیثیت ملزم کے کھڑا ہے اور بیٹا بھی بحیثیت ملزم کے کھڑا ہے۔ یہودی لڑکی کہتی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ انسانوں کے اجتماع میں اس لڑکے کو خطاب کر کے کہا:

لڑکے! تم نے کب سے عرب کی قوم کو غلام بنا رکھا ہے۔ جبکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جتنا ہے۔

اس لڑکی نے کہا کہ یہ تصور دنیا میں سب سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ نے دیا کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو آزاد ہوتا ہے۔ اس پر کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ ایک یہودی لڑکی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ آزادی دینے پر خراج تحسین پیش کرتی ہے۔

لیکن میرے بھائیو! ایران کا یہ پیشوا جس کا نام خمینی ہے۔ یہ میرے ہاتھ میں اس کی کتاب ہے۔ اس کا فوٹو اس کتاب پر ہے۔ آج سے تیرہ سال پہلے یہ ایران میں برسر اقتدار آیا۔ نام اسلام کا لیا۔ نام قرآن کا لیا۔ نام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا لیا۔ اس کے دین کا لیا۔ ایک طرف مسز ولیم ایک یہودی لڑکی کہتی ہے کہ:

عمر رضی اللہ عنہ میرا آئیڈیل ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ میرا پیشوا ہے۔

ذالك مثلهم في التوراة و مثلهم في الانجيل

عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر تورات میں بھی آچکا ہے۔ انجیل میں بھی آچکا ہے۔ مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ لیکن جب میں نے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی کتاب ”ازالۃ الخفاء“ پڑھی میں ششدر رہ گیا۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ آیت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے اتری۔ اس وقت اتری جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس بیت المقدس کا ایک قاصد آیا۔ آپ نے واقعہ سنا ہے بیت المقدس کا۔ میں وہ واقعہ پورا نہیں دہراتا۔ ایک بات نقل کرنا چاہتا ہوں کہ

ذالك مثلهم في التوراة و مثلهم في الانجيل

کا مطلب کیا ہے؟ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد آیا۔ کہ عیسائی کہتے ہیں کہ اس کتب انجیل میں لکھا ہے کہ ایک آخر الزماں پیغمبر رضی اللہ عنہ کا دوسرا خلیفہ ہوگا۔ اگر وہ تمہارے پاس آئے تو بغیر لڑے بیت المقدس کی چابیاں دے دینا۔ اے عمر رضی اللہ عنہ اب ڈھیل ہے۔ جب تو جائے گا تو چابیاں مل جائیں گی۔ جب تیاری کا وقت آیا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کپڑے وہی بوسیدہ اور سترہ پیوند والے پہنے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک قاصد بھیجا کہ کپڑے تبدیل کرو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کپڑے تبدیل کر لئے۔ اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ مجھے اجازت دو کہ میں پرانے کپڑے پہن لوں اس لئے کہ ان میں پسینہ جذب ہوتا ہے۔ اور اچھے کپڑوں میں پسینہ زیادہ جذب نہیں ہوتا۔ یہ واقعہ بڑا لمبا ہے۔ میں اس طرف جانا نہیں چاہتا۔

غلام کا نام اسلم رضی اللہ عنہ تھا۔ اس سے کہا جاؤ سواری لاؤ۔ غلام سواری لایا۔ اور خود سواری پر سوار ہو گئے۔ غلام کو کہا چل۔ کوئی پروں کو ل نہیں۔

غلام مہر پکڑ کے آگے چلتا ہے۔ غلام کہتا ہے کہ کچھ دور جا کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سواری ٹھہراؤ۔ غلام کہتا ہے کہ میں نے سوچا شاید عمر رضی اللہ عنہ کو قضاے حاجت ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ سواری روکو۔ عمر رضی اللہ عنہ نیچے آ گئے۔ نیچے آ کر کہا اسلم! تم سوار ہو جاؤ۔

نوکر کہنے لگا نہیں۔ امیر المومنین! یہ تو کسی حکمران کی روایت ہی نہیں ہے۔ غلام سوار ہوا اور آقا چلے۔ اس نے کہا ہم ساری روایتیں توڑ چکے ہیں، یہ نئی روایت ہے۔

غلام سواری پر سوار ہوا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ایک منزل چلتے اور عمر رضی اللہ عنہ اوپر آ جاتے اور وہ نیچے آ جاتا۔ بیت المقدس سامنے آیا تو اتفاق ایسا ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نیچے چلنے کی باری تھی اور غلام سوار ہونے لگا تھا۔ غلام رو کر ہاتھ جوڑنے لگا کہ یہودی کیا کہیں گے۔ کہ یہ تو پاگل ہو گیا ہے اس کو احساس نہیں اپنے آقا کا۔

لیکن عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اسلم! میں تو تیری بات مان لوں گا مگر اپنے اللہ کو کیا جواب دوں گا۔ یہ کہہ کر عمر رضی اللہ عنہ نیچے جانے لگے۔ غلام کہتا ہے کہ مجھے اس وقت زیادہ رونا

آیا۔ کہ میں نے جب دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کا جوتا ٹوٹ گیا اور عمر رضی اللہ عنہ وہ ٹوٹا ہوا جوتا ایک ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہیں اور ایک ہاتھ میں مہر پکڑی ہوئی ہے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس پہنچ گئے۔

عیسائی انجیل کھول کر بیٹھے ہیں۔ کسی نے کہا کہ پیدل چلنے والا آقا ہے! کسی نے کہا کہ سوار آقا ہے۔ لیکن سب نے اتفاق کیا کہ پیدل ہے، نشانیاں اس کے اندر ہیں۔ کہ وہی خلیفہ وقت ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے تو بڑے بڑے پادری آگئے اور انہوں نے مل کر چابیاں عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے شکر ادا کیا۔

(ازالۃ الخفاء از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ص ۶۰)

آپ اس مجمعے میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی بھاگا ہوا، آیا وہ بڑا بوڑھا تھا۔ اس کی آنکھوں پہ سفید بال تھے۔ داڑھی سفید تھی۔ وہ قریب آیا اور ایک پرچی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وہ پرچی پکڑی اور پڑھ کر کہا چلے جاؤ، یہ میری سر زمین نہیں ہے۔ میں اس کا مالک نہیں ہوں۔ بات ختم ہو گئی۔

ہزاروں کا مجمع تھا۔ عیسائی بھی تھے۔ کچھ علاقے میں مسلمان بھی تھے۔ وہ حیران ہو گئے یہ بوڑھا آدمی کون ہے؟

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب باہر نکلے تو کچھ مسلمان جو اس علاقے کے تھے۔ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا اور کہنے لگے کہ باقی حال تو بعد میں پوچھیں گے۔ یہ بتاؤ یہ بوڑھا کون تھا؟ یہ پرچی کون سی تھی؟ آپ نے اس سے کیا کہا؟

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج سے پینتیس چالیس سال پہلے کی بات ہے کہ میں اس علاقے میں آتا تھا۔ میرا باپ مجھے لے کر آتا، اس وقت میری عمر دس بارہ سال تھی۔ بیت المقدس کے اس علاقے میں، میں بکریاں چرا یا کرتا تھا اور جب تھک جاتا تو اس بیت المقدس کے نیچے سائے کی وجہ سے لیٹ جاتا۔ ایک دن میں سائے میں لیٹا ہوا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک آدمی میری پنڈلی سے کپڑا ہٹا رہا ہے اور کپڑا ہٹا کر وہ مجھے کہتا ہے:

”تیرا نام کیا ہے؟“

میں نے کہا۔ ”میرا نام عمر رضی اللہ عنہ ہے۔“

اس نے کہا۔ ”تیرے باپ کا نام کیا ہے؟“

میں نے کہا۔ ”جی میرے باپ کا نام خطاب ہے۔“

تو جلدی سے کاغذ آگے کر دیا اور کہا کہ اس کاغذ پر لکھ دے کہ اس علاقہ پر جب

میری حکومت ہوگی تو.....

اس علاقے کا جزیہ تجھے معاف ہوگا۔

اس علاقے کی زمین تیرے لئے معاف ہوگی۔

بیعہ نہ نہیں لیا جائے گا۔

کوئی ٹیکس نہیں ہوگا۔

میں نے کہا چلا جا۔ میں کب مالک بنوں گا۔ میں کب حکمران بنوں گا۔

لیکن عمر رضی اللہ عنہ کو کیا پتہ تھا کہ.....

ذالك مثلهم في التوراة و مثلهم في الانجيل

عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو میں نے جان چھڑانے کے

لیے لکھ دیا کہ جب میری حکومت ہوگی تو یہ زمین تیری ہوگی۔ آج جب میں یہاں اندر آیا تو

وہی بوڑھا آدمی وہی پرچی لے کر آیا، جس پر میرے دستخط تھے۔ تو میں نے کہا کہ یہ جگہ میری

نہیں ہے۔ یہ مسلمانوں کی زمین ہے۔ قرآن نے اسی کو تو کہا:

ذالك مثلهم في التوراة و مثلهم في الانجيل

علی رضی اللہ عنہ و خاندان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جزو ایمان ہے:

میرے بھائیو! دنیا کا کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو

اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لواحدوں سے محبت نہ ہو۔ ہر کلمہ گو خواہ وہ.....

حقی ہے۔

شافعی ہے۔

مالکی ہے۔

حنبلی ہے۔

بریلوی ہے۔

دیوبندی ہے۔

اہل حدیث ہے۔

پوری دنیا میں ایسا نہیں کہ جس کا دل نواسہ رسول ﷺ کی محبت سے سرشار نہ ہو۔
جن کے دلوں میں حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کی قندیل
روشن نہ ہو۔

ان سے عشق اور محبت نہ ہو۔

ان سے پیار نہ ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عشق نہ ہو۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقیدت نہ ہو۔

دنیا کا کوئی مسلمان اس سے محبت کے بغیر اپنے ایمان کو مکمل نہیں کر سکتا۔ ہمارا
عقیدہ ہے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ
کی محبت جس طرح جزو ایمان ہے۔ اسی طرح علی رضی اللہ عنہ اور خاندان نبوت کی محبت جزو ایمان
ہے۔ جس طرح ان تینوں کا منکر کافر ہے۔ اس طرح خاندان نبوت کی عقیدت کا منکر بھی
کافر ہے۔ جس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ اسی طرح علی رضی اللہ عنہ کی
محبت بھی ایمان کا حصہ ہے۔ کوئی دنیا کا سنی خاندان نبوت کی توہین نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی
سنی جھگڑالو ہو سکتا ہے۔

جب میری محبت.....

ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی ہے

علی رضی اللہ عنہ سے بھی ہے

عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ہے

عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی ہے

حسین رضی اللہ عنہ سے بھی ہے

میری محبت عائشہ رضی اللہ عنہ سے بھی ہے۔ اور فاطمہ رضی اللہ عنہ سے بھی ہے۔ تو جھگڑا میری طرف سے نہیں ہوگا۔ بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کی طرف سے ہوگا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی چار نسبتیں ہیں:

ہماری محبت کا معیار دیکھو۔ نواسہ رسول حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی محبت جزو ایمان ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی چار نسبتیں ہیں۔

پہلی نسبت یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ اور علی رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ فاتح خیبر ہے۔

علی رضی اللہ عنہ صاحب ذوالفقار ہے۔

علی رضی اللہ عنہ اسلام کا شیر ہے۔

علی رضی اللہ عنہ اسد اللہ الغالب ہے۔

علی رضی اللہ عنہ علم نحو کا بانی ہے۔

علی رضی اللہ عنہ ولایت کے سلسلوں کا بانی ہے۔

علی رضی اللہ عنہ کا خون ہے حسین رضی اللہ عنہ۔

دوسری نسبت کہ حسین رضی اللہ عنہ اس عورت کا لخت جگر ہے۔ جس کے بارے میں میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الفاطمة بضعة منی

فاطمہ رضی اللہ عنہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اور حسین رضی اللہ عنہ اسی فاطمہ رضی اللہ عنہ کا جگر کا

ٹکڑا ہے۔

تیسری نسبت کہ اسی فاطمہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے حسین رضی اللہ عنہ پیغمبر کا نواسہ ہے۔

یہ نسبتیں تین ہو گئیں۔ ان تینوں نسبتوں پر آپ اور میں نواسہ رسول کی عظمت کے ترانے گاتے ہیں۔ جلسے کرتے ہیں۔ کانفرنسیں کرتے ہیں۔ لیکن میں آپ کی معلومات میں ایک بات لانا چاہتا ہوں۔ کہ اگر یہ تینوں نسبتیں موجود ہوں اور چوتھی نسبت نہ ہو تو کبھی آپ ان کی شان میں جلسہ نہ کریں۔ کبھی کانفرنسیں نہ کریں۔ کبھی کوئی اعزاز نہ بخشیں۔ کبھی ان کے لئے سیمینار نہ کریں۔ آپ حیران ہوں گے کہ ان سے بڑی نسبت ہے کہ:

فاطمہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ ہو۔

علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ حسین رضی اللہ عنہ ہو۔

اصل نسبت صحابیت کی ہے:

اگر یہ تینوں نسبتیں نہ ہوں اور صرف چھوٹی نسبت ہو تو حسین کا مقام تب بھی اونچا ہے۔ اور اس چھوٹی نسبت کا نام ہے صحابیت..... اگر حسین رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ بھی ہو۔ علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا بھی ہو۔ حسین رضی اللہ عنہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہہ کا لخت جگر بھی ہو۔ لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی نہ ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننا نہ ہو۔ کلمہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا نہ ہو تو کبھی آپ اس کے لئے جلسہ نہیں کریں گے۔ یہی وہ نسبت ہے جس نے حسین رضی اللہ عنہ کا مقام اونچا کر دیا۔

اگر رشتہ داری کی نسبت سے بات اونچی ہوتی تو ابولہب کا کوئی قصور نہ تھا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا۔ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو ابولہب نے اتنی خوشی منائی کہ سواونٹ قربان کر دیئے تھے۔

ابولہب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے سے لگاتا تھا۔

ابولہب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا بھی تھا۔

ابولہب قریشی النسل بھی تھا۔

ابولہب کعبہ میں پیدا ہوا تھا۔

ابولہب مکے میں پیدا ہوا تھا۔

عربی زبان بھی جانتا تھا۔
 نبی ﷺ کا چہرہ بھی دیکھتا تھا۔
 کعبہ کا طواف بھی کرتا تھا۔
 لیکن کبھی ابولہب کے لئے آپ نے جلسہ نہیں کیا۔ ابولہب کے لئے کبھی آپ
 نے کانفرنس اور سمینار کا انعقاد نہیں کیا۔ کیونکہ:

چچا تو ہے۔
 رشتہ دار تو ہے۔
 پیغمبر ﷺ سے محبت تو کرتا ہے۔
 کعبہ میں تو رہتا ہے۔
 قریشی تو ہے۔
 زبان تو جانتا ہے۔
 لیکن صحابیت کا شرف نہیں ملا۔ جب شرف نہیں ملا تو اللہ کے قرآن نے کہا:

تبت یداً ابی لہب و تب ○
 ابولہب تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔
 تو تباہ ہو جائے۔

چچا ہونے کے باوجود تو تباہ ہو جائے۔

مکے میں رہنے کے باوجود تو تباہ ہو جائے۔

عربی ہونے کے باوجود تو تباہ ہو جائے۔

اس لئے کہ سارے شرف ایک طرف۔ صحابیت کا شرف ایک طرف۔

میرے بھائیو! ابوطالب پیغمبر ﷺ کا سگا چچا ہے۔ حضور ﷺ چاہتے ہیں کہ شرف

صحابیت ملے۔ لیکن نہیں ملا۔ قرآن نے کہا:

انک لا تہدی من احببت و لکن اللہ یہدی من یشاء

یہ آیت ابوطالب کے ایمان نہ لانے پر اتری۔ کہ اے پیغمبر ﷺ ہدایت کی

چابیاں تیرے پاس نہیں میرے پاس ہیں۔

ابو طالب کون ہے؟ جس نے اپنے بھتیجے کی شان میں یہ شعر کہا کہ۔ اے میرے بھتیجے تیرا چہرہ اتنا حسین ہے کہ یہ یتیموں کا آسرا اور بیواؤں کا سہارا ہے۔

ابو طالب نے یہ بھی کہا کہ میرے بھتیجے کا دین ساری دنیا کے دینوں کا سردار ہے۔ لیکن ابو طالب کو شرف صحابیت نہ ملا۔ اس لئے کہ رشتے کی بنیاد پر شرف نہیں ملتا۔

یہاں ایک اور بات بھی بتانا چاہتا ہوں کہ باپ پیغمبر ہے اور بیٹا باپ کے سامنے غرق ہو رہا ہے۔ باپ نے کہا۔

ان ابني من اهلي
اے اللہ یہ بیٹا تو میری آل میں سے ہے۔ تو آواز آئی۔

ابہ ليس من اهلك
اس کو ہم نے تیری آل سے خارج کر دیا۔

انه عمل غير صالح
اس کے عمل اچھے نہیں تھے۔

معلوم ہوا کہ جو نبی کا صحابی نہ ہو۔ خواہ وہ بیٹا بھی ہو تو باپ کے سامنے غرق کر دیا جاتا ہے۔

اور یہاں باپ بت پرست ہے اور بیٹا پیغمبر ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا باپ کفر کی حالت میں مرتا ہے اور بیٹا پیغمبر ہے۔ اللہ نے قرآن میں کہا کہ ابراہیم علیہ السلام! اگر آج کے بعد تو نے باپ کے لئے مغفرت کی دعا مانگی تو میں تجھ سے ناراض ہو جاؤں گا۔ تجھے باپ کے لئے مغفرت کی دعا کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ معلوم ہوا کہ.....

بیٹا ہونے کی وجہ سے شرف نہیں ملتا۔

باپ ہونے کی وجہ سے شرف نہیں ملتا۔

چچا ہونے کی وجہ سے شرف نہیں ملتا۔

نواسہ ہونے کی وجہ سے شرف نہیں ملتا۔

شرف ملتا ہے تو صحابیت کی وجہ سے ملتا ہے۔

مرتبہ ملتا ہے تو صحابیت کی وجہ سے ملتا ہے۔

دیکھیں۔ یہ چار شرف ہیں:-

پہلا شرف کہ ابولہب چچا ہے۔

دوسرا شرف کہ قریشی ہے۔

تیسرا شرف کہ عربی ہے۔

چوتھا شرف کہ کعبہ میں رہتا ہے۔

پانچواں شرف بھی ہے کہ نبی ﷺ سے محبت کرتا ہے۔

لیکن جب اس پیغمبر ﷺ نے دعوت پیش کی کہ میرے صحابی بنو تو چچا نے صحابی

بننے سے انکار کر دیا۔ تو قرآن نے کہا:

تبت یداہی لہب و تبہ O

لیکن ایک اور آدمی ہے۔ اس میں یہ پانچواں شرف نہیں ہے۔ یعنی اس نے

نبی ﷺ کی پیدائش پر سواونٹ بھی قربان نہیں کئے۔

وہ کعبہ میں بھی نہیں رہتا۔

وہ قریشی النسل بھی نہیں ہے۔

وہ عربی زبان بھی نہیں جانتا ہے۔

وہ مکے میں کبھی آیا بھی نہیں ہے۔

اس کا رنگ بھی کالا ہے۔

اس کے ہونٹ بھی لمبے لمبے ہیں۔

وہ نبی ﷺ کا رشتہ دار بھی نہیں ہے۔

لیکن اس کو صرف شرف صحابیت ملا۔ اس کا نام بلال رضی اللہ عنہ ہے۔ حبشہ کا رہنے والا

ہے۔ مرتبہ اتنا ملا کہ ٹہلتا مکے کی گلیوں میں ہے اور قدموں کا کھٹکا جنت میں ہو رہا ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ صحابیت کا شرف سب سے بڑا شرف ہے۔ جو نواسہ رسول کو عطا ہوا۔ جس کی وجہ سے اللہ نے ان کو وہ اعزاز بخشا جو اور کسی کے نواسے کو نہیں ملا۔

میرے بھائیو!

یہ جو صحابیت کا شرف ہے۔ یہ ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کو ملا ہے۔ کروڑوں انسان.....

ولی بن سکتے ہیں۔

قطب بن سکتے ہیں۔

ابدال بن سکتے ہیں۔

لیکن صحابی نہیں بن سکتے۔ کیونکہ جس طرح نبیوں کا انتخاب عرش پہ ہوا ہے۔ اس طرح پیغمبر کے دوستوں کا انتخاب بھی عرش پہ ہوا۔

میرے بھائیو! نواسہ رسول ﷺ سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کی عظمت برحق

ہے۔ شہادت برحق ہے۔ ان کا مرتبہ برحق ہے۔ ان کی شان برحق ہے۔

☆ حضرت حسین رضی اللہ عنہ گلشن رسالت ﷺ کا مہکتا ہوا پھول ہے۔

☆ حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہزادہ نبوت ہے۔

☆ حضرت حسین رضی اللہ عنہ عظمت و کردار کا گوہر تابدار ہے۔

☆ حضرت حسین رضی اللہ عنہ دبستان نبوت کا پھول ہے۔

☆ حضرت حسین رضی اللہ عنہ گلستان زہراء کا پھول ہے۔

☆ حضرت حسین رضی اللہ عنہ عظمتوں والا ہے۔

☆ حضرت حسین رضی اللہ عنہ رفعتوں والا ہے۔

☆ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بلندیوں والا ہے۔

☆ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بے مثال ہے۔

☆ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مرتبے والا ہے۔

☆ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مقام والا ہے۔

جس دل میں حسین رضی اللہ عنہ کی محبت نہیں اس دل میں ایمان نہیں:

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ.....

جس دل میں حسین رضی اللہ عنہ کی محبت نہیں اس دل میں ایمان نہیں۔

جس دل میں حسین رضی اللہ عنہ کا عشق نہیں اس دل میں ایمان نہیں۔

جس دل میں حسین رضی اللہ عنہ کی الفت نہیں اس دل میں ایمان نہیں۔

جس دل میں حسین رضی اللہ عنہ کا انس نہیں اس دل میں ایمان نہیں۔

○ جس طرح علی رضی اللہ عنہ اونچا۔ اسی طرح حسن رضی اللہ عنہ اونچا۔

○ جس طرح علی رضی اللہ عنہ اونچا۔ اسی طرح حسین رضی اللہ عنہ اونچا۔

○ جس طرح علی رضی اللہ عنہ عظیمستوں والا۔ اسی طرح حسین رضی اللہ عنہ عظیمستوں والا۔

○ جس طرح علی رضی اللہ عنہ رفعتوں والا۔ اسی طرح حسین رضی اللہ عنہ رفعتوں والا۔

○ جس طرح علی رضی اللہ عنہ بلند یوں والا۔ اسی طرح سارا خاندانِ بلند یوں والا۔

○ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی بلند یوں پر۔

○ حضرت علی الرضی رضی اللہ عنہ بھی بلند یوں پر۔

○ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی بلند یوں پر۔

○ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی بلند یوں پر۔

○ میں جب ان کی عظیمستوں رفعتوں اور بلند یوں کو دیکھتا ہوں تو میری پکڑی

زمین پر گر جاتی ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



﴿علم غیب﴾

خطبہ:

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٣﴾

(پارہ اسورۃ الفاتحہ آیت ۴)

ترجمہ۔ ”تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے ہی مدد چاہتے ہیں۔“

تمہید:

میرے واجب الاحترام، غیور نوجوان دوستو! آج کی اس بابرکت محفل میں چند آیات کا خالص ترجمہ، میں آپ حضرات کو سنانا چاہتا ہوں، قرآن سے بہتر کیا ہو سکتا ہے؟ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں پکی روٹی سناؤں گا، دوسرا کہتا ہے کہ میں شیریں فرہاد کا قصہ سناؤں گا، تیسرا من گھڑت کہانیاں بتائے گا اور ایک آدمی یہ کہے کہ میں تو صرف قرآن سناؤں گا، فرق تو ہوتا ہے!

تو میں نے قرآن پاک کی ایک آیت آپ کے سامنے پڑھی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بڑا ہی اہم مسئلہ بیان فرمایا ہے اور وہ آیت ایسی ہے کہ کوئی دنیا کا مسلمان ایسا نہیں کہ جس سے یہ آیت پوشیدہ ہو، ہم روزانہ اس آیت کو نماز میں پڑھتے ہیں، لیکن

۹۹ فیصد لوگ ایسے ہیں کہ جن کو اس کے معنی کا ہی پتہ نہیں، وہ لفظ ہم روزانہ دہراتے ہیں لیکن ہمارا عقیدہ اور عمل اس کے خلاف ہے۔

ہم نماز میں کہا کرتے ہیں..... ایاک نعبد و ایاک نستعین..... اگر میں اس کے معنی کی وضاحت کروں تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ ہم نماز میں یہ کہتے ہیں، اور ہم سارا کام اس کے اُلٹ کرتے ہیں، ایک بات۔

الہ کا معنی:

اور دوسری بات، ہم جب..... لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ..... کا ترجمہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ..... لا الہ الا اللہ..... اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الہ نہیں، کوئی معبود نہیں، تو یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، صرف یہ معنی نہیں کہ آپ الہ کا معنی معبود کریں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا معبود کوئی نہیں، الہ کا معنی معبود ہی کیسے ہو سکتا ہے۔

الہ کا معنی مشکل کشاء کیوں نہیں ہو سکتا؟

حقیقت میں ہے مطلب..... لا الہ..... کہ اللہ کے سوا مشکل کشاء ہی کوئی نہیں، معبود کا معنی کیا ہے مشکل کشاء..... اور اگر آگے..... الہ..... نہ ہوتا، آگے اگر الہ کا کلمہ نہ ہوتا تو ساری صفائی ہو گئی، یہ الہ خدا کی توحید کو بچانے کیلئے ہے، ورنہ خدا کی توحید بھی نہ بچتی، خدا کا تصور ہی ختم ہو جاتا، اس الہ نے خدا کو بچایا ہے..... لا الہ..... مگر اللہ۔

ہم کہتے ہیں..... لا الہ الا اللہ..... اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مشکل کشاء نہیں، یہ معنی نہیں آپ کرتے، معنی کرتے ہیں..... لا الہ الا اللہ..... اللہ تعالیٰ کے سوا معبود کوئی نہیں، معبود ہی کہاں لکھا ہے، کس لغت میں الہ کا معنی صرف معبود لکھا ہے؟

الہ کا معنی مشکل کشاء ہے کہ..... لا الہ..... اللہ تعالیٰ کے سوا مشکل کشاء کوئی نہیں اور ہم مشکل کشاء معنی اس لئے نہیں کرتے کہ ہم میں سے کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشاء بنا رکھا ہے، تو جب وہ کہتے ہیں کہ ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا

کوئی مشکل کشاء نہیں، تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشکل کشائی کہاں جائے گی؟ اس لئے انہوں نے اس کا معنی معبود بنایا۔ اس معبود ہی کا معنی ہے مشکل کشاء۔

عبادت کا معنی:

عبادت کس کو کہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، عبادت کے لائق نہیں اور عبادت کا مفہوم کیا ہے؟ سجدہ کرنا؟ کہ جس کو سجدہ کیا جائے اس کو عبادت کہا جاتا ہے؟ نہیں

.....	ذلت اختیار کرنا	عبادت کا معنی ہے کہ
.....	عاجزی اختیار کرنا	عبادت کا معنی ہے کہ
.....	سب کچھ دے دینا	عبادت کا معنی ہے کہ
.....	سرٹیک دینا	عبادت کا معنی ہے کہ
.....	دکھڑے کا پورا کرنے والا کسی کو سمجھنا	عبادت کا معنی ہے کہ
.....	کسی کو بگڑی بنانے والا سمجھنا	عبادت کا معنی ہے کہ
.....	کسی کو مختار کل سمجھنا	عبادت کا معنی ہے کہ
.....	کسی کو دکھوں کا دور کرنے والا سمجھنا	عبادت کا معنی ہے کہ
.....	عبادت کے لئے سرسجدے میں رکھنا	عبادت کا معنی ہے کہ
.....	کسی کو فریاد پوری کرنے والا سمجھنا	عبادت کا معنی ہے کہ

عبادت کے یہ سارے معنی ہیں۔

انہوں نے عبادت کا معنی صرف یہ سمجھا کہ نماز میں سجدہ کر دیا گیا تو اس کا معنی

ہے کہ یہی عبادت ہے؟ عبادت یہ نہیں ہے۔

آپ کسی کو مشکل کشاء سمجھیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ اس کی عبادت کر رہے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خالق کہیں اس کا مطلب ہے کہ آپ اس کی عبادت کر رہے ہیں۔ آپ خدا کے سوا کسی کو مختار کل کہیں۔ آپ اس کی عبادت کر رہے

ہیں۔ آپ خدا کے سوا کسی کو حاجت روا کہیں آپ اس کی عبادت کر رہے ہیں۔

خدا عالم الغیب ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا..... لا الہ الا اللہ..... اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا حاجت روا کوئی نہیں، مشکل کشاء کوئی نہیں، بگڑی بنانے والا کوئی نہیں، دکھ دور کرنے والا کوئی نہیں، نقصان دینے والا کوئی نہیں، بیڑے تارنے والا کوئی نہیں، زندہ کرنے والا کوئی نہیں، زندگی کا مالک کوئی نہیں، زندگی کا خالق کوئی نہیں..... الا اللہ..... مگر اللہ۔

اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ مسلمان..... لا الہ الا اللہ..... پڑھ کر پھر الہ اور کو مان کر چلیں گے، خدا کو ذہنیت کا پتہ تھا کہ جاہل کی ذہنیت ہے کہ یہ قبر ہے چلو اسی قبر پر سجدہ کریں، اسی سے سب کچھ مانگیں، اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ جاہل اس طرح کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے دنیا کے لوگو! میں عالم الغیب ہوں، مجھے پتہ ہے کہ تم لا الہ الا اللہ کہو گے، مجھے پتہ ہے تم میرے نبی ﷺ کا کلمہ پڑھو گے، لیکن پھر اپنے ماتھے کو غیروں کے آگے جھکاؤ گے، اس لئے میں نے تمہاری اس بات کا ایسا علاج کیا کہ پہلے تو پانچ نمازیں فرض کیں، پھر پانچ نمازوں میں ہر رکعت میں ایک جملہ کہلانے کا فیصلہ کیا، تاکہ تجھے الہ کا معنی ہر وقت یاد رہے، وہ لفظ کیا ہے:

.....ایاک نعبد و ایاک نستعین.....

اے اللہ! عبادت تیری ہی کرتے ہیں اور مدد تجھ سے ہی مانگتے ہیں۔

لا الہ الا اللہ..... کہہ دیا، اس کا مطلب یہی تھا کہ

اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں

اللہ تعالیٰ کے سوا مدد دینے والا کوئی نہیں

اللہ تعالیٰ کے سوا بگڑی بنانے والا کوئی نہیں

اللہ تعالیٰ کے سوا پریشانیاں دور کرنے والا کوئی نہیں

اللہ تعالیٰ کے سوا خوشحالی دینے والا کوئی نہیں

لیکن خدا کو پتہ تھا کہ مسلمان لا الہ الا اللہ پڑھ کر، پھر الہ اور کومان کر چلیں گے۔ مشرک کی ذہنیت گندی ہے، شرک کی برائی ایسی ہے، شرک کے جراثیم ایسے ہیں کہ لوگ..... لا الہ الا اللہ..... پڑھ کر شرک میں مبتلا ہوتے رہیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے پانچ نمازیں فرض کیں اور ہر نماز کی کئی رکعتیں ہیں، یعنی فجر کی چار رکعتوں میں تم سے کہلایا کہ کہو..... ایاک نعبد و ایاک نستعین..... تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں، تاکہ الہ کا معنی یاد رہے کہ

مدد کوئی پیر نہیں دے سکتا

مدد کوئی ولی نہیں دے سکتا

مدد کوئی بزرگ نہیں دے سکتا

مدد کوئی بندہ نہیں دے سکتا

مدد کوئی چوہدری نہیں دے سکتا

مدد کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں..... ایاک نعبد و ایاک نستعین..... اے اللہ عبادت کے لائق تیرے سوا کوئی نہیں۔ عبادت تیری ہی کرتے ہیں، کیا مطلب ہے عبادت کا؟ سجدہ کرنا؟ صرف یہ نہیں، عبادت تیری ہی کرتے ہیں، اس کا معنی یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ عبادت تیری کرتے ہیں لیکن نہیں، قرآن کہتا ہے..... ایاک نعبد..... عبادت تیری ہی کرتے ہیں۔ کیا مطلب ہے کہ تیرے سوا عبادت کسی کی نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے اصول بدلا:

ہونا کیا چاہئے تھا..... نعبد ایاک و نستعین ایاک..... یہ عربی کا اصول ہے۔ عربی میں فعل اور فاعل پہلے ہوتا ہے اور مفعول آخر میں ہوتا ہے، جب فعل فاعل کے بعد مفعول آتا ہے تو اس کا معنی سادہ ہوتا ہے کیسے..... ضرب زید عمرا..... مارا

زید نے عمرو کو۔

یہاں پر بھی ایسے تھا، اصل میں ہونا چاہئے تھا..... نعبدا ایاک..... عبادت کرتے ہیں تیری، سیدھا معنی ہے، ایک لفظ عبادت ہے اور ایک ہے ہم، عبادت فعل ہے اور ہم فاعل ہیں اور تو مفعول ہے۔ ہونا چاہئے تھا..... نعبدا ایاک..... عبادت کرتے ہیں تیری، کہ فعل فاعل آجائے پہلے اور مفعول آئے بعد میں۔

جیسے ضَرْبَ فعل ہے زید اس کا فاعل اور عمرو اس کا مفعول ہے۔ تو مفعول آخر میں آتا ہے اصول کے مطابق، لیکن جس وقت معنی میں تاکید کرنی ہوتی ہے، شدت پیدا کرنا ہوتی ہے، تو خدا مفعول کو فاعل اور فعل سے پہلے لے آتا ہے، تاکہ معنی میں شدت آجائے۔

جیسے نعبدا ایاک ہوتا، تو اس کا معنی تھا کہ عبادت تیری کرتے ہیں تو شک پڑ جاتا کہ عبادت کسی اور کی بھی ہو سکتی ہے اور اگر..... نستعین ایاک..... ہوتا تو شک پڑ سکتا تھا کہ ہم مدد تجھ سے مانگتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ مدد کسی اور سے بھی مانگی جاسکتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس شک کو دور کرنے کیلئے عربی گرامر کے اصول کو بدل دیا اور اصول کو بدل کر..... ایاک..... کو پہلے لے آئے، تاکہ کسی کی مدد کا شبہ ہی باقی نہ رہے کسی کی عبادت کا شبہ باقی نہ رہے اور دنیا میں شرک کی جڑیں اکھڑ جائیں، اور عقیدے کی صفائی ہو جائے کہ

..... ایاک نعبدا.....

مشکل کبشاء بھی تو ہی ہے

حاجت روا بھی تو ہی ہے

عبادت کے لائق بھی تو ہی ہے

..... و ایاک نستعین.....

اور مدد بھی تجھ سے ہی مانگتے ہیں

یعنی دھرتی میں کوئی ذات اس لائق نہیں ہے کہ جس سے ہم مدد مانگ سکتے ہیں۔

سورۃ فاتحہ ہر رکعت میں:

اور پھر اس سورۃ فاتحہ کو خدا نے نماز میں داخل کر دیا۔ علماء کہتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ سارے قرآن کا خلاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اس خلاصے کے بارہ میں فرمایا کہ اس کو کھڑے ہو کر نماز میں پڑھ، پورے قرآن مجید کا خلاصہ تلاوت کر۔

اے اللہ! کیوں خلاصہ پڑھوں؟ تاکہ تجھے الہ کے معنی کا پتہ چلتا رہے، اس اقرار کا پتہ چلتا رہے کہ جو تو نے کیا..... لا الہ..... اللہ تعالیٰ کے سوا الہ کوئی نہیں، اے اللہ تو ہی الہ ہے یعنی تیرے سوا بگڑی بنانے والا کوئی نہیں، نقصان دینے والا کوئی نہیں، عزت و ذلت دینے والا کوئی نہیں۔

آج پاکستان کے کئی آدمی قرآن کا معنی بدلنا چاہتے ہیں، لیکن مجھے اس کا کوئی مطلب سمجھائے کہ جب تو نماز میں کہتا ہے کہ..... ایاک نستعین..... مدد تجھ سے ہی مانگتے ہیں، تیرے مولوی بھی اس کا یہی ترجمہ کرتا ہے کہ مدد تجھ سے ہی مانگتے ہیں تو پھر قبر پر جا کر.....

قبر والے سے مدد مانگنا کیسا؟

پیر کے دربار سے مدد مانگنا کیسا؟

نماز میں کہتا ہے کہ مدد تجھ سے مانگتے ہیں اور جس وقت سجدے میں جاتا ہے اس کی تسبیح کرتا ہے، پھر رکوع میں کہتا ہے کہ مدد تجھ سے مانگتے ہیں، پھر ایک دفعہ نہیں کہتا۔

ایک عام انسان جس نے نبی کا کلمہ نہیں پڑھا، وہ حیران ہو جاتا ہے کہ ایک آدمی فجر کی نماز میں کھڑا ہے، سنتوں میں کہتا ہے..... ایاک نعبد و ایاک نستعین..... عبادت بھی تیری ہی اور مدد بھی تیری ہی۔

پھر فرض پڑھتا ہے فرض میں بھی کہتا ہے عبادت بھی تیری ہی، مدد بھی تیری ہی، پھر ظہر کی بارہ رکعتوں میں کہتا ہے عبادت بھی تیری ہی مدد بھی تیری ہی، پھر عصر کی

آٹھ رکعتوں میں کہتا ہے عبادت بھی تیری ہی، مدد بھی تیری ہی، پھر مغرب کے سات رکعتوں میں کہتا ہے مدد بھی تیری ہی، عبادت بھی تیری ہی، پھر عشاء کی سترہ رکعتوں میں کہتا ہے، عبادت بھی تیری ہی، مدد بھی تیری ہی، اگر تہجد پڑھتا ہے تو بارہ رکعتوں میں کہتا ہے، عبادت بھی تیری ہی مدد بھی تیری ہی، عیدین پڑھتا ہے تو کہتا ہے عبادت بھی تیری ہی مدد بھی تیری ہی، نفل پڑھتا ہے تو کہتا ہے عبادت بھی تیری ہی اور مدد بھی تیری ہی اور جس وقت چاشت پڑھتا ہے تو کہتا ہے عبادت بھی تیری ہی اور مدد بھی تیری ہی۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین..... اشراق پڑھتا ہے تو کہتا ہے عبادت بھی تیری ہی مدد بھی تیری ہی، ایک آیت کا وظیفہ اتنا پڑھتا ہے اتنی دفعہ مدد اور عبادت کا اقرار کرنے کے بعد پھر تو جا کر جب کسی قبر سے مدد مانگتا ہے تو اس لئے قرآن کہتا ہے:

.....اولنک کا الانعام بل ہم اضل.....

یہ تو جانوروں سے بھی ذلیل ہے، اتنا اقرار کرتا ہے، اتنی پختگی اور پھر مدد غیروں سے۔

مشرک کی مثال:

میرے دوستو!

اللہ تعالیٰ کے قرآن نے عجیب و غریب نقشہ کھینچا ہے..... والذین کفروا اعمالہم کسراب بقیعة یحسبہ الظمان ماء..... وہ آدمی کہ جو میرے دروازے کا انکار کرے۔ میرے نبی کا انکار کرے، میری توحید کا انکار کرے۔ وہ آدمی جو کفر کرے، جو شرک میں مبتلا ہو جائے، یعنی اے اللہ پانچ نمازیں پڑھنے والا، اے اللہ! دین پر چلنے والا، وہ بھی اس میں شامل ہے؟ فرمایا کہ جو آدمی شرک کرتا ہے، جو کفر اور شرک میں مبتلا ہے..... اس کی مثال ایسی ہے کہ آدمی بہت زیادہ پیاسا ہے وہ دور سے ریت کو دیکھتا ہے

وہ سمجھتا ہے کہ یہ پانی ہے جس وقت اس کے قریب جاتا ہے..... حتیٰ اذا جاءہ لم یجدہ شینا..... جس وقت قریب پہنچتا ہے اس کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ملتا، فرمایا.....
ووجد اللہ عندہ فوفہ حسابہ واللہ سریع الحساب..... دور سے ریت کو دیکھ کر وہ پانی سمجھتا ہے پیاسا، جب پیاس دور کرنے کیلئے وہاں پہنچتا ہے تو اس کو ایک قطرہ بھی نہیں پانی کا ملتا۔

یہی مثال ہے اس مشرک کی کہ جو شرک والی چیزوں میں اپنی نجات سمجھتا ہے، لیکن قیامت کے دن یہی چیزیں اس کے سامنے آئیں گی تو ایک عمل بھی اس کے کام نہیں آئے گا، اور آگے فرمایا..... او کظلمت..... فی بحر لجی یغشہ..... مشرک کی مثال ایسی ہے کہ جو ایک بہت بڑے سمندر کے اندر گر گیا ہو، بہت بڑی موجوں میں غرق ہو گیا ہو..... موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب..... موجوں کے اندر آ گیا، اوپر بھی پانی، نیچے بھی پانی، درمیان میں وہ ڈوب رہا ہے۔

فرمایا کہ جو آدمی شرک کرتا ہے کلمہ بھی پڑھے تب بھی ڈوب گیا۔ قرآن بھی پڑھے تب بھی ڈوب گیا، دین کا نام لے تب بھی ڈوب گیا، یہ تو موجوں کے اندر غرق ہو گیا، جس طرح موجوں میں ڈوبنے والا بچ نہیں سکتا اسی طرح کلمہ پڑھ کر شرک کرنے والا کبھی جہنم سے بچ نہیں سکتا۔

اندھیرے میں ایک آدمی اپنا ہاتھ دیکھنا چاہتا ہے، ہاتھ نظر آتا ہے؟ (نہیں)
تو یہ شرک تو اندھیرا ہے، اس اندھیرے میں وہ آدمی جنت کو تلاش کرنا چاہتا ہے
اندھیرے میں اس کو جنت نظر آ سکتی ہے؟ (نہیں)

اللہ تعالیٰ ہی مشکل کشا ہے:

اور نماز میں تو کہتا ہے کہ..... ایاک نعبد..... عبادت تیری کرتے ہیں، مشکل کشا تجھے مانتے ہیں اور جب باہر جاتا ہے تو کہتا ہے کہ علی مشکل کشا، تو باہر جا کر کہتا ہے!

میں پاک پتھن تے آن کھلوتی

بیڑی تیری میری بنے لا

بیڑی تیری پاک پتھن والے نے کنارے لگانی ہے؟

نماز میں کہتا ہے کہ..... ایاک نعبد..... عبادت تیری ہی اور مشکل کشا، تو، مدد دینے والا تو اور باہر جا کر تو مدد کسی اور سے مانگے، تیرے سے بڑا خدا سے دھوکہ کرنے والا کوئی نہیں۔

اور پھر یہ جو..... لا الہ الا اللہ..... ہے، اس کی اتنی عظمت ہے اس کا اتنا اونچا مقام ہے کہ ہر وقت تو..... لا الہ الا اللہ..... کہتا ہے..... لا الہ الا اللہ..... پڑھا کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں، جب آیت کریمہ پڑھتا ہے تو کہتا ہے..... لا الہ الا اللہ سبحانک الی کنت من الظالمین..... اے اللہ! تیرے سوا کوئی نہیں، جس وقت تو آیۃ الکرسی پڑھتا ہے تو کہتا ہے..... اللہ لا الہ الا هو..... اے اللہ تیرے سوا کوئی نہیں اور جس وقت تو نماز پڑھتا کرتا ہے..... سبحانک اللہم وبحمدک و تبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک.....

نماز شروع کرنے سے پہلے کہتا ہے کہ تیرے سوا کوئی نہیں، نماز میں کہتا ہے کہ مدد بھی تیرے سوا کسی سے نہیں مانگتے، حج کرنے جاتا ہے تو کہتا ہے..... لا شریک لک لبیک..... اے اللہ مدد کرنے میں تیرا کوئی شریک نہیں..... ان الحمد والنعمة لک والملك لا شریک..... تیرا تو شریک ہی کوئی نہیں، نماز شروع کرتا ہے تو کہتا ہے..... الی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض خلیفا و ما انا من المشرکین..... اے اللہ میں تو مشرک نہیں، میں نے تو شرک نہیں کیا، نماز میں خدا کی وحدانیت کا وعدہ کرے۔ زبان سے..... لا الہ الا اللہ..... بھی کہی، پھر قبر سے حاجتیں مانگے، پھر غیروں سے حاجتیں مانگے، پھر علی کو مشکل کشا بھی کہے، اللہ تعالیٰ کو کہتا ہے کہ تیری صفت میں کوئی شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کی صفت میں کوئی شریک نہیں۔ تو پھر نبی کو عالم الغیب کیسے بناتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہر جگہ موجود کہے، اگر تو نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ نبی کو شریک کر دیا۔ خدا ہر وقت سنتا ہے، تو پھر کہتا ہے کہ میرا نبی ہر وقت یہاں سے سنتا ہے، تو بتا سننے میں تو نے نبی کے ساتھ خدا کو شریک کر دیا، ہر چیز کا مشکل کشاء اللہ تعالیٰ ہے تو کہے کہ علی بھی مشکل کشاء ہے، تو نے مشکل کشائی میں علی کو خدا کے ساتھ شریک کر دیا، خدا کہتا ہے کہ میں ہر جگہ حاضر ناظر ہوں، تو بھی کہتا ہے کہ نبی بھی حاضر و ناظر ہے، تو نے حاضر و ناظر ہونے میں نبی کو جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کر دیا تو پھر مجھے بتا کہ..... ایاک نعبد..... کا مطلب کیا ہے؟ کہ عبادت تیری ہی کرتے ہیں، اس کا مطلب کیا ہے؟ تیری عبادت ہوئی؟..... ایاک نعبد..... کا مطلب ہے کہ مشکل کشاء بھی تجھے ہی مانتے ہیں۔

عبادت کا معنی صرف سجدہ کرنا نہیں، عبادت کا معنی کسی کو مشکل کشاء سمجھنا ہے، کسی کو حاجت روا سمجھنا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

آپ میں سے کوئی آدمی سوال کر سکتا ہے کہ ایک آدمی پریشان ہے، وہ کسی کو کہتا ہے کہ یار میں پریشان ہوں میری مدد کر، میں مقروض ہوں، مجھے پیسے دو کہ میرا قرض اتر جائے، میں بیمار ہوں، مجھے پیسے دو کہ میں دوائی لیکر شفا حاصل کروں، یہ بھی تو مدد مانگتی ہوگی اور نماز میں آدمی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے سوا کسی کی مدد نہیں مانگتے، تو عام لوگ تو ایک دوسرے سے مدد مانگتے ہیں تو پھر تم کہو گے کہ یہ بھی شرک ہے؟ (نہیں) اب اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ڈاکٹر کے پاس گئے اس نے دوائی دی، آپ نے استعمال کی، تو شفا ہوئی تو شفا اس ڈاکٹر نے دی، ڈاکٹر شفا دینے میں اس دوائی کا محتاج ہے، اب ڈاکٹر خود محتاج ہو گیا کہ میں نے اس کو خدا کے ساتھ شریک کیسے کیا؟ اگر میں ڈاکٹر سے کہوں کہ ڈاکٹر صاحب مجھے شفا دے دیں اور مقصود نہ دوائی ہو نہ دنیا کی اور چیز ہو، نہ سبب ہو، اسی کا نام شرک ہے۔

لیکن اگر میں کہوں کہ ڈاکٹر صاحب دوائی کے ذریعہ مجھے شفا دیں، دوائی دے دیں تو دوائی تو سبب بن گیا، سبب کے ذریعہ کسی کی مدد مانگنا، یہ شرک نہیں ہے بغیر سبب کے مدد مانگنا شرک ہے۔

تالا بند ہے، چابی گم ہو گئی ہے میں کسی سے کہوں کہ یہ تالا کھول دے تو اگر میرا عقیدہ ہے کہ یہ کھڑا کھڑا یہیں سے تالا کھول دے گا، یہ شرک ہے اگر میں کہوں کہ چابی لا کر تالا کھول دے تو وہ سبب کا محتاج ہے۔

اگر ایک پیسہ لا کر قرض اتار دے تو وہ پیسے کے ذریعہ تیری مدد کرے گا اور اگر بغیر پیسوں سے کہہ دے کہ جاتا تیرا قرضہ اتر گیا اور تو کہے کہ واقعی اس کے کہنے سے اتر گیا اسی کا نام شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں:

یہ کام اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا، یہ کام اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے کہوں کہ مجھے شفا دے، خدا دوائی کا محتاج نہیں، اگر میں خدا سے کہوں کہ میرا قرضہ اتار دے، خدا قرضے کیلئے پیسے کا محتاج نہیں، خدا سے کہوں کہ میرے دکھ دور کر دے، خدا سبب کا محتاج نہیں، جو سبب کے ذریعہ مدد کرتا ہے وہی شرک کا مرتکب ہے، جو بغیر سبب کے مدد کرتا ہے وہ صرف ایک خدا کی ذات ہے، اس ذات میں نہ علی شریک ہے نہ نبی شریک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سجدے سے روک دیا:

فرمایا..... ایاک نعبد و ایاک نستعین..... کبھی اس بات پر بھی تو نے غور کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے دنیا کے لوگو، فجر کی نماز کے بعد جب سورج چڑھتا ہے تو سجدہ نہ کرنا، دوپہر کے بارہ بجے جب سورج ڈھلتا ہے تو سجدہ نہ کرنا اور جب شام کو سورج غروب ہوتا ہے تو سجدہ نہ کرنا۔

اے اللہ! تو ہمیں سجدے سے روکتا ہے، اگر سورج چڑھتے وقت ہم سجدہ

کریں گے تو اس میں بھی تیری تسبیح بیان کریں گے، اے اللہ تو ہمیں سجدے سے کیوں روکتا ہے، اللہ نے فرمایا کہ جب سورج چڑھتا ہے تو سورج کو خدا سمجھنے والے اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ اگر تم بھی سجدہ کرو تو دیکھنے والا یہ نہ کہے کہ یہ کہیں سورج کو سجدہ کر رہا ہے، خدا نے سورج کے پرستش کرنے والوں کی وجہ سے اپنے دربار میں لوگوں کو سجدے سے روک دیا، اپنے دروازے سے روک دیا۔

اے اللہ! دوپہر کے بارہ بجے ہیں مجھے سجدے کی اجازت کیوں نہیں دیتا، فرمایا! اس لئے سجدے کی اجازت نہیں کہ سورج ڈھل رہا ہے، سورج کو پوجنے والے سجدہ کر رہے ہیں، اے اللہ پاکستان میں تو سورج کو پوجنے والے کوئی نہیں، فرمایا نہ ہوں پوری دنیا میں کوئی تو سورج کو سجدہ کر رہا ہوگا۔

جہاں خدا کو سجدے میں شرکت کا شبہ بھی پڑ گیا، وہاں خدا نے اپنے آپ کو بھی سجدہ کرنے سے روک دیا۔ مغرب کی نماز کے وقت سورج غروب ہوتا ہے۔ دنیا کو حکم ہے اے لوگو! سجدہ نہ کرو، ابھی سورج غروب ہو رہا ہے، تم بھی کلمہ گو ہو، میں بھی کلمہ گو ہوں، سجدہ تو خدا کو ہے..... سبحان ربی الاعلیٰ..... ہی کہو گے لیکن اے مسلمان اب تجھے..... سبحان ربی الاعلیٰ..... کہنے کی بھی اجازت نہیں، اس تیرے سجدے کے ساتھ سورج پرستوں کے سجدہ کی مشابہت نہ پیدا ہو جائے اپنے آپ کو سجدے سے روک دیا۔

اور قرآن پاک کے ان لفظوں پر غور کر، قرآن نے بڑی عجیب بات کہی.....
ومن یشرک باللہ..... اے اللہ تو بتا کہ شرک کتنا بڑا گناہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے.....
جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کیا..... فکانما خر من السماء..... گویا کہ وہ زمین پر آ پڑا آسمان سے..... فتخطفه الطیر..... اور اس کی لاش کو پرندوں نے نوچ ڈالا..... او تھوی بہ الريح فی مکان سحیق..... یا ہوانے اس کے جسم کے ٹکڑے مختلف مقامات پر بکھیر دیئے۔

یعنی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کس کو شریک کرتا ہے، وہ آسمانوں سے زمین پر گر

پڑا ہے، جب تو کلمہ پڑھتا ہے تو آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جاتا ہے، خدا کے پاس پہنچ جاتا ہے اور اگر شرک کرتا ہے تو خدا زمین پر پٹخ کر تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔

شرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ اسی شرک کو مٹانے کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء دنیا میں تشریف لائے۔ نبیوں نے صرف نماز نہیں لوگوں سے پڑھائی، نبیوں نے یہ نہیں کہا کہ نمازیں پڑھو۔

پیغمبروں نے سب سے پہلے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ مجھے قرآن کی اس آیت کے بارہ میں کوئی بتا دے قرآن کہتا ہے:

.....ان یمسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا هو.....

حضور ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے کہلوا یا کتنی بڑی بات ہے۔

نفع اور نقصان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے:

معزز سامعین!

اللہ تعالیٰ نے فرمایا..... اے پیغمبر تو فرما دے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف دینا چاہے..... فلا کاشف لہ الا هو..... کائنات ساری مل کر بھی اس تکلیف کو دور نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں۔

فرمایا..... وان یمسک بخیر..... اگر اللہ تعالیٰ کسی کو نفع دینا چاہے ساری دنیا ایک ہو کر اس کو تکلیف دینا چاہے تو اس کو تکلیف نہیں پہنچا سکتی۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے فرمایا اے نوجوان یاد رکھ ساری کائنات مل کر تیرے مقابلے میں کھڑی ہو جائے، ساری کائنات کے

بادشاہ ایک طرف

روساء ایک طرف

حکمران ایک طرف

چوہدری ایک طرف

وہ تیرے بال کو بھی نہیں بگاڑ سکتے، جب تک خدا کا حکم نہیں آ جاتا۔

غیب کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس:

اور علم غیب کا مسئلہ آتا ہے تو پیغمبر ﷺ کو خدا کے ساتھ شریک کرنے لگ جاتا ہے۔ قرآن کا بیسواں پارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرآن نے مسئلہ ہی حل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے پیغمبر ﷺ تو اعلان کر دے..... قل لا یعلم..... کہہ دے کہ کوئی نہیں جانتا، کیا نہیں جانتا..... من فی السموات والارض الغیب الا اللہ..... اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آسمان و زمین کا غیب نہیں جانتا۔

اور تو کہتا ہے کہ نبی عالم الغیب ہے۔ اور تو کہتا ہے کہ پیر کا کتابھی عالم الغیب ہے، اور تو کہتا ہے کہ گلز شاہ بھی عالم الغیب ہے، ثالی شاہ بھی عالم الغیب ہے، میں خدا کی بات یا تیری بات مانوں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا..... ولو کنت اعلم الغیب لا استکثرت من الخیر..... اے میرے پیغمبر ﷺ اعلان کر دے، اگر میں عالم الغیب ہوتا تو مجھ پر صرف بھلائیں آتیں..... لا مسلی السوء..... اور کبھی مجھے زندگی میں تکلیف نہ پہنچتی، اگر میں عالم الغیب ہوتا۔

کیا حضور ﷺ عالم الغیب ہیں؟

اگر نبی عالم الغیب ہے تو اس بات کا کیا جواز ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا، حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار تلاش کرنے کا حکم دیا، عصر کی نماز قضا ہونے لگی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہوئے، اے عائشہ رضی اللہ عنہا تیری وجہ سے پیغمبر ﷺ کی نماز قضا ہونے لگی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اونٹ اٹھا، ہار اونٹ کے نیچے پڑا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کو غیب کا علم ہوتا تو عصر کی نماز کو دیر کیوں ہوتی؟ (سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا از مولانا سلیمان ندوی رحمہ اللہ)

تو کہتا ہے کہ نبی ﷺ عالم الغیب ہوتا ہے، جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر

تہمت لگی ہے، حضور ﷺ پریشان کیوں ہوئے۔ پریشان وہ ہوتا ہے کہ جس کو علم نہ ہو اور حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم پریشان ہوئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ پریشان ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دامن (نعوذ باللہ) ٹھیک نہیں ہے۔ پیغمبر نے میننگ بلائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ بتاؤ میری عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ نبی عالم الغیب ہوتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیلئے میننگ کیوں لاتے؟

پیغمبر ﷺ اسی عالم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا اگر تجھ سے کوتاہی ہوگئی تو خدا سے معافی مانگ لے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے اللہ! آج میری صفائی دینے والا تیرے سوا کوئی نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میرے پیغمبر ﷺ کی بیوی ہے، مومنوں کی اماں ہے، تہمت لگ گئی ہے۔

میرے دوستو!

مجھے بتاؤ، جس وقت پیغمبر ﷺ نے آخری میننگ بلائی، پوچھا، لوگو بتاؤ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا خیال ہے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تحقیق کرو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں کوتاہی ہے تو شادی اور کرلو۔ لیکن آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا عمر تیری کیا رائے ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اور تو کچھ نہیں جانتا، اے میرے پیغمبر ﷺ مجھے بتاؤ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ ﷺ کا نکاح ہم نے کیا تھا یا کسی اور نے کیا تھا؟

حضور ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ میرا نکاح خدا نے عرش پر کیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر نکاح اللہ تعالیٰ نے کیا تھا تو اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا پتہ ہے اگر عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کا نکاح خدا نے کیا تو خدا اتنا بھولا بھالا نہیں کہ کسی غلط عورت کو آپ کے بستر پر لے آئے۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۶۳، ۲۶۶، ۲۶۸۔

ابن ہشام ج ۲ ص ۲۹۷)

انبیاء اور مسئلہ علم الغیب:

علم غیب تھا تو یہ باتیں بخاری شریف میں کیوں آئیں۔ نبی ﷺ کو علم غیب تھا تو مجھے اس بات کا جواب تو بتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کیلئے گئے، پتہ تھا کہ بیٹا ذبح نہیں ہوگا؟ اگر پتہ تھا تو امتحان کیسا؟ اگر پتہ تھا کہ چھری نہیں چلنی تو امتحان کیسا؟ اگر پتہ تھا تو پھر مان لے کہ علم غیب کے خزانے رب کے پاس ہیں۔

میں تیرے عقیدے کو قلعی کر رہا ہوں، تیرے عقیدہ پر توحید کی قلعی پھیر رہا ہوں، جب اس پر توحید کی قلعی ہوگی تو پھر روشنی ہوگی، روشنی کہاں ہوتی ہے کہ جہاں ذہنیت ابو جہل والی نہ ہو، جہاں ابو جہل والی ذہنیت ہو تو وہاں قرآن کا بھی اثر نہیں ہوتا۔ ابو جہل پر قرآن کا اثر ہوا؟ (نہیں) پیغمبر سے بڑا کوئی دنیا میں ہو سکتا ہے؟ (نہیں) کہتا ہے کہ بات تو سچی ہے لیکن میرا دل نہیں مانتا۔

معجزہ اور علم غیب:

چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے، یہ پیغمبر ﷺ نے کہا کہ روم فتح ہو جائے گا، ہو گیا ہے، او عقل کے اندھے علم غیب کسے کہتے ہیں؟ پیشین گوئی نبی ﷺ کی کسے کہتے ہیں؟ تجھے تو پتہ ہی نہیں کہ معجزہ کا کیا معنی ہے اور علم غیب کا معنی کیا ہے؟

آسمان کا چاند دو ٹکڑے ہوا یہ پیغمبر کا معجزہ ہے اور معجزے میں براہ راست اختیار خدا کا ہوتا ہے۔ اپنی مرضی سے پیغمبر معجزہ نہیں دکھا سکتا۔ اگر اپنی مرضی سے پیغمبر معجزہ دکھا سکتا ہوتا تو ابو جہل نے کہا کہ ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ کر دکھا، یہ میں نہیں کہتا، قرآن کہتا ہے..... حتی ترقی فی السماء..... آسمان پر چڑھ کر دکھا۔ اگر معجزہ اختیار میں تھا تو پیغمبر ﷺ نے آسمان پر چڑھ کر کیوں نہ دکھایا؟

(عیون الاثر ج ۱ ص ۱۰۸۔ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۰)

معلوم ہوا کہ اختیار رب کا ہے اور اس میں ہی نبی کا کمال ہے، نبی ہوتا ہے

رب کا، اگر خود ہی سب کچھ کرنا ہے تو پھر نبی کیسا؟ رب بولے، تو نبی بولے، رب نہ بولے تو نبی نہ بولے، رب بولے تو قرآن اترے، نبی نہ بولے تو قرآن نہ اترے..... ان هو الا وحی یوحی..... نبی لب نہیں ہلاتا جب تک عرش سے حکم نہ آ جائے۔

منافقین کی سازش:

اور تو کہتا ہے کہ سب کچھ خود ہی معلوم تھا۔ عامر بن طفیل کے آدمی پیغمبر ﷺ کے پاس آئے، مدینہ منورہ میں آ کر کہا کہ اے کملی والے، اے ہمارے پیغمبر ہمارے علاقے میں قرآن کے قاریوں کی بڑی ضرورت ہے آپ قرآن کے قاریوں کو بھیجیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ کتنے قاری چاہئیں؟ تو اس نے کہا کہ جتنے مرضی بھیجیں۔ حضور ﷺ نے ستر قرآن کے قاری بیڑ معونہ کی طرف بھیج دیئے اور عامر بن طفیل ستر قرآن کے قاریوں کو لیکر اپنی بستی میں چلا گیا۔ وہ بڑا بے ایمان تھا وہاں پہنچا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک وادی میں ڈال کر رات کو حملہ کر دیا۔ صبح سے پہلے پیغمبر ﷺ کے ستر قاریوں کو ذبح کر ڈالا۔

اور یہ بخاری، ترمذی اور مسلم میں واقعہ موجود ہے۔ مجھے بتاؤ کہ علم غیب نبی کو تھا تو ستر قرآن کے قاریوں کو شہید کیوں کرایا۔ ان کے ٹکڑے کیوں کرائے؟ علم غیب تھا تو ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بچے یتیم کیوں کرائے؟ اگر پیغمبر ﷺ کو غیب کا علم تھا تو ان کی بیویوں کو بیوہ کیوں کرایا؟

مجھے بتا کہ علم غیب پیغمبر ﷺ کو تھا تو ان قاریوں کو کیوں بھیجا؟ پتہ چل جاتا کہ یہ تو شہید کر دیں گے۔ ایک صحابی لکڑیاں لینے گیا ہوا تھا وہ بچتا بچتا مدینہ میں پہنچ گیا۔ ادھر جبرائیل بھی آسمانوں سے آ گیا، پتہ چل گیا کہ قرآن کے قاری ذبح کر دیئے گئے، حدیث میں موجود ہے۔

میرے بھائیو! میرے پیغمبر ﷺ نے لگے، زار و قطار پیغمبر ﷺ رو رہے ہیں اور پیغمبر ﷺ ایک ماہ تک فجر میں قنوت نازلہ پڑھ کر اس قوم کیلئے بدعاء کرتے رہے۔

جس نبی نے ابو جہل پر بددعاء نہیں کی تھی۔ اس پیغمبر ﷺ نے عامر کے قبیلہ پر بددعاء کی۔ اگر غیب کا علم تھا تو ستر قرآن کے قاری کیوں بھیجے؟ (بخاری ج ۲ ص ۵۸۶۔ مختصر سیرۃ الرسول از شیخ عبداللہ ص ۲۶۰)

علم غیب اور خبر غیب:

تو قرآن اور دین کا مذاق اڑاتا ہے تو پیغمبر ﷺ کو خدا کا پیغمبر نہیں مانتا۔ اگر پیغمبر خدا کا ہے تو علم بھی خدا سے آتا ہے اور جس کے پاس علم کسی اور طرف سے آئے وہ خود عالم الغیب نہیں ہوتا۔

وہ غیب کی خبریں پہنچاتا ہے، وہ مخبر غیب ہوتا ہے، ایک پوشیدہ خبر ہے، ہمیں نہیں پتہ کہ قیامت کب آئے گی۔ ہمیں نہیں پتہ کہ قیامت کی نشانیاں کیا ہیں، ہمیں نہیں پتہ کہ قیصر روم کب مرے گا، ہمیں نہیں پتہ کہ روم فتح ہوگا کہ نہیں، ایک بات ہے، پیغمبر ﷺ نے فرمادیا کہ روم فتح ہوگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایران فتح ہوگا، نبی ﷺ نے فرمایا کہ کسریٰ کے کنگرے ٹوٹ جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عرب کی زمین سونا اگلے گی۔ تمہیں پتہ ہے کہ میرے پیغمبر ﷺ کو یہ باتیں اللہ تعالیٰ نے بتائیں اور آگے نبی ﷺ نے بتائیں، تو جو بتائی ہوئی چیز کو آگے بیان کرتا ہے وہ غیب کی خبر نشر کرتا ہے خود عالم الغیب نہیں ہوتا۔

آپ مجھ سے پوچھیں کہ مولوی صاحب لاہور میں بارش ہو رہی ہے۔ تو میں ابھی بیٹھا ہوا بتا دوں کہ بارش ہو رہی ہے تو آپ کہو گے یہ عالم الغیب ہے اور اگر میں ٹیلی فون کی کال ملاؤں اور پوچھوں کہ بارش ہو رہی ہے تو پھر تمہیں بتاؤں کہ بارش ہو رہی ہے تو آپ مجھے عالم الغیب کہو گے؟ (نہیں) میں نے تو پوچھ کر بتایا ہے۔

تو مجھے بتا کہ وہ کون سا کام ہے کہ لوگوں نے پیغمبر ﷺ سے پوچھا ہو اور پیغمبر ﷺ نے اللہ سے کال ملائے بغیر بتا دیا ہو، کوئی کام تو بتا، جس کام میں کال ملائی گئی اس میں عالم الغیب کیسا؟

قسمت کا حال بتانے والوں کا حال:

آپ بازار جائیں تو بورڈ لگا ہوا ہے ”جو چاہو سو پوچھو“ اور اسے پتہ اپنے باپ کا بھی نہیں، قسمت بتاتے ہیں پتہ چلتا ہے کہ بندہ غریب ہے تو کہتا ہے کہ تیری شادی نہیں ہوتی، بہت زیادہ امیر ہے تو کہتا ہے کہ تیری اولاد نہیں ہوگی۔

قاری حنیف ملتانی صاحب سناتے ہیں کہ میں نے کسی کو ہاتھ دکھا دیا۔ اس نے سوچا کہ یہ نابینا ہے اسے کسی نے لڑکی کیا دینی ہے، کہنے لگا کہ حافظ جی آپ کا تو نکاح ہی نہیں لکیروں میں لکھا ہوا، حافظ صاحب کہنے لگے کہ میرے آٹھ بیٹے ہیں اور اوپر لکھا ہوا ہے ”جو چاہو سو پوچھو“ اللہ سمجھنے کی توفیق دے۔

بندہ گیا تعویذ لینے حضرت جی میرے ہاں نہ بیٹا ہے نہ بیٹی ہے، تو پیر صاحب نے تعویذ لکھ دیا۔ لڑکانہ لڑکی، گلے میں ڈال دیا، کچھ بھی نہ ہوا، عرصہ گزر گیا دوبارہ آیا، حضرت جی میں نے تو لڑکے کیلئے تعویذ لیا تھا، یہاں تو لڑکی ہو گئی ہے کہا کہ تعویذ نکال۔ تعویذ نکالا، اس پر لکھا ہے ”لڑکانہ لڑکی“۔

اس نے کہا کہ میں نے کہا ہے لڑکانہ لڑکی، اگر کچھ نہ ہوتا تو کہتا لڑکانہ لڑکی، خسرہ نہ خسری۔

اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق دے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



﴿اسلامی سیاست﴾

خطبہ:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا
تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ (پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۶۵)

ترجمہ۔ ”سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ
کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے پھر نہ پاویں
اپنے دل میں تنگی تیرے فیصلے سے اور قبول کریں خوشی سے۔“

تمہید:

میرے واجب الاحترام بزرگوار دوستو!

تلاوت کردہ آیت میں اللہ رب العالمین نے مسلمانوں کو بلندی، غلبہ، تسلط
اور سیاسی اقتدار کی بشارت سنائی ہے، لیکن اس کو اللہ تعالیٰ نے مشروط کیا ہے ایمان کے
ساتھ، اگر ایمانی دولت ہے تو پھر اللہ تعالیٰ مقام و مرتبہ مسلمانوں کو ہی عطا فرمائیں۔
مطلب یہ ہے کہ اگر آج بھی مسلمان اس زمین پر خالق کائنات کے بتائے ہوئے
نظام کو چلانے کا عہدہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اب بھی موسلا دھار بارش کی طرح

برس سکتی ہے۔

رب کی دھرتی رب کا نظام:

میرے بھائیو!

مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں نبوت اور صاحب نبوت اور اصحاب نبوت پر مظالم کی دھواں دھار بارش ہوئی پھر مکہ فتح ہوا دس سال کے عرصہ میں اور اسلامی حکومت نا اہل سیاست دانوں سے چھن کر نبوت کے ہاتھوں میں آئی۔

اسی لئے فرمایا کہ..... الا له الخلق وله الامر..... مخلوق بھی اللہ تعالیٰ کی اور

حکم بھی خدا کا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑاؤ حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہ کے ہاں:

میرے بھائیو!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال مکہ میں ظلم و ستم برداشت کرتے ہوئے وقت گزارا، پھر مکہ کو چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ روانہ ہوئے، اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو عرض کیا، اے اللہ! میں مدینہ میں پہلی مرتبہ آیا ہوں اور یہاں میں نے سکونت اختیار کرنی ہے تیرے حکم سے، اے اللہ! سب لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ٹھہرو، تیرے حکم کے بغیر میں کہاں ٹھہر سکتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعا مانگی، حدیث شریف میں آتا ہے وحی آئی کہ اے پیغمبر اس بارہ میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کہ کہاں ٹھہرنا ہے، جس اونٹنی پر تم سوار ہو گے اس اونٹنی کو میں نے شعور دے دیا ہے کہ جہاں پڑاؤ کرنا میری مشیت میں داخل ہے، یہ خود ہی اس کے دروازے پر جا کر بیٹھ جائے گی۔

چنانچہ اونٹنی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے تو وہ اونٹنی مدینہ میں حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کے جھونپڑے کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں قیام فرمایا۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں پہلی مرتبہ تشریف لائے۔ (فتح الباری ج ۷)

ص ۲۰۱۔ زاد المعاد ج ۲ ص ۵۵)

یہود کی وعدہ خلافی:

آپ ﷺ کے ساتھ جو یہودی تھے علاقے کے، انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ معاہدہ امن کیا، اور اس کی شقیں اور دفعات کتابوں میں موجود ہیں، اس کی پہلی شق یہ تھی کہ مدینہ کے اطراف میں جو یہودی آباد ہیں، وہ اسی طرح آباد رہیں گے۔ اگر مدینہ کے شہر پر کوئی کافر مکے کا حملہ کرے گا، تو یہودی مسلمانوں کی امداد کریں گے اور جب یہودیوں پر کوئی حملہ کرے گا تو مسلمان ان کی امداد کریں گے، یہ معاہدہ امن تھا، لیکن جب مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ پر حملہ کیا تو یہودیوں نے مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا، جس پر قرآن کی یہ آیت اتری.....

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ

”اے پیغمبر یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔“

یہ قرآن نے کہا! رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں دس سال گزارے، ان دس سالوں میں بہت بڑے بڑے کام ہوئے۔

حضور ﷺ کے دو امتحان:

میرے بھائیو! اب آپ کی زندگی کے یہ جو دس سال ہیں، ان کے ایک ایک واقعہ پر پورا پورا جمعہ پڑھایا جاسکتا ہے، لیکن میں چاہتا ہوں کہ دس سالہ مدنی زندگی کا خلاصہ آپ کے سامنے رکھوں، ان دس سالوں میں حضور ﷺ کے بہت بڑے بڑے امتحانات ہوئے، مکہ مکرمہ میں آپ کے دل کا امتحان تھا اور مدینہ منورہ میں آپ کے دماغ کا امتحان تھا۔

مکہ مکرمہ میں ظلم و ستم:

مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تکلیفیں دی گئیں۔ مدینہ

منورہ میں آپ نے چند جنگیں لڑیں اور بڑے بڑے لشکروں کے ساتھ نبرد آزما ہوئے۔ حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں تقریر کرتے تھے تو لوگ مارتے تھے، مکہ مکرمہ میں جہاد کی اجازت نہیں تھی۔ مکہ مکرمہ میں حکم یہ تھا کہ اے محمد رسول اللہ ﷺ تجھے جو مرضی کہے، تجھے اپنا کام کرتے رہنا چاہئے۔

چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تیرہ سال مکہ میں رہے، پیغامِ توحید سنایا ہے، آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، آپ نے اُف نہیں کہا، آپ کے گلے میں رسیاں ڈال کر کھینٹا گیا، رسول اللہ ﷺ نے اُف نہیں کہا، آپ کو دھکے دیئے گئے، آپ نے کسی کا جواب نہیں دیا، آپ کو طعنے دیئے گئے آپ نے کسی کا جواب نہیں دیا، پیغمبر ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے آپ نے کسی کو جواب نہیں دیا۔ پیغمبر ﷺ کے چہرے پر غلاظت کے ڈھیر ڈالے گئے، آپ نے کسی کو جواب نہیں دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو چوکوں میں لوگوں نے کہا اے محمد ﷺ تو دیوانہ ہے (نعوذ باللہ) تو نے ہمیں آپس میں لڑا دیا۔ اے محمد ﷺ مکہ چھوڑ کر چلا جا، مکہ سے نکل جا، مکہ کو چھوڑ دے، اس قوم کو تو خراب کر رہا ہے تو کہتا ہے کہ

یہ بت کچھ نہیں کر سکتے

یہ بات دہل کچھ نہیں کر سکتے

تو نے ہمیں آپس میں لڑا دیا، ہم صدیوں سے یہاں رہ رہے ہیں، تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا، حالانکہ یہ بت ہمیں سب کچھ دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑایا، پیغمبر ﷺ کو گالیاں دیں۔ خانہ کعبہ میں رسول اللہ ﷺ آئے، سارے مکہ مشرکین ٹوٹ پڑے اور مار مار کر پیغمبر کو لہو لہان کر دیا، لیکن پیغمبر نے کسی کے سامنے اُف نہیں کی، اجازت نہیں، رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں جماعت تیار کی۔ رسول اللہ ﷺ نے افراد تیار کئے، رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں عدم تشدد کی پالیسی پر عمل کر کے اپنی جماعت کے کارکنوں کو سہارا دیا۔

تو دنیا میں جتنی بھی دینی جماعتیں ہوتی ہیں، ان جماعتوں میں ایک دور ایسا

بھی ہوتا ہے کہ جس دور میں افراد تیار کئے جاتے ہیں، جس دور میں نوجوان اور رضا کار تیار کئے جاتے ہیں، جس دور میں لڑائی جھگڑے کی اجازت نہیں ہوتی یہ رسول اللہ کی تیرہ سالہ مکہ کی زندگی ہمیں سبق دیتی ہے کہ قیامت تک تم کوئی دین کا کام کرنا چاہتے ہو، تو سب سے پہلے

جماعت تیار کرو

کارکن تیار کرو

افراد تیار کرو

گروہ تیار کرو

جب تمہاری جماعت بن جائے، مضبوط ہو جائے، تو ان کے عقائد درست ہو جائیں، ان کا ذہن صاف ہو جائے، اس کے بعد آگے بڑھو، آگے بڑھ کر پیش قدمی کرو، پھر اپنے مقصد کو پھیلاؤ، یہی اسلامی تحریکوں کا شروع سے طریقہ چلا آیا ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

حضرت زبیرہ رضی اللہ عنہما کا ایمان:

میرے بھائیو!

دیکھیں اس سے بڑا کیا ظلم ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک صحابیہ ہے اس نے پیغمبر ﷺ کا کلمہ پڑھا، نام اس کا زبیرہ رضی اللہ عنہما ہے، اس جرم میں کہ اس نے کلمہ پڑھا ہے، مکے کے مشرکوں نے اس کی آنکھیں نکال دیں اور آنکھیں نکالنے کے بعد وہ رو پڑی، ابو جہل نے کہا کیوں روتی ہے؟ کہنے لگی کہ یہ دو آنکھیں تھیں۔ اگر اس کے علاوہ ہزار آنکھیں ہوتیں تو اللہ تعالیٰ کے دین پر وہ بھی قربان کر دیتی، تو کہا کہ ابو جہل تو نے میری آنکھیں نکال لی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کی آنکھوں کو روشن کر دیا ہے، یہ عورت کا ایمان تھا، اس عورت کی آنکھیں نکل جانے کے بعد بھی اس کے خلاف پیغمبر نے پیش قدمی نہیں کی، آگے بڑھ کر اس کا جواب نہیں دیا، اللہ نے ان کی بینائی واپس لوٹا دی۔

کیونکہ اجازت نہیں تھی، حکم یہ تھا کہ افراد تیار کرو، تیرہ سال آپ نے محنت کی، تیرہ سال محنت کرنے کے بعد ۱۱۴ آدمی مسلمان ہوئے۔ (ابن حجر الاصابہ ج ۴ ص ۳۳۱۔ زرقانی شرح مواہب ج ۱ ص ۲۶۸)

عیسائی نقطہ نظر:

یہاں ایک اور نکتے کی بات یاد رکھیں کہ اسلامی شریعت جو ہے یہ عیسائیوں کی طرح نہیں، عیسائی کہتے ہیں کہ مذہب انسان کا ذاتی معاملہ ہے، کیا مطلب؟ بازار میں بد معاشی ہوتی رہے، تو کچھ نہ کہو تم خود نماز پڑھو، بس برائی ہوتی رہے تم کچھ نہ کہو،

ماحول خراب ہو

لوگ شراب پیئیں

لوگ زنا کریں

لوگ بد معاشی کریں

لوگ عیاری کریں

لوگ کرتے رہیں، شریعت کی حدود کو توڑ دیں، اسلام کے مقابلے میں کفر کو نمایاں کرتے رہیں، اور تم چپ کر کے اپنی نمازوں کو ادا کرو، تم اپنی عبادت کرو، یہ عیسائیت کا نقطہ نظر ہے، اسلام کا نقطہ نظر نہیں ہے۔

اسلامی ریاست کا آغاز:

اسلام میں یہ بات نہیں ہے کہ مذہب انسان کا ذاتی معاملہ ہے، ہمارے کئی پاگل قسم کے سیاست دان، جن کو اسلام کا پتہ ہی نہیں، وہ کہتے ہیں کہ مذہب انسان کا ذاتی معاملہ ہے، مولویوں کا کیا کام ہے کہ حکومت میں آ کر کام کریں، مولویوں کا کیا کام ہے سیاست میں آنا!

ان پاگلوں سے کوئی آدمی یہ کہے کہ پاگلو، انگریز کے نمک خواروں اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والو، اور ساری زندگی انگریز کے سامنے سر جھکانے والے، تمہیں

اسلام کا پتہ ہے تم اسلام کو کیا سمجھتے ہو؟ رسول اللہ ﷺ سے بڑا مصلح دنیا میں کون ہو سکتا ہے؟

لیکن پیغمبر ﷺ نے تیرہ سال مکے میں افراد تیار کئے اور دس سال میں مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ نے اسلامی سیاست کا آغاز کیا ہے، اور جب سیاست میں رسول اللہ ﷺ نے قدم رکھا اور اپنے اس دین کو حکومت کے لیول پر، حکومت کی سطح پر عام کیا، تو اس کے بعد اسلام زیادہ پھیلا، دین زیادہ پھیلا۔

آپ دیکھیں کہ مکہ کے تیرہ سالوں میں ایک سو چودہ آدمی مسلمان ہوئے اور مدینہ کے دس سالوں میں ایک لاکھ چوالیس ہزار مسلمان ہوئے کیوں؟ پیغمبر کے پاس اقتدار تھا نبی کے پاس حکومت تھی، نبی کے پاس جرات تھی، نبی کے پاس شجاعت تھی، نبی کے پاس طاقت تھی، نبی کے پاس لشکر تھا۔

تو کیا مطلب ہے؟

اسلام کو پھیلانے کیلئے تمہارے پاس.....

حکومت ہونی چاہئے

شجاعت ہونی چاہئے

جرات ہونی چاہئے

بہادری ہونی چاہئے

حکومت اور سیاست میں تمہارا دخل ہونا چاہئے، یہ اسلام کا تقاضا ہے۔

پیغمبر سے بڑھ کر دنیا میں کوئی سیاست نہیں جانتا، آج کل چونکہ سیاست

جھوٹ کا نام ہے، اور لوگ ڈرتے ہیں کہ سیاست چونکہ جھوٹ ہے، مولویوں کا اس سے

کیا کام ہے؟ تو ہم اس سیاست کی بات نہیں کرتے وہ سیاست نہیں ہے وہ لعنت ہے، وہ

سیاست نہیں ہے وہ جمہوریت ہے، وہ سیاست نہیں ہے وہ عیاری ہے، وہ سیاست نہیں

ہے وہ فریب کاری ہے، وہ سیاست نہیں ہے وہ دنیا کو دھوکہ دینا ہے، جو ہمارے سیاست

دان دیتے ہیں۔

سیاست کا مفہوم:

میں تو اسلامی سیاست کی بات کر رہا ہوں، سیاست عربی زبان کا لفظ ہے، عربی میں سیاست کا معنی ہے انتظام کرنا، انصرام کرنا، مملکت کا انتظام کرنا، ملک کا انتظام کرنا، حکومت کا انتظام کرنا، اس کا نام ہے عربی میں سیاست یہ سیاست کا لفظ عربی زبان کا لفظ ہے یہ انگریزی یا فارسی کا نہیں۔

یہ حماقت ہے:

کہتے ہیں کہ سیاست میں مولویوں کا کیا کام؟

سیاست تو ہے عربی لفظ، انتظام و انصرام کرنا اور مکہ مکرمہ کے تیرہ سالوں میں ۱۱۳ آدمی مسلمان ہوئے اور مدینہ منورہ کے دس سالوں میں ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے، تو گویا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب عملی سیاست میں قدم رکھا، جب لوگوں کی جان و مال کے تحفظ کیلئے حضور ﷺ نے قدم اٹھایا، تو دنیا نے دیکھا کہ جوق در جوق، علاقوں کے مسلمان ہو گئے، علاقوں کے علاقے فتح ہو گئے، تو یہ کہنا کہ سیاست علماء کا کام نہیں، یہ پرلے درجے کی جہالت اور حماقت ہے۔

اسلامی سیاست تو کام ہی علماء کا ہے، اسلامی سیاست تو کام ہی دین دار لوگوں کا ہے اور جس کا تعلق سیاست دانوں سے نہیں ہے، وہ مغرب کی سیاست ہے، وہ امریکہ کی سیاست ہے، وہ افریقہ کی سیاست ہے، جو اسلام کی سیاست ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کی سیاست ہے، جو شریعت محمدیہ کی سیاست ہے جو پیغمبر اسلام کی سیاست ہے جو صرف اور صرف علماء کا کام ہے۔

اسلام کے کھوکھلے نعرے:

اس ملک کو دیکھو کہ دعویٰ اسلام کا، اسلام نہیں آیا، ہر حکمران نے کہا کہ اسلام لانا چاہتے ہیں، آتا کیوں نہیں ہے، اس لئے کہ جو کہتا ہے کہ اسلام لانا چاہتے ہیں، وہ

اسلام کو جانتا نہیں ہے، لائے گا کیسے؟

ایک آدمی ساری زندگی کالج اور یونیورسٹی میں پڑھا ہے اس کو قرآن کا پتہ نہیں، دین کا پتہ نہیں، صرف نماز پڑھنے سے تو دین نافذ نہیں ہو جاتا؟

ایک آدمی گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھے اور کہے کہ میں بھی تو مسلمان ہوں، میں بھی اسلام لاسکتا ہوں، تیرا باپ بھی نہیں لاسکتا، تجھے تو کسی بات کا پتہ ہی نہیں ہے، تو کیسے لائے گا؟

اسلام لانے کیلئے اسلام سے مکمل واقفیت ضروری ہے، حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

جس آدمی نے اپنے ساڑھے پانچ فٹ کے جسم پر اسلام نافذ نہیں کیا، وہ پورے ملک پر اسلام نافذ نہیں کر سکتا۔

ایک اصولی بات:

یہ اصولی بات ہے، انسان کا جو اپنا جسم ہے اپنا وجود ہے اس کے اوپر تو انگریز کا نظام نافذ ہے اور کہتا ہے کہ اسلام نافذ کروں گا؟ کیسے نافذ کرے گا؟ اسلام کو جس طرح ایک عالم جانتا ہے، اس طرح عام حکمران نہیں جانتا، اسلام کا مطالعہ کرنا اور بات ہے، اسلام سے محبت کرنا اور بات ہے، اسلام کو دل سے چاہنا اور بات ہے، نماز، روزہ اور بات ہے، اور ذکر کرنا اور اللہ اللہ کرنا اور بات ہے، لیکن اسلام کے پورے نظام کو جاننا، قرآن و سنت کی پوری تشریحات کو جاننا، اسلام کے تمام تقاضوں سے واقف ہونا، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی جو مدینہ منورہ میں ہے، اس کی ایک ایک شق سے واقف ہونا، یہ اور بات ہے اور جب تک کوئی شخص اس کا احاطہ نہیں کرے گا، وہ اسلام دنیا میں لا نہیں سکتا، یہ بات یاد رکھیں۔

مولانا مفتی محمود کی وزارتِ عظمیٰ:

مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ نے صوبہ سرحد میں شراب پر پابندی لگائی تو بڑے

بڑے ماہرین نے کہا کہ یہاں تو بڑا زر مبادلہ آتا ہے، نقصان ہوگا، تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ نقصان نہیں ہوگا، تو کئی سالوں کے بعد حساب کیا تو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ یہ جرأت کیوں کی؟ عالم تھے، جانتے تھے کہ گہرائی میں کیا ہے؟

حضرت نے وقت کے حکمران سے کہا کہ تم نے اسلام نافذ کر دیا ہے، حدود نافذ کیوں نہیں کرتے، چور کا ہاتھ کاٹو، زانی کو سنگسار کرو، جو لوگ مجرم ہوں، تو انہوں نے کہا کہ مغرب کے لوگ، امریکہ کے لوگ ہمیں کہیں گے کہ تم نے ایسے کیوں کیا، وہ مخالف ہو جائیں گے، یہ ان کا ذہن کیوں تھا، اس لئے کہ وہ اسلام کی حدود کی بہاروں سے واقف نہیں تھے، حالانکہ اسلام کا نفاذ چاہتے ہیں، لیکن جب حدود کے نفاذ کا وقت آتا ہے تو وہ یورپ کے پروپیگنڈے سے مرعوب ہوتے ہیں، لوگ کیا کہیں گے؟ لیکن اگر وہاں پر کوئی عالم ہوتا تو وہ دکھاتا، بتاتا، دیکھو ایک آدمی کا ہاتھ کاٹ کر لٹکا دیا جائے، پورے ضلع میں چوری بند ہو جائے گی۔

اسلام پر اعتماد ہو:

تو میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ جب تک کسی شخص کو اسلام پر مکمل اعتماد نہ ہو، اسلام نہیں لاسکتا اور اعتماد اس کو ہوتا ہے کہ جو اسلام کے ہر جزو سے واقف ہو، اسلام کے ہر زاویے سے واقف ہو اور وہ صرف عالم دین ہو سکتا ہے، وہ مفتی ہو سکتا ہے وہ دین کو گہری نظر سے دیکھنے والا ہو سکتا ہے۔

سب سے بڑے فاتح:

میرے بھائیو!

رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کی دس سالہ زندگی میں سیاست کا آغاز فرما رہے ہیں، اسلامی سیاست اور ان دس سالوں میں ۲۷ جنگیں لڑی ہیں، اور ان ۲۷ جنگوں میں کسی ایک جنگ میں بھی رسول اللہ ﷺ نے شکست نہیں کھائی، اُحد میں ایک تھوڑا سا

واقعہ پیش آیا تھا، لیکن اس کو بھی شکست نہیں کہا جاسکتا، کچھ کمزوری تھی صحابہ کی کمی کی وجہ سے، صفیں صحیح ترتیب کے ساتھ سیٹ نہ ہو سکیں، تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اس جنگ میں شکست ہوگئی تو ۲۷ جنگوں میں رسول اللہ ﷺ کو فتح ہوئی اور ہر جنگ میں دشمن سے فوج کم تھی۔

حضور ﷺ کی اعلیٰ حکمت عملی:

حضرت پیغمبر ﷺ جس حکمت عملی اور جس سیاست سے مدینہ میں نظام چلایا، اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے، حضور ﷺ جب مدینہ شریف پہنچے، تو آپ نے سب سے پہلے خارجہ پالیسی اعلیٰ انداز میں پیش کی۔ ترتیب دی، خارجہ پالیسی کیا تھی کہ ارد گرد کے جو علاقے تھے، تمام سرداروں کے ساتھ، آپ نے امن کا معاہدہ کیا، یہ کسی حکمران کیلئے سب سے زیادہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک کو محفوظ رکھنے کیلئے ارد گرد کے علاقوں کا تحفظ ضروری بنائے۔

چنانچہ ۴۴ قبائل تھے، ان میں سے یہودیوں کے قبیلے بھی تھے، عیسائیوں کے قبیلے بھی تھے، تو ان ۴۴ قبیلوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے تحریری معاہدہ امن کیا، یہ آپ کی سیاست کا پہلا اصول ہے۔

دوسرا اصول کیا تھا؟ دوسرا اصول یہ تھا کہ کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا، کبھی بھی، جو دشمن جارحیت کرے گا اس کا جواب دیں گے۔

سیاست پیغمبر کا نمایاں پہلو:

چنانچہ مکہ مکرمہ میں ابو جہل لشکر لے کر آیا، بدر کے میدان میں جو جنگ ہوئی ہے اس میں پہل ابو جہل نے کی ہے کہ لشکر لیکر مقابلے پر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے دفاع کیا اور مقابلہ کیا، مقابلے میں دشمن کو شکست دی، ۳۱۳ آدمی حضرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ اور دشمن کی تعداد ۹۵۰، آپ رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور سیاست کے اس پہلو کو دیکھیں صرف یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ حسین تھا، یہ عبادت ہے، حضور ﷺ کی

زلفیں حسین تھیں لیکن!

میرے بھائیو! جو معاشرہ اور سوسائٹی ہے اس میں جو نظام نافذ کرنا ہے، اس میں جو نظام چلانا ہے، اس کیلئے رسول اللہ ﷺ کے نظام کا مطالعہ کرو، پیغمبر کے اسوہ حسنہ کا مطالعہ کرو، نبی کی زندگی کو دیکھو کہ تیرہ سال مکے میں وقت گزارا تو کیسے گزارا، دس سال مدینہ میں گزارے تو کیسے گزارے۔

حضور ﷺ کی خارجہ پالیسی کیا تھی، حضور ﷺ نے جنگیں لڑیں تو جنگ کا طریقہ کار کیا تھا۔ حضور ﷺ نے کافروں کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ دین کے معاملے میں آپ نے کس غیرت کا مظاہرہ کیا تھا۔ نظام نافذ کرنے کیلئے آپ نے کیا کیا تھا، جو لوگ بھوکے تھے ان کیلئے رسول اللہ ﷺ نے کیا کیا تھا، جو لوگ ننگے تھے ان کیلئے کیا کیا تھا جن کے پاس کوئی مکان نہیں ان کیلئے رسول اللہ ﷺ نے کیا کیا، جو عورتیں ظلم کا شکار تھیں ان کیلئے رسول اللہ ﷺ نے کیا کیا۔

تو یہ پیغمبر کی سیاست کا نمایاں پہلو ہے، جو کسی ایئر کنڈیشن بنگلے میں، کسی ایئر کنڈیشن سیکرٹریٹ سے شروع نہیں ہوا، بلکہ مسجد کے منبر و محراب سے دینی سیاست شروع ہوتی تھی، اور اسی منبر پر آ کر ختم ہو جاتی تھی۔

حضور ﷺ کا مرکز:

حضور ﷺ نے جو شام کے ملک میں اور پوری دنیا کے سترہ بادشاہوں کو خطوط لکھے اور خطوط مسجد کے صحن میں لکھوائے، آپ کی سیاست کا ہیڈ کوارٹر مسجد تھا آپ کا مرکز حقیقی مسجد کا صحن تھا، مسجد میں بیٹھ کر آپ نے ملک کا نظام چلایا۔ مسجد میں بیٹھ کر آپ نے حکومت کی، مسجد میں بیٹھ کر آپ نے پوری سلطنت کا نظام چلایا، جنگیں لڑیں، غزوات میں شرکت کی، لشکر تیار کئے، ٹریننگ دی، فوجی بنائے اور گورنر تیار کئے، مسجد کے صحن میں بیٹھ کر!

آج یہ کہنا کہ مولویوں کا کام سیاست نہیں، مسجد کو سیاست کا اکھاڑہ نہ بناؤ، ان

پاگلوں سے کوئی آدمی یہ کہے کہ جس سیاست کی بات مولوی کرتا ہے اس کا مرکز مسجد ہے، دین کا مدرسہ ہے۔

فتوحات کیسے ملیں:

میرے بھائیو!

حضور سرور کائنات ﷺ نے دس سال کی مدنی زندگی میں سیاست کے وہ اصول امت کو دیئے کہ جس کی مثال نہیں پیش کی جاسکتی۔

دیکھئے بدر میں ۳۱۳ تھے اور دشمن کی تعداد ۹۵۰ تھی، اور جنگ احد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد تھی ۷۵۰ دشمن کی تعداد تھی ۳۰۰۰، جنگ خندق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد تھی ۳۰۰۰، دشمن کی تعداد تھی دس ہزار، جنگ حنین میں صحابہ کی تعداد تھی بارہ ہزار دشمن کی تعداد تھی چودہ ہزار، جنگ خیبر میں صحابہ کی تعداد تھی ۱۹ ہزار دشمن کی تعداد تھی چالیس ہزار، جنگ تبوک میں صحابہ کی تعداد تھی تیس ہزار اور دشمن کی تعداد تھی اڑھائی لاکھ، اور جنگ تبوک یہ روم کے عیسائیوں کے مقابلہ کیلئے تھی، جنگ خیبر یہودیوں کے مقابلہ کیلئے تھی، جنگ بدر، اُحد اور حنین مکے کے مشرکوں کے خلاف تھیں، یہ ساری جنگیں ہیں حنین بھی مشرکین مکہ کے مقابلہ کیلئے جو مشرک باہر قبائل میں آباد ہو گئے۔

تو ان اصولوں کے مقابلہ میں دیکھیں کہ مقابلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر کم ہے لیکن اس کے باوجود وہ فتح یاب ہوا کیوں؟

حضور ﷺ کی جنگی حکمت عملی:

میرے بھائیو!

حضور ﷺ جب جنگ میں تشریف لے جاتے، آپ کی حکمت عملی یہ ہوتی تھی کہ آپ سب سے پہلے دو سو آدمیوں کی قطار کھڑی کرتے، دو سو آدمیوں کی قطار پیچھے کھڑی کرتے، سو آدمیوں کی قطار پھر پیچھے کھڑی کرتے، تو اس طرح جب قطاروں کی قطاریں کھڑی ہوتیں تھیں تو ایک ہزار کے لشکر میں دس دس قطاریں یا سات قطاریں

کھڑی کرتے، جب اگلی قطار جنگ لڑتی تھی اور فوراً اس کی جگہ دوسری آ جاتی تھی تو دشمن یہ سمجھتا تھا کہ اسلام کا لشکر بہت بڑا ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اس حکمت عملی سے جنگ لڑی۔

حکمت عملی دیکھئے کہ پیٹھ پر اپنی فوج کی تعداد کی خبر دشمن کو نہیں ہونے دی، یہ نہیں پتہ چلنے دیا کسی جنگ میں کہ مسلمانوں کی تعداد کتنی ہے؟ لیکن دشمن کی فوج کی ہر جنگ کی تعداد رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ جاتی تھی، آپ کا ایک جاسوس دستہ ہوتا تھا۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک خصوصی جاسوسی دستہ بنایا ہوا تھا۔ جس کا کام ہی یہی تھا کہ وہ دشمنوں کی صفوں میں چلا جاتا۔ دشمن کے کیمپوں میں چلا جاتا دشمن کے علاقوں میں چلا جاتا، اور خبریں وصول کرتا اور وہ خبر فوراً رسول اللہ ﷺ کو پہنچاتے۔

تو اسلامی سیاست میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا..... الحرب خدعة..... کہ لڑائی چالوں سے لڑی جاتی ہے کہ اعلان کر دیا کہ لشکر ادھر جا رہا ہے اور لشکر ادھر روانہ ہو رہا ہے، دشمن خبردار ہو گیا کہ لشکر تو ادھر آ رہا ہے، فیصل آباد روڈ کی طرف، لیکن جب چلنے کا وقت آیا تو لشکر کا ندھلے کی طرف چلا گیا، تو یہ دشمن کو چکر دینا، اس کو عربی میں کہتے ہیں..... الحرب خدعة..... اسلام نے اس کی اجازت دی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس حربے کو بار بار استعمال کیا ہے کہ دشمن کو خبر ہی نہیں ہونے پائی کہ مسلمانوں کا لشکر کتنا ہے؟ آیا کہاں سے ہے؟ بڑھتا کہاں سے ہے؟ اور پھر آپ کی جنگوں کا ایک اہم اصول یہ ہوتا تھا۔

حضور ﷺ کی جنگی پالیسیاں:

جس جگہ جنگ ہونا ہوتی تھی اس جگہ پر آپ ﷺ پہلے تشریف لاتے، یہ آپ کا اصول تھا، جنگ بدر میں آپ گئے تو سب سے پہلے میدان پر قبضہ کر لیا اور قبضہ کر کے جو پانی کا چشمہ تھا اس پر قبضہ کر لیا، یہ جنگوں کا اصول ہے اور دوسری بات یہ تھی کہ جنگوں

میں آپ بچوں کو نہیں مارا کرتے تھے، عورتوں پر حملہ نہیں کیا کرتے تھے، بوڑھوں کو کچھ نہیں کہتے تھے، لڑائی صرف جوانوں سے ہوتی تھی اور لڑائی کرنے سے پہلے اسے دعوت اسلام دیتے کہ..... اسلم تسلم..... اسلام قبول کرو بیچ جاؤ گے..... اگر اسلام قبول نہیں کرتے تو اطاعت قبول کرو، اسلامی حکومت کی ہم اطاعت کریں گے۔

میرے بھائیو!

رسول اللہ ﷺ کی یہ سیاسی زندگی دس سالہ سیاسی زندگی، دس سالوں میں ۱۹ صوبے تھے، انیس بڑے بڑے علاقے تھے، جن علاقوں پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے گورنر مقرر فرمائے، حضور ﷺ کے گورنروں نے پوری دنیا میں امن قائم کر دیا۔ شام کے ملک پر، ایک ایک بستی میں امن قائم کیا۔

وراثت میں عورتوں کا حصہ:

حضور ﷺ کے آنے سے پہلے عورت کا کوئی حق نہ تھا، حضور ﷺ نے اعلان کیا، اولوگو! آدمی مر جائے جس طرح اپنی اولاد کو وراثت ملے گی، اسی طرح اس کی بیوی کو بھی وراثت ملے گی، بہن کو بھی وراثت ملے گی۔

مقام عورت نبوت کی نظر میں:

آج لوگ کہتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو قید کر دیا۔ ان سے کہو کہ اسلام سے پہلے عورتوں کے پاس کیا تھا؟ اسلام سے پہلے عورت کی حالت یہ تھی کہ ایران کے اندر عورتوں کو بناؤ سنگار کر کے شویکسوں میں کھڑا کر دیا جاتا۔ لوگ اس کو بری نظر سے دیکھتے، اور روم کے اندر عورت بازار میں آتی، لوگ اس کو بری نظر سے دیکھتے، زنا عام ہوتا اور عرب کے اندر جو بچی پیدا ہوتی اس کو زندہ دفن کر دیا جاتا، اور عورت کا کوئی حق نہیں تھا، کوئی قانون نہیں تھا، جو عورت بیوہ ہو جاتی تو نکاح نہ کر سکتی، جس عورت کے مخصوص ماہواری کے ایام آتے وہ عورت گھر میں رہ نہیں سکتی تھی اس کو گھروں سے نکال کر جنگل میں درختوں کے ساتھ باندھ آتے تھے۔

لیکن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، انہوں نے عورت کی ساری پابندیاں ختم کر دیں اور اعلان کیا کہ عورتوں کے ساتھ نرمی کرو، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو دو بچیوں کی تربیت کر کے ان کی اچھی طرح شادی کرے گا میں محمد ﷺ اس کی جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (ریاض الصالحین ص ۱۳۶)

یہ اس معاشرے کی بات ہے کہ جہاں بچیوں کو زندہ دفن کرنے کا رواج تھا اور قیصر روم اور کسریٰ ایران میں عورتوں کو صرف جنسی خواہشات کیلئے استعمال کیا جاتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص آئندہ کسی عورت کو بری نظر سے دیکھے گا، قیامت کے دن اس کی آنکھوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائیگا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے عورت کی عزت نفس کی حفاظت کی۔ حضور ﷺ نے عورت کو اونچا مقام دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورت اگر تمہاری بہن ہے تو تمہاری آبرو ہے، تمہاری بیٹی ہے تمہاری عزت کی جگہ ہے، تمہاری بیوی ہے تو تمہارے ذمہ اس کا خرچہ ہے، اور عورت اگر ماں ہے تو اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے، اسلام نے عورت کے قدموں کے نیچے جنت بتائی، اسلام نے عورت کو بڑا اونچا مقام دیا ہے۔

عورت کا سب سے بڑا زیور:

عورت کا سب سے بڑا زیور حیاء ہے، جس عورت میں حیاء نہیں اور بانہوں میں وہ سونے کے کنگن ڈال کر پھرے، لیکن آنکھوں میں حیاء نہیں، اسلام نے اس عورت کو عزت نہیں دی، اس عورت کو اہمیت نہیں دی، اسلام اسی عورت کو اہمیت دیتا ہے.....

جس کی آنکھوں میں حیاء ہو

جس کے ہاتھوں میں حیاء ہو

جس کے کانوں میں حیاء ہو

جس کے پاؤں میں حیاء ہو

جس کے جسم میں حیاء ہو

لیکن جو عورت حیا کی چادر اتار دے، آنکھوں کی چادر حیا اتار دی، ہاتھوں کا حیا اتار دے، پاؤں کا حیا اتار دے، اور زیور پہن کر عریاں ہو تو اسلام میں اس کی کوئی عزت نہیں ہے۔ قرآن و سنت اور اسلامی اصول کے مطابق وہی عورت عزت والی ہے کہ جو حیا دار ہے، حیا والی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز حکومت:

میرے بھائیو!

میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو طرز حکومت تھا، اس میں ہر شخص کو روٹی ملتی تھی، مکان ملتا تھا، کپڑا ملتا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تو قانون بنا دیا تھا جو آدمی بھوکا ہو، اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اس کو روٹی کھلائے، جو ننگا ہو حکومت کا فرض ہے کہ اس کو کپڑا دے، جو بے مکان ہو، حکومت کا فرض ہے کہ اس کو رہائش دے۔

یہ فلسفہ بھٹو نے نہیں دیا

یہ فلسفہ لینن اور مارکس نے نہیں دیا

بلکہ یہ بنیادی حقوق اسلام نے عطا کئے، اسلام انسانی حقوق کا علمبردار ہے، کہ روٹی کپڑا مکان کی بات ہو، اسلام نے صرف روٹی کپڑا مکان کی بات نہیں کی، بلکہ دو اور چیزیں ہیں جس کی اسلام نے بات کی ہے، اسلام میں تعلیم کی بات کہ نئی نسل کو تعلیم سکھائی جائے، اور اگر کوئی بیمار ہو تو اس کی صحت کیلئے دوائیں دی جائیں۔

بنیادی حقوق:

تو اسلام کے ہاں بنیادی حقوق پانچ ہیں، روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور صحت۔ پانچ چیزیں اسلام میں حکومت اسلامی کا فرض ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نتیجہ ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دس سال میں حکومت قائم کی۔ ان دس سالوں میں تجارت اسلام کے اصول کے مطابق تھی۔

عدالت اسلام کے اصول کے مطابق تھی
جنگیں اسلام کے اصول کے مطابق تھیں
فیصلے اسلام کے اصول کے مطابق ہوتے تھے

یہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کار تھا۔ اگر دشمن کے مقابلہ بھی ہوتا اس میں بھی انصاف کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا۔ اگر دشمن سے جنگ ہوتی وہ بھی انصاف کے ساتھ ہوتی۔ اگر اپنے کو تنبیہ کیا جاتا تو وہ بھی انصاف کے اصولوں کے مطابق ہوتا، کوئی نا انصافی اور ظلم نہ تھا۔

لیکن ہمارے معاشرے میں تمام برائیاں عام ہیں رشوت سفارش عام ہے، نوازنے کا انداز چل رہا ہے، یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ ہم نے اسلامی سیاست کو سمجھا نہیں اور اس سے روگردانی کی، اس لئے معاشرے میں بگاڑ کی صورت حال ہے، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس معاشرے کو اسلامی اصولوں کے مطابق چلانے کیلئے کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



﴿أُصُولِ خِلَافَتِ﴾

خطبہ:

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ
 الْمُتَّقُونَ ﴿٣٣﴾ (پارہ ۲۴ سورۃ الزمر آیت نمبر ۳۳)
 ترجمہ۔ ”اور جو لے کر آیا تجی بات اور سچ مانا جس نے اس کو، وہی لوگ
 ہیں ڈروالے۔“

اشعار:

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کیلئے
 وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
 توڑ کر سلسلہ رن سیاست کا افسوں
 اک فقط نام محمد ﷺ سے محبت کی ہے

☆☆☆☆

خوف و اندیشہ و تعزیر و سزا رہنے دے
 میرے ہونٹوں پر سدا حق کی صدا رہنے دے

مالک روز مکافات کو راضی کر لے
حاکم وقت خفا ہے تو خفا رہنے دے

☆☆☆☆

تمہید:

میرے قابل صدا احترام مسلمانو اور دوستو! آج کا یہ عظیم الشان پروگرام اس بات کی عکاسی کر رہا ہے کہ سپاہ صحابہ وطن عزیز کی بہت بڑی جماعت ہے جو سنی حقوق کیلئے کوشاں ہے۔

خلیفہ کیلئے شرط:

میرے دوستو!

میں مختصر وقت میں چند باتیں عرض کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ بنانے میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بنانے میں بڑی مشابہت ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنایا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے جب خلیفہ بنانا چاہا تو حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریبی حضرت جبرائیل علیہ السلام تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے زیادہ قریبی کو نہیں بنایا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنانے کیلئے اس کا انتخاب کیا کہ جو زیادہ قریبی تو نہیں تھا لیکن اس میں صلاحیت زیادہ تھی۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بنانے کا وقت آیا تو رشتے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریبی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی سنت پر عمل کر کے یہاں زیادہ قریبی کو نہیں دیکھا بلکہ زیادہ صلاحیت والے کو دیکھا ہے۔

خلافت منوانے کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ نے خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا، حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہیں بنایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بنایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں بنایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا:

..... واذ قال ربك للملائكة اني جاعل في الارض خليفة

کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں اور خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا۔ اس اعلان کے بعد کسی اور چیز کی ضرورت باقی نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے خلافت آدم کو منوانے کا ایک عجیب و غریب طریقہ اختیار کیا اور وہ جو طریقہ اختیار کیا کہ آدم کو آگے کر دیا اور فرشتوں سے کہا کہ اس کے پیچھے سجدہ کرو، یعنی جس کی خلافت کو منوانا مقصود ہوتا ہے اس کو آگے کر دیا جاتا ہے اور جس نے ماننا ہوتا ہے اس کو پیچھے کر دیا جاتا ہے۔

اور خلافت ماننے والوں سے کہا جاتا ہے کہ اس کے پیچھے سجدہ کرو، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانے کا اعلان کر دیا، لیکن اس کے بعد طریقہ خلافت منوانے کا یہ اختیار کیا، اس کو آگے کر کے فرشتوں سے کہا کہ اس کے پیچھے سجدہ کرو تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بنانے کا وقت آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ تعالیٰ کی سنت پر عمل کر کے اپنے خلیفہ کو آگے کر دیا اور امت کو کہا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا اور ایک بات یاد رکھیں، مسلمانوں کا اور روافض کا یہاں سے بنیادی اختلاف شروع ہو جاتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نظریہ امامت ہے، مسلمان کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نظریہ خلافت ہے۔

دیکھو امامت آگے ہونے کو کہتے ہیں اور خلافت کہتے ہیں پیچھے ہونے کو،

مسلمان کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی آگے نہیں ہے اور یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد بارہ امام ہیں، وہ آگے ہیں، حضور ﷺ کے بعد مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ تمام امت پیچھے ہے۔

اللہ اور نبی ﷺ کے خلیفہ کے منکر میں مشابہت:

جس طرح خلیفہ بنانے میں مشابہت ہے اسی طرح خلیفہ کے منکر میں بھی بڑی مشابہت ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے خلیفہ بنایا۔ ان کے خلیفہ بنانے میں مشابہت ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کے منکر میں اور نبی کے خلیفہ کے منکر میں بھی بڑی مشابہت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کا جس نے انکار کیا، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا..... فاخرج..... نکل جا، دیکھئے حضور ﷺ کے خلیفہ کا جو منکر تھا وہ نسلِ یہودی تھا، عبداللہ ابن سبا، یہودی تھا اور اس نے حضور ﷺ کے خلیفہ کا انکار کیا۔

تو دیکھئے یہودیوں کے بارہ میں حضور ﷺ نے فرمایا..... اخرج الیہود والنصارى من جزيرة العرب..... جس نے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کیلئے بھی حکم نکل جانے کا تھا اور جس نے نبی ﷺ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کیلئے بھی حکم نکل جانے کا تھا۔ ایک تو جنت سے نکالا گیا، دوسرے کو عرب سے نکالا گیا۔

اور دیکھئے ابھی کل کی بات ہے کہ علامہ احسان الہی ظہیر، لاہور میں بم پھٹا، قبر ان کی مدینہ میں بنی۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ساری زندگی ہندوستان میں رہے لیکن قبر کے میں بنی۔

مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ سازی عمر میرٹھ میں رہے لیکن قبر مدینہ میں۔ پوری دنیا کا ہر مسلمان یہ چاہتا ہے کہ میں مروں جہاں بھی، لیکن میری قبر کے

مدینے میں بنے۔ پاکستان میں کوئی مرے تو وہ چاہتا ہے کہ میری قبر کے میں بنے، لیکن تین چار سال قبل ایک قوم کے آدمی مرے مکے میں، قبریں ایران میں، اور دوسری طرف احسان الہی ظہیر مرے پاکستان میں اور قبر مدینہ میں۔

پاکستان کے علماء، ہندوستان کے علماء، وفات ہو ہندوستان میں، قبر وہاں ملے، پوری دنیا کے مسلمان مرے باہر، قبر وہاں بنے اور یہ مرے وہاں مکے میں اور قبریں ایران میں، میں سوچتا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ میرے سامنے وہی حکم آیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا..... فاخرج..... ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا..... فاخرج..... کا، کہ تم نکل جاؤ اور دنیا نے دیکھا کہ ۱۳۷۴ ایرانیوں میں سے ایک بھی مکے کی دھرتی پر دفن نہیں ہوا، کیوں حکم ہے..... فاخرج..... کا، کہ تم نکل جاؤ۔

خلفاء کے منکرین کو سزائیں:

اس لئے کہ خلیفہ رسول کا انکار اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کو عرب کی دھرتی قبول نہیں کرتی۔

اب آپ دیکھیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو بھی دنیا میں سزا ملی اور جس نے نبی کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو بھی سزا ملی، جس نے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو دنیا میں یہ سزا ملی، اللہ تعالیٰ نے حاجیوں کو حکم دیا کہ جب تم حج کرنے جاؤ، اس کو پتھر ماریں، کنکریاں ماریں، پتھر مارنا، کنکریاں مارنا، عقل نہیں مانتی کہ ایک جگہ پر آپ چودہ سو سال سے پتھر مار رہے ہیں، اس کا کیا مطلب ہے؟

اصل میں اللہ تعالیٰ دنیا کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ میرے خلیفہ کا انکار اتنا بڑا جرم ہے کہ شیطان کو کنکریاں قیامت تک آنے والا حاجی مارے، کیوں؟ کیوں کنکریاں مارتے ہو؟ اے نبیو! تم نے کیوں کنکریاں ماریں؟ ولیو تم کیوں کنکریاں مارتے ہو؟ بادشاہو تم کیوں کنکریاں مارتے ہو؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے خلیفہ کا منکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کا منکر تھا

اس کو سزا ملی پتھروں کی اور یہ سزا چھوٹی تھی۔ اس لئے کہ اگر بعد میں کوئی میرے محمد ﷺ کے خلیفہ کا انکار کرے گا تو میں اس کو اس سے بڑی سزا دے سکتا ہوں، چنانچہ اس کو سزا اس سے بڑی ملی وہ سزا ہے چھریوں کی۔

جس نے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو سزا ملی پتھروں کی، جس نے نبی ﷺ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو سزا ملی چھریوں کی۔

اب سوال یہ ہے کہ پتھر تو میں بھی مار سکتا ہوں، پتھر تو آپ بھی مار سکتے ہیں، آپ پر کوئی قدغن نہیں، آپ پر کوئی قانون نہیں، کوئی ضابطہ نہیں، کوئی فوج داری نہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ چھری کون مارے؟

چھری میں ماروں تو مقدمہ ہو جائے، ۳۰۲ کے مقدمات بن جائیں، آپ ماریں قانون کی گرفت میں آ جائیں، چھری مارنا دنیا کے ہر ملک میں جرم تھا، پتھر مارنا سزا کے طور پر جرم نہیں تھا، لیکن چھری کوئی نہیں چلا سکتا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے خلیفہ کے منکر کو پتھر تم مارو اور نبی ﷺ کے خلیفہ کا منکر اور ہے پتھر مارنے والا اور ہے، لیکن یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میرے نبی ﷺ کے خلیفہ کا منکر ہوگا اس کے لئے نبی کے امتوں کو تکلیف نہیں دوں گا۔ امت کے مسلمانوں کو نہیں کہوں گا کہ وہ جا کر چھریاں ماریں، اے اللہ پھر کون چھریاں مارے، الہ العالمین تو نے چھریوں کیلئے کیا قانون بنایا، پوری دنیا میں اجتماعی خودکشی کا قانون ہے۔

امریکہ میں کوئی اپنے آپ کو مارے تو گرفتار ہو جائے، پاکستان میں ایک چھوٹا سا بچہ بازار سے گزرے، چھری اس کے ہاتھ میں ہو، تو آپ اس کو پکڑ لیتے ہیں کہ یا یہ اپنے آپ کو نہ مار لے، جو بندے چھری لے کر پھر رہے ہوں تو آپ ان کو پکڑ لیتے ہیں کہ جناب یہ چھریاں کہیں اپنے آپ کو نہ مار لیں، ایسے ملک میں جس میں کوئی بچہ چاقو لیکر نہ چل سکے، جہاں بچہ چھری لیکر نہ چل سکے، وہاں ایک قوم مل کر کیسے اپنے آپ کو مارے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا غرض ہے، قانون بنانا میرا کام ہے،

حرکت دلانا میرا کام ہے، نظام کا بنانا میرا کام ہے، میں ایسا انتظام کروں گا کہ جس نے میرے نبی ﷺ کے خلیفہ کا انکار کیا خود اس کی قوم کو مقرر کردوں گا کہ ہاتھ ان کے ہوں گے چھریاں ان کی ہوں گی، سینے ان کے ہوں گے، وقت ان کا ہوگا، شہر ان کا ہوگا، اے اللہ ماریں گے کیسے؟

فرمایا وہ درخواست لکھیں گے، بخد مت جناب ڈپٹی کمشنر صاحب ہم نے دس محرم کو فلاں چوک میں اتنے آدمیوں نے اپنے آپ کو چھریاں مارنی ہیں۔ اس لئے ہمیں باقاعدہ اجازت دی جائے۔ جناب ڈی سی صاحب ہمارے چھریاں مارنے کا روٹ مقرر کردو، چھریاں مارنے کا راستہ مقرر کردو، جگہ مقرر کردو، پولیس کی چھٹیاں ختم کردو، فوج کی چھٹیاں ختم کردو، کیوں چھٹیاں ختم ہوں، چھٹی تو ختم ہوتی ہے قتل پر، لڑائی پر، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ قتل سے کم ہے، دیکھو پولیس کی چھٹیاں ختم ہیں، فوج کی چھٹیاں ختم ہیں، کیوں چھٹیاں ختم ہیں اس لئے کہ ایک ایسی ناہنجار قوم ہے کہ جو دس تاریخ کو اپنے آپ کو مارے گی اور پولیس کے پہرے میں مارے گی اور مارتی چلی جائے گی۔

اے اللہ! وہ کہاں مارے گی؟

اپنے منہ پر کیوں نہیں مارتی، پاؤں پر کیوں نہیں مارتی، چھریاں مارنی ہیں تو منہ پر ماریں، سینے پر کیوں مارتی ہے۔

اللہ نے فرمایا کہ سینے پر اس لئے مارتی ہے.....

اسی سینے میں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کا بغض ہے

اسی سینے میں تو عمر رضی اللہ عنہ کا بغض ہے

اسی سینے میں تو عثمان رضی اللہ عنہ کا بغض ہے

اے اللہ! یہ عجیب تو نے سزا دی، چھریوں کی کہ گورنمنٹ منظوری دے رہی

ہے۔ ڈی سی منظوری دیتا ہے، حالانکہ پوری دنیا میں یہودیوں کو چھریوں کی سزا نہیں ملی،

عیسائیوں کو چھریوں کی سزا نہیں ملی، ہندوؤں کو چھریوں کی سزا نہیں ملی، اس قوم کو ملی، اس

لئے ملی، اس کا تعلق تو اس سے ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پہاڑ پر جانے لگے تو کہا بھائی ہارون علیہ السلام سے کہ دیکھنا یہ قوم پچھڑے کو پوجنا نہ شروع کر دے، واپس آئے تو قوم پچھڑے کو پوج رہی تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس قوم پر عذاب آئے گا انہوں نے پچھڑے کو پوجا۔ عذاب کیا ہوگا قرآن کہتا ہے کہ عذاب یہ تھا کہ..... فاقتلوا انفسکم..... کہ تم اپنے آپ کو مارو۔

پھر دیکھیں اتنے بڑے ملک میں کوئی تو کہہ سکتا تھا کہ تم اپنے آپ کو چھریاں نہ مارو، ان کو روک دو، خطرہ تھا علماء سے، علماء برائی سے روکا کرتے ہیں، اس سے ان کو خطرہ تھا کہ یہ چھریوں سے نہ روک دیں، تو جن علماء نے چھریوں سے روکنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مجھے بھی خدا نہ کہنا کہ محرم کے دنوں میں ان کے داخلے نہ بند کرادوں؟ داخلے بند، تقریروں کی وجہ سے نہیں ہوتے، داخلے بند ان چھریوں کی وجہ سے ہوتے ہیں اور ان کے عذاب میں فرق نہ آجائے، عذاب پورا ہو جائے۔

آپ حیران ہوں گے کہ ایک اور بات کہ جو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کا منکر تھا اس کو سزا ملی پتھروں کی اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کا منکر تھا اس کو ایک سزا ملی چھریوں کی، اس کو دنیا میں ایک اور سزا ملی۔ اس لئے یہ سن کر تھا۔ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ جو نیر تھا اور سینئر کو سزا بھی سینئر ملی۔ دیکھیں، پتھر کہاں ہیں، چھریاں کہاں ہے؟ لیکن جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو ایک اور سزا ملی اور وہ سزا ہے کالے کپڑوں کی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا:

آپ اتنے بڑے اجتماع میں کہیں گے کہ فاروقی صاحب کالا کپڑا کون سی سزا ہے۔ ایک آدمی نے سفید کپڑا پہن لیا یا کالا پہن لیا، یہ بھی کوئی سزا ہے۔

جس طرح میں نے ایک ملنگ سے دس محرم کو پوچھا تو نے سفید کپڑے کیوں پہنے ہوئے ہیں۔ کالے کیوں نہیں پہنے، اس نے کہا کہ مولوی صاحب کپڑوں میں کیا رکھا

ہے انسان کا دل کالا ہونا چاہئے۔

ایسے ماحول میں کہ جب وہ کہتے ہیں کہ دل کالا ہونا چاہئے تو کپڑا کون سی سزا ہے لیکن جس وقت میں نے دیکھا کہ روافض کی کتب، کشف الغمہ میں، مجالس المومنین میں، اخبار الطوال میں، جلاء العیون میں لکھا ہے کہ کالا لباس جہنمیوں کا لباس ہے۔

تو میری سمجھ میں بات آ گئی کہ اب انہوں نے جہنمیوں کا لباس پہن لیا۔ آپ کہیں گے کہ چلو جی انہوں نے لباس پہن لیا تو کیا ہوا؟ جب مریں گے تو جہنم میں جائیں گے، لیکن ایک بات یاد رکھیں کہ لباس تو انہوں نے کالا پہن لیا۔ آپ مجھ سے کہیں کہ فاروقی صاحب آپ نے دس بجے کہاں جانا ہے، میں کہوں کہ میں نے لاہور پہنچنا ہے، آپ کہیں گے کہ رات اتنی دیر تک تقریر کرتے رہے۔ پتہ نہیں صبح پہنچے گا کہ نہیں، لیکن اگر آپ رات دو بجے میرے پاس آئیں اور دیکھیں کہ میں غسل کر کے کپڑے بدل چکا ہوں تو آپ کہیں گے کہ پتہ نہیں پہلے شاید یہ جاتا یا نہ جاتا، لیکن چونکہ اب اس نے لباس بدل لیا ہے اب یہ ضرور جائے گا۔

قادیانی جہنم میں جائیں گے پتہ نہیں کب جائیں گے، یہودی بھی جائیں گے، پتہ نہیں کب جائیں گے، عیسائی بھی جائیں گے، پتہ نہیں کب جائیں گے، لیکن دنیا میں یہ واحد قوم ہے کہ جو لباس پہن کر تیار ہو کر بیٹھی ہوئی ہے ان کو کہو کہ تمہاری غیرت کا جنازہ نکل گیا۔

میرے بھائیو! اس نبی کے خلیفہ کا انکار کیا گیا کہ جس کے بارہ میں شاعر کہتا ہے!

صدیق یارو یاور محبوب کردگار

صدیق ہی سے رسم محبت ہے استوار

صدیق جب تلک نہ کسی دل میں آئیں گے

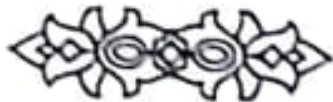
اس دل میں آئیں گے نہ نبوت کے تاجدار

اور اسی کے بارے میں خواجہ دل محمد مجذوب کہتا ہے!
 اصحاب پاک مصطفیٰ کو حق نے کیا جگر دیا
 بہر قوم بے دھڑک سب نے مال و زر دیا
 کسی نے ثلث لا دیا کسی نے نصف گھر دیا
 مگر عائشہ کے باپ نے دیا تو اس قدر دیا
 خدا کے نام کے سوا جو کچھ تھا لا کے دھر دیا
 میرے بھائیو!

نبی مکیؐ کے خلیفہ کا منکر مسلم نہیں، کافر ہے۔ ہم انہیں مسلمان نہیں کہہ سکتے، ہم
 سے یہ رواداری نہیں ہوتی۔

مولوی بک جائے
 پیر بک جائے
 گدی بک جائے
 تقدس بک جائے
 طہارت بک جائے
 ہم مر سکتے ہیں، لیکن کفر کو اسلام نہیں کہہ سکتے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ



﴿اسلام میں عورت کا مقام﴾

خطبہ:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾ (پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۳۳)

ترجمہ۔ ”اور قراریں اپنے گھروں میں اور دکھلائی نہ پھرو جیسا کہ دکھانا دستور تھا پہلے جہالت کے وقت میں اور قائم رکھو نماز اور دیتی رہو زکوٰۃ اور اطاعت میں رہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی، اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اور اے نبی کے گھر والو اور ستھرا کر دے تم کو ایک ستھرائی سے۔“

تمہید:

میرے واجب الاحترام بزرگو اور دوستو! پچھلے جمعہ میں نے پروگرام کے مطابق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت بیان کی تھی اور جنگ اُحد کا واقعہ تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

اور آج آپ کے سامنے انشاء اللہ اسلام میں عورت کا مقام، اس عنوان پر جمعہ کا بیان ہوگا۔ اس کے تحت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان اور اسلام کی اولوالعزم شخصیات کا ایمان اور اسلام میں عورت کی حیثیت کے متعلق انشاء اللہ گفتگو ہوگی۔

اسلام نے عورت کو چار حیثیتیں دیں:

میرے بھائیو اور دوستو! اسلام دنیا میں ایک ایسا مذہب ہے کہ جس نے عورت کو بڑی عزت عطا فرمائی ہے، اور اسلام کے علاوہ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں انہوں نے عورت کو کھلونا اور عورت کو شمع محفل بنایا۔ اسلام نے عورت کو چار حیثیتیں دیں۔

ایک حیثیت یہ دی ہے کہ عورت یا تو بیٹی ہوگی..... یا بہن ہوگی..... یا عورت بیوی ہوگی..... یا عورت ماں ہوگی۔ اگر بیٹی ہے تب بھی تیری عزت ہے..... اگر بہن ہے تب بھی تیری عزت ہے..... اگر بیوی ہے تو اس کا خرچ تیرے ذمہ واجب ہے..... اور اگر ماں ہے تو اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔

یہ مرتبہ اسلام نے عطا کیا ہے اور اسلام سے پہلے دنیا کے کسی مذہب میں عورت کو وہ حقوق عطا نہیں کئے جو حقوق اسلام نے عطا کئے، جو منشور عورت کے بارہ میں اسلام نے پیش کیا ہے وہ دنیا کے کسی مذہب نے نہیں دیا۔

بعثت نبوت کے قبل عورت کی حیثیت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، اس سے پہلے عورت کی حیثیت کیا ہے؟ جب آپ دنیا میں تشریف لا چکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان نبوت ہو چکا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات دنیا کے سامنے آ چکی، تو اس کے بعد عورت کی کیا حیثیت ہے؟ اور آج تک عورت کو اسلام نے کیا مقام دیا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی:

قرآن پاک نے جو عورت کو مقام عطا کیا ہے، اسلام نے جو عورت کو حیثیت

عطا کی ہے، وہ بے مثال ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی اور اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو یہ ٹوٹ جائے گی۔

اس لئے عورتوں سے لڑائی نہ لڑا کرو۔ عورتوں سے جھگڑا نہ کیا کرو، اس کا یہ مطلب نہیں کہ رن مرید ہو جائے، اس کا طواف کیا کرو، یا ہاتھ باندھ کر کھڑے رہو ”آداب عرض“ یہ مطلب نہیں، عورت کی جو حیثیت اسلام نے متعین کی ہے ہمیں اس حیثیت پر عمل کرنا چاہئے اور اس کو تسلیم کرنا چاہئے۔

اسلام نے عورت کو عزت دی:

قرآن پاک میں عورت کے بارہ میں فرمایا..... ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولی..... اے عورتو! تم اس طرح زینت نہ بناؤ، اس طرح سنگھار نہ بناؤ، جس طرح جاہلیت کے دور میں عورتیں سنگھار لگا کر باہر نکلا کرتی تھیں۔ اس طرح نہ کرو..... عورت کو اسلام نے ایک دائرے میں رکھا ہے۔ بے مہار نہیں چھوڑ دیا۔ عورت کو کھلونا نہیں بنایا، عورت کو کاروبار کی وسعت کا ذریعہ نہیں بنایا۔ عورت کی ناموس کی حفاظت کی ہے اسلام نے، اسلام نے عورت کو ٹکے ٹکے کے بدلہ میں جسم فروش نہیں بنایا۔

ہمارے ہاں عورت کی حیثیت یہ مانی گئی ہے کہ عورت خواہشات کے پورا کرنے کا ذریعہ ہے، یا عورت صرف گھر کی چار دیواری کیلئے مرد کی تمناؤں کا محور ہے۔ نہیں، یہ بات غلط ہے۔

اسلام نے جو عورت کا تصور پیش کیا ہے، وہ دیکھیں کہ حضور ﷺ نے ماں کی اتنی فضیلت بیان فرمائی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔

ماں کے تین درجے باپ کا ایک:

کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ سب سے بہتر حق ہمارے اوپر کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ماں کا، اس نے پوچھا کہ پھر کس کا حق ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ماں کا، اس کے بعد اس نے پوچھا پھر کس کا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ماں کا،

چوتھے نمبر پر پوچھا کہ پھر کس کا حق ہے؟ فرمایا باپ کا، ماں کے تین حق ہیں، باپ کا ایک حق ہے۔ (رواہ بخاری و مسلم)

دیکھئے اسلام میں عورت کی حیثیت، اسلام سے پہلے عورت کی حالت اور اسلام میں عورت کی حالت اور آج کے دور میں عورت کی حالت، عورت کی تین ادوار میں حالتیں آج بیان ہوں گی، ان شاء اللہ۔

ازواج رسول کا مقام:

اسلام سے قبل عورت کی حیثیت نہ تھی، لیکن جب یہی خواتین پیغمبر کے عقد میں آتی ہیں تو قرآن کہتا ہے..... ینساء النبی لستن کا حد من النساء..... اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

یہ قرآن نے عظمت فرمائی

یہ قرآن نے مرتبہ عطا فرمایا

یہ قرآن نے بلندی عطا فرمائی

یہ قرآن نے رفعت عطا فرمائی :

اتنا مقام ملا کہ نہ تو رات میں عورت کو مقام ملا، نہ انجیل میں ملا، نہ زبور میں ملا، جتنا مرتبہ پیغمبر کے عقد میں آنے والی خواتین کو ملا..... ینساء النبی لستن کا حد من النساء..... اے محمد ﷺ کی بیویو! تم وہ عورتیں ہو کہ تمہارے جیسی عورتیں کائنات میں کوئی نہیں ہیں کہ اس لئے تم نے میرے محمد ﷺ کے ظاہر کو بھی دیکھا ہے باطن کو بھی دیکھا ہے، یہ آیت بڑی جامع آیت ہے۔

قرآنی تعلیمات:

قرآن یہاں کیا کہتا ہے..... ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولی..... اے مدینہ کی عورتو، اے قیامت تک آنے والی عورتو، اے مسلمان عورتو، اے دنیا میں بننے والی عورتو، اے دنیا میں رہنے والی عورتو..... تم پاؤں کو چھنکا کر نہ چلو، تم سنگھار کر کے نہ

چلو، تم بازار میں خوشبو لگا کر نہ چلو۔

عورت کا معنی:

کیوں نہ چلو؟ اس لئے کہ تمہارا نام عورت ہے، ایک نکتے کی بات آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ عربی زبان میں عورت کس کو کہتے ہیں؟ عورت عربی کا لفظ ہے، عربی میں عورت کہتے ہیں ایسی چیز کو کہ جس کو ڈھانپا جائے، عورت ستر کو کہتے ہیں، عورت چھپی ہوئی چیز کو کہتے ہیں، لیکن اگر عورت کپڑے اتار کر بازار میں آ جائے وہ چھپی ہوئی نہ رہی، اس پر عورت کا لفظ بولا نہیں جاسکتا، اس لئے کہ عورت کہتے ہیں چھپی ہوئی چیز کو، یہ قرآن کہتا ہے، میں نہیں کہتا۔

دور جاہلیت کی طرف نہ ہو:

عورت کے بارہ میں قرآن کے انداز کو دیکھئے، قرآن کے مخاطب کو دیکھئے، فرمایا..... ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولی..... جس طرح جاہلیت کے دور میں، جس طرح اسلام سے پہلے دور میں عورت جسم بیچنے کیلئے، عزت بیچنے کیلئے، ناموس بیچنے کیلئے، آبرو بیچنے کیلئے، سرخی پاؤ ڈر لگا کر بازاروں میں چھٹک کر آتی تھی۔ اے محمد ﷺ کی ماننے والی عورتو..... تم ان عورتوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے اپنا شعار جسم کو بیچنا اور آبرو کو بیچنا بنا رکھا ہے، تم محمد ﷺ کی ماننے والی ہو، تم پر لازم ہے کہ تم اپنی عزت اور ناموس کی حفاظت کرو، یہ قرآن کا فرمان ہے کہ تم اس طرح مت ہو جاؤ جس طرح پہلے دور کی عورتیں تھیں، جس طرح جہالت کے دور میں عورتیں کرتی تھیں، تم اس طرح نہ کرنا، یہ قرآن ہے۔

جب یہ آیت اتری اس وقت سے پہلے کوئی جاہلیت کا دور گزرا ہو، یعنی حضور ﷺ کے دور سے پہلے جو دور گزرا ہے، اسلام نے اس دور کو جاہلیت کا دور قرار دیا ہے، اور وہ دور کون سا تھا؟ کہ جس کو قرآن نے جاہلیت کا دور کہا، وہ دور تھا قیصر و کسریٰ کا، قیصر کس کو کہتے ہیں، کسریٰ کس کو کہتے ہیں، قیصر عربی زبان کا لفظ ہے، یا عبرانی زبان

میں اس بادشاہ کو کہتے ہیں کہ جہدوم کا بادشاہ، جہدوم کے بادشاہوں کو عبرانی میں قیصر کہتے ہیں، اور ایران کے بادشاہوں کو عربی میں کسریٰ کہتے ہیں اور مصر کے بادشاہوں کو عربی میں فرعون کہتے ہیں، یہ عربی کی اصطلاحیں ہیں اور یہانی ساری کتابوں میں قیصر و کسریٰ درج ہیں۔

اسلامک بلاک کی بنیاد:

جب حضور ﷺ تشریف لائے تو دنیا میں دو بڑی سلطنتیں تھیں۔ دو بڑی حکومتیں تھیں۔ ایک حکومت تھی قیصر کی اور ایک تھی کسریٰ کی یعنی ایک حکومت تھی ایران کی اور ایک حکومت تھی روم کی اور روم کی حکومت کو رومن ایمپائر بھی کہتے ہیں، یہ دو سلطنتیں تھیں اور ان دو سلطنتوں کے درمیان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخر الزمان پیغمبر کو رسول بنا کر بھیجا اور حضور ﷺ نے ایک تیسری حکومت اسلامک بلاک کی بنیاد رکھی۔

قیصر و کسریٰ میں مقام عورت:

قیصر و کسریٰ میں عورت کا مقام کیا تھا اور خود مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کے آنے سے پہلے عورت کا مقام کیا تھا، اور جب حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت دنیا کو کیا مقام ملا۔ قیصر و کسریٰ روم اور ایران دو بڑی سلطنتوں کے مراکز میں عورت کی حیثیت، ایک بکاؤ مال کی تھی، ہوس کے لئے عورتوں کے چکلے بنائے جاتے، عورتیں بناؤ سنگھار کر کے بازاروں میں آتیں، عورتیں حسن و جمال کی دیوتا بن کر گلیوں میں پھرتیں، عورتیں بال بنا کر حسن چمکا کر پاؤں میں زیورات جھنکا کر بازاروں میں آتیں اور دکانوں پر، گلیوں میں بازاروں میں عورتوں کو بری نظر سے دیکھتے، ان کی عزتوں کا سودا کر کے، ان کے ساتھ پیسے مقرر کرتے، ان کی آبرو لوٹتے، ان کو اپنے مکانوں میں لے جاتے، ان کی عزت سے کھیلتے، یہ روم میں تھا، ایران میں بھی یہی تھا، قیصر کی حکومت میں بھی یہی تھا، کسریٰ کے ہاں بھی یہی تھا۔

اور قرآن نے اسی دور کے بارے میں کہا کہ..... تبرجن تبرج الجاہلیۃ

الاولی..... جس کو جاہلیت اولیٰ اسلام نے قرار دیا ہے، وہ جاہلیت اولیٰ یہی قیصر کا دور ہے، یہی کسریٰ کا دور ہے، جس دور میں عورت کی کوئی عزت نہ تھی، عورت کی کوئی حیثیت نہ تھی، عورت کا کوئی درجہ نہ تھا۔ عورت اگر ماں تھی تب بھی کوئی مقام نہ تھا، عورت اگر بیوی تھی تب بھی کوئی مقام نہ تھا، عورت بیٹی تھی تب بھی کوئی مقام نہ تھا، عورت بہن تھی تب بھی کوئی مقام نہ تھا۔

عورت صرف عزت لوٹنے کیلئے، عورت صرف انسانی خواہشات کی تکمیل کیلئے، عورت صرف آبرو لوٹنے کیلئے، نفس کی تسکین کیلئے، خواہشات کو پورا کرنے کیلئے، وقتی لذت کیلئے، عورت کو استعمال کیا جاتا تھا، اسی دور کو قرآن نے کہا..... ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولی..... اے مکہ مدینہ کی عورتو! تم جاہلیت کی عورتوں کی طرح مت ہو جاؤ۔

تمہاری ایک عزت ہے
تمہارا ایک مقام ہے
تمہاری ایک آبرو ہے
تمہاری ایک عظمت ہے

اسلام تمہاری عزت بڑھانا چاہتا ہے، تمہاری آبرو بنانا چاہتا ہے، تمہیں معاشرے میں اعلیٰ مقام عطا کرنا چاہتا ہے، اے محمد ﷺ کے دور میں آنے والی عورتو، اپنی عزت کی حفاظت کیلئے، وہی کام کرو، جو تمہارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے یہ اسلام کا فرمان ہے، تو قیصر و کسریٰ کے دور میں، عورت ضمیر فروش بنادی گئی، عورت کا کوئی مستقبل نہ تھا، عورت کو وراثت میں کوئی حصہ نہ تھا، اسلام سے قبل، عورت کو مخصوص ایام میں ماہواری کے ایام میں باہر جنگلوں میں باندھ آتے، درختوں کے ساتھ۔

جاہلیت میں عورت کے ساتھ ظلم:

عورت کا خاوند مر جائے، تو اسکو دوسری شادی کی کوئی اجازت نہ تھی۔ آج

شادی ہوئی ہے کل خاوند مر گیا تو پچاس سال تک عورت اپنے گھر میں ایڑھیاں رگڑ رگڑ کر مرجاتی، اس کو شادی کی اجازت نہ تھی، نہ کوئی وراثت میں حق تھا۔ نہ عورت کے خرچے کی ذمہ داری مرد پر تھی۔ کوئی ذمہ داری نہیں، یہ وہ دور تھا اس دور کو قرآن نے جاہلیت اولیٰ کا دور قرار دیا۔

یعنی بازاروں میں عورتیں بے پردہ پھریں، اس کو اسلام نے ترقی نہیں کہا، آج اسی بات کو ترقی کہا جاتا ہے، بے پردہ عورت ترقی یافتہ دور میں ایئر پورٹ پر کھڑی ہے، بے پردہ کھڑی ہے، بازار میں عورتیں بے پردہ پھر رہی ہیں، اس کو ترقی کہا جاتا ہے، بناؤ سنگھار کر کے عورتیں بازاروں میں آئیں اس کو ترقی کہا جاتا ہے، جس کو تم ترقی کہتے ہو، اس چیز کو قرآن نے جاہلیت اولیٰ قرار دیا، ہم نے اس کو ترقی کہا، اسلام نے اس کو جاہلیت کہا۔

ابو جہل کا اعلان:

اب دیکھو حضور ﷺ کے دور میں روم میں عورت کی یہ کیفیت تھی اور مکہ اور عرب میں عورت کی کیا حیثیت تھی؟ اسلام نے ہمیں بتایا کہ عورت کی عرب میں حالت یہ تھی کہ ابو جہل سردار مکہ نے قانون بنا دیا تھا کہ جس کے گھر میں بچی پیدا ہو، اس بچی کو زندہ دفن کر دیا جائے، بچی جوان نہ ہو، بچی بڑی نہ ہو اور عرب کے قریشی کہتے تھے کہ اگر ہمارے گھر میں لڑکی جوان ہوگئی، ہماری ناک کٹ جائے گی، کوئی ہماری لڑکی لینے آئے گا، ناک کٹ جائے گی، ہم لڑکی کسی کے نکاح میں دیں گے تب بھی ناک کٹ جائے گی، یہ عرب کے بدو کہتے تھے یہ معاشرہ تھا۔ روم و ایران میں عورت حصول دولت کا ذریعہ تھی اور عرب میں بچی زندہ درگور ہوتی۔

حقوق بنات کے علمبردار:

حضور ﷺ کے صحابی واقعہ بیان کر رہے ہیں۔ ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آتا ہے کہتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے بڑی غلطی ہوگئی، بڑا گناہ ہوا، حضور ﷺ نے

فرمایا کیا گناہ ہوا؟ کہنے لگا میں نے اپنی بچی کو زندہ دفن کر ڈالا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تجھے ترس نہیں آیا؟ کہتا ہے کہ ترس کیسے آتا مکے کے سردار ابو جہل کا حکم تھا اور اگر میں سردار کے حکم پر بچی کو زندہ دفن نہ کرتا تو خود قتل ہو جاتا۔ یہ کہہ کر اس نے واقعہ سنایا۔

اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ، میرے گھر میں بچی پیدا ہوئی تیرہ سال بعد، بچہ کوئی نہ تھا، میری بیوی نے کہا کہ ہم اس بچی کو زندہ دفن نہیں کریں گے، ابو جہل کی پولیس کو پتہ چل جائے گا تو قتل کر دیں گے، تو انہوں نے اس بچی کو چھپا کر رکھا، دو سال گزر گئے، ابو جہل کو کسی نے بتا دیا کہ اس کے گھر میں بچی ہے۔ اس نے مجھے چوک میں پکڑ لیا، طعنے دیئے، جھگڑا کیا، لڑائی کی، گالیاں دیں، اس نے کہا کہ کل کو تو لڑکی کو قتل نہیں کرتا تو تجھے قتل کر دیں گے۔

یا رسول اللہ ﷺ میں گھر آیا۔ تو میں نے حسب معمول سلام کہا اور گھر میں قدم رکھا، میں روزانہ گھر آتا تو بچی بھاگ کر میرے سینے سے چمٹ جاتی، میں گھر آیا تو بچی میرے سینے سے چمٹ گئی میں نے اس کو دھکا دیا، اس کے منہ پر طمانچہ مارا، میں نے کہا کہ پیچھے ہٹ جا، وہ رو پڑی، کہنے لگی، ابا جان! پہلے تو آپ نے ایسے نہیں کیا، میرا قصور کیا ہے مجھے کیوں مارتا ہے؟ کہنے لگا میرا دل سخت تھا۔

میں نے اس کی ماں سے کہا کہ ابو جہل کی طرف سے بڑا خوف ہے، اس بچی کو تیار کر دو، میں اس کے ماموں کے ہاں چھوڑ آؤں، کہنے لگا کہ جب میں اس کو تیار کر کے لے جانے لگا تو میں نے راستے میں ایک کدال لیا، بچی کو اٹھایا، کدال ساتھ ہے اور جب جنگل میں پہنچا تو بچی کہنے لگی ابا جان اس علاقے میں تو میرے ماموں کا گھر نہیں ہے، مجھے یہاں لایا ہے؟ میں نے اس کے منہ پر طمانچہ مارا، میں نے کہا کہ خاموش ہو جا، بچی چپ کر گئی۔

پھر اس بچی کے سامنے میں اس کی قبر کھودنے لگا، قبر کھود رہا ہوں اور رو کر کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ وہ بچی اتنی فرمان بردار ہے کہ اپنے چھوٹے سے دوپٹے میں مٹی ڈال کر قبر صاف کر رہی ہے۔ میرا ہاتھ بٹاتی ہے اور گڑھا کھودنے میں میرا ساتھ دے رہی

ہے، جب گڑھا بن گیا تو میں نے اس بچی کو اٹھا کر اس گڑھے میں رکھا تو اس نے چیخ ماری، اس نے کہا کہ ابا جان اگر تم نے اسی طرح مجھے دفن کرنا تھا، تو مجھے گھر میں بتا دیتے، میں اپنے گھر میں اپنی اماں کو آخری سلام تو کرتی۔

حضور پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے، جن کے گھروں میں بچیاں ہیں انہیں معلوم ہے کہ بچیوں سے باپ کو کتنی محبت ہوتی ہے؟

بچی روتی ہے اور رو کر کہتی ہے ابا جان میں ساری زندگی بھوکا رہ سکتی ہوں، میرا قصور کیا ہے؟، جرم کیا ہے؟ کس جرم میں تو مجھے ذبح کرتا ہے؟ کہتا ہے کہ میں نے بچی کو قبر میں اتار دیا اور میں اس کو زبردستی قبر میں ڈالتا ہوں اور وہ رو کر کہتی ہے، ابا جان مجھے چھوڑ دے، میں نہیں چھوڑتا، کہتی ہے کہ ابا جان اگر تو مجھ سے اتنا تنگ آ گیا ہے تو مجھے چھوڑ دے میں ساری زندگی تیرے گھر نہیں آتی۔ میں گلیوں میں وقت گزار لوں گی تیرے گھر نہیں آتی۔

صحابی کہتے ہیں کہ جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم زار و قطار رو رہے تھے۔ ایک بچی کی بات آئی تو ساری دنیا کے سردار کی آنکھوں سے آنسو نکل آئی، پیغمبر روتے رہے۔

کہنے لگا کہ میرا دل اتنا پتھر ہو چکا تھا، کہ مجھے کوئی ترس نہ آیا اور میں نے اسی حالت میں بچی کو زندہ دفن کر دیا اور اس کے سینے پر ریت کا ایک تودا رکھا اور ہمیشہ کیلئے اس کی آواز بند ہو گئی۔

کہنے لگا کہ جب سے میں نے اس کو دفن کیا ہے روزانہ خواب میں مجھے وہ بچی ملتی ہے اور کہتی ہے کہ ابا جان قیامت کے دن میری وجہ سے تجھے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کہنے لگا کہ چالیس دن گزر گئے آنکھ نہیں لگتی، جب سوتا ہوں تو بچی خواب میں آتی ہے۔ اے اللہ کے نبی میں معافی مانگنے کیلئے تیرے دروازے پر حاضر ہوا ہوں، اگر تیرا اسلام قبول کرنے سے مجھے چھٹکارا ہو جائے، تو اس سے بڑی کوئی بات نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر آج تو سچے دل سے میرا کلمہ پڑھ لے گا تو خدا تیرے اس آسمانوں سے بڑے گناہ پر رحمت کی چادر ڈال دے گا اور تیرا یہ بڑا گناہ بھی معاف کر دے گا جب حضور ﷺ نے یہ جملہ فرمایا تو وہ نوجوان کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (مسند دارمی جلد ۱)

پچیاں حصولِ جنت کا ذریعہ:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا! جو آدمی میری امت میں اپنی دو بچیوں کی تربیت کر کے اچھے طریقے سے رکھ کر، ان کو اعلیٰ اخلاق سکھا کر اچھی تعلیم سکھا کر، اچھے طریقے سے تربیت کر کے ان کی شادی کر دے گا میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (ریاض الصالحین ص ۱۳۶۔ مشکوٰۃ)

مکے کا معاشرہ کیا تھا اور قیصر و کسریٰ کا دور کیا تھا کہ روم اور ایران میں لڑکیاں بے آبرو کی جاتیں، عورت کی کوئی عزت نہ تھی۔ عورت نفس کی تسکین کا، خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ تھی، جو اس دور کی بڑی حکومتیں تھیں، اور عرب کے معاشرے میں عورت کو زندہ دفن کرنا اپنا فریضہ لوگوں نے سمجھا، لیکن ایسے ماحول میں ساری دنیا کے سردار نے دو باتیں فرمائیں۔

حقوقِ نسواں کے محافظ:

دوسری بات یہ کہ جو آدمی کسی غیر محرم کی طرف، کسی عورت کی طرف کسی لڑکی کی طرف بری نگاہ سے دیکھے گا تو قیامت کے دن اس کی آنکھوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا، اور لوہے کی سرخ گرم سلایاں اس کی آنکھوں میں ڈالی جائیں گی۔ دیکھئے چودہ سو سال پہلے قیصر و کسریٰ کے دور میں عورت کو بری نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، اور اس دور میں عورت کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔

لیکن پیغمبر اسلام نے، شارع اسلام نے، اسلام کے عظیم راہنما نے، انسانیت کے تاجدار عالم نے، عورتوں کے حقوق متعین کر کے فرمایا کہ جو دو بچیوں کی تربیت کر کے

ان کی شادی کر دے گا میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

تو ستر سال، تہجد پڑھے، تو ستر سال نمازیں پڑھے، تو ستر سال ذکر و اذکار کرے، تسبیح کرے کہ میں جنت میں چلا جاؤں، لیکن اس کے مقابلہ میں تیرے پیغمبر نے فرمایا، جو فرائض پورا کرتا ہو۔ صرف اس کیلئے یہ بات کافی ہے کہ دو بچیوں کی تربیت کر کے ان کی شادیاں کر دے۔ میں محمد ﷺ ان کی جنت کا اعلان کر کے دنیا کو بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام عورت کی عزت کا بھی محافظ ہے۔ عورت کے وجود کا بھی محافظ ہے، اس سے بڑی عزت دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ہے۔

بچیوں کو پیار کرنا، بچیوں کی تربیت کرنا، پیغمبر کے نزدیک کتنا اہم ہے، ایک طرف اسلام نے عورت کو یہ مقام عطا کیا ہے، لیکن تیرے اور میرے معاشرے میں اسلام کو عملی شکل میں کوئی حیثیت نہیں ہے، اس معاشرے میں، اور آج عورت کو اس طرح نفسانی خواہشات کا ذریعہ بنالیا گیا ہے۔ جس طرح اسلام سے پہلے دور میں تھا، اس دور میں عورتوں کا ایمان بڑا سستا تھا۔

پردے کا اہتمام:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھئے امت کی ماں ہے یہ حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ ان کی رہائش کی جگہ تھی۔ جہاں حضور ﷺ کی قبر بنی، بعد میں اسی حجرہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر بنی، پھر اس کے بعد جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے اور انہوں نے زخمی حالت میں پوچھا کہ میں چاہتا ہوں کہ میری قبر بھی اس حجرہ میں بن جائے۔

تو اماں نے فرمایا کہ یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی، لیکن میں عمر کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں، تو جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر حجرہ عائشہ صدیقہ میں بنی تو اماں نے فرمایا کہ آج سے پہلے میں اس حجرہ میں بغیر پردہ کے آ جاتی تھی۔ اس لئے کہ ایک قبر میرے شوہر محمد رسول اللہ ﷺ کی تھی اور دوسری قبر میرے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تھی، لیکن اب تیسری قبر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بن جانے کے بعد عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

اس حجرے میں بغیر پردہ کے نہیں آ سکتی، جب بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حجرہ میں گئی پردہ کر کے گئی۔ (ابن سعد ج ۳ ص ۳۶۴)

میری ماں عائشہ رضی اللہ عنہا وہ ہے کہ جو قبروں سے بھی پردہ کرتی ہے، لیکن آج اس عائشہ رضی اللہ عنہا کی نام لیوا میری ماؤں بہنوں کو دیکھو کہ جو بازار میں نکلتی ہیں تو پردہ نہیں ہوتا، جو گلیوں میں بھی آتی ہیں تو پردہ نہیں ہوتا، اور ہم اس ماں کی اولاد ہیں کہ جس ماں نے امت کو یہ سبق سکھایا ہے کہ قبروں سے بھی پردہ ہے۔

باوقار عورت کون؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ عورت کا زیور اس کا حیاء ہے۔ ایک عورت پر ایک کلو سونا زیورات کی شکل میں ہو، لیکن اس کی آنکھ میں حیاء نہیں ہے، اس کے چہرے میں حیاء نہیں ہے، اس کی عادات میں حیاء نہیں ہے، اس کے اس کلو زیور کا کوئی مول نہیں ہے اور وہ غریب عورت جس کے پاس ایک تولہ سونا بھی نہیں ہے، لیکن اس کی آنکھوں میں حیاء ہے۔ اس کے چہرے میں حیاء ہے، اسلام کے نزدیک وہ عورت باوقار ہے، وہ عورت مرتبہ والی ہے، وہ عورت عظمت والی ہے، جو عورت جو حیاء والی ہے، اس کا مقام خدا کے نزدیک بھی بلند ہے، رسول کے نزدیک بھی بلند ہے۔

لیکن اگر یہ عورت صرف زیور پہن کر آجائے، اس کی آنکھوں میں حیاء نہ ہو، صرف زیورات سے آراستہ ہو، اس کے قدموں میں حیاء نہ ہو، آواز میں حیاء نہ ہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک اس عورت کی حیثیت ایک رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں ہے۔

غیرت تھا جس کا نام گئی تیمور کے گھر سے:

میری ماؤں اور بہنوں کو چاہئے کہ پردے کا لحاظ کریں۔ آج کل عام رواج ہے۔ بھائی بنانے کا، یہ میرا بھائی ہے یہ میرا دیر ہے، یہ کس نے اجازت دی ہے کہ ایک غیر محرم لڑکی، غیر محرم لڑکے کو اپنا بھائی بنائے، جو تیرا حقیقی بھائی ہے۔ اس کے ساتھ کوئی

انس نہیں، جو غیر محرم ہے اس کو بھائی بناتی ہے ویسے تو ساری امت کے انسان بھائی ہیں، لیکن اپنا حقیقی بھائی وہ نہیں بھائی؟ محلے کا اوباش لڑکا تیرا بھائی ہے، آوارہ گرد تیرا بھائی ہے۔ کالج کا پڑھنے والا تیرا بھائی ہے۔ دکاندار تیرا بھائی ہے اور جب ایسا بھائی گھر میں آتا ہے تو حقیقی بھائی بے غیرت ہو کر باہر چلا جاتا ہے، ایسے واقعات موجود ہیں۔ مجھے بہت دکھ ہے اپنے اس معاشرے پر، کہ یہ معاشرہ ایسے جعلی بھائیوں کی زد میں آچکا ہے، ایسے اوباشوں کی زد میں آچکا ہے۔

پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ لڑکی اغواء ہو جاتی ہے، پھر باپ روتا پھرتا ہے، کہتا ہے کہ میں لٹ گیا، میں پٹ گیا، میری ناموس چلی گئی، اگر تجھے ناموس کا خیال آتا، اگر تو خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلتا، اگر پہلے دن سے ہی تو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی پیروی کرتا،

لیکن یہاں رواج ہے، اگر سختی کی جائے تو کہتے ہیں کہ آپ نے راز کھول دیا، آپ نے سخت لہجہ اختیار کیا، بے غیرتوں کیلئے، بے حیاؤں کیلئے، بے شرمیوں کیلئے، ہمارے ہاں کوئی رعایت نہیں ہے۔

حیاء اور غیرت سب سے قیمتی اثاثہ ہے، اسلام میں عورت کو گھر کی ملکہ بنایا گیا، اسلام نے عورت کو شمع محفل نہیں بنایا، عورت کو زینت خانہ بنایا ہے، عورت کو گھر کی مالکہ بنایا ہے، اسلام نے عورت کو بچوں کی تربیت کا پہلا استاد بنایا ہے، عورت کو بچوں کیلئے پہلا مدرسہ قرار دیا۔ عورت کی گود کو پہلی درس گاہ قرار دیا۔ اس کی تربیت کو اسلام نے محور قرار دیا۔ عورت کا بچوں کے ساتھ پیار کرنا اس کو اسلام نے اعلیٰ حیثیت دی۔

ماں کے قدموں تلے جنت ہے:

اس لئے اسلام نے کہا کہ عورت اگر ماں ہے تو اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے، اس لئے کہ نو مہینے پہلے اس نے بچے کو پیٹ میں اٹھایا، بعد دو سال تک اس کے پیشاب کو برداشت کیا اور گود میں اٹھایا، پھر دس پندرہ سال تک اس کی تربیت کی، اس کو

کھلایا، بھوک میں کھلایا، پانی پلایا، اس کے دکھ برداشت کیلئے، سردیوں میں، گرمیوں میں، اسلام نے اس ماں کو اتنا اعزاز بخشا ہے اور دنیا کو بتا دیا کہ عورت اگر اس طرح ماں بن جاتی ہے تو اس کے قدموں کے نیچے وہ جنت آ جاتی ہے کہ جس جنت کیلئے آدمی سال ہا سال تک ماتھار گڑتا رہتا ہے جس کی تلاش کیلئے انسان سرگرداں رہتا ہے، اسلام نے کہا کہ اگر عورت ماں ہے، اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے جس جنت کی تلاش کیلئے

انبیاء آئے

رسل آئے

امام آئے

پیشوا آئے

اسلام نے کہا کہ امام، جنت کی تلاش میں اور جنت ماں کے قدموں کے نیچے (مشکوٰۃ شریف) اسلام نے عورت کو اتنا اونچا مرتبہ دیا ہے، لیکن اگر عورت بے غیرت بن کر بے حیاء، بن کر پردہ اتار دے اور زیور پہن کر بے حیائی کر کے بناؤ سنگھار کر کے گلیوں میں ناچتی پھرے، اونچا بولتی پھرے، لڑکوں سے ہاتھ ملاتی پھرے، مردوں کی طرح بالوں کی کٹائی کرتی پھرے، بے غیرت بن کر پھرے، اور دکانداروں کے سامنے بے پردہ ہو کر جائے، میرے محمد ﷺ کے نزدیک اس عورت کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اس پر اللہ کی پھٹکار برستی ہے، لعنت برستی ہے، اس مرد، اس لڑکے پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے، جو راہ چلنے والی ماں بہن کو بری نظر سے دیکھتا ہے، کبھی قدموں کو دیکھتا ہے کبھی کرتے کو دیکھتا ہے کبھی ہاتھوں کو دیکھتا ہے۔

اسلام سے راہنمائی حاصل کرو:

نوجوانو..... حیاء کرو، غیرت کرو، ہر گھر میں بیٹی ہے، ہر گھر میں بہن ہے، ہر گھر میں حیاء والی عورتیں ہیں۔

آؤ..... اس حیاء کے باب میں، اس غیرت کے باب میں، اسلام سے

راہنمائی حاصل کریں، آج کی مغربی ذہنیت جس کو موجودہ دور میں انگریزی خواں طبقہ ترقی کہتا ہے، ماڈرن طریقہ کہتا ہے، اسلام نے چودہ سو سال پہلے قیصر و کسریٰ کی اسی بے حیائی کو کہا تھا..... ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولی..... یہ جاہلیت اولیٰ ہے۔ آج ایئرپورٹ پر، بازاروں میں، بڑے بڑے شہروں میں جو عورتیں بے پردہ ہو کر پھرتی ہیں، تم اس کو ترقی کہتے ہو، اسلام اس کو جاہلیت قرار دیتا ہے۔

خلاصہ کلام:

میرے دوستو! اسلام کے نزدیک عورت کی حیثیت بہت بلند ہے، باقی یہ کہنا کہ عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق ملنے چاہئیں، پاکستان میں جدید تعلیم یافتہ، پاکستان میں تنظیمیں بنی ہوئی ہیں، انٹرنیشنل تنظیمیں، جب بھی پاکستان میں حدود آرڈیننس جاری ہوا تو انہوں نے جلوس نکالے اور کہا کہ ہمارے حقوق پامال کئے گئے یعنی زنا کرنا تمہارا حق تھا۔ جس کو حدود آرڈیننس میں روکا گیا یہ تمہارا حق پامال ہو گیا۔ ایسے حقوق تو قیصر و کسریٰ میں تھا کہ جائز تھا بد معاشی عام ہو گئی تھی۔

لیکن اگر تم نے کلمہ محمد رسول اللہ ﷺ کا پڑھا ہے، تو تمہیں اسلام کے قانون کے مطابق اس کو جاہلیت تصور کرنا ہوگا اور حیا و غیرت کو اپنا زیور بنانا ہوگا، اسلام اس کا سبق چودہ سو سال پہلے دے چکا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



﴿دعائے خلیل علیہ السلام﴾

خطبہ:

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِيمِ
رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَ
يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾ (پارہ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۱۲۹)

ترجمہ۔ ”اے پروردگار بھیج ان میں ایک رسول انہی میں کا کہ پڑھے
ان پر تیری آیتیں اور سکھلا دے ان کو کتاب اور تہہ کی باتیں اور پاک
کرے ان کو، بے شک تو ہی ہے بہت زبردست بڑی حکمت والا۔“

تمہید:

قابل صدا احترام بزرگوں اور دوستوں! پچھلے جمعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے
عنوان سے جمعہ کا خطبہ شروع ہے۔ ان شاء اللہ آج کے اس خطبہ میں حضرت ابراہیم
علیہ السلام کی اس مشہور دعا کا ذکر آئے گا جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ارشاد فرمائی ہے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بڑی جامع اور بڑی مشہور دعا ہے۔ اس دعا کی اہمیت اتنی

زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو اپنے قرآن میں جگہ دی جو حضور ﷺ سے کئی سو سال پہلے مانگی گئی۔

خلیل نے حبیب مانگا:

کئی سو سال پہلے جو واقعات اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائے ہیں۔ ان میں ایک یہ دعا بھی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی ہے کہ..... ربنا وابعث فیہم رسولاً..... اے اللہ جس رسول کو تو نے آخر الزمان نبی بنا کر بھیجنا ہے، میری خواہش ہے۔ میری تمنا ہے کہ وہ رسول میری اولاد میں پیدا کر، یہ دعا ہے، یہ دعا اللہ تعالیٰ سے خانہ کعبہ میں مانگی، یہ خانہ کعبہ کی دعا ہے اور آپ دیکھیں کہ پیغمبر دعا مانگ رہا ہے اور دعا کی جگہ بھی خانہ کعبہ ہے اور پھر پیغمبر اپنی دعا میں پیغمبر ہی کو مانگ رہا ہے، پیغمبر دنیا کی کوئی چیز نہیں مانگ رہا، بلکہ دعا میں پیغمبر نے پیغمبر کو مانگا، بلکہ نبیوں کے سردار کو مانگا، یہ دعا بڑی عجیب ہے۔

جعلی خداؤں کی خرید و فروخت:

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ایسے گھر میں پیدا ہوئے، جو بت پرست تھا، بت فروش تھا، بت ساز تھا، خود بت بناتا تھا، باپ سب سے بڑا بتوں کا ٹھیکیدار تھا۔ بت بنانا، بیچنا، ان کا سودا کرتا۔ دور دراز سے لوگ آتے بت خریدنے کیلئے، عجیب بات ہے کہ جہاں جعلی خداؤں کی منڈی لگی ہے، من گھڑت خداؤں کی منڈی کا بیوپاری پیغمبر کا باپ ہے، اور بیٹا پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام ہے، باپ کا نام آزر ہے اور وہ بت بنا رہا ہے، ایک بہت بڑا بت خانہ بنا رکھا ہے اور اس بت خانے میں بڑے بڑے بت سجائے ہوئے ہیں، روزانہ بت فروخت ہو رہے ہیں، روزانہ خداؤں کا سودا ہو رہا ہے، خدا بیچے جا رہے ہیں، خداؤں کا ریٹ لگ رہا ہے اور اس ریٹ میں بولیاں ہو رہی ہیں اور پیغمبر کا باپ اس منڈی کا بیوپاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس باپ کے گھر میں جو بت ساز تھا۔ بت فروش تھا، بت پرست تھا، اس کے گھر میں ایک بچہ ایسا پیدا کیا کہ بت شکن نکلا، جو بت

توڑنے والا نکلا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت:

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنی قوم سے تنگ آ گئے، معاشی تنگ دستی، باپ کی تکلیف، بہت زیادہ ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی حضرت سارہ کو لیکر اپنے علاقے کنعان سے نکلے، کنعان سے نکل کر ہجرت کرتے کرتے، سفر کرتے کرتے، مصر میں پہنچے۔

شاہ مصر کا ہدیہ:

اس وقت جو مصر کا بادشاہ تھا اس کا نام سنان بن علوان تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بادشاہ کے پاس پہنچے تو اس کی نظر پڑی حضرت سارہ پر، اس کے دل میں آیا کہ یہ لڑکی بڑی خوبصورت ہے، دل میں برائی آئی، تو اس نے اپنے قاصد سے کہا کہ پتہ کرو کہ یہ لڑکی کون ہے، تو اس نے بتایا کہ اے بادشاہ سلامت، یہ کوئی عام آدمی کی بیوی نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا جلیل القدر پیغمبر ابراہیم ہے اس کی بیوی ہے اور اگر تو نے کوئی بری نظر ڈالی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

مورخین کہتے ہیں کہ بادشاہ نے اسی وقت اپنا ارادہ بدل لیا نہ یہ کہ ارادہ بدلا، بلکہ اپنی بیٹی یا ہمشیرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد کر دیا کہ تو اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ ہے جلیل القدر انسان ہے، یہ میری بیٹی یا ہمشیرہ تیری خدمت میں رہے گی، اللہ تعالیٰ کے نبی نے اس لڑکی کے ساتھ نکاح کر لیا، اور اسی لڑکی کا نام حضرت ہاجرہ علیہا السلام ہے جو بادشاہ سنان کے خاندان میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اپنی دونوں بیویوں کو لیکر مصر سے چلے، سفر کر رہے ہیں، مصر سے چلتے چلتے مکہ مکرمہ آ گئے۔ عرب میں آ گئے، خانہ کعبہ میں آ کر ڈیرہ لگا لیا اور یہاں پر اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کی دعاسنی اور پیغمبر نے دعا مانگی تھی۔ اے اللہ! بڑھاپے میں مجھے بیٹا عطا کر دے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے لطن سے اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا اور اس بیٹے کو مکہ میں چھوڑ کر جانے کا حکم دیا۔ پیغمبر اس کیلئے تیار ہو گئے۔

انبیاء کا خاندان:

میں عرض یہ کرنا چاہتا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ علیہم السلام حضرت سارہ علیہم السلام کی اولاد میں سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے کا نام یعقوب علیہ السلام ہے اور یعقوب علیہ السلام کے بیٹے کا نام یوسف علیہ السلام ہے حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے اٹھارہ ہزار انبیاء پیدا ہوئے اور ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کے نیچے جو دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! جس آخر الزمان پیغمبر کو تو نے پیدا کرنا ہے، اس کو میری اولاد میں پیدا کر، دعا کے الفاظ ہیں، فرمایا..... ربنا وابعث فیہم رسولا منہم..... اے اللہ! جس آخر الزمان پیغمبر کو تو نے دنیا میں بھیجنا ہے اس کو میری اولاد میں پیدا کر..... منہم یتلوا علیہم ایتک..... وہ پیغمبر جو میری اولاد میں پیدا ہوگا وہ چار کام کرے گا۔

نبی آخر الزمان کے چار کام:

پیغمبر ابراہیم علیہ السلام نے چار کاموں کا ذکر اپنی دعا میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے نبی ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی اور دعا میں یہ کہا کہ اے اللہ جس آخر الزمان پیغمبر کو تو نے پیدا کرنا ہے، اس کو میری اولاد میں پیدا کر اور جب تو اس کو میری اولاد میں پیدا کرے گا، تو وہ چار کام کرے گا۔

پہلا کام کہ..... یتلوا علیہم ایتک..... وہ تیری کتاب کی تلاوت کرتا رہے گا۔
ويعلمہم الکتاب..... اور تیری کتاب کا علم دنیا کو دیتا رہے گا۔

والحکمة..... اور حکمت سکھاتا رہے گا، حکمت سے مراد نبی کی سنت ہے،

حکمت سے مراد پیغمبر کی حدیث ہے اور آگے فرمایا!

ویزکیہم..... اور وہ پیغمبر جو تھا کام یہ کرے گا کہ دلوں کی صفائیاں کرتا

رہے گا، دلوں کی برائیوں کو دور کرتا رہے گا، حسد، بغض اور کینے کی، کفر و شرک کو ختم کر کے

ہر ایک دل میں توحید کا بوٹا لگاتا رہے گا، یہ پیغمبر کا کام ہے۔

جو کام نبی ﷺ کے ذمہ ہے اس کا ذکر ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں کیا..... ربنا
وابعث فیہم رسولا..... کہ اے اللہ! جس نبی کو پیدا کرنا ہے اس کو میری اولاد میں پیدا کر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو دعائیں:

اب دیکھئے ابراہیم علیہ السلام نے دو دعائیں کی ہیں اور دونوں بڑی مشہور ہیں، پہلی
دعا کہ پیغمبر نے فرمایا..... ربنا وابعث فیہم رسولا..... اے اللہ! میری اولاد میں محمد
رسول اللہ ﷺ پیدا کر اور دوسری دعا..... رب ھب لی من الصالحین..... اے اللہ
مجھے نیک بیٹا عطا کر، پیغمبر دعا کر رہا ہے، بیوی ایک کونے میں کھڑی ہو کر ہنس رہی تھی۔
کہتی ہے بابا جی تیری عمر ۸۷ سال ہو گئی ہے، میری عمر بڑی ہو گئی اتنے بڑھاپے میں بیٹا
کیسے ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس وقت جبرائیل امین علیہ السلام کو بھیج دیا کہ جا میرے پیغمبر کو جا کر
کہہ دے کہ..... فبشرہ بغلام حلیم..... کہ اے ابراہیم میں نے تجھے ایک بیٹے کی
خوشخبری دے دی، ایک بیٹا ضرور تجھے عطا ہوگا۔

عطا کرنے والا اللہ ہے:

میرے دوستو! بتاؤ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی ضرورت پڑی، تو
انہوں نے بیٹا بھی خدا سے مانگا، اگر اللہ کے سوا کوئی اور بیٹے دے سکتا، اگر اللہ تعالیٰ کے
علاوہ کوئی فقیر، پیر بیٹے دے سکتا، کوئی نبی بیٹے دے سکتا، تو پیغمبر ابراہیم حضرت آدم
علیہ السلام کی قبر پر جا کر بیٹا مانگتے، نوح کی قبر پر جا کر بیٹا مانگتے، حضرت زکریا علیہ السلام کی قبر پر
جا کر بیٹا مانگتے، لیکن بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اللہ تعالیٰ کے دروازے پر رو کر کہتا
ہے مجھے تیرے سوا بیٹا دینے والا کوئی نہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو بھی
خوشخبری دی تھی۔ اے زکریا علیہ السلام ہم نے تیری دعا قبول کر لی ہے۔ ہم نے تجھے بھی بیٹا
دینا ہے..... ان اللہ یبشرك بغلام ن اسمہ یحییٰ..... اے زکریا اللہ تعالیٰ تجھے
خوشخبری دے رہا ہے، کس چیز کی؟ ایک بیٹے کی اور بیٹا بھی ایسا ہوگا کہ جس کا نام بھی اللہ

تعالیٰ نے عرش سے تجویز کر کے بھیجا ہے کہ بیٹا تیرا ہوگا نبی میرا ہوگا، یحییٰ علیہ السلام..... ایسا بیٹا ہوگا کہ جو تصدیق کرتا پھرے گا، میری کتابوں کی میری توحید کی۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو بڑھاپے میں بیٹے کی ضرورت پڑی تو خدا کے سامنے رو رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ضرورت پڑی تو خدا کے سامنے رو رہا ہے اور آمنہ کے لعل کو اپنے چچا کی ہدایت کی ضرورت پڑی تو اللہ کے دروازے پر رو رہا ہے۔

بیوی روئے کہ بیٹا میرے پاس نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رو کر کہا اے اللہ کے نبی ساری کائنات میں آپ سے بڑا کوئی نہیں، لیکن میں آپ کی لاڈلی بیوی ہوں، آپ مجھ سے محبت کی بات کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے کبھی تو درخواست کریں کہ اللہ تعالیٰ میری جھولی میں بچہ ڈال دے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب رو کر کہا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لئے قرآن کی سترہ آیات اتریں۔ آپ نے احادیث بیان فرمائیں، لیکن میری جھولی میں اولاد نہیں۔

اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لئے دعا کریں، اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا، یہ بچہ بھی دینا میرے اختیار میں نہیں، یہ خدا کے پاس ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یہ دعا کر دیں کہ چلو لڑکی ہی ہو جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا لڑکے کے خزانے بھی خدا کے پاس ہیں اور لڑکیوں کے خزانے بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ میں محمد تو اس کا نبی ہوں۔ میرے اختیار میں اولاد دینا نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جھولی میں اولاد نہیں آئی۔ ساری چیزوں کے خزانے اللہ کے پاس ہیں۔ اور قرآن نے فرمایا کہ اللہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ مجھے بیٹا عطا فرما دے، ابراہیم علیہ السلام نے دو دعائیں مانگیں۔

زم زم والا حوض کوثر والا:

معزز سامعین! دو دعائیں، ایک دعا میں اپنے لئے بیٹا مانگا، ایک دعا میں محمد

رسول اللہ ﷺ کو مانگا، ایک دعا میں کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا دے دے۔ ایک دعا میں کہا کہ مجھے محمد رسول اللہ ﷺ دے دے تو گویا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دونوں چیزیں عطا کر دیں، کیوں عطا کر دیں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار امتحانات پاس کئے تھے۔ پہلا امتحان آیا، آگ میں گرنے کا حکم ہوا۔ ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں چھلانگ لگا دی، دوسرا امتحان آیا کہ بچے کو جنگل میں چھوڑ آؤ۔ ابراہیم علیہ السلام بیٹے کو جنگل میں چھوڑ آئے۔ تیسرا امتحان آیا کہ اپنے بیٹے کے گلے پر چھری چلاؤ، ابراہیم علیہ السلام چھری لیکر بیٹے کے گلے پر چلانے کیلئے چلا گیا اور چوتھا امتحان کہ ابراہیم علیہ السلام میرا گھر خانہ کعبہ تعمیر کر اور باپ مستری بن گیا بیٹا مزدور بن گیا۔ اینٹیں لگا رہے ہیں۔ کبھی دنیا میں نبیوں نے مزدوریاں نہیں کیں، نبیوں نے مستریوں والا کام نہیں کیا، لیکن آج کعبے کی دیواریں بنانے کے لئے ابراہیم علیہ السلام گارے میں کھڑا ہے اور اسماعیل اینٹیں اٹھا اٹھا کر پتھر اٹھا اٹھا کر پھینتا ہے اور دنیا کو بتایا گیا کہ اس گھر کی تعمیر ابراہیم سے کیوں کرائی گئی کہ اس گھر کو جس محمد ﷺ نے آباد کرنا ہے وہ ساری دنیا کا سردار ہے اور وہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ان کا بیٹا کعبہ کی تعمیر میں مزدوری کر رہا ہے، اور دوسرا بیٹا محمد رسول اللہ ﷺ کعبہ کے اندر سے ساری دنیا کو اسلام کی دعوت دے رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو دعائیں ایک دعا میں فرمایا..... ربنا وابعث فیہم رسولاً..... اے اللہ! جس محمد ﷺ کو تو نے پیدا کرنا ہے اس کو میری اولاد میں پیدا کر ایک دعا۔ اور ایک دعا..... رب ھب لی من الصالحین..... اے اللہ! مجھے نیک بیٹا عطا فرما۔ گویا کہ ایک دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مانگا، ایک دعا میں محمد رسول اللہ ﷺ کو مانگا۔ اس کو سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے لفظوں میں ان دونوں دعاؤں کو میں بیان کرتا ہوں، سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو خدا سے مانگا وہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک خدا سے کسی نے نہیں مانگا۔

چار امتحان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پاس کر چکا ہے، لیکن چار امتحانوں کا جو معاوضہ تھا جو انعام تھا جو اس کا بدلہ تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے وہ مانگ لیا جو مانگا وہ کسی اور کو نصیب بھی نہیں ہوا، اور وہ کیا مانگا۔ ایک دعا میں اسماعیل مانگا، دوسری دعا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مانگا۔

شاہ جی کہتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام تیری قسمت پر قربان جاؤں، تو نے خدا سے دو دعائیں کیں، دونوں دعاؤں میں خلاصہ مانگا، کائنات مانگی، ساری خدائی مانگی، ساری رسالت مانگی، نبیوں کا سردار مانگا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مانگا کہ یوں عطاء اللہ شاہ رحمۃ اللہ نے کہا کہ ابراہیم نے خدا سے.....

ایک زم زم والا مانگا

ایک حوض کوثر والا مانگا

ایک مانگا کہ اسماعیل علیہ السلام دے دے جس کے قدموں سے زم زم کا کنواں نکلا، ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم مانگا جس کے قدموں سے ہدایت کے چشمے نکلے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی، دو چیزیں مانگیں، ایک اسماعیل علیہ السلام مانگا ایک یہ ہے کہ آمنہ کا لعل دے دے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام بھی دے دیا اب آمنہ کا لعل اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں دے دیا۔ فیصلہ ہوا کہ اے ابراہیم علیہ السلام میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تیری اولاد میں پیدا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

دیکھئے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے بعد وہاں آ کر آباد ہو گئے مکہ مکرمہ میں، مکے میں آباد ہوئے، مکہ پوری دنیا کا مرکز تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سارا خاندان عرب میں آباد تھا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد:

میں نے تاریخ کی کتابوں میں جب یہ پڑھا کہ یمن کی بستیاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ مصر کی بستیاں اسماعیل کی اولاد ہیں، مدینہ کی بستیاں بھی

اسماعیل کی اولاد ہیں۔ طائف کی بستیاں بھی اسماعیل کی اولاد ہیں، مکہ کی وادی بھی اسماعیل کی اولاد ہے۔

میں حیران ہوا کہ اسماعیل علیہ السلام نے مکے کے ایک سردار مضاضہ (یا مضامن) کی بیٹی سے شادی کی، یہ بنو جرہم قبیلے کا سردار تھا وہ بھی سردار تھا تو اسماعیل کی اس لڑکی سے جو سردار جرہم کی بیٹی تھی اس کی اولاد میں بارہ لڑکے پیدا ہوئے، ایک لڑکا یمن میں گیا، وہاں اس کی اولاد بڑھی، ایک مکے اور مدینہ میں گیا وہاں اولاد بڑھی، ایک طائف میں، دومۃ الجندل میں، ریاض میں اور تبوک میں، ایک ایک بستی میں وہ اولاد اسماعیل علیہ السلام کا لڑکا ایک ایک بستی میں آباد ہوتا گیا وہاں سے اولاد بڑھتی رہی چنانچہ دو چار سو سال کی مدت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے سارا عرب بھر گیا۔

اب قبیلے تو بڑے ہو گئے اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہو گئی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسماعیل کی اولاد سے پیدا کرنا ہے۔

اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کس لڑکے کی اولاد میں بھیجا جائے؟ جو اسماعیل کا بیٹا یمن میں آباد ہے اس کی اولاد سے، یا جو مدینہ میں ہے اس کی اولاد سے، یا جو طائف میں ہے اس کی اولاد سے، یا جو تبوک میں ہے اس کی اولاد سے یا جو دومۃ الجندل میں ہے اس کی اولاد سے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں جو بیٹا اسماعیل علیہ السلام کا مکہ میں تھا اسی بیٹے کی اولاد میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنے کا اللہ نے فیصلہ کر لیا۔ بات بڑھتی رہی قبیلہ بنتا رہا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب کس خاندان سے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے، مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... ان اللہ اصطفیٰ من بنی کنانہ..... اللہ تعالیٰ نے مجھے چنے کیلئے بنی کنانہ کو چنا..... واصطفیٰ من قریش بنی ہاشم..... اور پھر مجھے بنی ہاشم سے چنا..... واصطفانی من بنی عبدالمطلب..... اور پھر اس کے بعد مجھے عبدالمطلب کی اولاد سے چنا اور پھر اس کے بعد عبدالمطلب کی اولاد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ

تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا۔ (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

ہاشم کی وجہ تسمیہ:

اور یہاں آپ کی معلومات میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ حضور ﷺ کے جو اجداد ہیں۔ حضور ﷺ جن کی اولاد میں پیدا ہوئے، ان کے سب سے بڑے سردار کا نام ہے ہاشم، ہاشم ان کا اپنا نام نہیں؛ ہاشم کا اصل نام عمرو ہے، ہاشم عربی زبان میں کہتے ہیں، اس آدمی کو کہ جو شور بے میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر کھائے، اسے ہاشم کہتے ہیں۔

چونکہ عام طور پر یہ عمرو شور بے میں روٹی بھگو کر کھاتا تھا تو اس کو عربی میں ہاشم کہتے ہیں، چنانچہ ان کا نام ہاشم پڑ گیا، شور بے میں روٹی بھگو کر خود بھی کھاتے اور لوگوں کو کھلاتے تو لوگوں کی دعوت کرتے تھے، اس کو عربی میں ثرید بھی کہتے ہیں۔ ثرید کی دعوت کرتے تھے تو ان کا ثرید مشہور ہو گیا تھا ہر جگہ یہ ثرید مشہور ہو گیا، تو اس لئے ان کا نام ہی ہاشم پڑ گیا کہ ثرید کھلانے والا، خدمت کرنے والا۔ (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۵)

عبدالمطلب کی وجہ تسمیہ:

عبدالمطلب، ایک نام یہ ہے، یہ اصل نام نہیں ہے، عبدالمطلب کا اصل نام ہے شیبہ، عربی زبان میں شیب کہتے ہیں سفیدی کو، جب عبدالمطلب پیدا ہوئے، تو پیدا ہوتے ہی ان کے سر کے بال سفید تھے، ہر آدمی کہتا تھا کہ یہ بوڑھا ہو گیا ہے سر کے بال سفید ہیں، اس وجہ سے ان کا نام شیبہ پڑ گیا، بوڑھا۔

لیکن ان کی پرورش کی تھی ان کے چچا مطلب نے، جو ہاشم کا لڑکا تھا، چچا کا نام مطلب تھا تو جب چچا مطلب نے پرورش کی تو نام ان کا پڑ گیا عبدالمطلب، یعنی مطلب کا بندہ، مطلب کے گھر رہنے والا، جس کی پرورش مطلب نے کی ہے کہ یہ بندہ اسی کا ہے عبدالمطلب نام پڑ گیا، کیونکہ مطلب چچا نے اس کی پرورش کی۔ (طبری جلد ۲ ص ۹)

میرے دوستو! یہ ساری علمی بحث کر رہا ہوں اور میرے اکابرین نے ہمیشہ علمی گفتگو کی ہے۔ لیلیٰ مجنوں کی کہانیاں نہیں سنائیں، کتابوں کا نچوڑ بتایا ہے۔

ایک عیسائی کا اعتراض اور اس کا جواب:

میرے اکابرین میں سے ایک بہت بڑے عاشق رسول گزرے ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی اور جس مدرسہ سے ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں طلباء فارغ التحصیل ہو چکے ہیں۔

ان کے پاس ایک عیسائی آیا کہنے لگا، ہمارے پیغمبر نے تو مردوں کو زندہ کر دیا تھا۔ تمہارے نبی نے تو کبھی کسی مردے کو زندہ نہیں کیا۔ اس کا یہ سوال تھا کہ ہمارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے اور تمہارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کبھی کسی مردے کو زندہ نہیں کیا۔

تو مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا عجیب جواب دیا انہوں نے فرمایا کہ ایک آدمی مر جائے، روح نکل جائے، اس کو زندہ کیا عیسیٰ علیہ السلام نے، یہ کیا کمال کیا؟ ایک آدمی جاندار تو ہے انسان کا جسم ہے روح نکل گئی تھوڑی دیر کے بعد عیسیٰ علیہ السلام آئیں اور آکر زندہ کر دیں یہ کیا کمال ہے؟ انسان تو ہے جسم تو ہے روح نہیں ہے اس میں روح بھی ڈالنی ہے یہ اتنا بڑا کمال نہیں، ہمارے نبی کو دیکھو جس نے درختوں کو زندہ کر دیا اور پتھروں کو کلمہ پڑھا دیا، جن کا جسم انسانوں والا نہیں، لیکن پتھر کلمہ پڑھ رہا ہے اور درخت کلمہ پڑھ رہے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ:

وہ واقعہ نہیں یاد کہ ابو جہل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آکر کہنے لگا، اے محمد اگر تو سچا نبی ہے تو بتا میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ ابو جہل کا عقیدہ تھا کہ نبی کو عالم الغیب ہونا چاہئے، یہ ابو جہل کا عقیدہ تھا، یہ مشرکوں کا عقیدہ ہوتا ہے کہ نبی عالم الغیب ہوتا ہے، عالم الغیب تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں، لیکن چونکہ شرک کی یہ ذہنیت ہے، شرک والا یہ سمجھتا ہے کہ جو عالم الغیب ہو وہی نبی ہوتا ہے، اس کا بھی یہی ذہن تھا کہنے لگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو میرے ہاتھ میں ہے اگر آپ سچے نبی ہیں تو بتائیں میرے ہاتھ میں کیا ہے۔

حضور علیہ السلام نے بڑی عجیب بات فرمائی فرمایا کہ میں بتاؤں کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے یا تیرے ہاتھ والی چیز بتائے کہ میں کیا ہوں۔

وہ حیران ہوا اس نے کہا کہ بتا میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا میں بتاؤں کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے یا تیرے ہاتھ والی چیز بتائے کہ میں کون ہوں اس نے کہا یہ بتائے..... یہ کہنے کی دیر تھی کہ اس کے ہاتھ میں کنکریاں تھیں ان کنکریوں نے اس کے ہاتھ میں کہا..... اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبده و رسوله..... انہی کنکریوں نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ کا رسول اور بندہ ہے۔

عیسائی کا دوسرا اعتراض اور اس کا جواب:

تو دیکھئے ایک بندہ یہ کہتا ہے کہ ہمارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کیا تو مولانا نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بندے کو زندہ کرنا کیا کمال ہے۔ ہمارے پیغمبر نے تو پتھروں کو زندہ کر دیا، درختوں کو زندہ کر دیا۔ اور اس نے کہا کہ دیکھو ہمارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کیلئے قرآن نے کہا..... وامہ صدیقہ..... کہ عیسیٰ کی ماں مریم پاکدامن تھیں اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے، تو مریم پر تو لوگوں کو شک ہو گیا تھا کہ بغیر باپ سے بچہ پیدا ہوا تو اس عیسائی نے کہا کہ ہمارے نبی عیسیٰ علیہ السلام کی ماں کو قرآن نے کہا۔ ”وامہ صدیقہ“ کہ عیسیٰ کی ماں صدیقہ ہے کائنات کی سب سے بڑی طہارت والی ہے، تو تمہارے نبی کی والدہ آمنہ کیلئے تو قرآن نے کچھ نہیں کہا، مریم کو قرآن پاکدامن کہتا ہے اور آپ کے نبی کی والدہ آمنہ کو قرآن نے کچھ نہیں کہا ان کی صفائی نہیں پیش کی۔

تو مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ تمہارے نبی عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر لوگوں کو شک پڑ گیا تھا اور اس شک کو ہمارے قرآن نے دور کیا اور ہمارے نبی کی ماں پر کسی کو شک ہی نہیں پڑا، اس لئے آمنہ کا رتبہ زیادہ ہے۔

راستہ کون بتائے:

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی بڑے ولی اللہ تھے۔ ایک عیسائی ان کے

پاس آیا، کہنے لگا شاہ جی، ایک آدمی جنگل میں جا رہا ہے منزل پر پہنچنا چاہتا ہے اور وہ راستہ بھول گیا، اب یہ آدمی جو راستہ بھول گیا۔ اس نے دور سے دیکھا کہ ایک آدمی درخت کے نیچے سویا ہوا ہے اور ایک آدمی اس کے پاس جاگ رہا ہے شاہ صاحب یہ جو راستہ بھول گیا ہے کہ یہ کس سے راستہ پوچھے، اس جاگنے والے سے پوچھے کہ جو جاگ رہا ہے درخت کے نیچے، یا جو سویا ہوا ہے اس سے پوچھے؟

بات عقل میں آتی ہے کہ جب ایک آدمی راستہ پوچھنا چاہتا ہے تو اس کو چاہئے کہ جاگنے والے سے پوچھے، یہ عقل کی بات ہے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اس سوال کی گہرائی کو جانتے تھے، وہ عیسائی تھا اصل میں وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ ساری انسانیت راستہ بھول گئی ہے اللہ کا اور عیسیٰ علیہ السلام تمہارے عقیدہ کے مطابق آسمانوں پر ہیں اور جاگ رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضے میں سوئے ہوئے ہیں۔

اب یہ انسانیت راستہ کس سے پوچھے، اگر وہ کہتے کہ یہ بھولنے والا آدمی جاگنے والے سے راستہ پوچھے تو عیسائی کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اس لئے کہ عیسائی تو یہی چاہتا تھا کہ انسانیت کو چاہئے کہ انسانیت مل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائے جو جاگ رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو سوئے ہوئے ہیں۔

تو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ عاشق رسول تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ جو آدمی راستہ بھول گیا ہے اس کو چاہئے کہ اسی جاگنے والے کے پاس بیٹھ جائے، اس لئے کہ راستے کا پتہ تو جاگنے والے کو بھی نہیں ہے، وہ جاگنے والا تو اس لئے بیٹھا ہے کہ یہ سونے والا مجھے بھی راستہ بتائے گا تجھے بھی راستہ بتائے گا۔

یہ نبی کا عشق تھا تو پیغمبر کی اس عظمت کو دیکھو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے آمین کا لعل اور وہ دعا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی دیواروں کے نیچے کھڑے ہو کر مانگی تھی کہ اے اللہ جس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو نے پیدا کرنا ہے اس کو میری اولاد میں پیدا کر، دعا قبول ہو گئی۔

حضور ﷺ کے دادا اور ان کے بیٹے:

اب اسی دعا کے مطابق عبدالمطلب کے گھر میں پیغمبر کو لانے کا فیصلہ ہوا
عبدالمطلب کے بارہ بیٹے تھے۔ عبدالمطلب کے ایک بیٹے کا نام عبدمناف ہے عبدمناف
کا معنی ہے بت کا بندہ۔ ایک بیٹے کا نام ہے ضرار۔

ایک بیٹے کا نام عبدحارث ہے حارث کھیتی کو کہتے ہیں یعنی کھیتی کا بندہ۔
ایک بیٹے کا نام عبدشمس ہے شمس سورج کو کہتے ہیں اور اس کا معنی ہوا سورج کا
بندہ۔

ایک بیٹے کا نام عبدود ہے ود بت کا نام ہے ود کا بندہ۔

ایک بیٹے کا نام عبدلات ہے لات بت کا نام ہے لات کا بندہ۔

ایک کا نام ہے نوفل، نوفل کہتے ہیں سخت جگہ کو۔

ایک کا نام ہے حمزہ، حمزہ کہتے ہیں پتھر کی جگہ کو۔

ایک کا نام ہے عباس، عباس کہتے ہیں لمبی جگہ کو۔

ایک کا نام ہے عبد اللہ، یعنی اللہ کا بندہ۔

ایک کا نام ہے زبیر رضی اللہ عنہ۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۲)

خاندان کا انتخاب خدا نے کیا:

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو ان گیارہ بیٹوں میں کسی کے گھر نہیں بھیجا بھیجا اس
کے گھر کہ جس کا نام عبد اللہ تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ، تاکہ دنیا یہ نہ کہے کہ محمد ﷺ جو بتوں
کو مٹانے آیا تھا۔ وہ خود بت کے بندے کے گھر میں آ گیا۔ یا سورج کے بندے کے گھر
میں آ گیا یا کھیتی کے بندے کے گھر آ گیا محمد ﷺ دنیا میں آیا ہے، تو خدا ہی کے بندے
کے گھر میں آیا ہے، تو والدہ کا نام بھی چنا گیا۔ والد کا کیا نام ہے عبد اللہ، یہ بھی منتخب ہوا۔
دادے کو بھی چنا گیا۔ نانے کو بھی چنا گیا، پردادے کو بھی چنا گیا، عرب کو بھی چنا گیا، شہر کو
بھی چنا گیا، بستی کو بھی چنا گیا، قبیلے کو بھی چنا گیا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ نے میرے لئے قبیلہ چنا، شہر چنا، بستی چنی، خاندان چنا، علاقہ چنا اور اللہ نے اپنے محمد رسول اللہ کیلئے جس طرح باپ چنا، شہر چنا، علاقہ چنا، اسی طرح اس محمد ﷺ کیلئے والدہ کا انتخاب بھی ہوا اور صرف والدہ کو نہیں چنا، بلکہ گود کو بھی چنا، جس گود میں محمد ﷺ نے آنا تھا، عرش سے اس گود کا انتخاب بھی ہوا ہے۔ (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین ﷺ)

والدہ کا قبیلہ اور اس کا انتخاب:

والد کا انتخاب ہوتا ہے، والدہ کے انتخاب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی والدہ کا قبیلہ چنا، اور قبیلہ وہ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خاندان کا ہے، اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے، لیکن وہ قبیلہ آباد مدینہ میں ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ماں کے انتخاب سے پہلے ماں کا قبیلہ چنا اور ماں کے قبیلے کا نام ہے بنو زہرہ۔

حالانکہ قبیلے تو اور بھی بڑے ہیں، ایک قبیلے کا نام بنو قریظہ ہے، ایک قبیلے کا نام بنو زہرہ ہے، بنو نضیر ہے، ایک قبیلے کا نام بنو زہرہ ہے، بنو حرہ ہے، بنو شیبہ ہے، لیکن ان ناموں میں عظمت نہیں.....

بنو حرہ لڑائی والا قبیلہ
بنو زہرہ بد شکلوں کا قبیلہ
بنو شیبہ کا معنی بھی اچھا نہیں

لیکن ان سارے قبیلوں میں ایک قبیلہ ہے بنو زہرہ، زہرہ عربی میں تروتازگی کو کہتے ہیں، چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی تروتازگی کا پیغام دینا تھا اس لئے ماں کا قبیلہ بھی تروتازہ بنا دیا بنو زہرہ۔

والدہ کا انتخاب:

اور اس بنو زہرہ قبیلے میں لڑکیاں اور بھی بڑی ہیں، لیکن ایک ایسی لڑکی کو چنا، جس کا نام نرالا تھا، نام آمنہ تھا، آمنہ کا معنی امانت والی، خدا دنیا کو بتانا چاہتا تھا کہ جو

امانت میری ہزاروں سالوں سے پوشیدہ، وہ امانت اس آمنہ کی گود میں آئے گی، دیکھئے
ماں کا نام بھی اعلیٰ، باپ کا نام بھی اعلیٰ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور گھر کی حالت:

اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، آمنہ کے لعل دنیا میں آئے یہ
آمنہ کی گود میں آئے، اور جس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے حضرت آمنہ کہتی ہیں کہ میرے گھر
میں دیا جلانے کیلئے تیل نہیں تھا۔ آج اگر خدا چاہتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حضور کے دروازے پر
چاند آ جاتا۔ خدا سورج کو لاتا اور نبی کا غلام بنا دیتا۔ ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کہتا ہے اگر خدا
چاہتا تو ساری دنیا کی روشنیوں کو لا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بنا دیتا، لیکن خدا نے اس رات کو جس
رات آمنہ کا لعل آیا، اپنے نبی کے گھرانے کو اتنا غریب بنا دیا تھا کہ اس کے گھر میں چراغ
جلانے کیلئے تیل نہ تھا۔ تاکہ دنیا کو پتہ چلے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا تو غریب کے گھرانے میں آیا،
ایسے گھر میں آیا کہ جس گھر میں غربت تھی۔ افلاس تھا، تاکہ کائنات کے غریبوں کا سرفخر سے
اونچا ہو جائے، یہ میرے نبی کی عظمت ہے، یہ میرے نبی کا مقام ہے۔ (زر قافی جلد ۶)
اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، فانی بدایونی نے بڑی عجیب بات
کہی وہ کہتا ہے!

بدلا ہوا تھا رنگ گلوں کا تیرے بغیر
اک خاک سی اڑی ہوئی سارے چمن میں تھی

ایک عاشق رسول کا عشق:

یہ نبی کے آنے سے پہلے کا نقشہ ہے اور پھر مولانا مناظر احسن گیلانی نے ایک
کتاب ہے ”النبی الخاتم“ اس کتاب کو انہوں نے شروع کیا ہے انسان حیران ہوتا ہے
کہ شروع کے الفاظ ایسے عجیب و غریب ہیں کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے۔

مولانا مناظر احسن گیلانی نے کتاب لکھی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں، کتاب ہے
۱۵۰ صفحات کی، لیکن پیغمبر کی سیرت پر اگر دس ہزار صفحات کی کتاب ہو تو وہ ایک طرف اور یہ

۱۵۰ صفحات ایک طرف ایسی جامع کتاب ہے اور وہ شروع کہاں سے کی، انہوں نے لکھا۔
یوں آنے کو تو سب آئے، لیکن جو بھی آیا، وہ جانے کیلئے آیا، لیکن ایک محمد ﷺ
مکے میں آیا جو آنے کیلئے آیا وہ آیا تو آتا چلا گیا۔ وہ بڑھا تو بڑھتا چلا گیا وہ پھیلا تو پھیلتا
چلا گیا، وہ اٹھا تو اٹھتا چلا گیا۔ وہ گھوما تو گھومتا چلا گیا۔ وہ عرش پر چڑھا تو چڑھتا چلا گیا۔

یتیم پیدا کرنے کی حکمت:

کہنے کی بات ہے، حضور ﷺ کے آنے کی بات ہے اور یہ حضور ﷺ کے آنے
کا نقشہ کھینچا ہے۔ اب حضور ﷺ دنیا میں آئے، تو حضور ﷺ کا کیا نام رکھا جائے،
عبدالمطلب کے پاس رسول اللہ ﷺ ہیں، باپ فوت ہو چکا ہے، عبد اللہ دنیا سے جا چکے
ہیں۔ خدا چاہتا تو خدا حضور کے والد کو حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت زندہ رکھتا تا کہ اس
کا اکلوتا بیٹا اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنتا، لیکن ان کے والد کو اٹھالیا کہ جب محمد ﷺ بچپن
میں آنکھ کھولے گا تو وہ یتیمی میں آنکھ کھولے گا، دنیا بھر کے یتیموں کا آسرا ہو جائے گا کہ
اگر ہم یتیم ہیں تو محمد ﷺ بھی یتیم تھا۔

اور پھر وہ محمد ﷺ، جب شعور کی عمر کو پہنچے گا بلوغت کی عمر کو پہنچے گا شعور کی آنکھ
کھولے گا وہ اپنے باپ کو نہیں کہے گا کہ ابا میرا یہ کام کرو، مجھے یہ چیز لا کر دو، لیکن جب وہ
شعور کی آنکھ کھولے گا اس وقت اس کی نظر خدا پر ہوگی، اپنے باپ پر نہیں ہوگی، تا کہ
محمد ﷺ دنیا کو بتائے کہ بچہ بھی مانگے تو خدا سے مانگے۔

محمد ﷺ دنیا میں آگئے تشریف لائے نام رکھنے کا وقت آیا، نام محمد ﷺ کا کیا
رکھا جائے، اس میں بڑی تفصیل ہے، عبدالمطلب نے نام وہ رکھا کہ جو نام بڑا نرالا تھا،
یہ نام عبدالمطلب نے رکھا نہیں تھا، یہ خدا نے عبدالمطلب سے رکھوایا تھا۔ اس لئے کہ
اس سے بہتر نام دنیا میں ہو نہیں سکتا وہ نام محمد ﷺ ہے۔

حضور ﷺ کے دو نام محمد و احمد:

حضور ﷺ کے دو نام رکھے گئے ایک نام آسمانوں پر ہے اور ایک فرش پر نام

ہے عرش پر حضور ﷺ کا نام احمد تھا، فرش پر آپ کا نام محمد تھا۔ (زرقانی جلد ۳ ص ۲۷۱۔ فتح الباری جلد ۷ ص ۱۲۴۔ عیون الاثر ج ۱ ص ۸۸۔ خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۳۲)

ان دونوں ناموں پر غور کریں، مفسرین نے محدثین نے، سیرت نگاروں نے لفظ محمد پر ہزاروں صفحات کی کتابیں لکھی ہیں کہ محمد کا معنی بڑا عجیب ہے اس لفظ پر غور کر، مولانا ابوالکلام عظیمی نے بڑی بات لکھی ہے کہ محمد کے لفظ پر غور کریں، جب آپ لفظ محمد اپنی زبان سے ادا کرتے ہیں تو آپ کے دونوں لب مل جاتے ہیں خدا دنیا کو بتانا چاہتا ہے کہ محمد ﷺ کا لفظ بولو گے تو لب مل جائیں گے۔ حضور ﷺ کی بات مانو گے تو دل مل جائیں گے یہ نام میں برکت ہے۔

حضور ﷺ اور باقی انبیاء کے نام:

اس نام میں اتنی عظمت ہے کہ اس لفظ میں نقطہ کوئی نہیں، احمد کے لفظ میں نقطہ کوئی نہیں، خدا دنیا کو بتانا چاہتا ہے کہ جس کے نام پر نقطہ کوئی نہیں اس کی ذات پر بھی نقطہ کوئی نہیں۔

اس لفظ کو باقی نبیوں کے نام کے ساتھ ملاؤ دیکھو!

آدم علیہ السلام کا معنی ہے	گندم کے رنگ والا
نوح علیہ السلام کا معنی ہے	نوحہ کرنے والا
زکریا علیہ السلام کا معنی ہے	سبق والا
ادریس علیہ السلام کا معنی ہے	درس والا
یونس علیہ السلام کا معنی ہے	انس والا
موسیٰ علیہ السلام کا معنی ہے	نکلا ہوا
عیسیٰ علیہ السلام کا معنی ہے	سیاحت کرنے والا
یوسف علیہ السلام کا معنی ہے	افسوس کرنے والا
یعقوب علیہ السلام کا معنی ہے	بعد میں آنے والا

ابراہیم علیہ السلام کا معنی ہے بزرگی والا
 اسماعیل علیہ السلام کا معنی ہے خدا کی سنی ہوئی دعا
 ایوب علیہ السلام کا معنی ہے صبر والا

سارے ناموں کو دیکھو، اس کے مقابلہ میں ایک نام محمد مصطفیٰ علیہ السلام ہے۔ محمد مصطفیٰ علیہ السلام کا معنی ہے کہ ساری دنیا اور خدا مل کر جس کی تعریف کرے، وہ محمد مصطفیٰ علیہ السلام بنتا ہے اور سب سے زیادہ جو خدا کی تعریف کرے وہ احمد مصطفیٰ علیہ السلام بنتا ہے۔ اس معنی میں کتنی جامعیت ہے۔ معنی میں کتنا کمال معنی میں کتنی عظمت پوشیدہ ہے۔ یہ تو نبی کی بات ہے۔ یہ تو اعجاز احمدی ہے، اعجاز محمدی ہے، اگلی بات سنیں۔

دایہ اور اس کا قبیلہ:

حضور مصطفیٰ علیہ السلام کو خدا نے دایہ کے سپرد کرنا تھا تو خدا نے دایہ کا بھی قبیلہ چن لیا۔ دایہ کا وہ قبیلہ چنا کہ جس کا نام بنو سعد ہے۔ سعد کا قبیلہ، سعد کہتے ہیں نیک بختی کو، نیک بخت قبیلہ کیوں نہ ہوتا جو محمد مصطفیٰ علیہ السلام ان کے گھر میں آنے والا ہے۔ وہ تو نیکوں کا سردار ہے کہ خدا نے دایہ کا قبیلہ بھی نیک بخت بنا دیا۔

اور پھر دایہ اور بھی بڑی تھیں۔ ان دایوں کو نبی نے پسند نہیں کیا۔ میرے دوست یہ بات غلط ہے کہ ان دایوں نے پسند نہیں کیا۔ دائی تو چاہتی ہے کہ لڑکا میری گود میں آئے، لیکن حقیقت میں ان دایوں کو محمد مصطفیٰ علیہ السلام نے پسند نہیں کیا۔ اس لئے کہ محمد مصطفیٰ علیہ السلام کیلئے دایہ کا انتخاب ہو چکا ہے۔ نام کا انتخاب ہو چکا ہے۔ گود کا انتخاب ہو چکا ہے۔ اسلام میں چار گودیں جن گودوں میں محمد مصطفیٰ علیہ السلام نے پرورش پائی ہے جن گودوں میں محمد مصطفیٰ علیہ السلام کا وجود آیا ہے۔

ایک گود آمنہ رضی اللہ عنہا کی ہے
 ایک گود حلیمہ رضی اللہ عنہا کی ہے
 ایک گود خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی ہے

ایک گود عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہے پہلی دونوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پرورش پائی ہے دوسری دونوں میں سے ایک گود میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ازدواجی زندگی ادا کی ہے اور ایک گود میں نبی کا آخری وقت ہے اور سر ان کی گود میں ہے وہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود ہے۔

گود کا انتخاب بھی عرش سے ہوا ہے۔ قبیلے کا نام بنو سعد ہے۔ نیک بختوں کا قبیلہ۔ اور جب قبیلے کا انتخاب ہوا تو اس قبیلہ میں سے دایہ کا انتخاب بھی کرتا ہے۔

دایہ کا نام:

تو دایہ کا نام دیکھیں وہ نام بھی بڑا عجیب ہے۔ نام ہے حلیمہ، حلیمہ کا معنی، حلم والی، حلم کس کو کہتے ہیں۔ تحمل، بردباری، لیاقت، تدبیر، حوصلہ، اس کو کہتے ہیں، حلم، کیونکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حوصلوں کا سردار تھا۔ تدبیر کا امام تھا۔ وسعت کا امام تھا۔ اس لئے خدا نے دایہ کا نام بھی عرش سے تجویز کیا کہ دایہ بھی وہ ہے کہ جو پہلے سے حوصلے والی ہے۔

انتخاب ہی انتخاب:

اب اس نبی کیلئے خدا نے شہر، چنا، علاقہ چنا، وادی چنی، بستی چنی، قبیلہ چنا، والدہ چنی، والدہ کا قبیلہ چنا، والد چنا، والد کا قبیلہ چنا، دایہ چنی، دایہ کا قبیلہ چنا اور اس نبی کیلئے خدا نے ایک ایک چیز کا انتخاب کیا۔

ازواج کے نام اور ان کے معانی:

دیکھئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نبی کی بیوی بنایا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کیا معنی؟ خدیجہ کا معنی حاجیوں کی خدمت کرنے والی، نبی امت کی خدمت کرنے والا اور بیوی حاجیوں کی خدمت کرنے والی۔

ایک بیوی وہ چنی جس کا نام ہے سودہ رضی اللہ عنہا، سودہ کا معنی ہے آرام والی، نبی امت کو آرام دینے والا اور بیوی بھی آرام والی۔

ایک بیوی وہ چنی جس کا نام ہے عائشہ رضی اللہ عنہا، عائشہ کا معنی زندہ رہنے والی، نبی

بھی زندہ رہنے والا بیوی بھی زندہ رہنے والی۔

ایک بیوی وہ چنی جس کا نام ہے ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا، ام سلمیٰ کا معنی ہے سلامتی والی، نبی بھی سلامتی والا اور بیوی بھی سلامتی والی۔

ایک بیوی وہ چنی جس کا نام ہے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، ام حبیبہ کا معنی ہے پیار والی، نبی بھی پیار والا بیوی بھی پیار والی۔

ایک بیوی وہ چنی جس کا نام ہے زینب رضی اللہ عنہا، زینب کا معنی ہے استغفار والی، نبی بھی استغفار والا اور بیوی بھی استغفار والی۔

ایک بیوی وہ چنی جس کا نام ہے صفیہ رضی اللہ عنہا، صفیہ کا معنی ہے منتخب ہونے والی، نبی بھی منتخب ہونے والا اور بیوی بھی منتخب ہونے والی۔

ایک بیوی وہ چنی جس کا نام ہے حفصہ رضی اللہ عنہا، حفصہ کا معنی ہے راتوں کو قیام کرنے والی، نبی بھی قیام کرنے والا، بیوی بھی قیام کرنے والی۔

ایک بیوی وہ چنی جس کا نام ہے ماریہ رضی اللہ عنہا، ماریہ کا معنی ہے متصل رہنے والی، نبی بھی متصل ہے بیوی بھی متصل ہے۔

ایک بیوی وہ ہے جس کا نام ہے جویریہ رضی اللہ عنہا، جویریہ کا معنی ہے پڑوس والی، نبی بھی امت کے حقوق ادا کرنے والا اور بیوی بھی جو پہلے سے پڑوس والی۔

ایک بیوی چنی جس کا نام ریحانہ رضی اللہ عنہا ہے، ریحانہ کا معنی ہے خوشبو والی، نبی بھی خوشبو والا بیوی بھی خوشبو والی۔

یہ نبی کا اعزاز ہے یہ نبی کے آنے کی برکت ہے۔ نبی کے رہنے کی برکت ہے، یہ نبی کے وجود کی برکت ہے، نبی کے آنے کی رفعت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور ان کے نام:

پھر دیکھئے! اللہ نے نبی کو اولاد دی، ایک لڑکے کا نام قاسم ہے، قاسم کا معنی تقسیم کرنے والا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں..... انما انا قاسم واللہ يعطی..... دینے والا اللہ ہے میں تو تقسیم کرنے والا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ داتا اللہ ہے میں تو

آگے تقسیم کرنے والا ہوں، عرش والا خدا دینے والا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۳۴)
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں تو تقسیم کرنے والا ہوں، بیٹا بھی تقسیم کرنے والا
 نبی بھی تقسیم کرنے والا۔ ایک بیٹے کا نام طاہر طیب ہے۔ طاہر طیب کا معنی پاک ہے نبی
 بھی پاک ہے بیٹا بھی پاک ہے۔ ایک بیٹے کا نام ابراہیم ہے۔ ابراہیم کا معنی بزرگی والا،
 نبی بھی بزرگی والا بیٹا بھی بزرگی والا۔

ایک بیٹی کا نام زینب ہے، زینب کا معنی ہے استغفار والی، نبی بھی استغفار والا
 بیٹی بھی استغفار والی۔

ایک بیٹی کا نام رقیہ ہے، رقیہ کا معنی ہے خاوند کی خدمت کرنے والی۔ نبی
 امت کی خدمت کرنے والا اور بیٹی خاوند کی خدمت کرنے والی۔

ایک بیٹی کا نام ام کلثوم ہے، ام کلثوم کا معنی ہے بچوں کی تربیت کرنے والی،
 نبی امت کی تربیت کرنے والا، بیٹی بچوں کی تربیت کرنے والی۔

ایک بیٹی کا نام فاطمہ ہے، فاطمہ کے معنی جہنم سے آزاد، نبی بھی جہنم سے آزاد
 ہے، بیٹی بھی جہنم سے آزاد ہے۔

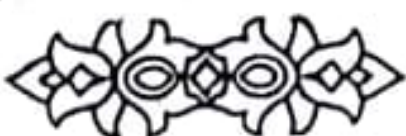
نبی کی وجہ سے قبیلے کا انتخاب ہوا، شہر کا انتخاب ہوا، بستی کا انتخاب ہوا۔ نبی مکہ
 میں آئے تو مکہ المکرمہ بن گیا۔ نبی کے قدم مدینے میں آئے تو مدینہ منورہ بن گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے خزانے میں ایک ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مانگ کر لیا اور سید عطاء
 اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے وہ چیز مانگی کہ
 جو اللہ کے خزانے میں بھی ایک تھی۔

میرے بھائیو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے اس عنوان کے مطابق کئی جمعوں
 تک یہ سلسلہ چلے گا۔ میں انہی الفاظ پر ختم کرتا ہوں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



﴿مِثَاقِ انبیاءِ کرام علیہم السلام﴾

خطبہ:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ
وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَ
حِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ
بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ط قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ
إَصْرِي ط قَالُوا أَأَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ
الشَّاهِدِينَ ﴿٨١﴾

(پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۸۱)

ترجمہ۔ ”اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا
کتاب اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی ایسا رسول کہ سچا بتا دے
تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد
کرو گے فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا،
بولے ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ
گواہ ہوں۔“

تمہید:

قابل صدا احترام بزرگوار دوستو! ایک ہفتے کے بعد ربیع الاول کا مہینہ شروع ہو رہا ہے۔ اس لئے میں آج سے ان شاء اللہ سیرت النبی کے عنوان پر حضور ﷺ کی ولادت باسعادت اور آپ کی ولادت سے پہلے کے تمام واقعات پر جمعہ کا خطبہ شروع ہو رہا ہے۔

ثناء خوانوں میں نام لکھوانے کیلئے:

ویسے تو آپ کو معلوم ہے کہ حضور ﷺ کی سیرت بیان کرنے کا حق ادا نہیں ہو سکتا کہ ہمیں یہ دعویٰ ہو کہ ہم حضور ﷺ کی سیرت کو مکمل حقہ بیان کر سکتے ہیں یہ بات نہیں، اصل بات ہے کہ جو لوگ حضور ﷺ کی شان بیان کرتے ہیں وہ اپنا نام حضور ﷺ کے نام لیواؤں میں، آپ کے ثناء خوانوں میں، آپ کے مدح سراہوں میں لکھوانا چاہتے ہیں۔

ورنہ کبھی بھی یہ ہمیں تصور نہیں ہوا کہ ہمارے بیان کرنے سے ہمارے نبی کی شان بڑھ جائے گی یا ہمارے بیان کرنے سے نبی کی شان واضح ہو جائے گی۔ نبی کی شان تو بہت واضح ہے اور اس کا ذکر اللہ کا قرآن کرچکا ہے۔ ان شاء اللہ آج سے جو سیرت النبی کا عنوان شروع ہوگا۔ اس بارہ میں آپ چند باتیں ذہن میں رکھیں۔ آج کا بیان واذا اخذ الله ميثاق النبيين تیسرے پارہ کی اس آیت کریمہ کے بارہ میں ہوگا جس میں آپ ﷺ کی آمد سے پہلے کی شان اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی۔

انبیاء کی نبوت اور اقرار محمد رسول اللہ ﷺ:

اس آیت پر غور کریں کہ اللہ نے کس خوبصورت پیرائے میں نبی کی شان بیان کر کے سارے انبیاء کو یہ دعوت دی ہے کہ جو میرا کلمہ پڑھتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ میرے محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لائے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بڑی حکمتیں بیان فرمائیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان نبیوں کا بھی ذکر کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر کیا۔

اور پھر اللہ نے باقاعدہ وضاحت کے ساتھ ان نبیوں سے کہا کہ تمہاری نبوت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا صدقہ ہے اور طفیل ہے یہ اس آیت کی واضح روشنی ہے۔ میرے دوستو! ایک یہ ہے کہ میں نبی کی شان بیان کروں، کسی شاعر کی زبان سے، کسی ادیب کی زبان سے اور ایک یہ ہے کہ میں نبی کی وہ شان بیان کروں کہ جو اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے، اس شان سے بہتر کوئی نبی کی شان بیان نہیں کر سکتا۔

میشاق انبیاء:

واذ اخذ الله..... یہاں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی بات شروع کی ہے..... واذا اخذ الله ميشاق النبيين..... اس آیت کو میثاق انبیاء کہا جاتا ہے۔ میثاق کہتے ہیں وعدے کو، میثاق انبیاء، یعنی انبیاء کا وعدہ، اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے ایک وعدہ لیا اور اس وعدے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے، حالانکہ وعدہ تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے پہلے لیا اور اس کا ذکر قرآن میں کرنے کی کیا ضرورت تھی، اصل میں اللہ تعالیٰ اس وعدے کا ذکر کہ جو انبیاء سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے، اور حضرت آدم علیہ السلام کے بعد جس کا ظہور ہو چکا ہو اس کو قرآن میں نقل کر کے اللہ اپنے نبی کی عظمت اور مقام کو دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے کہ دنیا کے لوگو تم دیکھو، میرے نزدیک میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام ہے، ورنہ قرآن پاک میں اس وعدے کا ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

سارا قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرو تو امان نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے، تو لوگوں نے کہا کہ ہم قرآن تو پڑھتے ہیں، تو امان

نے فرمایا کہ قرآن کا ایک ایک صفحہ نبی کی شان سے بھرا ہوا ہے۔ قرآن پڑھتے جاؤ نبی کی شان واضح ہوتی جائے گی۔ قرآن کے ہر صفحے پر نبی کا حسن بکھرا ہوا ہے۔ (طبقات ابن سعد بیروت ۱/۳۷۳)

خدائی کانفرنس کا ذکر:

تو اس آیت پر ذرا غور کریں، فرمایا..... واذا اخذ الله ميثاق النبيين لما اتيكم من كتاب وحكمة..... یہ آیت تو حضور ﷺ پر نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو خطاب کر کے فرما رہے ہیں..... واذا..... اے کملی والے، اس وقت کو تو یاد کیوں نہیں کرتا، جب تیرے رب نے سارے نبیوں کی روحوں کا جلسہ کر کے ان کے سامنے تیری نبوت کا پیغام سنایا، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک بہت بڑی کانفرنس کا ذکر کیا۔ ایک بہت بڑے جلسے کا ذکر کیا۔ ایک بہت بڑے تبلیغی پروگرام کا ذکر کیا۔

سامعین گرامی قدر! تم نے جلسے اور بھی بڑے سنے ہوں گے، بڑی بڑی کانفرنسیں دنیا میں ہوتی ہیں، آج کل بھی کانفرنسیں ہو رہی ہیں۔

☆ ایک موچی دروازہ لاہور میں کانفرنس ہوئی۔

☆ ایک راولپنڈی کے لیاقت باغ میں کانفرنس ہوئی۔

☆ ایک نشتر پارک کراچی میں کانفرنس ہوئی۔

ایک یہ کانفرنس ہے اور اس سے پہلے بڑی بڑی کانفرنسیں ہوئیں۔ پاکستان بنا بڑی بڑی کانفرنسیں ہوئیں۔ تحریکیں چلیں، بڑی بڑی کانفرنسیں ہوئیں۔ بڑے اجتماعات ہوئے اور اس سے پہلے بڑے بڑے جلسے ہوئے۔ ہر دور میں تحریکیں چلیں، بڑے بڑے پروگرام ہوئے۔ الیکشن آتا ہے ہر امیدوار اپنے لئے جلسہ کرتا ہے، اپنے لئے کانفرنسیں کرتا ہے۔

لیکن میں قربان جاؤں اس کانفرنس پر جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کی آیت میں کیا۔ جس جلسے کا ذکر قرآن میں کیا کہ اس کانفرنس کا مقرر بھی سب سے

نرالا تھا۔

☆ سامعین بھی بڑے نرالے تھے۔

☆ اور کانفرنس کا عنوان بھی بڑا نرالا تھا۔

یہاں کانفرنس ہوتی ہیں۔ عنوان الیکشن جیتنا ہوتا ہے۔ عنوان مہنگائی کے خلاف جلسہ کرنا ہوتا ہے، اور عنوان کسی کی حمایت ہوتی ہے۔ عنوان کرسی بچانا ہوتا ہے۔ عنوان لوگوں سے ووٹ مانگنا ہوتا ہے، لیکن ایک وہ جلسہ جو خالق نے آدم علیہ السلام سے پہلے کیا تھا۔ ایک وہ جلسہ ہے کہ جس کا مقرر بھی نرالا ہے اور سامعین بھی نرالے ہیں۔ ایسا جلسہ دنیا میں کبھی نہیں ہوا۔ آج قرآن کے لفظوں میں بھی تمہیں اس جلسے کی جھلکیاں سنانا چاہتا ہوں۔ ایک کانفرنس ہے۔ یہاں جلسہ ہوتا ہے جھلکیاں اخبار میں چھپتی ہیں۔ اتنے لوگ آئے، اتنے مقرر آئے، فلاں نے یہ کہا، لیکن ایک وہ جلسہ ہے کہ جس کا ذکر عرش والے خدا نے قرآن میں کیا، تورات میں کیا، زبور میں بھی کیا، انجیل میں بھی کیا، تیرا جلسہ پاکستان کے اخباروں میں چھپے، لیکن انبیاء کے بیثاق والا جلسہ قرآن میں چھپا۔ اس جلسے سے بہتر کسی کا جلسہ نہیں، یہ جلسہ سب سے اعلیٰ ہے۔ اس آیت میں اللہ نے ایک جلسے کا ذکر کیا ہے۔ ایک کانفرنس کا ذکر کیا۔ ایک اجتماع کا ذکر کیا اور اس اجتماع کے سامعین اتنے اعلیٰ ہیں کہ ساری دنیا کی برگزیدہ ہستیاں ہیں۔

جلسہ کرنے والا اللہ ہے اور جلسے میں سامعین کون ہیں۔ نبیوں کی جماعت ہے۔ سامعین نبی ہیں۔ عام آدمی سامعین نہیں۔ آج بھی جلسے ہوتے ہیں اور اس جلسے کا عنوان کیا ہے، ہم قرآن میں پڑھتے ہیں کہ قرآن جو جلسہ تو نے رکھا ہے۔ جس جلسے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اس جلسے کے سامعین کا بھی پتہ چل گیا۔ مقرر کا بھی پتہ چل گیا۔ اے اللہ! اس کا موضوع کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کا موضوع ہے شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، جلسہ بھی نرالا ہے۔

میں جلسہ کروں سامعین آپ ہوں۔ آپ جلسہ کریں سامعین میں ہوں۔ آج کا مقرر آج کا سامع، آج کا خطیب، نہ خطیب نرالا، نہ سامعین نرالے، نہ جلسہ گاہ نرالی،

نہ موضوع نہ والا، لیکن آج ایک ایسا جلسہ ہو رہا ہے، ایک ایسے جلسے کا ذکر اللہ نے کیا اور اس جلسے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ کے سامنے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال پہلے، جب اپنے نبی پر قرآن اتارا اور اس میں کہا کہ اے کملی والے، تجھے میں اس جلسے کی جھلکیاں کیوں نہ بتاؤں کہ جو میں نے حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے منعقد کیا تھا۔ اے نبی اس جلسے میں سامعین تو انبیاء تھے لیکن موضوع تیری شان تھا۔

خدا نے انبیاء کا جلسہ کیا:

کتنا اونچا مقام ہے میرے نبی کا، کہ جس کیلئے جلسہ اللہ کرتا ہے، انعقاد اللہ تعالیٰ کرے، آج میں اور آپ جلسہ کرتے ہیں، ہمارے جلسے کیلئے شامیانے کی ضرورت ہے، چٹائیوں کی ضرورت ہے، اشتہار چھاپنے کی ضرورت ہے، لاؤڈ سپیکر کی ضرورت ہے، سامعین کو کھانا کھلانے کی ضرورت ہے، آج یہ جلسہ ہوتا ہے کہ جس کیلئے حکومت سے منظوری لینے کی ضرورت ہے اور ایک وہ جلسہ کہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے اللہ نے نبیوں کی روحوں کا کیا، اس جلسے میں

نہ لاؤڈ سپیکر کی ضرورت ہے

نہ اشتہار کی ضرورت ہے

نہ پلیٹی کی ضرورت ہے

نہ منظوری کی ضرورت ہے

اس جلسے میں کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اللہ نے اعلان کرایا کہ اے نبیو! میں جلسہ کرنا چاہتا ہوں، نبیوں کی روحوں موجود ہیں۔ اللہ کی صدارت ہے، صدارت بھی خدا کی ہے اور مقرر بھی خدا ہے۔

اس جلسے کی کارگزاری تو سنو، اس جلسے کی جھلکیاں تو دیکھو، اس کی سرخیاں دیکھو، اس کی قراردادیں دیکھو، اس کا اعلان دیکھو، اس کا پیغام دیکھو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اور جلسے ہوں گے، جس میں بہت ساری قراردادیں ہوں گی، یہ جلسہ ایک ہے، مقرر

ایک ہے، سامعین انبیاء، صدر ایک ہے، تاریخ ایک ہے، اور اس میں ایک قرارداد ہے وہ قرارداد ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت، لفظوں پہ غور کر۔

اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کا جلسہ کرنے کا اعلان کر دیا، ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء کرام علیہم السلام موجود ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام موجود ہیں

حضرت نوح علیہ السلام موجود ہیں

حضرت زکریا علیہ السلام موجود ہیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام موجود ہیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام موجود ہیں

سارے نبیوں کی روئیں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ تقریر کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ اعلان کر رہا ہے اور اس اعلان کا ذکر قرآن کر رہا ہے۔

حضور ﷺ کی نبوت کا اقرار انبیاء سے:

قرآن کہتا ہے کہ کملی والے تو اس وقت کو یاد کیوں نہیں کرتا کہ واذ اخذ الله ميثاق النبیین جب میں نے جلسہ کرنے کے بعد سارے نبیوں سے ہاتھ کھڑے کرائے، سارے نبیوں نے اعلان کر دیا۔ اے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیو! میں تمہیں نبوت دینا چاہتا ہوں، میں تمہیں رسالت دینا چاہتا ہوں، میں لوگوں کیلئے تمہارا انتخاب کرنا چاہتا ہوں، لیکن ایک میری قرارداد ہے، ایک میری دستاویز ہے۔ ایک میرا کاغذ ہے۔ ایک میرا اعلان ہے لما اتهمکم من کتاب و حکمة میں تمہیں کتاب دوں گا۔ حکمت دوں گا۔ نبوت ضرور دوں گا لیکن میری ایک شرط ہے ثم جاءکم رسول تمہارے بعد ایک آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ آنے والا ہے۔ اے نبیو! جو آخر الزمان نبی آئے گا مصدق لما معکم وہ آنے کے بعد تمہاری تصدیق ضرور کرے گا۔ وہ نبی یہ اعلان تو ضرور کرے گا، کہ میرے سے پہلے ایک لاکھ

چوبیس ہزار سارے نبی سچے تھے۔ وہ یہ بھی اعلان کرے گا کہ میں نے آج تمہیں اس جلسے میں بلایا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ..... لتؤمنن به و لتنصرنه تم اقرار کرو کہ محمد ﷺ تمہارا بھی نبی ہے۔

عنوان بڑا نرالا ہے۔ ایسا جلسہ کبھی نہیں ہوا۔ ایسی کانفرنس کبھی نہیں ہوئی۔ ایسا اعلان کبھی نہیں ہوا۔ ایسی بات کبھی نہیں ہوئی۔ جلسہ بھی نرالا، مقرر بھی نرالا، موضوع بھی نرالا، علاقہ بھی نرالا، موسم بھی نرالا، اللہ فرماتے ہیں..... لما اتیتکم من کتاب و حکمة..... اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی عظمت کا اعلان کیا۔ کیا اعلان ہے؟ فرمایا..... ثم جاء کم رسول..... ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی جب تم آچکے ہو، جب تم پر نبوت کا تاج رکھا جائے گا، تمہاری نبوت کی منظوریوں میرے عرش کے دفتر سے ہو چکی ہوں گی، تو پھر تمہارے جانے کے بعد..... ایک محمد رسول اللہ ﷺ آئے گا، وہ رسول جو آئے گا..... ثم..... عربی کا لفظ ہے..... اس کا معنی پھر، یعنی آج تم اقرار کرو پھر نبی آئے گا..... ثم جاء کم رسول..... ایک رسول تمہارے پاس آئے گا، وہ کیا کرے گا..... مصدق لما معکم..... وہ تمہاری بھی تصدیق کرے گا۔ وہ یہ کہے گا کہ مجھ سے پہلے عیسیٰ سچے تھے، موسیٰ سچے تھے، ابراہیم سچے تھے، اسماعیل سچے تھے، آدم و نوح سچے تھے، سارے نبی سچے تھے۔ اے نبیوں کی روحو! میں خدا عرش والا تمہارے سامنے اس محمد ﷺ کی ختم نبوت کا ذکر کر رہا ہوں کہ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے بعد محمد ﷺ آئے گا اور وہ آ کر تمہاری تصدیق کرے گا، لیکن آج میں نے تمہیں کیوں بلایا۔ آج میں نے جلسہ کیوں کیا، میں نے کوئی الیکشن تو نہیں لڑنا۔ میں نے تم سے ووٹ تو کوئی نہیں مانگنے۔ میں نے کوئی پبلٹی تو نہیں کرنی۔ اے نبیوں کی روحو! آج جو جلسہ میں نے تمہارا بلایا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ..... لتؤمنن به و لتنصرنه تم ایمان لاؤ کہ محمد ﷺ تمہارا بھی نبی ہے۔

اقرار کرو، سب نبی موجود ہیں، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت موجود ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام موجود ہے، حضرت آدم علیہ السلام تو جد الانبیاء ہیں۔

جس نے نبیوں کا باپ بننا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام جدا انبیاء ہیں، جس نے نبیوں کا باپ بننا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام جس نے کلیم بننا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس نے روح اللہ بننا ہے اور حضرت زکریا علیہ السلام جس نے آرے کے نیچے اپنے ٹکڑے کرانے ہیں اور حضرت یونس علیہ السلام جس نے مچھلی کے پیٹ کے اندر آنا ہے۔ آج سارے نبیوں کی روحیں موجود ہیں، خدا موجود ہے، اللہ تعالیٰ ان نبیوں کے سامنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی قرارداد پیش کر رہا ہے۔

فرمایا..... لتؤمنن به و لتنصرنہ..... ان الفاظ پر غور کر، جو لوگ عربی زبان جانتے ہیں۔ ان کو پتہ ہے کہ اس میں کیا حکمت پوشیدہ ہے..... لتؤمنن ضرور بالضرورت ایمان لاؤ، کس بات پر..... ولتنصرنہ..... اور تم میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبریں دے کر، میرے نبی کی مدد کرتے رہو۔

انبیاء نے اقرار کر لیا:

اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا..... قال ء اقررتم..... اے نبیوں تم اقرار کرتے ہو یا کہ نہیں؟..... ء اقررتم..... کیا تم اقرار کرتے ہو؟..... ء اقررتم..... کیا مطلب؟ کہ اے نبیو ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی روحیں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ تقریر کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھ رہے ہیں، کیا پوچھتے ہیں؟..... ء اقررتم..... اے نبیو اقرار کرتے ہو؟..... واخذتم علی ذلکم اصری..... جو میرا اصرار ہے، کیا تم اس بات پر پکے ہو؟ کہ میں تمہیں نبوت دیتا ہوں، لیکن شرط یہ ہے کہ تم کہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا آخری نبی ہے۔ یہ اقرار کرو..... قال ء اقررتم..... واخذتم علی ذلکم اصری..... یہ اصرار ہے، میرے اقرار پر، میری وعید پر، میرے وعدے پر، میری تاکید پر، میری توثیق پر۔ اے نبیو تم وعدہ کرو کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی اور اپنا سردار مانتے ہیں۔ اے نبیو تمہیں پتہ ہونا چاہئے کہ تمہیں ساری دنیا کا نبی نہیں بنایا۔ اے آدم تو اپنی بستی کا نبی، نوح تو اپنی بستی کا نبی، ابراہیم اپنی بستی کا نبی، شہروں کا نبی، علاقوں

کا نبی، بستیوں کا نبی، والیوں کا نبی، ہر نبی اپنے اپنے علاقے میں آیا، شعیب مدین کا نبی، موسیٰ مصر کا نبی، نوح کنعان کا نبی، اور ابراہیم عرب کی سرزمین کا نبی، اور موسیٰ اسرائیل کا نبی، اور عیسیٰ قوم اسرائیل کا نبی، ایک ایک بستی کیلئے ایک ایک نبی کو بھیجا، لیکن آج تم اس محمد ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار کرو، جو عرش کا بھی نبی، فرش کا بھی نبی، آج اس نبی کی نبوت کا اقرار کر لینا چاہتا ہوں۔

حضور ﷺ ہما لمین کے رسول:

جس کے بارہ میں قرآن مجید نے کہا..... قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً..... اے دنیا کے لوگو! حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں تمام کیلئے نبی ہوں۔

میں شمس و قمر کا نبی
میں حجر و شجر کا نبی
میں زمین و آسمان کا نبی
میں تحت الثریٰ کا نبی
میں پہاڑوں کا نبی
میں پتھروں کا نبی
میں دریاؤں کا نبی
میں میدانوں کا نبی
میں ہر قوم کا نبی
میں جمادات کا نبی
میں نباتات کا نبی
میں حیوانات کا نبی
انسانوں کا نبی
شمال و جنوب کا نبی

مشرق و مغرب کا نبی

پہلے لوگوں کا نبی

آخری لوگوں کا نبی

میں فرشتوں کا نبی

اور میں نبیوں کا نبی

اے نبیو! آج میں تم سے اس نبی کی ختم نبوت کا اقرار لینا چاہتا ہوں۔ سارے اقرار کرو، تم اقرار کرو کہ محمد ہمارا نبی ہے، سارے نبی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ تقریر کر رہے ہیں۔ نبیوں کا جلسہ ہے، کوئی شامیانہ نہیں، کوئی چٹائیاں نہیں بچھی ہوئیں، کوئی لاؤڈ سپیکر نہیں، کوئی جلسے کی منظوری کا خطرہ نہیں۔

میرے دوست! سارے نبیوں کے جلسے میں اللہ تعالیٰ نے قرارداد کا اعلان کیا اور قرآن نے کہا، جو کچھ اس وقت نبیوں نے کہا، اللہ کو وہ لفظ اتنے پسند آئے کہ اللہ نے قرآن کے شیپ میں نبیوں کا ایک ایک لفظ محفوظ کر دیا۔

فرمایا..... قال ء اقدرتم..... اے نبیو! اقرار کرتے ہو یا نہیں، فرمایا..... واخذ تم علی ذلکم اصری..... اور میں اصرار جو کرتا ہوں کیا تمہارا اس پر اقرار ہے کہ نہیں؟ قرآن کہتا ہے..... قالوا اقررنا..... سارے نبیوں نے بیک زبان ہو کر کہا..... اقررنا..... ہم نے اقرار کیا کہ محمد ﷺ ساری دنیا کا نبی ہے یہ روحوں کا جلسہ ہے، جس کا ذکر قرآن کے تیسرے پارے میں کیا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی نصیحت بیٹے کو:

اس کے بعد حضور ﷺ کے آنے کیلئے حضور ﷺ کے لانے کیلئے، اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے، حضور ﷺ کیلئے حضرت آدم علیہ السلام نے دعا مانگی کہ اے اللہ، قیامت کے دن ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑا کرنا، یہ دعا ہے اور جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے شیث سے کہا، اے شیث علیہ السلام میں دنیا

سے جا رہا ہوں، میرے جانے کے بعد تمہیں کسی چیز کی ضرورت پڑے، تو خدا سے مانگا کر، اگر دعا قبول نہ ہو تو محمد ﷺ پر درود پڑھ لیا کر، حضرت شیث علیہ السلام نے فرمایا ابا جان، میں نے تو محمد رسول اللہ ﷺ کا نام آج سنا ہے، یہ شامل رسول کتاب جو بیروت سے چھپی ہے، اس میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام نے فرمایا کہ ابا جان میں نے تو محمد ﷺ کا نام آج سنا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ بیٹا تم نے تو نام آج سنا ہے میں جنت سے ہو کر آیا ہوں، میں نے جنت کا کوئی درخت ایسا نہیں دیکھا جس کے پتے پر محمد ﷺ کا نام نہ لکھا ہو۔

میں نے جنت کی حوروں کی پلکوں پر محمد ﷺ کا نام دیکھا، میں نے جنت کی الماریوں پر محمد ﷺ کا نام دیکھا، جنت کے جھروکوں پر محمد ﷺ کا نام دیکھا، تو قرآن کی اس آیت کی تصدیق ہو گئی کہ..... ثم جاءكم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه..... اے نبیو تمہارے بعد ایک آخر الزمان نبی آئے گا جو تمہاری تصدیق کرے گا کہ میں آخر الزمان ہوں، لیکن مجھ سے پہلے سارے نبی سچے تھے وہ تصدیق کرے گا کہ نبی کی تصدیق ہوگی یہ میرے نبی کی شان ہے۔

انبیاء کے کمالات حضور ﷺ میں:

قرآن نے اپنے نبی کی عظمتوں کا اظہار بار بار کیا ہے۔ ایک جگہ نہیں کیا، ہر جگہ کیا، ہر آیت میں کیا، اللہ تعالیٰ نے نبیوں میں ایسے ایسے کمالات دیئے کہ ہر کمال حضور ﷺ میں تھا۔

ہر نبی میں جو کمال ہے، حقیقت میں وہ کمال محمد رسول اللہ ﷺ میں ہے، ہر نبی کا اپنا اپنا کمال ہے، لیکن اس میں شان حضور ﷺ کی جھلک رہی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے معجزہ دیا، معجزہ کیا ہے کہ ان کی سواری ہواؤں میں اڑی، فضاؤں میں اڑ رہی ہے، ان کے ماننے والوں نے کہا کہ دیکھو ہمارا نبی کتنا اونچا ہے کہ آسمانوں پر اڑ رہا ہے، لیکن حقیقت میں اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان

ﷺ کو یہ معجزہ دے کر بتانا چاہتا تھا کہ ایک محبت کا یہ انداز ہے اور ایک محبت کا وہ انداز ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سواری ہواؤں میں اڑتی ہے تو تم حیران ہو جاتے ہو، اور میرے محمد ﷺ کی سواری وہاں پہنچتی ہے جہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی نہیں پہنچتا ہے، ایک محبت کا وہ انداز ہے۔

اور پھر ایک محبت کا وہ انداز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی..... رب ارنی..... اے اللہ میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ آواز آئی..... لن ترانی..... تو مجھے نہیں دیکھ سکتا..... اور قرآن کہتا ہے اللہ کی ایک تجلی طور پہاڑ پر پڑی، طور پہاڑ سرمہ بن گیا، گدھے پر پڑی تو وہ پاش پاش ہو گیا، یہ اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے۔

رب ارنی..... مجھے اپنا آپ تو دکھا دے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اللہ تعالیٰ نے کیوں بدل دی۔ کیا فائدہ تھا؟ کیا ضرورت تھی؟ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ ٹھیک ہے کلیم کلیم ہوتا ہے اور حبیب حبیب ہوتا ہے، یہ کلیم ہے کہ جو کہتا ہے کہ..... رب ارنی..... اے اللہ میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔

لیکن ایک وہ حبیب ہے کہ یہ تو کہتا ہے کہ..... رب ارنی..... دیکھنا چاہتا ہوں تو آواز آئی۔ نہیں دیکھ سکتا اور ایک وہ ہے کہ جس کے دروازے پر جبرائیل علیہ السلام دربان بن کر آتا ہے۔ غلام بن کر آتا ہے، دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، اے اللہ کے نبی جس عرش پر آج تک کوئی جا نہیں سکا، آج اس عرش پر اللہ تعالیٰ نے تیری دعوت کر رکھی ہے، ایک محبت کا یہ انداز ہے۔ اس کو قرآن نے کہا..... سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی..... ایک محبت کا یہ انداز ہے اور آپ اس انداز کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں۔

رب اشرح لی صدري..... میرے رب میرا سینہ کھول دے۔

ہر نبی نے خدا کی خدائی کی گواہی دی، ایک یہ کمال ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی اور پھر ایک یہ کمال ہے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خود کہہ دیا کہ..... الم نشرح لك صدرک..... اے پیغمبر ہم نے تیرے کہنے سے پہلے تیرا سینہ کھول دیا ہے ایک محبت کا

یہ انداز ہے اور ایک محبت کا یہ انداز ہے کہ حسن یوسف کو ملا، لڑکیوں نے انگلیاں کٹا ڈالیں، اور ایک یہ انداز ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے والی عورتوں نے انگلیاں کٹا ڈالیں، اگر وہ میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتیں تو گردنیں کٹا ڈالتیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر گردنیں کٹائی گئیں۔

یہ اُحد کا میدان تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انصاریو! کون تم میں سے مجھ پر جان دیتا ہے تو انصاریوں کے سات بچے اٹھے اور باری باری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آئے، ذبح ہوتے رہے، لیکن پیغمبر پر تیر نہیں آنے دیا۔ کسی نبی کے کسی صحابی نے اس طرح اپنے نبی پر جان قربان نہیں کی۔ جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قربان کی ہے۔ ایک محبت کا یہ انداز ہے۔ (مسلم جلد ۲ ص ۱۰۷۔ باب غزوہ اُحد۔ البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۶)

اور ایک محبت کا یہ انداز ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آئے۔ عیسیٰ کا معنی ہے سیاحت کرنے والا، میں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے کائنات کو سجایا، محفل کو آراستہ کیا، زیبائش کی۔ آرائش کی، ہر ہر نبی کو کمالات دیئے، جس کمال کا اظہار اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر آمنہ کے لعل میں کرنا تھا اور نبیوں کو حسن دیا، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن کا سردار بنایا۔ اور نبیوں کو نبوت ملی، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو امام الانبیاء بنایا اور نبیوں کو کلیم بنایا، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کلیموں کا سردار بنایا اور نبیوں کو عظمت دی، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عظمت کا تاجدار بنایا اور نبیوں کو دنیا کی سیر کرائی، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کروائی، ہر نبی کا علیحدہ علیحدہ مقام ہے، لیکن جو کمال ہر نبی میں ہے جو بزرگی ہے، وہ جو عظمت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا پرتو ہے، یہ حقیقت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقصود کائنات ہیں:

میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنا تھا، آمنہ کے لعل کو بھیجنا تھا، میں نے پشاور میں تقریر کی اور کہا کہ اصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنا تھا، اللہ تعالیٰ نے آمنہ کے لعل کو پیدا کرنا تھا، آمنہ کے لعل کو پیدا کرنے سے پہلے،

اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو بھیجا، تاکہ زیبائش ہو جائے، آرائش ہو جائے، محفل سنور جائے، زمین و آسمان بن جائیں، دنیا کی قدریں قائم ہو جائیں تو ایک پٹھان کہنے لگا، کہ اگر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بھیجنا تھا تو اللہ تعالیٰ رسول کو ہی بھیج دیتے، اللہ تعالیٰ کو ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔

حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالنے کی کیا ضرورت تھی؟

حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان میں بہانے کی کیا ضرورت تھی؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریائے نیل کی موجوں میں اتارنے کی کیا ضرورت تھی؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جیل میں ڈالنے کی کیا ضرورت تھی؟

حضرت زکریا علیہ السلام کو آراء سے چیرنے کی کیا ضرورت تھی؟

حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں لانے کی کیا ضرورت تھی؟

حضرت شعیب علیہ السلام کو آزمائش میں ڈالنے کی کیا ضرورت تھی؟ !

حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالنے کی کیا ضرورت تھی؟

حضرت یعقوب علیہ السلام کو چالیس سال رلانے کی کیا ضرورت تھی؟

اگر حضور ﷺ نے آنا تھا، حضور ﷺ ہی آ جاتے، بات ساری ختم ہو جاتی، میں نے کہا کہ اصل میں حضور ﷺ نے آنا تھا، لیکن حضور ﷺ کے لانے کیلئے اللہ تعالیٰ دنیا کو بنانا چاہتا تھا، محفل کو سجانا تھا، دنیا کا عنفوان شباب قائم کرنا چاہتا تھا، دنیا کی جوانی ہو، دنیا کا عروج ہو، قیامت تک، جب دنیا قائم ہوئی اس وقت دنیا کا بچپن تھا، جس وقت دنیا عروج پر آتی ہے اس وقت دنیا کا شباب ہوتا ہے، جس وقت قیامت قریب ہوتی ہے تو دنیا کو بڑھا پا آ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اصل میں دنیا کی جوانی میں اپنے محمد ﷺ کو لانا چاہتا تھا۔ اس دنیا کی جو بچپن کی زندگی تھی۔ اس دنیا سے بچپن میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو بھیجا تاکہ وہ اس وقت آ کر دنیا کو نبوت کا سبق دے سکیں، وہ دنیا کو نبوت کا تعارف کرا سکیں، وہ دنیا میں خدا کی خدائی کا اعلان کر سکیں، ان کو بتا سکیں کہ جنت کیا ہے، ان کو بتا سکیں کہ دوزخ کیا ہے؟ وہ یہ بتا سکیں کہ حق کیا ہے، باطل کیا ہے؟ رحمت کیا ہے، زحمت

کیا ہے؟ نبوت کیا ہے، لطافت کیا ہے؟ عفت کیا ہے؟ قیامت کیا ہے؟ سیادت کیا ہے؟ وہ دنیا کو یہ بتا سکیں، یہ بتانے کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی دنیا میں بھیجے، اس لئے نبیوں کا راستہ بنا۔

ایک مثال:

میں نے کہا کہ اس طرح آپ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئے گی۔ آپ ایک جلسہ کرانا چاہتے ہیں، اس جلسے میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بلانا چاہتے ہیں۔ اس کیلئے اشتہار شائع کرنا چاہتے ہیں، اس اشتہار پر سب سے بڑا نام عطاء اللہ شاہ بخاری کا لکھ دیتے ہیں اور اس کے نیچے چالیس پچاس چھوٹے چھوٹے مقرر روں کے نام بھی لکھ دیتے ہیں۔ اور جب جلسہ شروع ہوتا ہے تو عطاء اللہ شاہ بخاری کہیں نظر نہیں آتے۔ تو میں ناظم صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اصل تقریر تو عطاء اللہ شاہ کی ہے ان چھوٹے چھوٹے مقرر روں کو آپ نے کیوں لگا دیا۔ تو کہتے ہیں کہ واقعی تقریر اصل میں انہی کی ہے لیکن وہ آخر میں آئیں گے تاکہ ان سے پہلے مجمع جمع جائے محفل بن جائے، زیبائش ہو جائے، لوگ اکٹھے ہو جائیں، اس لئے چھوٹے چھوٹے مقرر روں کو لگا دیا۔

لیکن پورے شہر میں جہاں اشتہار لگے ہوتے ہیں، ہر آدمی یہ کہتا ہے کہ یار آج فلاں چوک میں عطاء اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہے، اس لئے کہ ہر ایک نے نام عطاء اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا پڑھا ہے چھوٹے چھوٹے مقرر روں کا نام نہیں پڑھا۔ پھر جو بھی مقرر آتا ہے وہ کہتا ہے کہ یار ہم تو چند منٹوں کیلئے آئے ہیں اصل میں تو عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہے۔ ہم بھی انہی کی تقریر سننے آئے ہیں ہر مقرر یہ کہتا ہے۔

میں نے کہا کہ بالکل اسی طرح جب اللہ نے فطرت کا اشتہار شائع کیا۔ فطرت کا جلسہ کرنا چاہا تو اس فطرت کے اشتہار پر آمنہ کے در یتیم کا نام سب سے مونا لکھ دیا اور اس کے نیچے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا نام بطور مقرر کے لکھ دیا۔ ہر نبی آیا، ہر نبی نے یہی کہا کہ اصل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آنا تھا۔ اصل میں آمنہ کے لعل نے آنا تھا۔ اصل

میں پیغمبر نے آنا تھا دیکھو ابراہیم نے نہیں کہا کہ رہنا و ابعث فیہم رسولا عیسیٰ علیہ السلام نے نہیں کہا، کلیم نے نہیں کہا، ہر نبی نے کہا کہ اصل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آنا ہے، جس طرح جلسہ شروع ہوتا ہے تو چھوٹا مقرر رکھتا ہے۔ اصل میں آخری خطیب نے آنا ہے، اسی طرح جب یہ فطرت کا جلسہ شروع ہوا تو سب نبیوں نے کہا کہ اصل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آنا ہے۔ اب دنیا کا عروج ہوا۔ جب دنیا شباب پر پہنچی، جب کائنات سنور گئی، جب محفل بن گئی، جب زیبائش ہو گئی، خطیب کو فطرت کے اس جلسہ میں لے آیا کہ جس کیلئے کائنات کو بنایا گیا تھا۔

یہ بات جس کو میں نے قرآن کی زبان میں ذکر کیا۔ اسکا ذکر اقبال سہیل نے کیا ہے!

کتاب فطرت کے سرورق پہ جو نام احمد رقم نہ ہوتا
جس فطرت کا میں نے ذکر کیا کہ جب اللہ نے فطرت کا اشتہار شائع کیا تو اس
میں بڑا نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھ دیا تو اقبال سہیل کہتا ہے کہ

کتاب فطرت کے سرورق پہ جو نام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقش ہستی ابھر نہ سکتا وجود لوح و قلم نہ ہوتا
تیرے غلاموں میں بھی نمایاں جو تیرا عکس کرم نہ ہوتا
تو بارگاہ ازل سے تیرا خطاب خیر الامم نہ ہوتا
نہ روح حق سے نقاب اٹھتا نہ ظلمتوں کا حجاب اٹھتا
”فروع بخشے نگاہ عرفاں اگر چراغ حرم نہ ہوتا

یہ نبی کی شان ہے اور اسی فلسفے کو شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے
خوبصورت لفظوں میں بیان کیا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے غالباً اسی حدیث اور روایت کا
ترجمہ کیا ہے کہ جس کے لفظوں میں صفت ہے، لیکن معنی صحیح ہے لولاک لما خلقت
الافلاک اس کا معنی واذا اخذ الله ميثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب
وحکمة اس آیت کی روشنی میں اس کا مفہوم صحیح ہے تو دیکھئے علامہ نے اسی کا نقشہ

کھینچا ہے، شاعر مشرق کہتا ہے کہ

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساتی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
توت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

یہ نبی کا کمال ہے، یہ آمنہ کے لعل کا کمال ہے، یہ ساری کائنات کے سردار کا کمال ہے کہ اصل میں محمد رسول اللہ ﷺ نے آنا ہے، جس کا ذکر قرآن نے کیا..... ثم جاء محمد رسول..... اے نبیو! تمہارے بعد ایک آخر الزمان نبی آئے گا۔

دعائے خلیل اور نوید مسیحا:

اب دیکھئے! اس پیغمبر کو لانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انتظام کیا اور وہ انتظام کیسے کیا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ جس محمد ﷺ کو تو نے بھیجا ہے اس محمد ﷺ کو میری اولاد میں پیدا کر، یہ دعا بڑی مشہور ہے، اس کا ذکر بعد میں کریں گے، لیکن اس سے پہلے ایک بات یاد رکھیں کہ اصل میں حضور ﷺ کے لانے کیلئے محفل سجائی جا رہی ہے، بزم بنائی جا رہی ہے، جلسہ بلایا جا رہا ہے، شامیانے لگائے جا رہے ہیں، دنیا کو لایا جا رہا ہے، محفل کو آراستہ کیا جا رہا ہے، اور جب دنیا عروج پر آ جاتی ہے اور ایسے حالات بن جاتے ہیں کہ حضور ﷺ کو لایا جائے، تو اللہ تعالیٰ نے پھر آخر میں ایسا کام کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آخر میں ایسے آدمی کو بھیجا، جس آدمی نے یہ دیکھنا تھا کہ حضور ﷺ کے آنے کا راستہ بنایا نہیں؟

حضور ﷺ سے پہلے ایک آدمی کو بھیجا گیا کہ حضور ﷺ کے آنے کا راستہ بنا ہے یا نہیں، حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی، اے اللہ! میں پوڑھا ہوں مجھے اولاد دے دے، تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت دعا قبول کر لی، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم کو دے دیا۔

لیکن اسی ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ میں دعا مانگی کہ اے اللہ! محمد رسول اللہ ﷺ میری اولاد میں دے دے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا چار ہزار سال بعد قبول کی، کیوں؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مانگنے کی دعا جلد قبول ہو گئی اور حضور ﷺ کے لانے کی دعا چار ہزار سال بعد قبول ہوئی۔ پس لئے کہ حضور ﷺ کا آنا اور لانا یہ غیر معمولی واقعہ تھا۔ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔

اس لئے حضور ﷺ کے آنے کیلئے راستہ بنایا گیا، اب دیکھئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو نبی دیئے، اولاد میں، ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہے اور ایک حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں اٹھارہ ہزار پیغمبر دیئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں صرف محمد رسول اللہ ﷺ، لیکن مرتبہ اسماعیل علیہ السلام کا زیادہ ہے۔ اس لئے کہ اس کی اولاد میں ساری دنیا کا سردار پیدا ہوا ہے، یہ مقام ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے اور آسمانوں پر اٹھائے گئے:

اب دیکھئے کہ رسول اللہ ﷺ کے آنے کا راستہ بنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے لانے سے پہلے ایک ہستی تھی جو نبی تھی، بھیجا دنیا میں، اور اس نبی کا نام ہے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام، اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔

گویا کہ اللہ ایک نبی کو، ایک آدمی کو اپنے محمد ﷺ کیلئے بھیجنا چاہتا ہے اور عیسیٰ کا معنی کیا ہے؟ مسیح اور مسیح کا معنی ہے سیاحت کرنے والا، مسیح عربی کا لفظ ہے تو جو حضور ﷺ سے پہلے نبی آیا، باقیوں کے بعد، اس کا نام ہی ہے سیاحت کرنے والا، تاکہ

وہ سیاحت کر کے دیکھے کہ میرے محمد ﷺ کے آنے کا راستہ بنا ہے یا نہیں؟ اسی کا نام ہی ایسا تھا اور اس عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے پھر اتنی جلدی میں دنیا میں بھیجا کہ اس کے باپ کا انتظار نہیں کیا اور جب اس کا نام پیدا ہو گیا تو اس کو اتنی جلدی اوپر اٹھالیا کہ اس کی موت کا انتظار نہیں کیا۔

حضور ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق:

اور آپ اس حقیقت پر غور کریں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے اس سے نو مہینے پہلے مریم کے دامن، مریم کے گریبان میں جبرائیل امین علیہ السلام نے آ کر پھونک ماری۔ اس پھونک کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ باپ کے بغیر ایسے تو نہیں پیدا ہو گئے۔ اس کا ذکر قرآن میں ہے قرآن کہتا ہے حضرت مریم علیہا السلام کے دامن میں آ کر ایک انسان نما فرشتے نے پھونک ماری۔ لفظ کیا ہیں؟ قرآن کہتا ہے..... فتمثل لها بشرا سويا..... یعنی ایک آدمی جو بشر سوی تھا۔ عربی زبان میں جو انسان سب سے زیادہ خوبصورت ہو، دنیا میں اس کو بشر سوی کہتے ہیں متوازن، برابر انسان، یعنی قرآن کہتا ہے کہ ایک بشر سوی کی شکل میں، جبرائیل آیا اور اس نے آ کر مریم کے دامن میں پھونک ماری اور مفسرین کہتے ہیں کہ بشر سوی جس کی شکل میں آیا وہ انسان محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ حضور ﷺ کی شکل میں چونکہ حضور ﷺ اس کائنات کے سب سے خوبصورت انسان تھے، جبرائیل حضور ﷺ کی شکل میں آئے اور آ کر حضرت مریم علیہا السلام کے دامن میں پھونک ماری، اس سے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

اب جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اب حکمی طور پر، نسبی طور پر نہیں، حقیقی طور پر نہیں، حکمی اور معنی طور پر حضور ﷺ ان کے باپ ہوئے۔ چونکہ شکل فرشتے کی شکل حضور ﷺ کے مطابق تھی۔ اس لئے حکماً حضور ﷺ عیسیٰ علیہ السلام کے روحانی باپ بنے۔

لیکن سوال یہ تھا کہ باپ جو ہوتا ہے وہ پہلے ہوتا ہے بیٹا بعد میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو واضح کرنے کیلئے عیسیٰ علیہ السلام کو محمد ﷺ کے بعد لانے کا فیصلہ کیا تاکہ

یہ تصویر بھی پوری ہو جائے۔ یہ شکل بھی دنیا کے سامنے آ جائے اور پھر عیسیٰ علیہ السلام جب آئے اور آ کر انہوں نے کہا اعلان کیا؟ وہ اعلان بھی قرآن نے نقل کیا، وہ اعلان ہے..... مبشرا برسول یأتی من بعد اسمہ احمد..... اے لوگو میں اعلان کرتا ہوں کہ آخر الزمان نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم آنے والا ہے اور میں اس کی خوشخبری دینے آیا ہوں، یہ اعلان عیسیٰ ابن مریم نے کیا۔

اب اس اعلان کے بعد آگے کیا ہوا کہ پورے ۵۷۱ سال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، یہ درمیان میں ۵۷۱ سال کا وقفہ کیوں چھوڑا گیا۔ ایک بات آپ یاد رکھیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا حکم بمنزلہ بیٹے کے ہوا اور عیسیٰ علیہ السلام پہلے آئے اور پہلے آ کر کیا کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا راستہ بن چکا ہے۔ یہ دیکھنے آئے تھے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم آ جائیں گے تو پھر عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کیوں؟

آپ کے علاقے میں وزیر اعلیٰ نے آنا ہو تو چھوٹا وزیر آتا ہے کمشنر آتا ہے، آ کر دیکھتا ہے، وزیر اعلیٰ نے کہاں ٹھہرتا ہے، کہاں آتا ہے؟، کیا پروگرام ہے؟ کس کس راستے سے جانا ہے؟ روٹ طے ہوتا ہے، معائنہ کرتا ہے، اور جس وقت وزیر اعلیٰ آتا ہے اس سے پہلے بھی کمشنر آتا ہے اور جب وزیر اعلیٰ آ کر چلا جاتا ہے اس کے بعد بھی کمشنر آتا ہے، تاکہ پتہ چلے کہ انتظامات پورے رہے تھے یا نہیں تو عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آئے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا راستہ بن چکا ہے خوشخبری دے دی اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آچکے بعد میں بھی عیسیٰ علیہ السلام نے آنا ہے تاکہ وہ بات جو رہ گئی ہے وہ آ کر عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں دوبارہ پورا کر سکیں۔

اب چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا حکم بمنزلہ اولاد کے ہے اور اولاد حقیقت میں باپ کے ماتحت ہوتی ہے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام جب دنیا میں دوبارہ آئیں گے تو اب ان کی اپنی نبوت

نہیں ہوگی بلکہ وہ محمد ﷺ کے ماتحت ہوں گے، کیوں؟ فرزند باپ کے ماتحت ہوتا ہے اور فرزند بھی حقیقت میں باپ کا کام کرتا ہے۔ چنانچہ عیسیٰ بن مریم دنیا میں جتنا کام کریں گے وہ رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا کام کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام روضہ رسول میں دفن ہوں گے:

اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے کام سے فارغ ہو جائیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے جو نبی کے روضہ میں قبر بنی ہوئی ہے اس میں جا کر سو جائیں گے اور گویا کہ اولاد جب اپنے کام سے فارغ ہو جاتی ہے تو وہ باپ کی آغوش میں چلی جاتی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب فارغ ہوں گے تو محمد ﷺ کی آغوش میں جا کر سو جائیں گے۔

تو قرآن کی یہ آیت واذا اخذ الله ميثاق النبين لما اتيتكم من كتاب و حكمة ثم جاءكم رسول اے نبیوں کی روحو! میں نے تمہیں آج اس لئے بلایا ہے تاکہ تم آج محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار کر سکو، آخر الزمان نبی کی نبوت پر دستخط کر سکو، اس کی قرارداد کو تسلیم کر سکو، تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے کہا..... اقرروا قال فاشهدوا وانا معكم من الشاهدين ہم گواہ ہیں کہ محمد ہمارے بھی نبی ہیں۔ ساری کائنات کے نبی ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل کے واقعات﴾

خطبہ:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا
فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ
رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾ (پارہ ۱۱ سورۃ توبہ آیت ۱۲۸-۱۲۹)

ترجمہ۔ ”آیا ہے تمہارے پاس رسول تم میں کا بھاری اس پر جو تم کو تکلیف
پہنچے، حریص ہے تمہاری بھلائی پر ایمان والوں پر نہایت شفیق مہربان ہے
پھر بھی اگر منہ پھیریں تو کہہ دے کہ کافی ہے مجھ کو اللہ کسی کی بندگی نہیں اس
کے سوا اس پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی مالک ہے عرش عظیم کا۔“

اشعار:

سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
 سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریہ جس کا بچھونا تھا
 سلام اس پر جس کا نام لیکر اس کے شیدائی
 الٹ دیتے تھے تاج قیصریت اوج دارائی
 سلام اس پر کہ اس کے یہ پریشاں حال دیوانے
 بنا سکتے ہیں اب بھی خالد و حیدر کے افسانے

تمہید:

قابل صدا احترام دوستو اور ساتھیو! آپ کو معلوم ہے کہ تین جمعے سے حضور ﷺ کی سیرت طیبہ پر جمعہ کا خطاب ہو رہا ہے اور آج چوتھا جمعہ ہے، آج کے اس جمعہ میں، حسب معمول جو عنوان شروع سے چل رہا ہے، اس عنوان کے مطابق حضور سرور کائنات ﷺ کی بعثت اور آپ ﷺ کی تخلیق سے قبل کے واقعات حضور ﷺ جب دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے تو دنیا کی کیفیت اور حالت کیا تھی؟ آج اسی عنوان پر انشاء اللہ گفتگو ہوگی۔

حضور ﷺ سے قبل معاشرے کی حالت:

اس آیت میں حضور سرور کائنات ﷺ کو بتایا کہ آپ کی آمد سے قبل دنیا کی حالت اور عرب کی حالت کیا تھی کہ حضور ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے، اس سے پہلے دنیا کی معاشی، معاشرتی، اخلاقی حالت کیا تھی؟ اور ایسے میں حضور ﷺ تشریف لائے اور پھر دنیا میں آپ کے آنے کے بعد حالت کیا ہوگئی۔

میرے بھائیو! آج ہم اس عنوان کو مکمل کریں گے کہ حضور ﷺ کے آنے سے پہلے کے حالات، اور آئندہ حضور ﷺ کی ولادت کا ذکر ہوگا اور حضور ﷺ کی ولادت کے بعد حضور ﷺ کا بچپن، لڑکپن، جوانی ان شاء اللہ واقعات چلتے رہیں گے اور یہ

سیرت النبی ﷺ کا عنوان پورا سال ہی چل سکتا ہے اور ہم اس عنوان کو چھ سات جمعے اور چلائیں گے، تاکہ سیرت کے مختلف پہلو آپ کے سامنے آئیں۔

میرے بھائیو! حضور سرور کائنات ﷺ ابھی دنیا میں تشریف نہیں لائے، تو دنیا میں عجیب و غریب واقعات پیش آئے۔ حضور ﷺ کے آنے سے دنیا میں تبدیلیاں پیدا ہوئیں، جب حضور ﷺ تشریف نہیں لائے تھے تو دنیا کی کیا حالت تھی، دنیا میں بڑی بڑی سلطنتیں اور قومیں کون کون سی تھیں، دنیا میں قوموں کی کیا حالت تھی؟ دنیا میں عورت کی کیا حالت تھی؟ دنیا میں مزدوروں کسانوں کی کیا حالت تھی؟ اور حضور ﷺ نے دنیا میں آکر کیا کیا؟ اور حضور ﷺ کے آنے کے بعد ان بدوؤں کی وہی حالت ہو پھر حضور ﷺ کے آنے کا کیا فائدہ؟ وہ نبی کہ جو امام الانبیاء ہے، ساری کائنات کا نبی ہے، اس کے آنے کے بعد صرف تین یا چار آدمی ہی مسلمان ہوں اور باقی کسی نے نبی کا کلمہ دل سے نہ پڑھا ہو تو اس کا آپ کی نبوت و رسالت پر کیا فرق پڑے گا کہ پھر پیغمبر کی حیثیت کیا ہے؟

جبکہ قرآن پاک کیا کہتا ہے کہ اے پیغمبر ہم نے تجھے دنیا میں بھیجا.....

لیخرجکم من الظلمت الی النور..... تاکہ آپ پوری دنیا کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئیں جو شخص اور جو پیغمبر اپنے شہر اور اپنے دوستوں کو بھی روشنی میں نہ لاسکا ہو، اس کی عالمگیر نبوت کیسے ہو؟ قرآن پاک کیا کہتا ہے کہ اندھیروں سے نکال کر حضور ﷺ انسانیت کو روشنی میں لاتے ہیں۔ قرآن کا پیغام ہے اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے اور فرشتے بھی یہی پیغام لاتے ہیں، حضور ﷺ جس مقصد کیلئے آئے تھے کیا وہ مقصد پورا ہوا یا رسول اللہ ﷺ نعوذ باللہ اپنے پروگرام میں ناکام گئے کہ حضور ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے کہ ہدایت پھیل جائے، لیکن پورے تیس سال میں صرف تین آدمی مسلمان ہوئے ہوں اور ان کے قریبی سارے کافر ہوں، دل سے کلمہ نہ پڑھا ہو، تو اس میں حضور ﷺ کی کتنی کامیابی ہے، تو اس میں آپ کی کون سی شان اور کون سی امتیازی حیثیت ہے، تو یہ ایک اہم عنوان ہے، اس کا ذکر بھی ان شاء اللہ کریں گے۔

تو آج جو بات میں آپ سے کرنا چاہتا ہوں چار حالتیں ہیں دنیا کی ایک دنیا

کی اخلاقی حالت ہے کہ حضور ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے تو پوری دنیا کی اخلاقی حالت کیا تھی اور دوسرا ہے کہ دنیا کی سیاسی حالت کیا تھی؟ اور تیسرا ہے کہ دنیا کی معاشی حالت کیا تھی؟ اور چوتھا یہ کہ معاشرہ کیسا ہے؟ پوری دنیا میں ذرائع آمدن پیداوار کا کوئی باضابطہ ذریعہ نہ تھا بادشاہ وقت کی جورائے ہوتی وہ قانون ہوتا۔ بادشاہ کہتا کہ فلاں کی بستی اجاڑ دو بستی اجڑ جاتی، فلاں کے بحری جہاز پر قبضہ کرلو، قبضہ ہو جاتا اور اسی طرح سے مملکت کا نظام چلتا، فلاں جگہ ڈاکے مارو ڈاکے ہوتے، جو پیسہ آتا تھا اس سے ملک کا نظام چلتا تھا، یہ حالت کہ لوٹ مار، چوری، ڈکیتی، وہ لوٹ مار کرتے، اس دور میں لوٹنے کا انداز اور تھا۔ آج کل لوٹ مار کا نظام اور ہے، آج کل تو قانون کے مطابق لوٹا جاتا ہے کہ پہلے قرضہ لے لو پھر معاف کرالو، یہ ایک عجیب طریقہ ہے لوٹنے کا۔

ایک انداز ہے کہ کسی کے ہاں جا کر ڈکیتی کرو اور سامان پیسہ اٹھا لو، یہ بھی ایک انداز ہے، اور ایک جج پانچ لاکھ روپیہ لے کر چھوڑ رہا ہے اور اس نے چالیس لاکھ لوٹا ہے اور جو اس کو پانچ لاکھ لیکر چھوڑ رہا ہے وہ انصاف کی کرسی پر ڈاکہ مار رہا ہے۔ اس کو کوئی نہیں پوچھتا اور جس نے کروڑوں لوٹا وہ ڈاکو کہلایا اور جس نے اس کو چھوڑا وہ پیس کا علمبردار اور انصاف کا علمبردار بنا۔

اور یہاں سفید پوش ڈاکو ہیں کہ ایک بندہ ہیر و ن فروخت کرتا ہے، دس لاکھ کی اور ایک لاکھ ماہانہ پولیس کو دیتا ہے، یہ سفید پوش ڈاکو ہیں اور یہ ڈاکو قانون کی چھتری کے نیچے کام کر رہا ہے، تو اپنا اپنا دور اور اپنا اپنا قانون ہوتا ہے اور اپنے اپنے انداز ہوتے ہیں۔

اخبارات میں آپ پڑھتے ہیں کہ بڑی بڑی مچھلیوں کو گورنمنٹ پکڑنا چاہتی ہے لیکن وہ پکڑے نہیں جاتے۔

واہ رے انتظام:

ہمارا ایک ملنے والا تھا، بہت بڑا رشوت خور، لیکن اس رشوت خور کو اینٹی کرپشن جج لگا دیا گیا، یعنی برائیوں کے خاتمے کا جج، برائی ختم کرنے والا جج اور وہ خود بہت بڑا

رشوت خور تھا، لیکن رشوت کے خاتمہ کیلئے جج لگا دیا گیا۔

جیسے جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے دور میں ایک جج تھا وہ رمضان المبارک میں ایک روزہ خور کو تین مہینے کی سزا دیتا ہے کہ تو روزہ خور ہے اور خود اسی عدالت میں دو پہر کا کھانا رمضان المبارک میں کھا رہا ہے، یہ قانون کی چھتری میں سارا کام چل رہا ہے۔ میرے نزدیک یہ اس سے بڑا مجرم ہے کہ جو قانون کے سائے میں ہیروئن فروش سے پیسے لیکر اسے کام کرنے کا موقع دے اور یہ اس سے بڑا مجرم ہے کہ جس نے پانچ لاکھ لیکر ڈاکو کو چھوڑا ہے یہ سفید ڈاکو ہیں۔

زمانہ جاہلیت کا نظام مملکت:

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضور ﷺ کے زمانے سے پہلے جو کرپشن اور بے ایمانی، بدمعاشی وہ اس دور کے تقاضوں کے مطابق تھی کہ حکمرانوں کا زر مبادلہ کیا تھا؟ نظام مملکت کس پیسے سے چلتا تھا کہ سمندر میں جہاز جا رہا ہے، اس کو لوٹ لو، جو پیسہ بچا اس سے حکومت کا نظام چلاؤ، یہ زر مبادلہ ہے اور اس طرح کام چلتا ہے یعنی کوئی حالت اچھی نہ تھی، کوئی قانون اور ضابطہ نہیں تھا۔

دور جاہلیت کی اخلاقی حالت:

اخلاقی حالت کیا تھی کہ زنا عام تھا، شراب عام تھی، جواء عام تھا، عصمت دری عام تھی، ایران اور روم دنیا کی دو بڑی سلطنتیں تھیں، جس طرح آج امریکہ اور کچھ عرصہ پہلے روس کی قوت تھی، امریکہ کی ۵۶ ریاستیں ہیں اور سوویت یونین ٹوٹا، اب دیکھیں امریکہ کی بڑی طاقت جس کے پاس بڑا اسلحہ ہے، پیسہ ہے اور جدید مشینری اور آلات، امریکہ کسی کو ایٹم بم دے وہ امن پسند ہے اور بالکل ٹھیک ہے، اسرائیل کو جتنے مرضی ایٹم بم بنانے دے، کوئی قانونی پابندی نہیں، ایک پاکستان ایٹم بم بنالے تو پابندی ہے، کیوں؟ پاکستان کیوں ایٹم بم بنائے؟ تو یہ امریکہ عالمی دہشت گرد ہے، اس طرح کہ دہشت گرد رسول اللہ ﷺ کے دور سے پہلے بھی تھے، وہ قیصر روم اور کسریٰ ایران، یہ دنیا

کی دو بڑی سلطنتیں تھیں، بہت بڑی بڑی طاقتیں اور ان کے ہاں کوئی جمہوری نظام نہیں تھا، جمہوریت نہیں تھی یعنی کوئی ایسا قانون نہیں تھا کہ جس میں رعایا کی کوئی مرضی شامل ہو کہ لوگوں سے پوچھا جائے جو حکمران بننا وہی سب کچھ ہوتا۔

اسلام میں غلامی نہیں:

یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں غلامی کا تصور ہے کہ اسلامی دور میں لوگوں کو غلام بنایا جاتا تھا، یہ بھی ایک اصلاح کی بات ہے، اسلام نے غلامی کا آغاز نہیں کیا، غلامی اصل میں ان بادشاہوں کے دور میں ہوتی تھی کہ بادشاہ نے کسی کی حکومت پر قبضہ کیا اور جو لوگ گرفتار ہوئے وہ غلام بن گئے، جو عورتیں گرفتار ہوئیں غلام بن گئیں، یہ پہلے سے نظام چلا آ رہا تھا اسلام نے آ کر اس کو یکمشت ختم نہیں کیا، بلکہ اس کو ختم کرنے کے ذرائع بنائے کہ ایک آدمی کا روزہ ٹوٹ گیا اسلام نے کہا کہ تم غلام آزاد کرو، ایک آدمی نے جھوٹی قسم کھالی تو اسلام نے کہا کہ ایک غلام آزاد کر دو، ایک آدمی سے کہا کہ تم اتنے غلام آزاد کرو گے تو تمہیں اتنا ثواب ملے گا، تو گویا کہ اسلام نے لوگوں کو غلامی سے نجات کا تصور دیا کہ آزاد کرنے سے اتنا فائدہ ہوگا اور غلام بنانے کا کوئی تصور نہیں، یہ اسلام کا تصور نہیں تو گویا کہ اسلام نے غلام کے خاتمہ کی تجاویز دیں، تو یہ جو غلامی کا تصور ہے یہ بھی اسلام سے پہلے ہے، قیصر روم اور کسریٰ ایران میں، ان لوگوں کے دور میں ہوتا یہ تھا کہ ایک بادشاہ دوسری مملکت پر قبضہ کرتا، اس کے جو لوگ گرفتار ہوتے ان کو غلام بنایا جاتا، اور غلام بنانے کے بعد ان کو اذیتیں دی جاتیں، ان کو گہرے گڑھوں میں پھینک دیا جاتا۔ ان کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر جنگلوں میں پھینک دیا جاتا، اور ان کو تڑپا تڑپا کر مار دیا جاتا، کوئی نہ پوچھتا تھا کہ قیدیوں کا کوئی حق ہے کوئی گرفتار لوگوں کا حق، ایسا نہیں تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی آزاد کر دیئے:

لیکن آپ بالکل اس کے مقابلے میں دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں کچھ لوگ قید کر کے لائے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

انہیں حویلی میں بند کر دو، اسی حویلی کے ساتھ حضور ﷺ کا گھر تھا۔ تو صبح تہجد کے وقت حضور اکرم ﷺ اٹھے اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا آج رات مجھے نیند نہیں آئی۔

حضور ﷺ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ حضور ﷺ کیا ہوا؟ فرمایا کہ ساری رات یہ قیدی پریشان رہے ہیں، ان میں سے چند قیدی بھوک کی وجہ سے بلکتے رہے ہیں اور تیرے پیغمبر کو ان قیدیوں کی وجہ سے نیند نہیں آئی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے لئے قیامت تک قانون یا درکھو کہ تم کھانا کھاؤ وہی قیدیوں کو کھلاؤ جو کپڑے تم پہنو وہی قیدیوں کو پہناؤ۔ تو آپ دیکھیں کہ اسلام اور پیغمبر اسلام نے کس طرح قیدیوں کو عزت بخشی کہ رسول اللہ ﷺ کے آنے سے پہلے کوئی قیدی کی عزت نہ تھی، کوئی قیدی کے لئے ضابطہ نہ تھا۔ کوئی قیدیوں کو اچھا نہ سمجھتا تھا، لیکن حضور ﷺ اشریف لائے تو فرمایا کہ ان قیدیوں کی رسیاں کھول دو، ان کے ہاتھ رسیوں سے بندھے ہوئے دیکھے تو پیغمبر ﷺ کو اس سے اتنی تکلیف ہوئی کہ میرے نبی کو ساری رات ان کی تکلیف کی وجہ سے نیند نہیں آئی۔ یہ اسلام کا ضابطہ ہے کہ جس کا کوئی اور مقابلہ نہیں کر سکتا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے دل میں کتنی رحمت ہے، فرمایا مجھے ساری رات نیند نہیں آئی۔

مزدور کو حق دو:

تو میرے بھائیو! حضور ﷺ کے آنے سے پہلے قیصر روم او وکسریٰ ایران کے ہاں قیدیوں کیلئے کوئی ضابطہ نہ تھا، مزدور لوگ مزدوری کرتے تھے، کیسے کرتے تھے، ایک فریب آدمی کو پکڑ لیا، اس کو کہا جاتا کہ کام کر، وہ کام کرتا تھا ﷺ

دو مہینے

چار مہینے

آٹھ مہینے نہیں

دو سال

چار سال

چھ سال گزر جاتے

اس کے بعد اس کو دس روپے دے دیتے، پندرہ روپے دے دیتے، یہ مزدوروں کیلئے قانون تھا۔

اور اگر دو چار سال کے بعد وہ نافرمانی کرتے تو اس کو کہتے کہ چل چھٹی کرو، اس کو مزدوری نہ دیتے، کوئی پوچھنے والا نہیں تھا کہ اس کا بھی دنیا میں کوئی حق ہے۔

قیصر روم اور کسریٰ ایران اتنی بڑی بڑی دو طاقتیں تھیں، کوئی مزدور کا حق نہیں تھا، کوئی قاعدہ قانون ضابطہ نہ تھا، سارا دن کام، دن رات کام کرو، جانوروں کی طرح کام کرو، رات کو دیر سے سوؤ، دن کو کام کرو، سارا سارا دن اور رات کام، جوانیاں لٹ گئیں، کوئی کسی سے پوچھنے والا نہ تھا، انسان بڑپتے رہتے، انسان سسکیاں لیتے رہتے، انسانیت ذلت اور رسوائی میں مبتلا ہو جاتی، لیکن ان کو کوئی حق دینے والا نہ تھا۔

اس کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کو دیکھو کہ میرے رسول کی رسالت کا سورج دنیا میں طلوع ہوا تو میرے رسول ﷺ نے فرمایا تھا..... اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ (رواہ ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ ص ۲۵۸) کہ مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری واپس کر دو، اس کے مقابلہ میں حضور ﷺ کا یہ حکم ہے۔

دیکھو ایک آدمی مزدوری کرتا ہے اس کو چلو مہینے کے بعد پیسے دے دو، اس کو چاہئے دو مہینے کے بعد پیسے دے دو، تو یہ بھی ایک بات ہے، لیکن میرے پیغمبر نے مہینے کی بات بھی نہیں کی، دو مہینے کی بات بھی نہیں کی، بلکہ فرمایا کہ جو مزدور مزدوری کرتا ہے اس کا پسینہ بھی خشک نہ ہو تو اس کو مزدوری دے دو، تاکہ قیصر روم اور کسریٰ ایران کا مزدوری کا ظالمانہ تصور ختم ہو جائے اور رحمت دو عالم کا فیض رحمت انسانیت کو برابر ملتا رہے، یہ رسول اللہ ﷺ کا وہ اعلان ہے جو کائنات میں کسی اور کے حصے میں نہیں آیا۔

زمانہ جاہلیت میں عورت کی حیثیت:

آپ دیکھیں معاشرتی حالت، اخلاقی حالت اور دنیا میں مزدور اور کسان کیلئے

تو کوئی بات نہ تھی اور آپ حیران ہوں گے کہ عورتوں کے مخصوص ایام ہوتے، ماہواری کے تو اسلام سے پہلے، حضور ﷺ سے پہلے، جس عورت کو ماہواری آتی اور مخصوص ایام میں وہ عورت اپنے گھر میں نہیں رہ سکتی تھی، اس کو اجازت نہ تھی، اس عورت کو لے جا کر باہر جنگلوں میں باندھ دیا جاتا، اس کا پکا ہوا کھانا کوئی نہ کھاتا تھا، اس کو زسیوں سے باندھ کر باہر آ جاتے، ان ایام میں عورت کسی گھر میں داخل نہیں ہو سکتی تھی۔ حضور سرور کائنات ﷺ اشریف لائے، تو آپ نے اس رسم بد کو ختم کیا اور عورت کو مقام و مرتبہ عطا کیا۔

اسلام نے عورت کو عزت دی:

دریائے نیل کے متعلق بات مشہور تھی کہ جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مصر فتح ہوا، تو فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے خط لکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہ یہاں یہ رسم بد ہے کہ ایک لڑکی کو اچھے کپڑے پہنا کر اس میں ڈالا جاتا ہے، تب دریا کا پانی جاری ہوتا ہے۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ اسلام ایسی رسومات کی جڑیں کاٹنے آیا ہے، یہ میرا خط لے جاؤ اور میرا خط سمندر کی مٹی میں دریا کی مٹی میں اس خط کو دفن کر دو۔

اس خط میں لکھا تھا کہ اے دریا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے غلام ہیں، آج اللہ تعالیٰ کے نبی کا غلام عمر تجھے حکم کرتا ہے کہ اگر تو اپنی مرضی سے چلتا تھا تو تیرے پانی کی ہمیں ضرورت نہیں، اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے عمر تجھے کہتا ہے کہ اپنے پانی کو بہا دے، وہ ایک خط تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ رقعہ دریائے نیل کے تہہ میں دفن کر دیا گیا اور اگلے ہی دن پانی جاری ہوا اور آج تک جاری ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۹، ۱۳۰)

یہ جو لڑکیوں کو زندہ دفن کیا جاتا تھا، عورتوں کو دریاؤں کی نذر کر دیا گیا، کسی قانون کے تحت، ایک جوان لڑکی کو بناؤ سنگھار کرنے کے بعد مٹی میں دفن کر دیا جائے، یا

سمندر میں بہا دیا جائے تو اس رسم بد کا خاتمہ رسول اللہ ﷺ کی شریعت نے کیا، محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین نے کیا۔

تو میرے بھائیو! کہ رسول اللہ ﷺ کے آنے سے پہلے دنیا کی کیا حالت تھی؟

مردور کیلئے کوئی قاعدہ قانون نہیں تھا،

کسان کیلئے کوئی قاعدہ قانون نہیں تھا،

کوئی دنیا میں اچھائی نہ تھی

کسی پڑوسی کا کوئی حق نہیں تھا،

کسی غریب کا کوئی حق نہیں تھا۔

غریب پھرتا تھا بادشاہوں کی خواہشات میں، جو حکم بادشاہ کے منہ سے نکل جاتا، اس پر عمل کرنا اسی کا نام قانون تھا اور دنیا سک کر رہ گئی تھی۔

حضور ﷺ کی روشنی لائے:

عورتوں کی حالت کیا تھی؟ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات ختم تھیں، نبی کے جانے کے بعد اندھیرا چھا گیا، کوئی تہذیب و ثقافت نہیں، کوئی تمدن کوئی فلسفہ، کوئی اخلاق کی قدر نہیں تھی، کوئی کسی کی عزت نہ تھی، اسی فلسفے کو جین ناتھ آزاد بیان کرتا ہے!

وہی یونان کہلاتا تھا جو تہذیب کی دنیا

وہی روئے زمین پر آج تھا تخریب کی دنیا

یہ تحقیق و تجسس کا جہاں تھا آج ویرانہ

فلاطوں کی خرد سقراط کی دانش تھی افسانہ

فرض دنیا میں چاروں سمت اندھیرا ہی اندھیرا تھا

نشان نور کم تھا اور ظلمت کا بسیرا تھا

کہ دنیا کے افق پر دفعۃً سیلاب نور آیا

جہان کفر و باطل میں صداقت کا ظہور آیا

حقیقت کی خبر دینے بشیر آیا نذیر - آیا
 شہنشاہی نے جس کے پاؤں چومے وہ فقیر آیا
 مبارک ہو زمانے کو کہ ختم المرسلین آیا
 سحاب رحم بن کر رحمتہ للعالمین آیا

ایسے وقت میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، حضور ﷺ کی آمد ایسے وقت میں ہوئی کہ جب چاروں طرف، عرب، عجم، یورپ، پوری کائنات گمراہی کے گرداب میں جاں بلب تھی اور اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ شرک کے اندھیرے میں انسانیت ڈوب گئی تھی۔ کفر، نافرمانی، معصیت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں انسانیت تڑپ رہی تھی، کوئی قاعدہ قانون نہیں تھا، کوئی اچھائی کا نام نہ تھا، برائی ہی برائی تھی، ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے سب سے بڑے سردار محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجنے کا فیصلہ کیا۔

حضور ﷺ کا انقلاب:

میرے بھائیو! حضور سرور کائنات ﷺ کی آمد جب ہوئی، اس کے بعد جو دنیا میں انقلاب آیا۔ اسے محمدی انقلاب، اسلامی انقلاب کہا گیا اور حضور ﷺ سے پہلے دنیا میں دو بلاک تھے ایک قیصر روم کا بلاک تھا، اور ایک کسریٰ ایران کا بلاک تھا، دنیا دو بلاکوں میں منقسم تھی، روس اور امریکہ کی طرح کی دو طاقتیں دنیا میں کام کر رہی تھیں، ان دو طاقتوں کا اثر کیا ہوا۔

حضور ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے، تو ان دو طاقتوں کو زیر و زبر کس طرح کیا گیا، کیوں زیر و زبر کیا گیا، کیا اس امت نے یہودیت و عیسائیت کے پرچے نہیں اڑائے؟ کیا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فوجوں نے تخت روم کے تخت شاہی کو پاؤں تلے نہیں روندھا؟ اور کیا کسریٰ ایران کا تاج عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قدموں کے نیچے نہیں روندھا گیا؟ اور شہنشاہیت اور پاپاچیت ظلم و جبر کے خوگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حشمت اور شوکت کے سامنے سرنگوں ہوئے۔

اور اسلام کا وہ انقلاب جو تیسری قوت بن کر دنیا میں ظاہر ہوا، اجاگر ہوا، اس نے کائنات میں مساوات، انصاف، عدل، اخلاقیات، عافیت، سکون، چین، پوری انسانیت کو اور پوری امت کو بخشا، یہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا انقلاب تھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت تھی۔

اسلام اخلاق نبوی سے پھیلا:

اور لوگ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا، اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلا، تو یہ بتاؤ کہ وہ آدمی کون تھا کہ جو رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کیلئے آیا جب رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے اور اس نے حضور ﷺ کی تلوار اٹھا کر کہا تھا، اے محمد ﷺ اب تجھے میری تلوار سے کون بچائے گا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بچائے گا، جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔

اب حضور ﷺ نے تلوار اٹھائی اور کہا کہ اب میری تلوار سے تجھے کون بچائے گا؟ تو اس کا فرنے کہا تھا کہ مجھے آپ کی رحمت بچائے گی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ میں نے معاف کیا۔

اب بتاؤ کہ اس کو کس تلوار کے زور سے کلمہ پڑھایا ہے، کلمہ رسول اللہ ﷺ کے پیار کی تلوار نے پڑھایا ہے، پیار نے پڑھایا ہے۔

مسلمانوں کا کفار سے سلوک:

ایک بات کر کے میں آگے چلتا ہوں، حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ انہوں نے شام فتح کیا تھا بہت بڑے فاتح تھے، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جو ملک فتح ہوتا، جو علاقہ فتح ہوتا، اس علاقے سے جزیہ وصول کیا جاتا، جزیہ کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ مسلمانوں کی جو حکومت ہے، ہم اس کی ماتحتی قبول کریں گے، لہذا ہم جزیہ ادا کریں گے، جس طرح فیکس ہوتا ہے اسلام میں جزیہ ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حکومت نے جزیہ وصول کیا پورے ایران کے

علاقے سے اور عیسائیوں کا علاقہ تھا، روم سے وہاں سے بھی، روم عیسائیوں کا تھا کچھ عرصہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یزدجرد کی فوجیں، آگے بڑھ چکی ہیں، یزدجرد، آگے آچکا ہے، اس لئے روم کے تمام فوجی اور سپاہی یہاں سے نکلیں اور نکل کر ایران جائیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چونکہ تم نے جزیہ چھ مہینے کیلئے لیا تھا اور اب آئندہ جو چھ مہینے ہیں تم پورے سال کا جزیہ لے چکے ہو اور چھ مہینے گزر گئے اور باقی جو چھ مہینے ہیں ان کا جزیہ ان لوگوں کے گھروں کے دروازے کھٹکھٹا کر واپس دے دو اور ان کو کہو کہ عمر کا اعلان ہے کہ ایک سال کا جزیہ لیا تھا اور اب ایک سال تک ہم تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے، اب ہمیں کسی اور محاذ پر جانا ہے اس لئے ہم یہ جزیہ لیکر آئے ہیں، ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جب جزیہ لے کر واپس گئے تو عیسائی دھاڑیں مار کر روتے تھے اور کہتے تھے کہ آج اس علاقے میں عیسائیوں کی حکومت ہوتی تو عیسائی حکمران بھی ایسا سلوک نہ کرتے۔ تو جب یہ جزیہ واپس کرنے گئے تو ہزاروں عیسائی اپنے گھروں سے باہر نکلے اور جزیہ دینے والے ان نوکروں، غلاموں، اور افسروں سے کہتے تھے کہ باقی بات بعد میں کریں گے، پہلے ہمیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا دو۔ ایسی شریعت دیکھی نہیں، ایسا نظام نہیں دیکھا، تو اب بتاؤ کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا، یا پیار سے اسلام پھیلا۔

اسلام نے حقوق بتائے:

میرے بھائیو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے وقت یہ دنیا کی کیفیت تھی معاشرتی حالت یہ تھی۔ اخلاقی حالت یہ تھی سیاسی طور پر اسلام تو تھا نہیں، قیصر روم اور کسریٰ ایران کے ماتحت پوری دنیا تھی، مثلاً روم جو ملک تھا، پوری دنیا کے یہودی اور عیسائی روم کے ماتحت تھے اور پوری دنیا کے آتش پرست شرک کرنے والے یہ ایران کے ماتحت تھے، ایران کا بادشاہ جو تھا ساری دنیا کے بت پرستوں کو، آگ پرستوں اور سورج پرستوں پر حکومت کرتا تھا، اور روم کا بادشاہ عیسائی تھا وہ یہودیوں اور صابیوں پر اور اہل کتاب پر

حکومت کرتا تھا اور ان کے ہاں عورت کی کیفیت کیا تھی؟ کہ عورتیں بازار میں لائی جاتیں، ان کی منڈیاں لگتیں، یہ عورت منڈی ہے، لوگ باہر سے آتے، پیسے لگاتے اور عورتوں کو لے جاتے، یہاں کی حالت تھی۔

ایران کے اندر کیا ہوتا تھا کہ شویکسوں میں لڑکیاں کھڑی کی جاتیں اور جو آدمی جس عورت کو پسند کرتا وہ لے جاتا، کوئی ضابطہ قانون نہ تھا۔ کوئی بات نہ تھی، عورت ایک بازاری چیز تھی، جس طرح آدمی چاہتا استعمال کر کے پھینکتا، ٹشو پیپر کی حیثیت تھی ایک عورت کی، استعمال کیا اور چھوڑ دیا کوئی ان کو حق دینے والا نہ تھا۔

یعنی یہ جو تصور آج میرے اور آپ کے پاس ہے کہ جناب یہ عورت میری ماں ہے اس کی عزت کرو، یہ قاعدہ اور اصول نہیں تھا۔ عورت بچہ جنے تب بھی وہ اس طرح ذلیل تھی، نہ جنے تب بھی وہ ذلیل تھی، کوئی عورت ماں ہو، کوئی عورت بہن ہو، کوئی عورت بیٹی ہو، کوئی قانون نہیں تھا۔ عورت صرف برائی کیلئے ہے، بچہ پیدا ہوتا ہے، وہ جوان ہو کر اپنی اس ماں سے بھی زنا کر سکتا تھا، اپنی بہن سے بھی برائی کر سکتا تھا، اپنی بیٹیوں سے بھی برائی کر سکتا تھا، یعنی کوئی حدود مقرر نہ تھیں کہ یہ تو میری ماں ہے، تو میں اس کو تو بری نظر سے نہ دیکھوں، یہ تو میری بہن ہے اس کو بری نظر سے تو نہ دیکھوں۔

میری مائیں اور بہنیں آج کے دور میں بات کرتی ہیں کہ آج اسلام نے پردہ کر کے عورت کو گھر بٹھا دیا، عورت بازار میں آنا جانا چاہتی ہے میں اس ماں سے کہنا چاہتا ہوں کہ ایک وقت رسول اللہ ﷺ کے آنے سے پہلے ایسا تھا کہ تم بازار میں پھرتی تھیں، لوگ تمہارے منہ پر سرخی پاؤ ڈر لگا کر بازار میں پھرایا کرتے۔ لوگ بری نظروں سے دیکھا کرتے تھے، ایسے وقت میں محمد مصطفیٰ ﷺ آئے اور میرے نبی نے اعلان کیا تھا کہ میری امت کے لوگو جو شخص کسی لڑکی کی طرف بری نظر سے دیکھے گا قیامت کے دن اس کی آنکھوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا، اسلام نے اس کی عزت نفس کی حفاظت کی ہے۔

یہ اصول کہ عورت ماں ہوتی ہے، عورت بیٹی ہوتی ہے، عورت بہن ہوتی ہے، عورت بیوی ہوتی ہے، عورت کی عزت کرو، عورت کا احترام کرو، یہ تو کسی مذہب میں نہ تھا!

ہندوؤں میں نہیں تھا

مجوسیوں میں نہیں تھا

یہودیوں میں نہیں تھا

عیسائیوں میں نہیں تھا

نصرانیوں میں نہیں تھا

اور جس وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، اس وقت نہ کوئی عورت ماں تھی نہ کوئی بیٹی تھی، نہ بیوی تھی، نہ بہن تھی۔

آج آپ برطانیہ چلے جائیں مان کہاں ماں ہے، بیوی کہاں بیوی ہے، بیٹی کہاں بیٹی ہے، اور بہن کہاں بہن ہے، کوئی تصور نہیں، وہی قیصر روم اور کسریٰ ایران کا جاہلانہ دور آج لوٹ آیا ہے۔

یہ روشن خیالی نہیں جہالت ہے:

قرآن نے اس دور کے بارے میں کہا..... ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولیٰ..... یہ پہلی جاہلیت ہے اس کا خاتمہ کرنے کیلئے محمد مصطفیٰ ﷺ دنیا میں تشریف لائے، یہ جاہلیت اولیٰ ہے۔

اور آج اگر عورتیں بناؤ سنگھار کر کے بازاروں میں آئیں اور ان کے پاؤں چھٹکیں اور لوگ ان کو بری نظروں سے دیکھیں تو اسلام نے اسے ترقی نہیں کہا، اسلام نے اس کو جاہلیت اولیٰ قرار دیا ہے کہ اسلام جاہلیت اولیٰ کا خاتمہ کرنے آیا ہے کہ جو لڑکی بے پردہ ہو کر بازار میں آئے آج کے دور میں اس کو ماڈرن عورت کہا جائے گا، لیکن اسلام نے اس کو جاہلیت اولیٰ کا خطاب دیا کہ وہ جاہلیت اولیٰ کے پیکر ہیں، پہلے دور میں بھی لڑکیاں بے آبرو ہوتی تھیں، یہ کوئی ترقی نہیں تھی جہالت تھی۔

اسلام نے تعلیم دی:

یہ فلسفہ کس نے دیا کہ.....

اگر عورت تیری بیٹی ہے تو تیری عزت ہے
اگر تیری بہن ہے تو تب بھی تیری عزت ہے
اگر عورت تیری بیوی ہے تو مرد کے ذمہ اس کا خرچہ ہے
یہ تصور صرف اسلام نے دیا کہ عورت کا خرچہ مرد کے ذمہ ہے اور اگر عورت
ماں ہے، جس نے تجھے جنا ہے اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے، جنت کی تلاش میں تم
کہاں کہاں پھرتے ہو، سو سو سال بیت جاتے تھے ماتھا رگڑتے ہوئے کہ ہم جنت کی
تلاش میں ہیں!

ہجران پیر گزرے

اولیاء اللہ گزرے

تہجد گزار گزرے

ولی کامل گزرے

کہ ہم جنت کے متلاشی ہیں، وہ جنت جس کی تلاش میں ساری انسانیت ماری
ماری پھرتی ہے اسی جنت کو محمد مصطفیٰ ﷺ نے ماں کے قدموں کے نیچے قرار دیا ہے اور کیا
فرمایا..... الجنة تحت اقدام الامہات..... (مہکلوۃ شریف) جنت ماؤں کے قدموں
کے نیچے ہے۔

اسلام سے پہلے کہاں یہ تصور تھا کہ عورت کو اتنا اعزاز ملے، عورت کو اتنی عزت
ملے، کیا میرے رسول نے یہ نہیں فرمایا کہ عورت، ماں ہو، اس کو بیٹا محبت کی نگاہ سے
دیکھے تو اس کو حج کے برابر ثواب ملے گا، یہ کیوں فرمایا؟

جب عورت بیوہ ہوتی تھی، تو اس کا کوئی حق نہیں تھا، جب عورت جوان تھی تو
خواہشات نفسانی کا ذریعہ تھی، عورت بیوہ ہو گئی کوئی قاعدہ قانون نہیں تھا۔ مجھے بتاؤ.....
بیوہ عورت شادی نہیں کر سکتی تھی۔ ایک لڑکی کی عمر سولہ سال ہے، اس کی شادی ہو گئی چار
مہینے کے بعد خاوند رکیا۔ اس کی عمر ہو گئی ساڑھے سولہ سال، ساڑھے سولہ سال کی عمر کی
لڑکی بیوہ ہو گئی، اب مرتے دم تک وہ شادی نہیں کر سکتی، اور بیوگی کی کوئی زندگی نہ تھی۔

کوئی عورت بیوہ ہو جاتی، لوگ بیوہ عورت کو اٹھاتے اور جنگل میں باندھ دیتے، درختوں سے باندھ دیتے، وہ ذلت و رسوائی کا پیکر بن جاتی، تڑپ تڑپ کر جان دے دیتی، بستر مرگ پر مر جاتی۔

اسلام نے بیوہ عورت کو سہارا دیا:

آج ہندوؤں میں بھی تو یہی رواج ہے، یہی تو رواج ہے، جس کو قرآن نے جاہلیت اولیٰ کہا کہ جو عورت بیوہ ہو گئی اس کو مرد کے ساتھ آگ میں جلا دیا جاتا ہے اور وہ شادی نہیں کر سکتی، یہ تو جاہلیت اولیٰ کا تصور ہے، لیکن میرا پیغمبر ﷺ جب دنیا میں آیا تو میرے رسول نے ان بیوہ عورتوں کو کتنا سہارا دیا، بیوہ عورتوں کو کتنی عزت بخشی کہ وہ پیغمبر کے جس کو اللہ تعالیٰ نے کئی شادیوں کی اجازت دی تھی کہ تم چار سے زیادہ عورتوں سے شادی کر سکتے ہو، اس کی گیارہ بیویاں تھیں گیارہ عورتوں میں سے اس پیغمبر نے ایک کنواری لڑکی سے شادی کی اور باقی جو دس عورتوں سے شادی کی وہ کون سی ہیں، کسی کی عمر ۵۵ سال ہے کسی کی عمر ۴۰ سال ہے، کسی کی عمر ۳۳ سال ہے کسی کی عمر ۶۰ سال ہے کسی کی عمر ۳۸ سال ہے، بیوہ عورتوں سے تیرے پیغمبر ﷺ نے کیوں شادی کی تاکہ دنیا کو پتہ چلے کہ پوری دنیا میں جب بیوہ عورت کے سر پر کوئی ہاتھ نہیں رکھتا تھا تو دنیا کا سب سے بڑا سردار، اس عورت کو اپنی بیوی بنا کر پوری امت کی ماں بنا رہا ہے۔ قرآن نے کہا.....

وازاوجه امہاتہم..... کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی بیویاں امت کی مائیں ہیں۔

وہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جس کی عمر ۵۵ سال تھی، ۵۵ سال کی بوڑھی عورت میرے پیغمبر ﷺ کے گھر میں آئی تو قرآن نے میری ماں قرار دیا۔ تو بیوہ عورتوں کو اسلام نے امت کی مائیں بنایا، جب عورت کا کوئی قاعدہ قانون نہ تھا، عورت کچھ کر نہیں سکتی تھی، دس بیوہ عورتوں سے میرے رسول نے شادی کی ہے، حفیظ تائب نے اسی کو کہا ہے!

حضور ﷺ آئے تو سرِ آفرینش پا گئی دنیا
اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آگئی دنیا

بجھے چہروں کا زنگ اتر اسیاہ چہروں پہ نور آیا
حضور ﷺ آئے تو انسانوں کو جینے کا شعور آیا
یتیموں اور ضعیفوں کو پناہیں مل گئیں آخر
حضور ﷺ آئے تو ذروں کو نگاہیں مل گئیں آخر

یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے ہے کہ بیوہ عورت کو سہارا دیا۔ حضور ﷺ

کی ایک حدیث ہے آپ نے فرمایا، میں محمد ﷺ بیوہ عورتوں کا سہارا بن کر آیا ہوں۔

حضرت فاروق اعظمؓ کا خطبہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ ہے کہ جو انہوں نے وفات سے پہلے دیا تھا دو مہینے پہلے کہ اگر عمر آئندہ سال زندہ رہا تو عمر کیا کرے گا اپنی مملکت کے ۱۹ صوبوں کا دورہ کرے گا اور دورہ کر کے ہر صوبے میں ایک مہینہ گزاروں گا اور ایک مہینہ گزار کر ہر شہر کی بیوہ عورتوں کی فہرستیں تیار کروں گا اور بیوہ عورتوں کے دروازے کھٹکھٹا کر ان سے پوچھوں گا کہ ماں میں تیری خدمت کیلئے آیا ہوں بتا تیرا کیا کیا کام ہے؟ (سیرت فاروق اعظمؓ از محمد حسین بیگل ص ۷۱۰)

ایسے ماحول میں جب عورت ٹشو پیپر کی طرح، ایسے وقت میں کہ جب بیوہ عورت کی کوئی عزت نہ تھی، اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے کہ جس نے بیوہ عورتوں کو آسمان عظمت پر بٹھا دیا ہے بیوہ عورتوں کو مقام دیا۔

بیوہ کی خدمت:

بیوہ عورت حضور ﷺ کے گھر آئی حضور ﷺ گھر میں موجود نہیں تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گھر میں تھیں اور حضور ﷺ کا پتہ پوچھا کہ حضور ﷺ کہاں ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس لڑکی کو دیکھا، بیوہ تھی، جوان تھی، اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہتی ہے کہ میں فلاں صحابی کی بیوی ہوں اور میں بیوہ ہوں، میرے خاوند فلاں جنگ میں شہید ہو گئے ہیں اور میرے ساتھ یہ دو بچیاں

ہیں، چھوٹی چھوٹی دو بچیاں تھیں، ایک بچی کو گود میں لیا ہوا اور ایک بچی کی انگلی پکڑی ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا اور فرمایا کہ یہ بچیاں بڑی پریشان ہیں، کیا ہوا ان کو؟ کمزور ہیں، بیمار ہیں کیا؟

تو اس عورت نے کہا کہ بیمار نہیں ہیں، کیا ہوا ان کو؟ تو عورت خاموش ہو گئی، اماں نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ یتیم بچیاں ہیں، میں بیوہ ہوں، کوئی کمانے والا نہیں ہے، ان بچیوں نے کچھ کھایا نہیں اور میں بھی کئی دنوں سے بھوکی ہوں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں اور گھر کے اندر تشریف لے گئیں۔

تو کھجوروں کا ایک توشہ دان تھا اماں نے اس توشہ دان میں ہاتھ ڈالا، تو کچھ کھجوریں مل جائیں اور میں اس بیوہ عورت کو دے دوں تو اس توشہ دان سے صرف دو کھجوریں ملیں، تو اماں نے دونوں کھجوریں لا کر اس عورت سے کہا کہ یہ ایک کھجور تیرے لئے ہے اور ایک کھجور دونوں بچیوں کے لئے ہے۔

تو جب کھجوریں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے ہاتھ پر رکھیں تو وہ دونوں بچیاں جھپٹ پڑیں اور انہوں نے کھجوریں چھین لیں، تو اماں نے سوچا کہ یہ بچیاں بھوکی ہیں تو وہ دونوں کھجوریں اس عورت نے دونوں بچیوں کو دے دیں یتیم بچیاں جلدی جلدی کھجوریں کھانے لگیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں آیا کہ یہ بیوہ عورت تو پھر بھوکی رہ گئی اندر گئیں دوسرے توشہ دان کو دیکھا ایک کھجور مل گئی، لا کر کہا کہ بہن یہ کھجور تیرے لئے ہے، یہ بچیوں کیلئے نہیں، لیکن جب اس نے کھجور ہاتھ میں پکڑی تو بچیاں ابھی بھوکی تھیں تو بچیوں کو دیکھا کہ یہ تو ابھی تڑپ رہی ہیں تو اس عورت نے اس کھجور کے دو حصے کر کے ایک حصہ ایک بچی کو اور دوسرا حصہ دوسری بچی کو دے دیا۔

شام ہوئی، حضور ﷺ آئے، اماں نے رو کر یہ واقعہ سنایا یا رسول اللہ ﷺ آج میرے گھر میں ایک بیوہ عورت آئی تھی اور میں نے اس طرح تین کھجوریں اس کو دیں حضور ﷺ اس بیوہ عورت کی بات سن کر رونے لگے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اگر تجھے وہ عورت دوبارہ ملے تو اسے میرا پیغام دے دینا کہ رسول اللہ ﷺ کا اعلان ہے، تجھ پر جنت واجب ہو چکی ہے، کیوں جنت واجب ہوئی اس لئے کہ تو یتیم بچیوں کا سہارا بنی۔ (صحیح بخاری ص ۸۷)

حضور ﷺ نے فرمایا:

بیوہ عورت کی کتنی عزت میرے رسول نے فرمائی۔ میرے پیغمبر کتنی عزت کرتے ہیں بیوہ عورت کی، پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا، حضور ﷺ تشریف لائے اور حضور ﷺ نے اسلام کا انقلاب برپا کیا۔

بیوہ کے حقوق کے محافظ:

یہ اسلام کی دولت ہے مجھے بتاؤ کہ جس دور میں عورتوں کو دھکے دیئے جاتے تھے، بیوہ عورتیں سسک سسک کر مر جاتی تھیں، بیوہ عورتوں کو درختوں سے باندھا جاتا تھا بیوہ عورتوں کا دنیا میں کوئی سہارا نہ تھا۔ دنیا کا سب سے بڑا سردار دس بیوہ عورتوں سے شادی کر کے اس نبوت والے بستر پر سلاتا ہے کہ جس پر آسمانوں سے اللہ تعالیٰ کا قرآن اترتا رہا اور قرآن کہتا رہا..... نبی کی ساری عورتیں امت کی مائیں ہیں، جو سسکتی رہیں جو بے چارگی میں وقت گزارتی رہیں، لیکن میرے پیغمبر نے ان کو ساری کائنات کی ماں بنا کر کہا کہ میں بیوہ عورتوں کا سہارا بن کر آیا ہوں۔

دنیا کے معاشی حالات اور اقتصادی حالات، معاشرتی حالات، حضور ﷺ کے آنے سے پہلے کیا تھے؟ یہ میں نے پوری بات آپ کے سامنے رکھی اور آئندہ جمعہ آپ کی پیدائش کا واقعہ اور آپ کے خاندان کے بارہ میں، اہم باتیں ہوں گی۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



﴿ولادت النبی صلی اللہ علیہ وسلم﴾

خطبہ:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿٣٠﴾ (پارہ ۳۰ سورۃ الم نشرح آیت ۴)
”اور بلند کیا ہم نے مذکور تیرا۔“

تمہید:

محترم سامعین! آپ حضرات کو معلوم ہے کہ چھ سات جمعوں سے سیرت
طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر جمعے کا بیان شروع ہے، آج بھی پروگرام کے مطابق سیرت
طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر گفتگو ہوگی۔

تاریخ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق:

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر آج بیان ہوگا، آپ کے سامنے وہ واقعہ
بیان کیا جائے گا..... جسے کائنات میں غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کیسے ہوئی؟ کہاں ہوئی؟ اور آپ کی
ولادت کے بعد کے واقعات کیا پیش آئے؟ اس پر آپ نے غور کرنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

ولادت کا واقعہ تاریخ کی کتابوں میں مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ میں نے پچھلے جمعے تاریخ کے حوالے سے بتایا تھا کہ حضور ﷺ کی ولادت نور ربیع الاول کو اور وفات بارہ ربیع الاول کو ہوئی، یہی تاریخ کی کتابوں میں مستند روایت ہے، بعض مؤرخین نے یہ لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت بھی بارہ ربیع الاول کو ہوئی اور وفات بھی بارہ ربیع الاول کو ہوئی، تو اس سلسلے میں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ حضور ﷺ کی ولادت کی جو تاریخ ہے اس میں اختلاف ہے۔ یعنی بعض لوگوں نے یہ کہا کہ ولادت کی تاریخ بارہ ربیع الاول ہے..... بعض نے کہا ولادت کی تاریخ آٹھ ربیع الاول ہے، بعض نے لکھا کہ ولادت کی تاریخ چودہ ربیع الاول ہے..... لیکن آج سے ڈیڑھ دو سو سال پہلے مصر کے عالم محمود پاشا فلکی نے کیلنڈر کی تاریخ سے یہ ثابت کیا کہ حضور ﷺ کی ولادت نور ربیع الاول کو ہوئی اور وفات بارہ ربیع الاول کو ہوئی..... اسی بات پر پوری امت کا اتفاق ہے۔ (رحمۃ للعالمین از قاضی سلیمان منصور پوری جلد ۱ ص ۳۵-۳۶)

اب جو لوگ بارہ ربیع الاول کو حضور ﷺ کی ولادت کا ذکر کرتے ہیں، وہ پرانے قول سے نقل کرتے ہیں، لیکن جب تحقیق ہو چکی ہے، اور باقاعدہ پوری دنیا کے علماء ایک سو سال پہلے کے متفقہ تاریخ اور فیصلہ دے چکے ہیں تو نور ربیع الاول ہی پر اعتماد ہونا چاہیے۔

چنانچہ اس وقت جو تاریخ میں حضور ﷺ کی سیرت پہ سب سے بڑی کتاب ہے اس کا نام ہے سیرۃ النبی ﷺ اور یہ کتاب علامہ شبلی نعمانی نے لکھی ہے اور علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے اس کتاب کی تین جلدیں نکالیں اور ابھی یہ کتاب مکمل نہیں ہوئی تھی کہ علامہ شبلی فوت ہو گئے تو اس کے بعد اس کی جو بقایا تین جلدیں تھیں..... وہ حضرت سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے مکمل کی، تو وہ چھ جلدوں پر مشتمل سیرت النبی ﷺ کی بڑی کتاب ہے، اس میں بھی نور ربیع الاول آپ کی ولادت کا دن لکھا گیا ہے اسی طرح سیرت النبی ﷺ کی ایک بڑی کتاب رحمۃ العالمین جسے قاضی سلیمان منصور پوری نے لکھا ہے قاضی سلیمان منصور پوری..... یہ بہت بڑے مفکر گزرے ہیں، جو ایڈیشنل جج تھے گجرات

میں یہ بڑے محقق آدمی تھے رحمۃ اللعالمین علمی پائے کی بہت بڑی کتاب ہے اس کتاب کی تین جلدیں ہیں اس میں بھی انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ کی ولادت کی تاریخ نور بیج الاول ہے اور وفات کی تاریخ بارہ ربیع الاول ہے اسی طرح مختلف اقوال کے بعد..... انہوں نے بھی اس بات کا اعلان کیا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کی تاریخ نور بیج الاول ہے اور وفات پیغمبر ﷺ کی تاریخ بارہ ربیع الاول ہے..... میں نے تاریخ کے حوالوں سے کتابوں کا ذکر کیا ہے تو آپ کے ذہن میں یہ بات ہونی چاہیے کہ حضور ﷺ کی ولادت کی تاریخ نور بیج الاول ہے اور وفات پیغمبر ﷺ کی تاریخ..... بارہ ربیع الاول ہے۔ اور یہی محققانہ قول ہے جس کا ذکر کتابوں میں آچکا ہے۔

حضور ﷺ کو یتیم بنانے میں حکمت:

حضور ﷺ کی جس رات پیدائش ہوئی..... حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں غربت کا یہ عالم تھا..... کہ اس دن ہمارے گھر میں دیا جلانے کے لئے تیل بھی نہیں تھا اور پیدا دنیا کے سردار نے ہونا تھا..... مولانا مناظر احسن گیلانی نے لکھا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو آسمانوں کے چاند کو حکم کر دیتے..... کہ آج رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر پہرہ دے..... یا سورج سے کہہ دیتے کہ سورج اپنی کرنیں اور شعاعیں حضور ﷺ کے دروازے پر روشن کر لے..... یا ستارے آکر طلوع ہی نبی ﷺ کے گھر پہ ہوتے..... یہ ہو سکتا تھا..... لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ اس غربت کدے میں جس میں اندھیرا تھا، اس میں رسول اللہ ﷺ کو بھیجا..... تاکہ دنیا بھر کے جو غریب لوگ ہیں..... اور مسکین اور یتیم ہیں ان کا سر فخر سے بلند ہو جائے..... کہ اگر ہم غریب ہیں تو کیا ہوا؟ ہمارا سردار بھی بالکل غریب تھا..... اور یوں ان کی پیدائش بھی غربت کدے میں ہوئی تھی..... وہ بھی یتیم پیدا ہوا تھا..... یتیمی کا دور دورہ تھا..... قرآن پاک کی ایک ہی آیت آج میری تقریر کا عنوان ہے وہ آیت یہ ہے:

الم یجدک یتیمًا فاوی

یہی اس کا مفہوم ہے..... کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو پیدا یتیم کیا تھا آ پ ﷺ سے پہلے آپ کے والد کو اپنے پاس بلا لیا..... یعنی حضور ﷺ کی پیدائش سے تین مہینے پہلے آپ کے والد فوت ہو گئے اور حضور اکرم ﷺ ولادت کے بعد چھ سال تک اپنی اماں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں رہے اور چھ سال کی عمر میں تھے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بھی فوت ہو گئیں اور اس کے بعد حضور ﷺ کی تربیت عبدالمطلب کے ذمے ہوئی..... اور دس سال کے بعد عبدالمطلب بھی فوت ہو گئے، پھر حضور ﷺ کی پرورش آپ کے چچا کے گھر میں ہوئی..... یہ حضور ﷺ کا ابتدائی دور تھا۔

حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت معجزہ:

حضور ﷺ جب پیدا ہوئے..... تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں کوئی چیز نہیں تھی..... اور تہجد کے وقت دنیا میں تشریف لائے..... جس وقت حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے..... اس وقت میں نے دیکھا مشرق کی طرف کہ آتش فارس یعنی ایران کی وہ آگ جو ہزاروں سال سے جل رہی تھی..... حضور ﷺ پیدا ہوئے تو اسی وقت وہ آگ بجھ گئی، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے محمد مصطفیٰ ﷺ کا یہ معجزہ دنیا کو دکھایا..... کہ حضور ﷺ کی پیدائش ہوئی تو کسریٰ کا جو محل تھا، اس کے کنگرے زمین پر گر پڑے۔

کسریٰ کے محل کے کنگرے گرے اور آتش فارس جلتی ہوئی بجھ گئی اور اس کا نام نشان نہ رہا..... یہ حضور ﷺ کا ابتدائی معجزہ تھا حضور ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے..... تو بہت سارے لوگوں نے آسمانوں پہ روشنی دیکھی..... گھر میں روشنی دیکھی..... ارد گرد روشنی دیکھی..... اور حضور ﷺ ایک ایسے اندھیرے میں پیدا ہوئے کہ جس کے سامنے دنیا کا چراغ نہیں تھا..... لیکن جب حضور ﷺ آئے..... تو پوری دنیا کا سورج طلوع ہو چکا تھا جس کو قرآن نے کہا تھا..... سراجا منیرا..... یہ جو سراج منیر ہے..... اس سراج منیر کو اس گھر میں بھیجا..... جس گھر میں چراغ جلانے کے لئے دیئے میں تیل

ہی نہیں تھا، لیکن آنے والا سراج منیر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج منیر کہنے کی حکمت:

اور یہاں ایک بات میں یہ بھی عرض کرتا جاؤں، ضمنی طور پر..... کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج کہا، چاند نہیں کہا..... پورا قرآن کھول لو پورے قرآن میں کہیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چاند نہیں کہا گیا..... بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کہا گیا؟..... سراج کہا، سراج منیر کہا، روشن سورج کہا، علماء نے اس پر بڑی کتابیں لکھیں، مولانا قاری محمد طیب صاحب دارالعلوم دیوبند کے مہتمم نے ایک کتاب لکھی ”آفتاب ہدایت“ اڑھائی سو صفحے کی کتاب ہے۔ صرف اسی ایک لفظ سراج پہ یعنی آسمانوں کا جو سورج ہے..... اس سورج سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشبیہ دی گئی اور یہ بتایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراج منیر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج منیر کہا گیا..... قمر امیرا نہیں کہا گیا، روشنی کرنے والا چاند نہیں کہا..... بلکہ روشنی دینے والا سورج کہا۔

روشنی دینے والا چاند کیوں نہیں کہا؟..... اس پر بڑی لمبی بحث کی گئی۔ اس کی بڑی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے..... کہ سورج جو ہوتا ہے..... وہ اللہ کے سوا کسی سے روشنی نہیں لیتا اور چاند سورج سے روشنی لیتا ہے..... اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چاند فرمایا جاتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے روشنی لیتے ہیں..... تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج کہا چاند نہیں کہا..... کیونکہ چاند اپنی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی کسی اور مخلوق یعنی سورج کا محتاج ہے..... اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روشنی کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا محتاج نہیں..... اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج منیر کہا قمر امیرا نہیں کہا، اور چاند جو ہوتا ہے..... آپ دیکھتے ہیں کہ چاند جب چڑھا ہوا ہو..... کمرے کے اندر پھر بھی اندھیرا ہوتا ہے..... لیکن سورج جب چڑھا ہوا ہو تو اندھیرا کہیں نہیں ہوتا..... یا پھر بتائیں کہ سورج بھی چڑھا ہوا ہے اور کہیں اندھیرا بھی باقی ہو..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا میں تشریف لائے..... آپ کے تشریف لانے سے پھر پوری دنیا میں کہیں اندھیرا

باقی نہیں رہا۔

اور جس طرح سورج کو دیکھو..... کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سورج کیوں کہا؟..... اس لئے کہا..... کہ سورج کسی ایک علاقے میں روشنی نہیں کرتا کہ بھی سورج آسمانوں پہ روشن ہے..... اور اس نے روشنی صرف مصر میں کرنی ہے پاکستان میں نہیں کرنی..... یا پاکستان میں کرنی ہے کسی دوسرے ملک میں نہیں کرنی..... تو جس طرح سورج کی روشنی پوری کائنات کے لئے برابر ہے..... اس طرح محمد مصطفیٰ ﷺ کی روشنی پوری کائنات کے لئے برابر ہے۔

اور دیکھئے سورج کی روشنی ہے..... اس سے ہم بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں اس سے درخت بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں، اس سے جانور بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں، اس سے انسان بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں..... اس روشنی سے فصلیں بھی فائدہ اٹھا رہی ہیں..... تو بالکل اسی طرح حضور ﷺ کی روشنی سے جن بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں..... آسمان بھی فائدہ اٹھا رہا ہے..... زمین بھی فائدہ اٹھا رہی ہے..... اور مخلوقات بھی فائدہ اٹھا رہی ہے..... جس طرح آسمان کے سورج سے دنیا کی ہر مخلوق فائدہ اٹھا رہی ہے..... اسی طرح محمد مصطفیٰ ﷺ کی روشنی سے کائنات کی ہر چیز روشن ہے، اس لئے حضور ﷺ کو سراج منیر کہا گیا، بڑا بڑا موضوع ہے، کبھی ان شاء اللہ اس موضوع پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔

حضور ﷺ کی ولادت پر خوشی:

حضور ﷺ پیدا ہوئے..... حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے..... تو اس غربت کدے میں آئے اس گھر میں آپ کی پیدائش ہوئی کہ جس گھر میں چراغ جلانے کے لئے تیل بھی نہیں تھا..... حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے..... حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں روشنی چار سو پھیل گئی۔ پوری دنیا میں روشنی ہو گئی..... دو دن چار دن گزر گئے..... پورے مکے کے اندر جس جگہ حضور ﷺ تشریف لائے..... پورے لوگوں کا عرب کے قریشیوں کا چہ چارہا..... ابو طالب کو بڑی خوشی تھی کہ میرا بھتیجا آیا..... عبدالمطلب خوشی

سے پھولے نہ سائے تھے کہ میرا جو لڑکا عبداللہ فوت ہو گیا ہے، اس کے گھر کے اندر ایک چراغ روشن ہو گیا ہے..... اس کے گھر کے اندر ایک اس جیسا بلکہ اس سے بڑا ہی حسین بچہ آ گیا..... عبدالمطلب حضور ﷺ کو اس طرح اٹھاتے تھے اٹھا کر گلیوں میں پھرتے تھے لوگوں سے کہتے تھے دیکھو..... یہ میرا پوتا کتنا خوبصورت ہے؟..... اور ہر آدمی حضور ﷺ کو دیکھ کر کہتا تھا..... یہ تو بہت اچھا بچہ ہے..... یہ تو بہت خوبصورت ہے..... ایسا حسین تو دیکھا کسی نے نہیں..... اس کے نقش دیکھو..... اس کی آنکھوں کو دیکھو..... اس کے سر کو دیکھو..... کسی نے کہا اس کے ناک کو دیکھو..... کسی نے کہا..... اس کے لبوں کو دیکھو..... کوئی کچھ کہتا..... کوئی کچھ کہتا تھا۔ (عیون الاثر ج ۱ ص ۸۷)

عبدالمطلب نے سوچا کہ اس بچے کا نام کیا رکھوں؟..... نام تو اس کا رکھنا چاہیے ”محمد“! ”محمد“ عربی میں کہتے ہیں..... کہ ہر آنے والا جس کی تعریف کرے..... اے ”محمد“ کہتے ہیں۔ عبدالمطلب کہتے ہیں کہ ہر آدمی نے کیونکہ اس کی تعریف کی ہے..... اس لیے آج کے بعد اس کا نام ”محمد“ ہو گا..... تاکہ قیامت تک لوگ اس کی تعریف کرتے رہیں۔ (زرقانی شرح موطا جلد ۴ ص ۲۷۱۔ فتح الباری ج ۷ ص ۱۲۳)

عربوں کا رواج

میرے بھائیو! مختلف کتابوں میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ حضور ﷺ سرور کائنات ﷺ جب چار، پانچ، سات دن کے ہو گئے..... تو پورے عرب میں پتہ چل گیا..... کہ قریشیوں میں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اور بڑا ہی خوبصورت ہے..... بڑا ہی حسین ہے..... اور لوگ کہتے ہیں..... بڑا نصیب والا ہے..... اس کے آنے پر علاقے میں روشنی پھیل گئی ہے..... گھروں میں روشنی پھیل گئی..... بڑی برکتیں آ گئیں..... یہ بات مشہور ہو گئی تو یہ بھی عرب میں رواج تھا کہ جب بچہ پیدا ہوتا تو اس کو شہر کی عورتیں یا اپنی ماں پرورش نہیں کرتی تھیں، بلکہ دودھ پلانے کے لیے علاقے کے چکوک کی عورتیں آتی تھیں..... یہ رواج تھا! کہ کھلی آب و ہوا میں لے جا کر، دو تین سال ان کو دودھ

پلایا، ان کی پرورش کی، ان کے جسم کی ساخت میں بڑی مضبوطی آ جاتی تھی..... اور بچہ بڑا قد آور ہوتا تھا۔

چنانچہ حضور ﷺ جب پیدا ہوئے..... اسی رواج کے مطابق کچھ عورتیں آئیں، مدینہ کے قریب سے کچھ اور باہر سے بھی اور انہوں نے مکے میں چکر لگایا، انہیں معلوم ہوا کہ یہاں بچہ پیدا ہوا ہے، عبدالمطلب کا پوتا پیدا ہوا ہے..... سب عورتیں آئیں۔ لیکن جب حضور ﷺ کو عورتیں دیکھتیں..... سب عورتیں پوچھتیں کہ جو اس لڑکے کا والد کہاں ہے..... تو پتہ چلتا کہ والد تو اس کا فوت ہو چکا ہے، تو وہ دائیاں حضور ﷺ کو چھوڑتیں کہ والد تو فوت ہو گیا ہے..... یہاں سے کیا ملے گا، حقیقت میں یہ بات تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس گود کا انتخاب کر لیا تھا، جس نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پرورش کرنا تھی..... حضور ﷺ کے لیے گود کا انتخاب بھی عرش پہ ہوا تھا تو اس لیے ان دائیوں نے حضور ﷺ کو کیا چھوڑنا تھا..... اصل میں حضور ﷺ نے ان کو پسند نہیں کیا..... پروردگار نے ان کو پسند نہیں کیا۔ (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۶۹)

یتیم کے معانی:

قرآن کہتا ہے..... **الْم يَجِدُك يَتِيمًا** فاوی..... یتیم عربی میں کسے کہتے ہیں؟..... عربی میں یتیم اس بچے کو کہتے ہیں کہ جس کی پیدائش سے پہلے یا اس کے بچپن ہی میں اس کا والد فوت ہو جائے، جب آدمی بالغ ہو جاتا ہے..... تو وہ یتیم نہیں رہتا، تو قرآن پاک نے حضور ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ..... **الْم يَجِدُك يَتِيمًا** فاوی..... پیدا تجھے یتیم کیا تھا اور بنا دیا تجھے در یتیم ”در“ موتی کو کہتے ہیں۔

یایوں کہئے کہ پیدا یتیم کیا..... اور دنیا کے سارے یتیموں کا آسرا بنا دیا۔ پیدا یتیم ہوا تھا اور آج دیکھو..... یتیم سمجھ کر دائیاں چھوڑ گئیں کہ یہ تو یتیم ہے..... لیکن حضرت آمنہ جب یہ سوچتی تھیں کہ میرا خاوند فوت ہو گیا بچہ پیدا ہو گیا..... اور جب پتہ چلا کہ عورتیں چھوڑ گئی ہیں، یتیم سمجھ کر تو آمنہ کا حال کیا ہوا ہوگا..... ان کی

آنکھوں میں آنسو آئے، اپنے بچے کو پیار بھی کرتی رہیں اور ماتھا بھی چومتی رہیں اور عبداللہ کو یاد کر کے روتی رہیں..... کہ اے کاش آج عبداللہ دنیا میں موجود ہوتا..... اس یتیم کو اپنے ہاتھوں سے دائیوں کے سپرد کرنا جو بھی دائی آتی کہتی کہ یہ یتیم ہے..... یہاں سے کیا ملے گا؟

حلیمہ سعدیہ کی سعادت ابدی:

لیکن ایک وہ دائی آئی جس کا نام حلیمہ تھا..... اور جب وہ بچہ..... اس کو پتہ چلا کہ بچہ یتیم ہے..... لیکن اس کے خاوند نے کہا کہ چلے یتیم ہے بچہ تو لائیں جب بچہ لایا گیا اور جب بچے کو حلیمہ کے خاوند نے دیکھا..... اس نے کہا کہ ایسا چہرہ ہم نے کبھی دیکھا نہیں تو چہرے کو کیا دیکھنا تھا، علماء کہتے ہیں کہ جس وقت عبدالمطلب نے لا کر بچہ دیا، حلیمہ کے پاس اس کے خاوند سے کہا کہ اس بچے کی پرورش کرو..... یہ بچہ یتیم ہے..... تو حلیمہ کے خاوند نے کہا یتیم تو ہے..... لیکن ایسا چہرہ بھی تو کہیں ہم نے نہیں دیکھا..... ایسی وجاہت بھی تو ہم نے کہیں نہیں دیکھی..... تو اس وقت جبرائیل امین علیہ السلام نے زبان سے ایک بات کہی کہ جس کا ذکر ساری کتابوں میں ہے..... جو الفاظ جبرائیل نے ادا کیے..... ان کا ترجمہ سعدی نے کیا ہے کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام کہتا ہے کہ میں اول سے لے کر آج تک ہر نبی کی محفل میں..... ہر علاقے میں گیا..... آسمانوں سے لے کر زمین تک..... تحت الثریٰ سے لے کر عرش معلیٰ تک..... شمال سے جنوب تک..... مشرق سے مغرب تک..... تم کہتے ہو بچہ نہیں دیکھا..... بچہ ایسا تو اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا..... تم دیکھتے کیسے؟

الم یجدک یتیمًا فاوی

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تجھے پیدا یتیم کیا تھا..... اور یتیم پیدا کر کے تجھے کائنات کا والی بنا دیا۔

فاوی کا معنی و مفہوم:

”فاوی“ کا معنی ہے ٹھکانہ دینا..... ”اوی“ کا معنی عزت دینا..... ”اوی“ کا

معنی فرش سے اٹھا کر عرشِ عظمت پہ بٹھا دینا۔

اس وقت کو یاد کر..... جب حضور ﷺ کی نبوت کا شباب تھا اور پوری دنیا میں رسول اللہ ﷺ کا سکہ چل رہا تھا..... اس وقت یہ آیت اتری..... الم یجدک یتیمًا فاوی۔

اے پیغمبر ﷺ وہ وقت یاد کر..... کہ جب دایوں نے تجھے یتیم سمجھ کر چھوڑ دیا تھا..... اور آج ساری کائنات تیرے پاؤں چاٹ رہی ہے..... آج ساری کائنات تیرے پاؤں کے تسموں سے بندھی ہوئی ہے..... الم یجدک یتیمًا فاوی۔
 ”اوی“ عربی میں کہتے ہیں ٹھکانہ دینے کو..... عزت بخشے کو..... تخت پر بٹھانے کو..... عظمت دینے کو..... فرمایا پیدا تو یتیم ہوا تھا..... لیکن تجھے عرشِ عظمت پہ بٹھا دیا۔

حضور ﷺ آگے ہونگے تو سواری چلے گی:

میرے بھائیو! یہ واقعہ بھی چشمِ فلک نے دیکھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو حلیمہ اپنی سواری پر سوار کرتی ہے..... حلیمہ پیچھے بیٹھ گئی..... اور خاوند آگے بیٹھ گیا..... حضور ﷺ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھایا..... علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ ”سواری اٹھتی نہیں تھی“ تو کہا سواری کیوں نہیں اٹھتی..... تو حضرت عبدالمطلب نے کہا، اس بچے میں نے بڑی برکت دیکھی ہے، تم اس کو پیچھے لے کر بیٹھ گئی ہو، اور آگے خاوند بیٹھ گیا ہے۔ جب تک بچہ آگے نہیں آئے گا، سواری چلے گی کس طرح؟

حضور ﷺ کو آگے لے کر آپ حلیمہ بیٹھ گئیں، سواری چل اٹھی..... اور آپ کو پتہ ہے کہ بہت ساری دایاں آئی تھیں، اور چلی گئی تھیں..... لیکن حلیمہ بعد میں پہنچی اور جس وقت واپس جانے لگیں، تو وہی سواری جناب! تیز گام کی طرح جارہی ہے..... اور اتنی تیز ہو گئی کہ وہ خود پریشان ہو گئے کہ اس سواری میں تیزی کہاں سے آگئی..... کئی دن پہلے گئی ہوئی سوار یوں کو راستے میں کاٹ دیا۔ ان کو پیچھے چھوڑ دیا..... ایک عورت کہنے لگی

کہ حلیمہ بعد میں پہنچی تھی، وہاں پہ جا کر اس نے کوئی نئی تندرست سواری لے لی ہے، اس لئے کہ یہ وہی تو سواری ہے..... جو ہم سے کچھ دن پہلے چلی تھی اور دو دن بعد میں پہنچی..... اور اب جناب سب سے آگے گزر رہی ہے..... تو حلیمہ نے کہا یا درکھو! میں بھی وہی ہوں، میرا خاوند بھی وہی ہے..... سواری بھی وہی ہے، البتہ سوار بدل کر لائی ہوں..... سوار ایسا ہے..... سوار کون ہے؟..... اللہ یجدک یتیمًا فاوی۔

اے پیغمبر ﷺ! تجھے یتیم کیا تھا..... یتیم پیدا کر کے تجھے کائنات کا والی بنادیا..... آسمان بنادیا۔ (ابن ہشام ج ۱ ص ۱۸۴۔ تاریخ اسلام ذہبی جلد ۱ ص ۳۶)

حقوق کے محافظ:

اور وہاں دنیا نے دیکھا..... حضور ﷺ کو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا دائیں طرف سے دودھ پلا رہی ہے..... ایک دن حضور ﷺ کو بائیں طرف سے دودھ پلانا چاہا، تو رسول اللہ ﷺ نے منہ پھیر لیا، کیوں منہ پھیرا؟..... اس لیے کہ حضور ﷺ کا ایک اور دودھ شریک بھائی تھا۔ ایک اور چھوٹا سا بچہ بھی دودھ پیتا تھا۔ اور وہ بائیں طرف سے پیتا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کا منہ دوسری طرف سے لگا یا گیا..... تو پیغمبر ﷺ نے منہ کیوں پھیر لیا؟..... اس لیے کہ نبی ﷺ جو ہوتا ہے وہ بچپن ہی سے شعور نبوت لے کر آتا ہے..... وہ بچپن سے دنیا کو بتانا چاہتا تھا کہ اگر آج میں نے اپنے بھائی کا حق کھا لیا..... تو قیامت تک دنیا کیا کہے گی کہ جو نبی ﷺ مظلوموں کو حق دلانے آیا تھا..... بچپن میں اس نے اپنے بھائی کے حق کا دودھ پی لیا تھا..... اس لیے بچپن سے ہی پیغمبر ﷺ شعور نبوت لے کر آتا تھا..... اللہ یجدک یتیمًا فاوی..... پیدا یتیم کیا ہے..... لیکن ساری کائنات کا والی بنا ہے۔ (سیرت خاتم النبیین ﷺ ص ۱۲۷)

شیمہ کی محبت، بچپن کے واقعات

میرے بھائیو! حلیمہ کی ایک بیٹی تھی جس کا نام ”شیمہ“ تھا۔ حدیث کی کتابوں میں آتا ہے..... یہ حضور ﷺ کی بہن بن گئی ”شیمہ“ کہتی ہے کہ میرا یہ بھائی ”محمد ﷺ“

بڑی برکتوں والا معلوم ہوتا ہے..... اس لئے کہ جب کبھی اس کو ہم باہر اپنی چار پائی پہ لٹاتے ہیں..... دھوپ کا وقت ہوتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی چار پائی پر دھوپ نہیں پڑتی ہے..... دھوپ ارد گرد پڑتی ہے۔ درمیان میں ایک بادل کا ٹکڑا اس ہمارے بھائی پہ سایہ کر رہا ہے..... سایہ کیوں نہ کرتا محمد مصطفیٰ ﷺ آخر الزماں پیغمبر ﷺ تھے..... اور کبھی ایسے ہوتا کہ جب آپ بچے تھے کپڑا ستر سے ادھر ادھر ہٹ جاتا تو فوراً کپڑا اوپر آ جاتا..... فرشتوں کی ایک جماعت کی ڈیوٹی تھی کہ جو دنیا کے سردار کا جسم ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔

میرے بھائیو! یہ ساری باتیں اسی عظمت میں آتی ہیں..... ڈیڑھ دو سال..... اڑھائی سال گزر گئے..... حضور ﷺ چلنے پھرنے لگے..... بھاگنے..... حضرت ”شیمہ“ حضور ﷺ کی انگلی پکڑ کر باہر لے جاتیں جہاں بکریاں چرتی ہیں..... تو حضور ﷺ کی عمر تین سال تھی..... بعض علماء کہتے ہیں چار سال تک حضور ﷺ بکریاں چرانے میں ساتھ رہے، چار سال یا تین سال کی عمر کیا ہوتی ہے..... تو حضرت ”شیمہ“ حضور ﷺ کو کندھے پر اٹھا کر لے جاتیں..... ہر وقت رسول اللہ کا چہرہ دیکھتی رہتیں، جو گزرنے والا گزرتا، وہ ٹھہر جاتا وہ حضرت شیمہ کو بعد میں دیکھتا کہ یہ بچی کیا کرتی ہے، پہلے نبی ﷺ کا چہرہ دیکھتا..... راہبوں نے دیکھا اور جناب بڑے بڑے احبار نے دیکھا کہ راستے میں کھڑے ہوئے لوگ بیٹھ جاتے، بکریاں چرانے والے بکریاں چراتے رہتے، لیکن مسافر آتے محمد مصطفیٰ ﷺ کا دیدار کرتے نبی ﷺ کا چہرہ دیکھتے میں ان لوگوں کی عظمت و تقدس پہ قربان جاؤں..... جنہوں نے تین سال کے محمد ﷺ کا چہرہ دیکھا..... السلام یجدک یتیمًا فاوی..... محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہم نے یتیم بنا کر ساری دنیا کا آسرا بنا دیا۔ ساری دنیا کا والی بنا دیا..... ساری کائنات کا محور بنا دیا.....

مسلمانو تین سال کی عمر کیا عمر ہوتی ہے؟..... شیمہ کہتی ہیں، میں نے اپنے اس بھائی محمد ﷺ جیسا کوئی برکت والا بھائی نہیں دیکھا۔ کئی بچے میری گود میں آئے، لیکن ایسا بچہ نہیں دیکھا کہ جس دن حضور ﷺ ہمارے گھر میں آئے..... وہ ہماری بکریاں، جن کے

تھنوں میں کبھی دودھ نہیں ہوتا تھا..... چارہ نہیں ملتا تھا..... دودھ نہیں ہوتا تھا..... لیکن جس دن محمد مصطفیٰ ﷺ آئے، ان بکریوں کے سوکھے تھنوں سے دودھ ختم نہیں ہوتا تھا۔ اور حلیمہ دوسرے گھروں سے برتن اٹھا کر ان برتنوں کو نیچے رکھتی..... سارے برتن بھر جاتے، بکریوں کا دودھ ختم نہ ہوتا اور محلے کی عورتیں کہتیں..... حلیمہ جہاں سے بکریاں تو نے چرائی ہیں وہیں سے ہم بھی بکریاں چرائیں گی۔ بتاؤ چارہ کونسا ہے..... حلیمہ کہتی بات چارے کی نہیں ہے بات اس محمد ﷺ کی ہے کہ جس کی نظر کرم کے صدقے سورج کی دھوپ، آسمان کا بادل اس محمد ﷺ پر نہیں پڑنے دیتا..... الم یجدک یتیمًا فاوی..... پیدا یتیم کیا ہے آسمان بھی نوکر بنا..... سورج بھی نوکر..... بکریوں کو بھی تیرے دروازے کا غلام بنا دیا۔

مسلمانو! اس کیفیت کو دیکھو..... حضور ﷺ کی ساری زندگی کھلی کتاب ہے نبی کریم ﷺ دنیا میں تشریف لائے..... اس وقت سے لے کر جب تک رسول ﷺ کی جان میں جان تھی آخری وقت تک..... ایک ایک واقعہ پیغمبر ﷺ کا کھلی کتاب کی طرح پوری دنیا کے سامنے موجود ہے۔ تین سال کی حالت میں کیا کیفیت تھی؟..... وہ بھی موجود ہے..... پانچ چھ سال گزر گئے..... نبی ﷺ کا بچپن دیکھو..... یہ بچپن بھی بڑا عجیب تھا۔

میرے بھائیو!

شیمہ کہتی ہے کہ ہم گھر جاتے..... ہم کھیلتے رہتے..... میں محمد ﷺ کو کھلاتی رہتی..... میں محمد ﷺ کو پانی دیتی یہ تو پتہ نہیں تھا کہ یہ دنیا کا سردار بنے گا..... لیکن علاقے کے لوگ اور بستی کے لوگ حیران تھے..... حلیمہ حیران تھی کہ ایسا بچہ تو کبھی ہمارے گھر نہیں آیا اور اس بچے کی برکت سے بکریوں کا دودھ بڑھ گیا..... تھنوں میں دودھ ختم نہیں ہوتا تھا..... چارے بڑھ گئے..... علاقے میں برکتیں بڑھ گئیں..... رحمتیں عام ہو گئیں۔

میرے بھائیو! ایسے تو کسی نے نہیں کہہ دیا کہ

قدم قدم پہ رحمتیں، نفس نفس پہ برکتیں
جہاں جہاں سے یہ شفیع عاصیاں گزر گیا
جہاں نظر نہیں پڑی، وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی، جہاں جہاں گزر گیا

..... الم یجدک یتیمًا فاوی

اے پیغمبر ﷺ! تجھے پیدا یتیم کیا تھا..... یتیم پیدا کر کے تجھے دنیا کا آسرا بنا دیا۔ ساری کائنات کا تجھے والی بنا دیا..... ساری دنیا کا محور بنا دیا..... حضور ﷺ کے بچپن کے جو واقعات ہیں..... اس میں سب سے زیادہ ذکر حضرت شیمہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔ حضرت شیمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی شان میں کچھ اشعار پڑھے تھے۔ جسے لوری سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس طرح ایک بہن اپنے چھوٹے بھائی کو گود میں لوری پڑھتی ہے، اس کی تعریفیں کرتی ہے، میرے بھائی تجھ پر میرا آسرا ہے میرے بھائی تجھ پر میری جان قربان ہے..... یہ عورتیں، بچیاں، بہنیں، اپنے بھائیوں کے لیے لوریاں پڑھتی ہیں..... تو جو لوری حضرت شیمہ رضی اللہ عنہا نے پڑھی ہے، اس کا ذکر بھی کتابوں میں موجود ہے..... میں اس لوری پہ قربان جاؤں کہ جو دنیا کے سب سے بڑے سردار کی شان میں، تین سال کی عمر میں جو رسول اللہ ﷺ کا قصیدہ پڑھا گیا..... جو نبی ﷺ کی شان پر ڈھکی گئی، اس لوری کے الفاظ بڑے عجیب تھے اس لوری کے الفاظ کیا تھے؟..... اس لوری میں حضور ﷺ کی شان کیا تھی؟ حضور ﷺ کا ذکر کیا تھا۔ اس لوری میں حضرت شیمہ نے کہا تھا۔

”اے میرے محمد ﷺ! اے میرے بھائی محمد ﷺ! میرا دل یہ چاہتا ہے کہ پوری دنیا میں تیرا جہ چاہو..... تیرا نام ہو..... تیری بات ہو..... تیری کہانی ہو..... تیرا ذکر ہو..... اور وہ اشعار کتابوں میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔

میرے بھائیو! ان الفاظ کو سن کر لوگوں کے دل دہل جاتے تھے شیمہ حضور ﷺ کی شان میں وہ قصیدہ پڑھتی رہتی تھیں۔ اور قصیدے کے الفاظ بڑی برکت والے الفاظ ہیں۔ اس لوری کے الفاظ تمام نے لکھے ہیں کہ ”اے محمد ﷺ! میرا جی چاہتا ہے کہ تیرا نام

ساری کائنات میں گونجے..... میرا جی چاہتا ہے کہ تیرا ذکر ہر جگہ ہو..... تیری ہی کہانی ہو..... ہر جگہ تیری ہی بات ہو..... یہ لوری پڑھتی تھیں..... اور اس لوری کو بڑے بڑے علماء نے برکت کے لیے لکھا ہے۔

یہاں پر ایک غلط فہمی ہے، اس کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے ہاں بعض لوگ کہتے ہیں جی یہ جو دیوبند والے ہیں ”حضور ﷺ کا میلاد نہیں مناتے۔ میلاد کا معنی ہے عربی زبان میں حضور ﷺ کی ولادت کا واقعہ بیان کرنا“ حضور ﷺ کی ولادت کا واقعہ بیان کرنے کا نام میلاد ہے، اور میں نے آپ کے سامنے حضور ﷺ کی ولادت کا واقعہ بیان کیا ہے تو اسی کا نام میلاد ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں جی نہیں! اکٹھے بیٹھ جائیں اشعار پڑھیں کچھ سویاں آجائیں، کچھ بوندیاں آجائیں، کچھ حلوے، پتاشے آجائیں..... تو اس کا نام میلاد ہے۔ یہ بات نہیں! اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کسی کتاب میں!

حضور ﷺ کی ولادت کا ذکر کرنا عبادت ہے اور حضور ﷺ کی ولادت کا ذکر ہو رہا ہے، جو لوری کے الفاظ حضرت شیمہ رضی اللہ عنہا نے کہے تھے.....

ربنا ابق لنا محمدا

اے اللہ! اس محمد ﷺ کو دنیا میں باقی رکھ، اس کے نام کو باقی رکھ، اس کے کردار کو باقی رکھ، اس کے ذکر کو باقی رکھ۔

ربنا ابق لنا محمدا

یہ بڑا خوبصورت عربی کا لفظ ہے کہ اے اللہ! اس محمد ﷺ کے نام کو باقی رکھ..... تو یہ ولادت پیغمبر ﷺ کا ذکر یہ عبادت ہے، یہ ثواب ہے اور صرف ولادت پر ہی اکتفا نہیں کرنے کا نام..... یہ اسلام نہیں ہے..... یہ مسئلہ بھی یہاں یاد رکھیں کہ حضور ﷺ پیدا ہوئے..... ہم خوشی کر رہے ہیں اور کہیں جی بس اسلام سا راحل ہو گیا۔ یہ بات نہیں ہے، حضور ﷺ کی ولادت پر خوشی تو عبدالمطلب نے بھی کی تھی..... اور عبدالمطلب تو فوت ہو گئے، ابوطالب نے بھی کی تھی، حضور ﷺ کی ولادت پر خوشی ابوہب نے بھی کی

تھی ابو لہب کے الفاظ ہیں۔

ان دین محمد خیر ادیان بریا

اے میرے بھتیجے تیرا دین ساری دنیا کے دینوں کا سردار ہے اور ابو طالب کی اشعار بھی تاریخ کی کتابوں میں ہیں جس میں ابو طالب نے کہا۔

اے میرے بھتیجے تیرا چہرہ اتنا حسین ہے کہ آسمانوں کی بارش تیرے چہرے کی وجہ سے ہوتی ہے کہ آسمانوں کا بادل برستا بھی تیرا واسطہ دینے سے ہے۔

یہ حضور ﷺ کی تعریف ابو طالب کر رہا ہے، لیکن اسی ابو طالب نے نبی ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھا اور وہ جنت کا حق دار نہیں ہوا..... سگا چچا ولادت پہ خوش ہے لیکن جنت نہیں ملتی کیا مطلب ہے؟ کہ ولادت پیغمبر ﷺ ماننے سے..... ورنہ خوشی تو ابو طالب نے بھی کی تھی، ابو لہب نے بھی کی تھی..... عتبہ اور شیبہ نے بھی کی ہے کہ بھتیجا پیدا ہو گیا..... عبداللہ کا گھر آباد ہو گیا..... سب نے خوشی کی اور علماء کہتے ہیں کہ ابو طالب نے سواونٹ قربان کیے تھے حضور ﷺ کی ولادت پہ سواونٹ قربان کرنے والا جنت میں نہیں جاسکا کیوں؟..... اس بھتیجے کے آنے کی خوشی ہے، اس بھتیجے کی بات ماننا فرض ہے آنے پہ تو خوشی ہر آدمی کو ہے کون کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آنے پہ خوشی نہیں، نبی کی بات ماننی ہے کہ جب حضور ﷺ نے پیغام دیا کہ میری بات مانو..... بات نہیں مانی ابو طالب نے کہا!

اخترت النار علی العار

”میں عار کے بجائے آگ پسند کرتا ہوں۔“

دنیا کہے گی کہ مرتے وقت بھتیجے کا کلمہ پڑھ لیا یہ میرے لیے عار ہے، میں یہ عار نہیں مانگتا، میں آگ کا سوال کر سکتا ہوں کہ آگ میں گر جاؤں لیکن اس عار کو میں برداشت نہیں کر سکتا، تو کیا اس کو جنت مل گئی؟

ولادت پیغمبر ﷺ پہ خوشی کرنا صرف اس کا نام جنت نہیں اور ولادت پہ ہی خوشی کرنا صرف اس کا نام دین نہیں، عیسائی بھی ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خوشی کرتے

ہیں، ہم ولادتِ مصطفیٰ ﷺ پر خوشی کریں، بس دین کس کا نام ہے؟ قرآن کہاں گیا؟.....

برائی نہ کرو
نافرمانی نہ کرو
ملاوٹ نہ کرو
ظلم نہ کرو
بدمعاشی نہ کرو
شرک نہ کرو
زنا نہ کرو

یہ تو نبی ﷺ کی سیرت ہے، سیرت کو چھوڑ کر ولادت کی بات کرو، ولادت کی بات سے تجھے نماز کا پتہ چلے گا؟ نبی ﷺ پیدا ہو گئے یہاں سے نماز کا کیسے پتہ چلا، روزے کا کیسے پتہ چلا؟ حج کا کیسے پتہ چلا؟ زکوٰۃ کا کیسے پتہ چلا؟ دین کا کیسے پتہ چلا؟ قرآن کا کیسے پتہ چلا؟

قرآن، دین شریعت، اسلام، ان ساری چیزوں کا پتہ نبی ﷺ کی سیرت سے چلتا ہے، سیرت کو اپنا نا ہی دین ہے..... سیرت کا ماننا ہی دین ہے، ولادت پر خوشی تو عیسائیوں نے بھی کی، ولادت پہ خوشی تو ابولہب نے بھی کی، ولادت پہ خوشی تو کافروں نے بھی کی، دنیا کا کوئی مسلمان ایسا نہیں جو نبی ﷺ کی ولادت پہ خوشی نہ کرتا ہو، لیکن ولادت پہ خوشی ہی کو اسلام سمجھنا..... یہ دین نہیں ہے، اصل بات پیغمبر ﷺ کی سیرت ہے، اصل بات نبی ﷺ کا دین ہے، عیسائی کرسمس مناتے ہیں، پوری دنیا میں کوئی نہیں ان سے پوچھتا کہ کبھی عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت پر کوئی جلسہ کیا ہو کسی عیسائی نے..... تو مجھے بتا دو کرسمس پہ عید مناؤ، بات ختم اس لیے کہ ان کی شراب بھی چل رہی ہے..... عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی خوشی سے وہ شراب بھی نہیں چھوڑتے..... وہ زنا بھی نہیں چھوڑتے..... وہ برائیاں بھی نہیں چھوڑتے..... کیوں؟ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی خوشی کو اپنا محور بنا لیا ہے

اسی طرح اگر مسلمان بھی صرف ولادت پیغمبر ﷺ کو اپنا محور بنائیں گے..... تو مجھے تم بتاؤ قرآن کہاں سے پاؤ گے؟ دین کہاں سے پاؤ گے؟ شریعت محمدیہ کس کا نام ہے؟ پوری کائنات میں جو اسلام کی حکومت قائم کرنی چاہیے وہ کہاں سے آئے گی؟ وہ تو پیغمبر ﷺ کی سیرت کا نام ہے نبی ﷺ کی تعلیمات کا نام ہے، تو مسلمانوں کو عیسائیوں کے طریقے پر نہیں چلنا چاہیے، بلکہ اسلام کے طریقے پر چلنا چاہیے، قرآن کیا کہتا ہے؟..... الحمد للہ یجدك یتیمًا فاوی.....

اے پیغمبر ﷺ ہم نے پیدا تجھے یتیم کیا تھا، یتیم پیدا کر کے تجھے پوری کائنات کا والی بنا دیا، حضور کے آنے پر خوشی نہ کرنا، یہ کفر ہے، کوئی آدمی کہے حضور ﷺ آئے نہیں، مجھے خوشی نہیں، یہ تو کفر ہے..... بھائی حضور ﷺ کے آنے کی خوشی یہ تو ہے جسے کہتے ہیں کہ ایک آدمی پیغمبر ﷺ کی بات مانتا ہے نبی ﷺ پہ جان دینا چاہتا ہے..... وہ نبی ﷺ کے آنے پہ خوشی کیوں نہیں کرے گا؟ یہ تو اس کے خون کے اندر شامل ہے..... اس کے تو ذکر کی ضرورت نہیں..... مثلاً ایک آدمی کہے کہ آج فلاں تاریخ ہے، آج سورج روشنی کر رہا ہے، کبھی کسی نے کہا ہے؟ آج مثال کے طور پر ۲۴ ستمبر ۱۹۹۳ء اور صبح نو بجے آپ کہو کہ آج ۲۴ ستمبر ۱۹۹۳ء ہے آج سورج روشنی کر رہا ہے..... یہ کہتے ہیں؟ نہیں کہتے کیوں؟ اس لیے کہ جب آج کے دن کا آپ نے لفظ بولا..... روشنی اس میں خود بخود آگئی روشنی اس میں خود بخود موجود ہے کہ جب دن چڑھا ہے تو روشنی تو ہوگی..... جب نبی ﷺ کے نام پر جان قربان کرنا مسلمان چاہتا ہو، تو اسی کے اندر نبی ﷺ کی ولادت کی خوشی شامل ہے کہ نبی ﷺ کے آنے کی خوشی ہے نبی ﷺ کے رہنے کی خوشی ہے، حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے کہ لوگو شرک چھوڑو، کہتا ہے کوئی بات نہیں، آپ ﷺ کے آنے کی خوشی بڑی ہے، ہم آپ ﷺ کے آنے پر بڑے خوش ہیں، جی آیاں نوں، اہلا و سہلا مرحبہ، بڑا مزا آیا آپ کے آنے سے، لیکن آپ ﷺ کی بات کوئی نہیں، تو یہ مذاق ہے۔

اصل بات پیغمبر ﷺ اسلام کا کہنا ماننا ہے، نبی ﷺ کی بات ماننا ہے، قرآن

نے کہا..... الم یجدک یتیمًا فاوی.....

اے پیغمبر ﷺ تجھے پیدا یتیم کیا تھا، یتیم پیدا کر کے تجھے پوری دنیا کا والی بنا دیا، یہی حضرت شیمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو لوریاں دیتی ہے، تین سال کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا، کسی کو پتہ ہی کوئی نہیں حضور ﷺ کہاں ہیں؟..... حلیمہ فوت ہو گئی، بڑا عرصہ گزر گیا۔ علماء کہتے ہیں کہ حضرت شیمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی زیارت بعد میں کی، لیکن جنگ حنین کا بڑا عجیب واقعہ موجود ہے کہ حضور ﷺ نے چھ ہزار آدمیوں کو گرفتار کیا جنگ حنین میں بارہ ہزار بکریاں غنیمت کے مال میں تھیں اور جب قید کر کے لوگوں کو لایا گیا ان کے ہاتھ رسیوں سے بندھے ہوئے تھے، حضور ﷺ ایک خیمے میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک بوڑھی عورت سامنے کھڑی ہے، وہ کہتی ہے کہ میں محمد ﷺ سے ملنا چاہتی ہوں، ہم نے کہا کہ آپ محمد مصطفیٰ ﷺ کی کیا لگتی ہیں؟ تو اس نے کہا کہ میں محمد ﷺ کی بہن ہوں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری تو بہن کوئی نہیں ہے، چلے اس کو میرے پاس بلائیں تو جب حضور ﷺ کے پاس اس عورت کو لایا گیا تو حضور ﷺ نے نبوت والی چادر زمین پہ بچھائی اور اس عورت کو بٹھا کر کہا بہن تو کون ہے؟ تیرا نام کیا ہے؟ تو جب حضور ﷺ نے اس سے یہ کہا تو وہ بہن پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور اس کی آنکھوں سے آنسو آ گئے اور فرمایا اے محمد ﷺ تو مجھے نہیں جانتا، میں وہی شیمہ رضی اللہ عنہا ہوں، وہی لڑکی ہوں جس نے آپ ﷺ کو ہاتھوں پہ اٹھایا تھا، اور میں نے یہ لوری پڑھی تھی۔

ربنا ابق لنا محمدا

اے اللہ اس محمد ﷺ کو دنیا میں باقی رکھ..... اس کا چرچا کر..... آج میں نے کیا دیکھا کہ چاروں طرف تیرے نام کا چرچا ہے، میں تیری بہن ہوں، تیرے دروازے پہ آئی ہوں، اس لیے آئی ہوں کہ یہ جو چھ ہزار قیدی ہیں ان قیدیوں میں میرا شوہر بھی قید ہے..... میں سوالی بن کر اور بھکاری بن کر تیرے در پر آئی ہوں اور کبھی کسی بہن نے کسی بھائی کے دروازے پر دامن پھیلا یا ہو وہ دامن خالی نہیں گیا..... اے

محمد ﷺ تو میرا بھائی ہے، میرا شوہر اور میرا سارا قبیلہ قید ہو کر تیرے در پہ ہے، میں اس کی رہائی کی سفارش کرنا چاہتی ہوں، جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت شیمہ رضی اللہ عنہا کا نام سنا نبی ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، سارا یتیمی کا منظر یاد آ گیا، جس کو قرآن نے کہا تھا..... الم یجدک یتیمًا فاوی..... اے پیغمبر ﷺ تو یتیم پیدا ہوا تھا، آج دنیا کا والی بنا دیا۔

اس وقت تو شیمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تیرے لیے لوری بولی جاتی تھی، آج سارے قیدی تیرے پاؤں کے نیچے تھے، ساری سلطنت تیرے پاؤں کے نیچے تھی، تو حضور ﷺ زار و قطار رونے لگے اور حضرت شیمہ رضی اللہ عنہا سے کہتے تھے بہن تو میرے پاس آ گئی ہے، تیری وجہ سے تیرے شوہر کو رہا کر دیا، تیرے شوہر کی وجہ سے چھ ہزار قیدیوں کو رہا کر دیا، چھ ہزار قیدیوں کی وجہ سے بارہ ہزار بکریوں کو رہا کر دیا، تاکہ دنیا کو پتہ چلے کوئی بہن جب بھائی کے دروازے پہنچ جاتی ہے اور وہ بھائی بھی رحمۃ للعالمین ہو تو اسے خالی نہیں لوٹا سکتا..... الم یجدک یتیمًا فاوی..... اے پیغمبر ﷺ تجھے یتیم پیدا کیا تھا، یتیم پیدا کر کے تجھے ساری دنیا کا والی بنا دیا۔ (اصابہ جلد ۴ ص ۳۴۴)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝



پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم

خطبہ:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا
(پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۶۴)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا
وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا
(پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۴۵، ۴۶)

ترجمہ۔ ”اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا ان
میں رسول انہی میں کا۔ اے نبی ہم نے تجھ کو بھیجا بتانے
والا، اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا۔“

خطبہ:

میرے واجب الاحترام سامعین!

پوری امت کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برتر، اعلیٰ ارفع کائنات میں نہ
کوئی شخص، نہ کوئی ہستی پیدا ہوئی ہے اور نہ کارخانہ قدرت نے ان سے بڑی ہستی کو پیدا
کیا ہے اور نہ قیامت کی صبح تک کوئی ایسی ہستی پیدا ہو سکتی ہے۔

انقلاب کا معنی اور مفہوم:

میرے بھائیو!

پیغمبر ﷺ انقلاب کا لغوی معنی کیا ہے؟ انقلاب عربی کا لفظ ہے۔ انقلاب کا معنی ہے ”تبدیلی“ تبدیلی کا پیغام دینے والا پیغمبر ﷺ۔ ایسا رسول جس کے آنے سے تبدیلی آئی۔ ایسا پیغمبر ﷺ جس کے آنے سے زاویے بدل گئے۔ تمدن بدل گئے۔ کلچر بدل گئے۔ تہذیبیں بدل گئیں۔ علم بدل گئے۔ سلطنتیں بدل گئیں۔ سوچیں بدل گئیں۔ انسانیت بدل گئی۔

پیغمبر ﷺ انقلاب کا مفہوم کیا ہے؟ کہ ایسا پیغمبر جس کے پیغام نے.....

انسانوں کو بدلا

حیوانوں کو بدلا

جمادات کو بدلا

زمانے کو بدلا

ملکوں کو بدلا

قوموں کو بدلا

بادشاہوں کو بدلا

غریبوں کو بدلا

فقیروں کو بدلا

امیروں کو بدلا

بیواؤں کو بدلا

یتیموں کو بدلا

تبدیلی والا نبی ﷺ، ایسا پیغمبر ﷺ جس نے تبدیل کیا انسانوں کو، اور جب وہ نہیں آیا انسان کیا تھا؟ جب وہ آیا تو کیسا تھا؟ جب وہ نہیں آیا تھا تو عورتیں کیسی تھیں؟

جب وہ آیا تو کیسی تھیں؟

جب وہ آیا تو معاشرہ کیسا تھا؟ جب وہ آیا تو کیا ہوا؟ جب وہ نہیں آیا تھا تو انسانوں کے حقوق کیسے تھے؟ جب وہ آیا تو اس نے کیسے ادا کیے؟

پیغمبر انقلاب کا معنی ہے کہ جو تبدیلی لایا ہے۔ تو نے آج دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے آنے سے تبدیلی آئی ہے کہ نہیں؟ اگر تبدیلی آئی ہے۔ تو ہمارا پیغمبر ﷺ کامیاب ہے اگر تبدیلی نہیں آئی ہے تو پھر بات کریں۔ تبدیلی آئی ہے اور کیا یہ تبدیلی کے بغیر ایسا ہوا ہے؟

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا
انقلاب ایسا آیا ہے کہ.....

انسان فرش سے سرائٹھا کر عرش پر پہنچا ہے۔
پتھروں سے سرائٹھا کر خدا کے دروازے پر پہنچا ہے۔
کفر چھوڑ کر توحید کے پرچم کے نیچے آیا ہے۔
اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آیا ہے۔
انسانیت کفر سے نکلی ہے۔ معصیت سے نکلی ہے۔ تکبر سے نکلی ہے۔ اور انسانیت
جہالت سے نکل کر قرآن کے چراغ کے نیچے آئی۔ انقلاب ہے، اگر بادشاہوں کے ارادے
بدل گئے اور ان کے ظلم مٹ گئے تو سمجھ لو انقلاب آیا ہے۔ یہ انقلاب کی بات ہے کہ.....
رنگ کے بغیر ذہن بدل گئے۔
علاقے کے بغیر ذہن بدل گئے۔
بولیوں کے بغیر ذہن بدل گئے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا وجود انقلاب کی دلیل

یہ انقلاب ہے کہ پتھروں کی مورت پر سجدہ کرنے والوں نے یہ بھی کہا، سیدنا

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو کہا:
اے حجر اسود! میں تجھے کبھی نہ چومتا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتا ہوا دیکھنا نہ ہوتا۔

یہ اس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا جو کچھ عرصہ پہلے بتوں کو سجدہ کرتا تھا، یہ انقلاب ہے۔
میرے بھائیو! صحابہ رضی اللہ عنہم کا وجود یہ انقلاب کی دلیل ہے۔ اگر انقلاب نہ ہوتا تو.....
سارے ابو جہل ہوتے۔

سارے عتبہ اور شیبہ ہوتے۔

سارے ہی اخنس بن شریک ہوتے۔

سارے ہی لات و ہبل کے ماننے والے ہوتے۔

ان میں ایک لاکھ چوالیس ہزار انسان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، یہی اس بات کی دلیل ہے کہ انقلاب آیا ہے۔ اور یہ انقلاب لایا کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انقلاب لائے ہیں۔

میرے بھائیو! پوری کائنات میں اتنا بڑا انقلاب، اتنا عظیم انقلاب، اتنی بلندیوں والا انقلاب، چشم فلک نے نہیں دیکھا جیسا انقلاب میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے برپا کیا ہے۔

شیعوں اور مسلمانوں کا اختلافی نقطہ نظر:

رافضی کہتے ہیں کہ انقلاب نہیں آیا، یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جن لوگوں نے کلمہ پڑھا اوپر اوپر سے پڑھا اور اندر سے نہیں پڑھا۔ ایمان دل میں نہیں آیا سارے صحابہ نعوذ باللہ مرتد تھے ”ارتد الناس بعد النبی الاثلث“ تین آدمیوں کے سوا باقی سارے کافر ہو گئے۔

تو یہ کہنا کہ کوئی آدمی دل سے مسلمان نہیں تھا، یہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ انقلاب نہیں آیا۔

لیکن ہمارا نقطہ نظر سنیں انقلاب آیا ہے۔ تبدیلی آئی ہے۔
ہٹلر کا انقلاب آیا۔ ہٹلر نے ساڑھے نو لاکھ انسان قتل کرائے۔
نپولین کا انقلاب آیا، اس نے ساڑھے تین لاکھ انسان قتل کرائے۔
اور رسول اللہ ﷺ کا انقلاب آیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ۲۳ سالہ دور نبوت میں
کل ۲۵۶ مسلمان شہید ہوئے اور مکہ کی بستی بھی نبی ﷺ کے ساتھ نہیں تھی۔
لیکن جب انقلاب آیا تو پوری دنیا نبی ﷺ کے ساتھ مل گئی۔ انقلاب آیا ہے،
یہ انقلاب کی بات ہے۔

کہ ایک لاکھ چوالیس ہزار انسان.....

لات و ہبل کو پوجنے والے۔

بتوں کو پوجنے والے۔

مورتیوں کو سجدہ کرنے والے۔

قیصر و کسریٰ کو ماننے والے۔

سورج کو پوجنے والے۔

ستاروں کو پوجنے والے۔

میرے پیغمبر ﷺ کے آستانہ عظمت پر جھک جاتے ہیں اور یہ انقلاب کی دلیل

ہے۔

شیعہ کہتا ہے انقلاب نہیں آیا۔ یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ایمان نہیں آیا۔
عرب میں پیغمبر ﷺ نے تبلیغ کی، ایمان نہیں آیا۔ مدینہ میں تبلیغ کی، سچے دل سے ایمان
نہیں آیا۔ جن لوگوں کے دلوں میں کفر تھا کفر ہی رہا۔ دجل تھا دجل ہی رہا۔ فریب تھا
فریب ہی رہا۔

لیکن قرآن کہتا ہے۔ حدیث کہتی ہے۔ تاریخ کہتی ہے۔ واقعات کہتے ہیں
کہ ساری کائنات میرے پیغمبر ﷺ کے آستانہ عالیہ پر آکر تبدیل ہو گئی۔ کفر اسلام بن
گیا۔ عزت و حمیت عظمت کہلائی۔ اور سارا حسن صحابہ رضی اللہ عنہم کے قدموں میں آیا۔

پوری انسانیت صحابہ رضی اللہ عنہم کے قدموں پر جھک گئی۔
 انقلاب آیا ہے۔ مجھے آپ فیصلہ کر کے بتائیں کہ کیا انقلاب نہیں آیا ہے۔ کیا
 اس کو انقلاب نہیں کہتے کہ مکہ مکرمہ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔ تو ایک آدمی
 بھی کلمہ پڑھنے والا نہیں تھا۔ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو
 گالیاں دی جاتی ہیں۔ لیکن وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو فاران کی چوٹی پر اعلان تو حید کرتا تھا۔ جب
 ۲۳ سال کے بعد اس کا جنازہ اٹھا تو ایک لاکھ چوالیس ہزار انسان دھاڑیں مار کر رو
 رہے تھے۔ انقلاب آیا ہے۔

ایک آدمی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھا۔ مکہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں،
 مدینہ بھی نبی کے ساتھ نہیں اور جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے ۹ لاکھ مربع میل پر
 اسلام کا پرچم لہرایا جا چکا ہے۔ شروع میں ایک انچ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں۔
 مکہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دھکے دے کر نکالا گیا۔

گلیوں سے نکالا گیا۔

بازاروں سے نکالا گیا۔

راستوں میں کانٹے بچھائے گئے۔

مکہ بھی ساتھ نہیں۔

مدینہ بھی ساتھ نہیں۔

میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال مدینہ میں محنت کی ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کوشش
 کی ہے۔ تبلیغ کی ہے۔ دس سال کے بعد ۹ لاکھ مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرایا گیا۔
 انقلاب آیا ہے۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا انقلاب:

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دور آیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو سال تین ماہ دس دن
 میں ساڑھے گیارہ لاکھ مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرایا۔ آپ کا پاکستان صرف پونے تین

لاکھ مربع میل پر قائم ہے۔ لیکن صدیق اکبرؑ نے صرف سوا دو سال تک گیارہ لاکھ مربع میل سے بھی زیادہ خطے پر اسلام کا پرچم لہرایا، چند سال پہلے صحابہؓ کو کلیوں میں کوئی چلنے نہیں دیتا تھا۔ انہوں نے گیارہ لاکھ مربع میل پر میرے محمدؐ کی نبوت کا پرچم لہرا کر دنیا کو بتایا کہ انقلاب آیا ہے۔

میرے بھائیو!

اس پر غور کریں چند سال پہلے کوئی شخص بھی میرے نبیؐ کے ساتھ نہیں تھا۔ لیکن جب پیغمبرؐ کا آخری وقت آیا ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہؓ نبیؐ پر ایمان لا چکے تھے۔ دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں اسلام پہنچ چکا تھا۔ قرآن پاک ستر جزیروں میں پہنچ چکا تھا۔

اس کے بعد سیدنا فاروق اعظمؓ کا زمانہ آیا، ساڑھے دس سال تک ساڑھے ۲۲ لاکھ مربع میل پر انہوں نے اسلام کا پرچم لہرایا۔

سیدنا عثمان غنیؓ کا زمانہ آیا تو ۱۲ سال تک ۴۴ لاکھ مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرایا۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ کا زمانہ آیا تو ساڑھے پانچ سال تک ۲۲ لاکھ مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرایا۔

حضرت حسنؓ کا زمانہ آیا تو ساڑھے چھ مہینے تک ۲۲ لاکھ مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرایا۔

امیر معاویہؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے تنہا ۱۹ سال تک ۶۴ لاکھ ۶۵ ہزار مربع میل پر اسلام کا پرچم لہرا کر دنیا کو بتا دیا کہ:

قیصر کے ٹکڑے ہو گئے

کسریٰ کے ٹکڑے ہو گئے

ہرقل کے ٹکڑے ہو گئے

یزدجر کے ٹکڑے ہو گئے

رستم کے ٹکڑے ہو گئے

آتش پرست بھاگ گئے

کفر بھاگ گیا

یہودیت دم توڑ گئی

عیسائیت میدان چھوڑ گئی

مدینہ سے مراکش تک، مکہ سے یرتغال تک، عرب سے حجاز یمن تک، حجاز یمن

سے ہندوستان تک، چین تک، روس تک، افریقہ تک!

ہر خطہ میں اسلام کا پرچم صحابہ رضی اللہ عنہم نے لہرا کر دنیا کو بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انقلاب

آیا ہے اور اگر ہم کہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مسلمان نہیں تھے۔ (نعوذ باللہ) تو انقلاب آسکتا

ہے؟ (نہیں) اگر کوئی کہے کہ ۲۳ سال تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھنے والا منافق

رہا۔ تو انقلاب آیا کہاں تھا؟

افریقہ کے جزیروں میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے دین پہنچایا۔

دکھتے ہوئے انگاروں میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے دین پہنچایا۔

اُبلتی ہوئی دیگوں میں گر کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے دین پہنچایا۔

چمکتی ہوئی تلواروں کے نیچے صحابہ رضی اللہ عنہم نے دین پہنچایا۔

اور دنیا کو بتایا کہ انقلاب آیا ہے۔

یہ قرآن آج جو میرے پاس پہنچا ہے۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کی دلیل ہے۔ یہ

حدیث جو آج ہم تک آتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کی دلیل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبریں:

یہ جو ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں یہ ایمان کی دلیل ہیں کہ مدینہ

میں صرف دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبریں ہیں اور باقی صحابی کہاں تھے؟ صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم تو ایک لاکھ چوالیس ہزار ہیں۔ مکہ و مدینہ میں صرف ۱۰ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

قبریں ہیں۔ باقی ایک لاکھ چونتیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہاں ہیں؟

کوئی چین میں جاسویا
 کوئی افغانستان میں جاسویا
 کوئی مصر میں جاسویا
 کوئی افریقہ میں جاسویا
 کوئی روس کی بستیوں میں جاسویا
 کوئی سندھ کے علاقے میں جاسویا
 کوئی روس کی بستیوں میں جاسویا
 کوئی سندھ کے علاقے میں جاسویا
 کوئی مکران کے ساحل پر جاسویا.....

پیغام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

میرے بھائیو!

یہ جو پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم کا عنوان ہے، یہ عنوان بھی نرالا ہے۔ اس عنوان میں دعوت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ ہے۔ انقلاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پوشیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انقلاب آیا ہے۔ انقلاب تو کئی قسم کے ہوتے ہیں۔

ایک انقلاب ہے کہ سلطنتوں کو زیر و زبر کر دیا جائے۔

ایک انقلاب ہے کہ علاقے ختم کر دیئے جائیں۔

ایک انقلاب ہے کہ عمارات مسمار کر دی جائیں۔

اور ایک انقلاب یہ ہے کہ انسانوں کے ذہن تبدیل کر دیئے جائیں۔

میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذہنوں میں انقلاب پیدا کیا ہے۔ یہ انقلاب نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر پتھر مارنے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھانے والے بالآخر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں پہنچے۔ تو مجھے بتاؤ کہ مکہ میں تو ایک آدمی ساتھ نہیں تھا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام پیش کی۔ قوم نے پہاڑ سے پتھر اٹھائے اور

میرے رسول ﷺ کے چہرے مبارک پر مارے لیکن جب وہ مدینہ میں پہنچے تو بدر کی جنگ ہوئی تو ۳۱۳ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔

پہلے تو کوئی نہیں تھا۔ یہ ۳۱۳ کون تھے، ان میں سے ۱۴ نبی ﷺ کے قدموں پر شہید ہو گئے۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔

اور جنگ احد ہوئی، ۷۵۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے ساتھ گئے تھے۔ ستر شہید ہو گئے۔

خندق کی لڑائی ہوئی۔ ۳۶۵۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساتھ تھے، ان میں سے ۱۷ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔ باقی پیغمبر ﷺ کے ساتھ مل کر لڑتے رہے۔

تبوک کی جنگ ہوئی تیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔ ان میں قریباً ۲۲ صحابی شہید ہو گئے، باقی سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لڑتے رہے۔

حنین کا معرکہ ہوا بارہ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک تھے۔ ان میں ۱۹ صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔

خیبر کا معرکہ تھا۔ خیبر کے معرکے میں ۱۹ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کا لشکر تھا۔ ان میں سے ۱۸ آدمی شہید ہو گئے۔ باقی سارے لڑتے رہے۔

مجھے یہ تو بتاؤ کہ مکہ میں تو ایک آدمی ساتھ نہیں تھا۔ جب اعلان تو حید کیا تھا ۳۶۰ بت کعبہ میں رکھے ہوئے تھے، ان کو خدا مانا جاتا تھا، ان کو پروردگار کہا جاتا تھا۔

لیکن یہ ۳۱۳ کہاں سے آئے؟

یہ ۷۵۰ کہاں سے آئے؟

یہ بدر کی جنگ کے شرکاء کہاں سے آئے؟

احد کے پہاڑ پر نبی ﷺ کے ساتھ لڑنے والے کہاں سے آئے؟

تبوک میں تیس ہزار کہاں سے آئے؟

حنین میں بارہ ہزار کہاں سے آئے؟

خیبر میں ۱۹ ہزار کہاں سے آئے؟

خندق میں ۳ ہزار کہاں سے آئے؟

مجھے بتاؤ تو سہی؟

پہری کا نجات سے یہ لوگ چل کر جب پیغمبر ﷺ کے قدموں پر آ کر ذبح ہو گئے۔ نبی ﷺ کے قدموں پر آ کر قربان ہو گئے۔ یہ لوگ کہاں سے آئے؟ ان کو کون لایا تھا؟ کون سا انقلاب تھا؟ کون اس ذبح تھا؟ جس نے ان کو رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا تھا؟

کہ چند سال پہلے تو دشمن تھے۔ آج نبی ﷺ کے حلیف بن گئے۔ چند سال پہلے پیغمبر ﷺ کے حریف تھے۔ آج پیغمبر ﷺ پر جان دینے والے بن گئے۔ کیوں؟ یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ اس لیے کہ وہ محمد مصطفیٰ ﷺ جو دنیا کا سب سے بڑا پیغمبر تھا۔ اس کا انقلاب بھی سب سے بڑا انقلاب تھا۔

کوڑا ڈالنے والی عورت کی عیادت:

حضور ﷺ کے بارے میں آپ نے سنا کہ ایک عورت روزانہ حضور ﷺ کے چہرہ اقدس پر کوڑے کے ڈھیر ڈالتی تھی۔ چھ مہینے تک گھر کا کوڑا نبی ﷺ کے چہرے پر ڈالتی رہی۔

چھ مہینے کے بعد حضور ﷺ کا گزر ہوا۔ تو ایک دن وہ عورت نہ آئی۔ کوڑا نہ ڈالا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ عورت کہاں ہے؟ تو محلے والوں نے کہا کہ وہ بیمار ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کے گھر چلے گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ بیٹا باہر نکلا کیسے آئے ہو؟ کون ہو؟

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں محمد ﷺ ہوں۔ سنا ہے کہ تیری ماں بیمار ہے، عیادت کرنے آیا ہوں۔ وہ لڑکا رو پڑا۔ کہنے لگا کہ میری اماں تو روز کوڑا ڈالتی تھی اور آپ عیادت کرنے آئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو تیری اماں کا کام تھا، وہ اس نے کیا۔ جو میرا کام ہے، وہ میں نے کیا ہے۔ انقلاب آیا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا دشمن، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں:

اب دیکھئے! یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا معاملہ تھا۔ تو وہ رحمۃ للعالمین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کوڑا ڈالنے والی عورت کی عیادت کرنے گئے۔ لیکن اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو جب ایک جنازے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ جنازہ آگے رکھا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر کوڑا ڈالنے والی عورت کی عیادت کرنے تو گئے لیکن جب اپنے خلیفہ ثالث عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض رکھنے والے کی باری آئی۔ تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پڑھانے سے پیچھے ہٹ گئے۔ اپنی ذات کا معاملہ آیا تو اس چھ ماہ تک کوڑا پھینکنے والی عورت کو معاف کر دیا۔ لیکن جب عثمان رضی اللہ عنہ کے دشمن کی بات آئی تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ بھی نہیں پڑھایا۔ معلوم یہ ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی گستاخی پر اسلام میں معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(کنز العمال ج ۵ ص ۳۰)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز:

میرے بھائیو!

تبدیلی آئی ہے۔ میں نے برطانیہ میں چیلنج کیا تھا۔ عیسائیوں کو کہا تھا کہ آؤ عیسائیو! تم اپنی بائبل اور انجیل کو لیکر آؤ، دیکھو برطانیہ کے چالیس بڑے شہر ہیں۔ چالیس بڑے شہروں میں ہر شہر کی بائبل لاؤ۔ اگر ایک بائبل دوسرے سے ملے تم سچے ہو، تمہارا پیغام سچا ہے اور اگر نہ ملے تو تم ہماری بات مان لو، انہوں نے کہا کہ کیسے مانیں؟

میں نے کہا کہ دیکھو جو پیغام میرا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم لایا ہے، اس پیغام کو دیکھو کہ یہاں برطانیہ کے چالیس بڑے شہر ہیں۔ ان شہروں کو چھوڑ کر پوری دنیا کے ۱۸۰ ملک ہیں۔ ۱۸۰ ملکوں میں ہر ملک سے قرآن پاک کی ایک کتاب لاؤ اور ۱۸۰ ملکوں سے ایک جگہ قرآن جمع کرو اور امریکہ کا چھپا ہوا قرآن علیحدہ۔ پاکستان کا علیحدہ۔ ہندوستان کا علیحدہ۔ چین کا علیحدہ۔ روس کا علیحدہ۔

اور ”الحمد“ سے ”والسلاس“ تک ایک لفظ میں بھی تبدیلی ہو تو سمجھو کہ

انقلاب نہیں آیا اور اگر سمجھو کہ تیری کتاب بائبل ہر شہر میں علیحدہ چھپی اور میرے محمدؐ کی کتاب قرآن پوری دنیا میں ایک ہے تو سمجھو کہ جو انقلاب مدینہ سے چلا تھا، وہ ۱۸۰۰ ملکوں میں پہنچ چکا ہے۔ انقلاب آیا ہے۔

قرآن کا اعجاز:

میں نے گلاسگو میں ایک عیسائی رہنما کو چیلنج کیا کہ چلو آپ کتابوں کو بھی چھوڑ دو۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ یو کے۔ اور یو این او میں، میں اور آپ چلتے ہیں اور درخواست دیتے ہیں کہ ہم نے ایک فیصلہ کرنا ہے اور اس فیصلے کے لیے آپ ہمیں موقع دیں۔

اس نے کہا کہ کیا فیصلہ اقوام متحدہ کرے گی، میں نے کہا کہ چلیں آپ ایک بات کریں کہ قرآن پاک کو چھوڑیں، آپ حافظوں کو لائیں۔ دیکھئے میں مانتا ہوں کہ تم چاند پر پہنچے۔ میں مانتا ہوں کہ تم نے زمینوں کو مسخر کیا۔ میں مانتا ہوں کہ تم نے کارخانے اور وائرلیس سیٹ بنائے۔ لیکن پوری دنیا عیسائیت مل کر ایک انجیل کا حافظ نہیں بنا سکی۔ لیکن آؤ میرے پاس، میں تمہیں بتاتا ہوں کہ انقلاب کسے کہتے ہیں؟ تم کہتے ہو کہ انقلاب نہیں آیا ہے۔

یہ انقلاب ہے کہ آج ۱۸۰۰ دنیا کے ملک ہیں۔ ۱۸۰۰ ملکوں سے قرآن نہ لاؤ، بلکہ بچے لاؤ اور کسی بچے کی عمر ۱۰ سال سے زیادہ نہ ہو اور وہ بچہ حافظ قرآن ہو، دنیا کے ملک اس کا اہتمام کریں۔ میں چیلنج کرتا ہوں ۱۸۰۰ بچوں کو قطار میں کھڑا کر دیں اور ہر ہر بچہ دوسرے کی شکل سے نہیں ملتا، ہر بچے کی زبان دوسرے کی زبان سے نہیں ملتی، ہر بچے کی زبان علیحدہ۔ علاقہ علیحدہ۔ تمدن علیحدہ۔ بستر علیحدہ۔ کھانا علیحدہ۔ خوراک علیحدہ۔ بنگالی بچہ اور کھائیگا۔ پاکستانی بچہ اور کھائے گا۔ امریکن بچہ اور کھائے گا۔ شکل علیحدہ۔ رنگ علیحدہ۔ قد علیحدہ۔ لباس علیحدہ۔ سب کچھ ہی علیحدہ ہے۔

لیکن بتا کہ قرآن پڑھو تو ”الحمد“ سے ”والناس“ تک ہر بچہ قرآن پڑھے،

ایک لفظ میں بھی تبدیلی ہو تو تیری بات مان لوں گا۔ اور اگر تبدیلی نہیں آئی ہے تو تُو قبول کرے گا کہ انقلاب آیا ہے۔

پیغمبر انقلاب ﷺ نے عورت کو عزت دی:

میرے بھائیو!

اس معاشرے میں جب عورت جنس بازاری بن کر رہ گئی تھی۔ عورتوں کی عزتوں کے سودے ہوں۔ بیوہ عورتوں کو کوئی آدمی گھر میں نہیں رکھتا تھا۔ ایسے وقت میں دنیا کے سب سے بڑے سردار نے گیارہ میں سے دس بیوہ عورتوں کے ساتھ شادی کی اور بیوہ عورتوں سے شادی کر کے اس کو اعلیٰ مقام بخشا، کتنا مقام بخشا؟ کہ صرف شادی کر کے مقام نہیں بلکہ اس عورت کو صرف بیوی نہیں بنایا، بلکہ اس عورت کو، جس کو معاشرے نے ٹھوکر سے اڑا دیا تھا، اس عورت کو محمد ﷺ نے اپنے نکاح میں لیکر پوری امت کی ماں بنا دیا۔ تبدیلی آئی ہے۔

میری ماں اور بہن! تیری آبرو کو تو میرے محمد ﷺ نے بچایا ہے۔ تیری آبرو پر تو میرے محمد ﷺ نے چوکیداری کی ہے کہ یہ عورت عزت کا مقام ہے۔ لیکن قوم اور معاشرے نے.....

تجھے بازاروں میں لے گیا

تیرے جسم کو لے گیا

تیرے نام کو لے گیا

تیرے فوٹو کو لے گیا

تیری آنکھوں کو لے گیا

تیرے رنگ کو لے گیا

..... اور پورٹریٹ بنا کر تیرے جسم کو لے گیا.....

وہ معاشرہ تیری آزادی کا ضامن ہے اور جس محمد ﷺ نے تجھے ماں قرار دیکر

تیرے قدموں میں ساری دنیا کو بٹھایا۔ تو تو نہیں مانتی کہ تبدیلی آئی، اس محمد مصطفیٰ ﷺ نے تبدیلی پیدا کی ہے۔ تبدیلی آئی ہے۔

اور ہمارا حال تو یہ ہے کہ اکبر کی زبان میں:

کل جو نظر آئیں بازار میں چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو اُن سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا؟
کہنے لگیں کہ عقل پر مردوں کی پڑ گیا

یہ ہمارا معاشرہ ہے۔ یہ ہمارا ماحول ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تبدیلی پیدا کی ہے۔ اس کو فانی بدایونی نے یوں بیان کیا ہے کہ:

بدلا ہو اتھا رنگ گلوں کا تیرے بغیر
اک خاک سی اڑی ہوئی سارے چمن میں تھی

ایک ہندو شاعر کا سلام عقیدت:

حضور مصطفیٰ ﷺ کے آنے سے پہلے دنیا کی کیا حالت تھی جگن ناتھ آزاد ایک ہندو شاعر سے پوچھو، وہ حضور مصطفیٰ ﷺ کے آنے سے پہلے کا نقشہ یوں کھینچتا ہے، وہ کہتا ہے کہ:

وہی یو نان کہلاتا تھا جو تہذیب کی دنیا
وہی روئے زمیں پر آج تھا تخریب کی دنیا
یہ تحقیق و تجسس کا جہاں تھا آج دیرانہ
فلاطوں کی خرد سقراط کی دانش تھی افسانہ
غرض دنیا میں چاروں سمت اندھیرا ہی اندھیرا تھا
نشان نور گم تھا اور ظلمت کا بسیرا تھا
کہ دنیا کے افق پر دفعۃً سیلاب نور آیا

جہان کفر و باطل میں صداقت کا ظہور آیا
حقیقت کی خبر دینے بشیر آیا نذیر آیا
شہنشاہی نے جس کے پاؤں چومے وہ فقیر آیا
مبارک ہو زمانے کو کہ ختم المرسلین آیا
سحاب رحم بن کر رحمۃ للعالمین آیا

نبی ﷺ کے آنے سے پہلے کیا حالت تھی اور آنے کے بعد کیا ہوئی؟ کیا تبدیلی
آئی؟ یہی معنی ہے پیغمبر انقلاب ﷺ کا کہ نبی ﷺ کے آنے سے پہلے کیا حالت تھی اور
بعد میں کیا ہوئی؟ تین تین سو برس پانی پر لڑنے والے کہ فصل کو پانی لگانا ہے، اس پر تین
تین سو سال میں لڑنے والوں میں جب تبدیلی آئی تو قرآن نے کہا:

رحماء بینہم
یہ تبدیلی ہے۔ یہ انقلاب ہے، جو محمد رسول اللہ ﷺ نے برپا کیا۔

ایثار و قربانی کی دخشندہ مثالیں:

اور پھر اتنا اونچا اور اتنا عظیم انقلاب آیا کہ چشم فلک نے دیکھا کہ ایک آدمی
ٹڑپ رہا ہے اور پانی کا مشکیزہ لیکر ایک آدمی پاس سے گزرا تو اس نے کہا کہ مجھے پانی
دو۔ وہ اس کے پاس گیا تو دوسرے نے کہا کہ اس کو پلا کر مجھے دو۔ اس کے پاس گیا تو
اس نے کہا کہ اس دوسرے بھائی کو دو۔ دوسرے کے پاس گیا تو تیسرے نے کہا کہ اس
کے بعد مجھے دو، دوسرے نے کہا کہ پہلے اسے دو، تیسرے کے پاس گیا تو وہ شہید ہو چکا
تھا۔ دوسرے کے پاس آیا تو وہ بھی شہید ہو چکا تھا۔ پہلے کے پاس آیا تو وہ بھی شہید ہو چکا
تھا۔ اور ایک آدمی بھی پانی نہ پی سکا۔ اسے کہتے ہیں پیغمبر انقلاب۔

ایک ایک بات پر تین تین سو برس لڑنے والے۔ جب انقلاب کی بات آئی تو
ٹڑپ ٹڑپ کر شہید ہو گئے۔ پیالہ سے ایک قطرہ بھی پانی منہ میں نہ ڈالا کہ میری بجائے
اسے دے دو۔ اس کا نام ہے پیغمبر انقلاب ﷺ، اس ایثار کی مثال مشکل ہے۔

گھر میں ایک روٹی ہے۔ ایک صحابی نماز عشاء کے وقت ایک مہمان لیکر آتا ہے۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ ہمارا رواج ہے کہ جب مہمان کھانے کے لیے بیٹھے تو ساتھ میزبان بھی بیٹھتا ہے، روٹی ایک ہے۔ میں روٹی کے لیے ہاتھ اٹھاؤں تو تم چراغ بجھا دینا تا کہ مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور میں بے شک بھوکا رہ جاؤں، اسے کہتے ہیں پیغمبر انقلاب ﷺ۔

ابو جہل مردود..... حبشی رضی اللہ عنہ مقبول:

میرے بھائیو!

اتنی تبدیلی آئی، لیکن سکے چچا میں تبدیلی نہ آئی۔

حبشہ کے بلال رضی اللہ عنہ میں تبدیلی آگئی۔

قرآن نے کہا:

تبت یدا ابی لہب و تب

”ابولہب تو تباہ و برباد ہو جائے۔“

لیکن حبشہ کے بلال رضی اللہ عنہ میں تبدیلی آئی تو ٹہلتا مکہ کی گلیوں میں ہے اور چلنے کی

آواز جنت میں ہے۔ انقلاب آیا، یہ تبدیلی ہے۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۴)

علماء نے لکھا ہے کہ جب پیغمبر ﷺ نے فاران کی چوٹی پر اعلان نبوت کیا ایک

شخص بھی ساتھ نہیں تھا اور جب جنازہ اٹھا تو ایک لاکھ چوالیس ہزار انسان دھاڑیں مار

مار کر رو رہے تھے یہ تبدیلی ہے۔ کہو یہ کیا ہے؟ (تبدیلی)

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کی چھت پر:

میرے دوستو!

مکہ کی گلیوں میں پیغمبر ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔ نبی ﷺ کے

گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹا گیا۔ لیکن وہی مکہ جب فتح ہوا تو محمد مصطفیٰ ﷺ نے حبشہ کے

بلال رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آج تو خانہ کعبہ کی چھپ پر چڑھ جا۔ جب وہ جوتا اتارنے لگا تو فرمایا

جوتے سمیت چھت پر چڑھ جاؤ کہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ جو محمد ﷺ کا کلمہ پڑھ لے، اس کی حرمت خانہ کعبہ سے بھی زیادہ ہے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۳۳۶، البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۳۰۳)

میرے بھائیو! اسے کہتے ہیں پیغمبر انقلاب ﷺ، یہ تبدیلی ہے۔ معاشرہ بدل گیا۔ کلچر بدل گیا۔ روایتیں بدل گئیں۔ تہذیب بدل گئی۔

زندہ بچیاں قبروں میں:

جہاں بچیوں کو زندہ دفن کیا جاتا ہے۔ بچی زندہ دفن ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسے معاشرے میں جب قیصر و کسریٰ نے عورت کو شوکیسوں میں لا کر کھڑا کر دیا اور لڑکیوں کو بازاری جنس بنا دیا گیا۔ عورتوں کو منڈیوں میں لا کھڑا کیا گیا۔ ان کی عزتوں کے سودے کے گئے۔

ایسے معاشرے میں میرے محمد ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص کسی لڑکی کی طرف بری نگاہ سے دیکھے گا، اس کی آنکھوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔ وہ معاشرہ جہاں عورت کی منڈی لگتی ہے۔ عورت کی عزت نیلام کی جاتی ہے۔ عورت بے حیاء بن کر بے آبرو ہو کر سڑکوں پر آتی ہے!

اور ایسا وقت بھی آیا جب فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا علی رضی اللہ عنہ! میرا جنازہ رات کو اٹھانا۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرے جنازہ میں مختلف جگہوں سے اور دیہات کے لوگ آئیں گے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرا چہرہ یا مصطفیٰ ﷺ نے دیکھا ہے یا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دیکھا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ جب میں مرجاؤں تو میرا کفن بھی کوئی غیر محرم نہ دیکھے۔ (سیرت فاطمہ رضی اللہ عنہا از طالب الہاشمی ص ۱۳۱)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر سے پردہ:

یہ معاشرہ تھا۔ جو تبدیل ہوا۔ بازار عورتوں کے لگتے، لیکن عائشہؓ نے کہا کہ جس حجرے میں اب عمر رضی اللہ عنہ کی قبر ہے، میں بے پردہ داخل نہیں ہو سکتی۔ (ابن سعد ج ۳ ص ۳۶۲) وہ معاشرہ جس میں عورت کی منڈی اور بازار لگتا تھا، جب تبدیلی آئی اور شرم

وحیاء آیا تو فرشتوں نے رشک کیا۔

یہ تبدیلی ہے۔ یہ انقلاب ہے۔ اس انقلاب کو چشم فلک نے دیکھا ہے۔ اس انقلاب کو قیصر و کسریٰ نے دیکھا ہے۔ انقلاب ہٹلر نے بھی برپا کیا، ساڑھے نو لاکھ انسان قتل کرائے۔ انقلاب مسولینی کا بھی آیا، ساڑھے سات لاکھ انسان قتل کرائے۔ انقلاب ابراہیم لنکن کا بھی آیا، چار لاکھ آدمی امریکہ میں قتل کرائے۔ انقلاب لینن اور مارکس کا بھی آیا کہ ستر لاکھ انسانوں کو ملک سے نکال دیا گیا۔ لیکن ایک انقلاب مکہ میں آیا۔ مدینہ میں آیا، جس کو شاعر نے کہا ہے:

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

صحابیہ رضی اللہ عنہا کی قوت ایمانی:

تاجدار رسالت ﷺ نے ایک شخص سے پوچھا کہ نماز عصر کے بعد تو دعا کیے بغیر کیوں چلا جاتا ہے؟ وہ خاموش رہا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہو کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آج میرا راز فاش ہو جائے گا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تو دعا کیے بغیر کیوں چلا جاتا ہے؟ اس نے کہا میرے گھر میں کوئی کپڑا نہیں ہے۔ جن کپڑوں سے میں نماز پڑھتا ہوں۔ انہیں کپڑوں میں میری بیوی نماز پڑھتی ہے۔ میرے تن بدن پہ دو چادریں ہیں۔ ہم نے گھر میں ایک گڑھا کھود رکھا ہے۔ جب میں مسجد میں آتا ہوں، تو میری بیوی وہ کپڑا اتار کر مجھے دے دیتی ہے اور خود گڑھے میں کھڑی ہو جاتی ہے اور جب میں جاتا ہوں تو میں گڑھے میں کھڑا ہو جاتا ہوں اور میری بیوی نماز پڑھتی ہے۔ میں اس لیے چلا جاتا ہوں تاکہ میری بیوی کی نماز قضا نہ ہو جائے۔

حضور ﷺ نے یہ سنا اور دیکھا تو اس کی غربت کو دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ حضور ﷺ کافی دیر تک روتے رہے۔

آپ ﷺ کا معجزہ ہے کہ اتنے میں مال نیمت آیا۔ جن میں ایک اونٹ کپڑوں سے بھرا ہوا تھا۔ فرمایا کہ اس اونٹ کو یہاں نہ بٹھاؤ بلکہ فلاں صحابی جو ابھی یہاں اپنا حال بیان کر رہا تھا۔ سارے کا سارا اونٹ اس کے گھر دے آؤ۔ جب اونٹ وہاں پہنچا، کپڑا اتارنے لگے تو باہر وہی صحابی آئے۔ کہا کہ یہ کس نے بھیجا ہے؟

کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے، بیوی نے بھی اپنے شوہر سے یہی سوال کیا۔ بیوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو کس نے کہا ہے ہمارے گھر میں کپڑا نہیں؟ شوہر نے کہا مجھ سے آپ ﷺ نے پوچھا، میں نے بتا دیا۔

مانسہرہ کے مسلمانو! عورت نے کیا کہا؟ عورت کہتی ہے کہ اگر اسلام میں عورت کو طلاق دینے کا حق ہوتا تو آج میں تجھے طلاق دے دیتی کہ تو نے اپنی حاجت کو غیر کے سامنے کیوں بیان کیا ہے؟

یہ پیغمبر انقلاب ﷺ ہے۔ انقلاب آیا ہے۔ یہ تبدیلی ہے۔

بچیوں کی پرورش پر جنت کی خوشخبری:

چشم فلک نے ایسی تبدیلی کہیں نہیں دیکھی۔ ایسا معاشرہ کہیں نہیں دیکھا۔ یہ تبدیلی تو دیکھو، زندہ بچیوں کو دفن کرنے والا معاشرہ، لیکن حضور ﷺ کے گھر میں ایک عورت آتی ہے۔ اس کے پاس دو بچیاں ہیں۔ ایک بچی گود میں ہے۔ اور ایک بچی کی انگلی پکڑی ہوئی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اے عائشہ! میرے گھر میں کچھ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے عورت! میں نے ایسی غربت تو کہیں دیکھی نہیں، تیرے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں اور بچیوں کی حالت بھی کمزور ہے۔ اس نے کہا کہ جنگ موتہ میں جب سے میرا شوہر شہید ہوا ہے۔ ہمارے گھر میں روٹی لانے والا کوئی نہیں۔ ہمارے گھر میں کوئی آسرا نہیں۔ فقر و فاقہ رہتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اندر چلی گئیں اور اندر تو شہ دان میں سے دو کھجوریں لائیں۔ ایک کھجور اس عورت کو دی اور ایک کھجور کے دو حصے کر کے کہا یہ دونوں بچیوں کو

دے دو۔ اس عورت نے وہ ایک کھجور جو اس کے لیے تھی، وہ بھی اپنی بچیوں کو دے دی اور خود بھوکے رہی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پھر اندر گئیں۔ ایک دوسرے تو شہ دان سے ایک کھجور لائیں اور کہا یہ صرف تیرے لیے ہے۔ دونوں بچیوں نے جھٹ سے وہ ایک کھجور بھی ماں کے ہاتھ سے لے لی، جب وہ عورت چلی گئی تو تاجدار رسالت ﷺ تشریف لائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سارا واقعہ حضور ﷺ سے بیان فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اس عورت کو تلاش کرو اور جہاں تم کو ملے اس کو کہو جنت تم پر واجب ہو گئی ہے۔

ایسے معاشرے میں جب بچیوں کو زندہ دفن کیا جاتا تھا۔ اس عورت کے جذبے کو دیکھو، اس عورت کے ایمان کو دیکھو، اس عورت کے ایثار کو دیکھو! یہ ہے پیغمبر انقلاب ﷺ.....

جس کے آنے سے کائنات بدل گئی
 جس کے آنے سے انسانیت کی راہیں بدل گئیں
 جس کے آنے سے کلچر بدل گئے
 جس کے آنے سے معاشرے بدل گئے
 جس کے آنے سے تہذیب بدل گئی
 جس کے آنے سے تمدن بدل گیا
 جس کے آنے سے کائنات کا رنگ و بو بدل گیا
 جس کے آنے سے کائنات میں روشنی پھیل گئی۔ (صحیح بخاری ص ۸۷)

مردوں کو مسیحا کر دینے کا مطلب:

یہ پیغمبر ﷺ انقلاب ہے، پوری کائنات مل کر اس انقلاب کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس انقلاب نے ایسے ایسے انسان پیدا کیے۔

آیا ابو بکر رضی اللہ عنہ تھا اٹھا تو صدیق تھا
 آیا تو عمر رضی اللہ عنہ تھا اٹھا تو فاروق اعظم تھا
 آیا تو عثمان رضی اللہ عنہ تھا اٹھا تو ذو النورین تھا
 آیا تو علی رضی اللہ عنہ تھا اٹھا تو اسد اللہ الغالب تھا
 آیا تو حفصہ رضی اللہ عنہ تھا اٹھا تو غمیل الملائکہ تھا
 آیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ تھا اٹھا تو مفسر قرآن تھا
 آیا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھا اٹھا تو فقیہ الامت تھا
 آیا تو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ تھا اٹھا تو امین الامت تھا
 آیا تو ابوذر رضی اللہ عنہ تھا اٹھا تو تارک الدنیا تھا
 آیا تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھا اٹھا تو زاہد الدنیا تھا
 آیا تو حسین رضی اللہ عنہ تھا اٹھا تو شہید کربلا تھا

آیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ تھا اٹھے تو جنت کے وارث بن گئے
 آئے تو عرب کے عام لوگ تھے۔ اٹھے تو قرآن کی زبان میں جنت ان کو
 تلاش کرتی تھی۔ یہی ہے اس کا مطلب:

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
 کیا نظر تھی جس نے مردوں کو میجا کر دیا
 پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا انقلاب برپا کیا کہ ساری کائنات مل کر اس مشن
 اور انقلاب کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

مصائب ایمان کی دلیل:

نماز عشاء کے بعد ایک صحابی نے اپنی بیوی سے کہا کہ پانی لاؤ، وہ اپنے بستر پر
 لیٹا ہوا تھا۔ بیوی پانی لائی۔ جب بیوی نے اس کو پانی دینا چاہا تو وہ سویا ہوا تھا۔ بیوی نے
 پیالے میں پانی لیا اور ساری رات سر ہانے کھڑی رہی۔ جب تہجد کے وقت اس کی آنکھ

کھلی تو اس نے کہا کہ تو سوئی نہیں ہے؟ اس نے کہا کہ میں کیسے سوتی آپ کا حکم تھا۔ میں تو ساری رات پانی لیے کھڑی رہی۔

اور وہ کیسے سوتی؟ پیغمبر انقلاب ﷺ کا حکم تھا کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی سے کہے کہ ایک پہاڑ اٹھا کر دوسرے پہاڑ پر رکھ دو۔ اگر وہ اٹھا کر نہ رکھ سکے مگر تیار ہو جائے۔

اب پانی کا پیالہ تھا اور آپ سورہے تھے اگر آپ کو رات کے وقت جاگ آئے اور پانی کی ضرورت ہو اور میں نہ ہوں تو کل قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کو کیا جواب دوں گی؟ اور آج بھی پیغمبر ﷺ مجھ سے پوچھتے تو میں کیا جواب دوں گی؟

اس شخص نے کہا کہ میں نے زندگی بھر ایسی عورت نہیں دیکھی ہے نہ سنی ہے۔ آج میں تجھ سے اتنا خوش ہوں کہ آج جو کچھ تو مجھ سے مانگے گی۔ میں تجھ کو دوں گا۔ بیوی نے کہا کہ اللہ کا دیا ہوا اور تمہارا لایا ہوا بہت کچھ ہے۔ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ آج جو کچھ تو مجھ سے مانگے گی، میں تجھ کو دوں گا۔ تو بڑی خدمت گار ہے اور وفا شعار عورت ہے۔ عورت نے تین مرتبہ کہا کچھ نہیں چاہئے۔ لیکن خاوند نے بہت اصرار کیا تو عورت نے کہا کہ اگر تو دینے پر آیا ہے تو مجھے طلاق دے دے۔ مجھے چاہئے تو کچھ نہیں مگر جب تو دینے ہی پر آیا ہے تو طلاق دے دے۔

وہ حیران ہوا اور اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی کہ ایسی وفادار عورت اور میں طلاق دے دوں۔ اس نے کہا اچھا میں طلاق تو دے دیتا ہوں۔ لیکن ایک شرط ہے، شرط یہ ہے کہ ابھی نبی کریم ﷺ مسجد نبوی میں ہی ہیں۔ ابھی ہم چلتے ہیں اور نماز فجر کے بعد ہم دونوں سارا واقعہ سناتے ہیں۔ جو فیصلہ تاجدار رسالت ﷺ فرمائیں، وہ تجھے بھی منظور ہے اور مجھے بھی منظور ہے۔ اس عورت نے کہا ٹھیک ہے۔

ان دونوں میاں بیوی کا مکان مدینہ سے باہر مقام نخ پر تھا۔ نماز فجر کے بعد دونوں میاں بیوی دربار رسالت میں فیصلہ کرانے کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں میاں کا پاؤں پھسلا اور گڑھے میں گر گئے اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس عورت کے پاس چادر

تھی، اس نے اس چادر کے ذریعے خاوند کو نکالا اور چادر کا ایک حصہ پھاڑ کر پٹی باندھی، پٹی باندھنے کے بعد خاوند نے کہا میں اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس چلتا ہوں اور عورت کہتی نہیں، اب ہم واپس چلتے ہیں۔

خاوند نے کہا کہ ضرور حضور ﷺ کے پاس جائیں گے۔ لیکن عورت کہتی ہے نہیں اب واپس جاتے ہیں۔

خاوند کہتا ہے کہ مجھے ٹانگ کا اتنا دکھ نہیں ہے، جتنا تیرے طلاق مانگنے کا ہے۔ عورت نے بڑا عجیب جواب دیا کہ اب مجھے طلاق کی ضرورت نہیں۔ خاوند نے کہا اچھا ذرا یہ بتاؤ پہلے تو طلاق لیتی تھی اور اب نہیں لیتی، یہ کیا بات ہوئی؟

ماسہرہ کے نو جوانو! سپاہ صحابہؓ کے رضا کارو! اہل سنت کے جوانو! اس عورت کا جواب سنو! اور دیکھو انقلاب کیسے آیا ہے؟ تبدیلی کیسے آئی ہے؟ اس عورت نے کہا میرے کانوں نے یہ فرمان نبی ﷺ سنا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا جس آدمی پر زندگی بھر کوئی تکلیف نہ آئی ہو، اس کے ایمان میں شک ہے۔ مجھے تیرے نکاح میں آئے ہوئے پندرہ سال ہو گئے، میں نے تجھ پر کبھی کوئی تکلیف نہیں دیکھی۔ میں نے کہا کہ اس کے ایمان میں شک ہے۔ اس لیے میں نے طلاق مانگی، اب تیرا پاؤں پھسلا اور تیری ٹانگ میں زخم آ گیا۔ اب ایمان مکمل ہو گیا ہے۔

یہ انقلاب ہے، یہ تبدیلی ہے۔

مسلمانو! صحابہ رضی اللہ عنہم عورت کا ایمان دیکھو میری، اور تمہاری عورتوں کا ایسا ایمان ہے؟ کہ اتنا بڑا فیصلہ کیا اور کہا مجھے طلاق چاہیے۔ خاوند کو چوٹ لگ گئی تو کہا مجھے طلاق نہیں چاہئے۔ یہ انقلاب ہے، یہ تبدیلی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دنیا میں آنا انقلاب ہے، تبدیلی ہے۔ اور بھی پیغمبر ﷺ دنیا میں آئے، بہت آئے۔

مگر کسی پیغمبر کا صحابی صدیق رضی اللہ عنہ جیسا نہیں ہے۔

کسی پیغمبر کا صحابی عمر رضی اللہ عنہ جیسا نہیں ہے۔

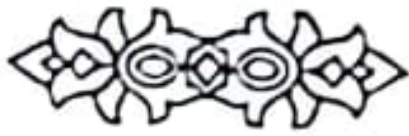
کسی پیغمبر کا صحابی عثمان رضی اللہ عنہ جیسا نہیں ہے۔
 کسی پیغمبر کا صحابی عثمان رضی اللہ عنہ جیسا نہیں ہے۔
 کسی پیغمبر کا صحابی علی رضی اللہ عنہ جیسا نہیں ہے۔
 کسی پیغمبر کی صحابیہ صفیہ رضی اللہ عنہا جیسی نہیں تھی۔
 کسی پیغمبر کی صحابیہ حضرت اماں عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی نہیں تھی۔
 اس لیے مجھے کہنے دو یہ پیغمبر انقلاب ہے، یہ تبدیلی ہے۔
 کائنات کے ہر رنگ میں تبدیلی ہے۔
 عرش و فرش میں تبدیلی ہے۔
 مکے اور مدینے میں تبدیلی ہے۔
 اور یہ تبدیلی صرف فاران کی چوٹیوں پر نہیں آئی.....
 یہ تبدیلی افریقہ کے جزیروں میں بھی آئی۔
 یہ تبدیلی افغانستان کے پہاڑوں میں بھی آئی۔
 یہ تبدیلی مکران کے ساحل پر بھی آئی ہے۔
 یہ تبدیلی مصر کے ریگزاروں پر بھی آئی ہے۔
 یہ تبدیلی چین کے دروازے پر بھی آئی ہے۔
 یہ تبدیلی سندھ میں بھی آئی ہے۔
 یہ تبدیلی پاکستان میں بھی آئی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پہنچایا ہے، نہیں پہنچا؟ یہ تبدیلی پوری
 کائنات میں آئی ہے۔ یہ تبدیلی ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قدموں کے
 طفیل آئی ہے۔ یہ پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس کے انقلاب نے دنیا کی دو بڑی سلطنتوں
 قیصر و کسریٰ کو تبدیل کر ڈالا کہ چند عرب کے بدوؤں نے قیصر کا سر کاٹا۔ کسریٰ کا سر کاٹا۔
 اور یزدجر کے ٹکڑے کیے اور چند لوگوں نے افریقہ کے جزیروں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین
 پہنچایا۔ یہ پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ فاران کی چوٹیوں سے جو انقلاب پھوٹا تھا، وہ یہاں

تک پہنچا۔

مانسہرہ کے پہاڑوں تک پہنچا۔ افغانستان کی وادیوں تک بھی پہنچا۔ افریقہ کے جزیروں تک بھی پہنچا۔ مکران کے ساحل تک بھی پہنچا۔ اور ایک ایک بستی میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر اور اللہ کا قرآن لیکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے پہنچے کہ بادشاہوں سے ٹکرائے۔ چمکتی ہوئی تلواروں کے نیچے آ کر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نہیں چھوڑا۔ ابلتی ہوئی دیگوں میں گر کر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نہیں چھوڑا۔ دھکتے ہوئے انگاروں پر لیٹ کر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نہیں چھوڑا۔ بیویوں کو بیوہ کرا کر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نہیں چھوڑا، بچے یتیم ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نہیں چھوڑا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝



﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لڑکپن﴾

خطبہ:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٣٥﴾ وَ
دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِآذِنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ﴿٣٦﴾

(پارہ ۲۲ سورۃ احزاب آیت ۳۵-۳۶)

”اے نبی ہم نے تجھ کو بھیجا بتانے والا اور خوش خبری سنانے والا اور
ڈرانے والا اور بلانے والا اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے اور چمکتا
ہوا چراغ۔“

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾

(پارہ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت ۱۲۸)

”آیا ہے تمہارے پاس رسول تم میں کا، بھاری ہے اس پر جو تم کو تکلیف
پہنچے، حریص ہے تمہاری بھلائی، پر ایمان والوں پر نہایت شفیق مہربان
ہے۔“

تمہید:

بزرگان محترم! آپ کے سامنے سیرت طیبہ کا موضوع کئی جمعوں سے شروع ہے۔ حضور ﷺ کے ذکر سے بہتر کسی کا ذکر نہیں، گزشتہ خطبے میں حضور ﷺ کے بچپن کا ذکر آیا۔ حضور ﷺ کا بچپن کیسا تھا اور آج کے جمعہ میں ان شاء اللہ حضور ﷺ کے لڑکپن اور آپ کی جوانی کا ذکر ہوگا۔ حضور ﷺ کی جوانی، آپ ﷺ کا لڑکپن اور آپ ﷺ کی نبوت کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت چالیس سال کی عمر میں عطا فرمائی۔ آپ کی شادی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے، یہ تین چار باتیں آج بیان ہوں گی۔

حضور ﷺ کا لڑکپن کیسا گزرا

حضور ﷺ کی جوانی کیسے گزری

حضور ﷺ کی شادی کیسے ہوئی

حضور ﷺ کو نبوت کیسے ملی

کتنی عمر میں نبوت ملی؟ یہ آج کے اس جمعہ میں بیان ہوں گی۔

حضور سرور کائنات ﷺ کی ہر چیز نرالی ہے۔ آپ کی شان، آپ کا مرتبہ،

آپ کا مقام، آپ کا علم، دنیا میں بلند ہے، ہر مسلمان کا یہی ایمان ہے۔

حضور ﷺ کا حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے حسن سلوک:

آپ ﷺ کا بچپن کیسا تھا؟ اس کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ چھ سال کی عمر

میں حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ فوت ہو گئیں۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے دو سال کے بعد یا

تین سال کے بعد حضور ﷺ کو واپس حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا۔ حضرت حلیمہ

حضور ﷺ کی رضائی والدہ ہیں، اور ان کے ساتھ حضور ﷺ کا معاملہ اور سلوک بڑا اچھا

رہا، جس کا ذکر حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

یہ سلوک اتنا اچھا تھا کہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ جب ملنے آئیں۔

بوڑھی تھیں۔ حضور ﷺ نے نبوت والی چادر ان کے نیچے بچھائی اور کافی دیر تک نیاز

مندی سے اس بوڑھی عورت کی بات سنتے رہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عورتیں اور بھی بڑی آتی ہیں۔ اس عورت پر آپ نے جان قربان کر دی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری ماں حلیمہ ہے۔ اس نے مجھے دودھ پلایا ہے۔ (ابوداؤد۔ مشکوٰۃ ص ۴۲۰)

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہے کہ جس عورت نے صرف آپ کو دودھ پلایا ہے۔ سگی والدہ نہیں ہے، رضاعی والدہ ہیں، لیکن آپ نے فرمایا..... البجۃ تحت اقدام الامہات..... جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنا اسوہ اور اپنا طریقہ ماں کی بڑی خدمت کا ہے اور اس کے بارے میں علیحدہ احادیث موجود ہیں۔

ہم بات کر رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لڑکپن مثالی تھا اور اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ چھ سال کی عمر میں آپ کی والدہ سیدہ آمنہ فوت ہو گئیں تو شاعر نے کہا کہ

پیدا ہوئے تو باپ کا سایہ نہ سر پہ تھا
گھٹنوں چلے تو ماں بھی عدم کو چلی گئی
سائے پسند آئے نہ پروردگار کو
بے سایہ کر دیا شجر سایہ دار کو

جو سایہ دار تھا اس کو خود بے سایہ کر دیا۔ ماں کو بچپن میں اٹھالیا تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی کا دور تھا۔

غلط اصطلاح:

جس کا باپ بچپن میں فوت ہو جائے۔ اسے یتیم کہتے ہیں، یہاں آدمی بوڑھا ہو جائے تو کہتے ہیں کہ میرے ماں باپ فوت ہو گئے ہیں میں یتیم ہوں یہ غلط اصطلاح ہے۔

اسلام کی اصطلاح میں جب آدمی بالغ ہو جاتا ہے تو یتیمی ختم ہو جاتی ہے بچپن

میں باپ فوت ہو گئے تو وہ یتیم ہوتا ہے بلوغت کے بعد یتیمی ختم۔

بچپن میں معجزہ:

تو حضور ﷺ کی عمر چھ سال تھی جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں۔ ایک آپ ﷺ کا معجزہ کتابوں میں لکھا ہے کہ بچپن میں جب آپ بالکل بچے تھے کبھی ایسے ہوتا کہ کپڑا شرم گاہ سے اٹھ جاتا یا علیحدہ ہو جاتا ہے تو غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہو کر آپ ﷺ کے ستر کو ڈھانپ دیتی تھا۔ آپ ﷺ کو کسی نے بھی سنگی حالت میں نہیں دیکھا۔ بچپن میں بھی نہیں دیکھا، یہ نبوت کی شان ہے۔

نبی معصوم عن الخطاء ہوتا ہے:

جب آپ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے تو آپ دائیں طرف سے منہ لگا کر دودھ پیتے تھے اور بائیں طرف سے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا حقیقی بیٹا دودھ پیتا تھا جب آپ کو کبھی دوسری طرف دودھ پلانے کیلئے کیا جاتا تو آپ دودھ نہ پیتے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ علماء فرماتے ہیں کہ نبی بچپن میں شعور نبوت لیکر آتا ہے اور یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ نبی ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوتا ہے لیکن یہ جو غلام احمد قادیانی اور غلام احمد پرویز ہے، اس قسم کے جو لوگ ہیں ان لوگوں کا یہ عقیدہ نہیں، یہ کہتے ہیں کہ نبی چالیس سال کے بعد معصوم ہوتا ہے، اس سے پہلے وہ معصوم نہیں ہوتا۔ اگر وہ معصوم نہ ہو تو جوانی بغیر معصومیت کے گزر جائے تو بعد میں وہ نبوت کا کام کیسے کرے گا یہ تو عقل کے خلاف ہے۔

لیکن آپ دیکھیں اسلام قرآن کی اصطلاح میں بڑی اہم بات ہے کہ قرآن پاک میں آپ کو صاف اور بری قرار دیا ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ عصمت جو ہے یعنی معصوم ہونا یہ نبیوں کے ساتھ خاص ہوتی ہے۔ یہ نبی بننے کے بعد نہیں ہوتی یعنی نبی جب پیدا ہوتا ہے تو عصمت ساتھ شروع ہو جاتی ہے۔ نبی پیدا ہوا تو معصوم ہے، یہ نہیں کہ عصمت اور عمر میں ملتی ہے نبی

شروع سے ہی معصوم ہوتا ہے۔ یہ نبیوں کی شان ہے تو معصوم وہ ہوتا ہے کہ جس کے دامن میں کوئی گناہ نہ جائے۔

معصوم اور محفوظ:

لریک ہوتا ہے معصوم اور ایک ہوتا ہے محفوظ، معصوم وہ ہوتا ہے کہ گناہ جس کے پاس نہ جائے اور محفوظ وہ ہوتا ہے کہ جو گناہ کے پاس نہ جائے، ایک ہے گناہ کا جانا، ایک ہے اس گناہ کے پاس آدمی کا جانا، یہ علیحدہ اصطلاحات ہیں۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار تمام انبیاء معصوم تھے۔ پیدائش کے وقت سے لیکر وفات تک کوئی گناہ نبی سے صادر ہو نہیں سکتا۔ کوئی گناہ اس کے ذمہ نہیں ہوتا۔ کوئی گناہ وہ کر نہیں سکتا۔ کسی گناہ کی طرف نبی کی طبیعت مائل ہو نہیں سکتی۔ یہ عصمت ہے اور معصومیت۔

چھ سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور چھ سال کی عمر سے لیکر بارہ سال تک اور بعض کے نزدیک پندرہ سال کی عمر تک عبدالمطلب اور ابوطالب کے پاس رہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور بچپن اور دور یتیمی تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ بچپن سے بڑی اچھی تھیں۔ کبھی جھوٹ نہیں بولا، کبھی بچوں کے ساتھ باہر جا کر نہیں کھیلے، کبھی ننگی حالت میں باہر نہیں گئے، کبھی کوئی شرارت نہیں کی۔

بچپن میں سفر شام:

علماء کہتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بارہ سال کی ہوئی تو ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر گئے۔ شام کے ملک میں تجارت کی غرض سے، ابوطالب غریب تھے، تجارت کرتے تھے۔ مکہ سے سامان لیکر جاتے اور شام جا کر فروخت کرتے۔ اس سے

اخراجات پورے کرتے۔

تو اس سفر میں اپنے یتیم بھتیجے کو ساتھ لے لیا۔ فرمایا کہ محمد ﷺ تم بھی میرے ساتھ چلو۔ تمہاری سیر ہو جائے گی۔ یہ نہیں پتہ تھا کہ آگے جا کر عجیب و غریب واقعہ پیش آئے گا یہ تو کسی کو علم ہی نہیں تھا۔

مکہ مکرمہ سے یہ قافلہ چلا، تو شام اور حجاز عرب کی جہاں سرحد آتی ہے چوک میں جہاں سے ایک راستہ عراق کو چلا گیا، ایک سعودی عرب کو، ایک شام کو، وہاں شام کے اندر بہت بڑی سرائے تھی، اس سرائے میں مسافر آرام کرتے تھے، رات کو آرام کرتے اور اگلے دن اٹھ کر چلے جاتے، تو وہاں قافلے کا پڑاؤ ہوتا۔

یہ قافلہ وہاں پر پہنچا، صبح دس گیارہ بجے پہنچا ہوگا، جب یہاں قافلہ پہنچا تو یہاں ایک عیسائی رہتا تھا راہب، بہت بڑا عالم، جسے کہتے ہیں بحیرہ راہب، ایک بہت بڑا عیسائی تھا۔

تو بحیرہ راہب یہ کہنے لگا کہ دور کا بہت بڑا عالم تھا تو رات و انجیل کا جاننے والا تھا، زبور جاننے والا تھا، اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا تھا۔ اس نے دور سے قافلہ دیکھا اور اس قافلے میں محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ حضور ﷺ کی عمر اس وقت بارہ سال تھی۔ بارہ سال کے معصوم پیغمبر کا چہرہ دیکھا تو بحیرہ راہب مکان کی چھت سے نیچے اتر آیا اور ان سے بات کرنے اور استقبال کرنے کیلئے آگے بڑھا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو کسی کا استقبال نہیں کرتا، یہ استقبال کیلئے آ گیا ہے۔ دور سے آیا اور آ کر استقبال کیا مصافحہ کیا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ دیکھا۔ حضور کو ماتھے سے لیکر پاؤں تک بار بار دیکھا۔

حضور ﷺ کا صدقہ کھانے آئے ہو:

اور جب رخصت ہونے لگا تو اپنی جھونپڑی کی طرف مڑا تو کہنے لگا کہ اس قافلے کا سربراہ کون ہے؟ تو بحیرہ راہب نے کہا کہ آج شام میرے ہاں تم سب کی دعوت ہے۔ لوگ اس آدمی کو بزرگ سمجھ کر بڑا احترام کرتے تھے وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ

بھوکا آدمی، لوگ اس کو کھانے کیلئے دیتے ہیں، یہ آج تمہاری دعوت کر رہا ہے، کسی سے کبھی اس نے پوچھا نہیں، کبھی کسی سے مصافحہ نہیں کیا، بلکہ جو قافلے باہر سے آتے ہیں، وہ ان سے سلام کرتے ہیں۔ دعا کراتے ہیں یہ آپ کیلئے مکان کی چھت سے نیچے اتر آ، اور آگے بڑھ کر استقبال کیا، مصافحہ کیا، معانقہ کیا اور دعوت دی، لوگ حیران ہو گئے پتہ نہ چلا کہ بات کیا ہے؟ یہ سیرت النبی میں علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور سیرت کی ساری کی ساری کتابوں میں یہ واقعہ موجود ہے۔

میرے بھائیو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس دیکھیں اور آپ کا پہلا معجزہ دیکھیں کہ جو لڑکپن میں جا کر ہوا۔ یہ حضور کا لڑکپن تھا۔ سورج غروب ہونے کے بعد چراغ جلایا اور اس کی جھونپڑی میں چلے گئے۔

ابوطالب نے جانے سے پہلے کہا کہ بھتیجے تم بچے ہو، تم یہاں سو جاؤ، ہم راہب کے ہاں سے ہو کر آتے ہیں، جب اس کے ہاں پہنچے تو دسترخوان بچھا ہوا تھا اور کھانا لگا ہوا تھا، تو وہ راہب کہتا ہے کہ تم سارے آ گئے ہو؟ انہوں نے کہا سارے آ گئے ہیں۔ اس نے کہا کہ دو پہر کو جو بچہ تھا وہ کہاں ہے؟ ابوطالب نے کہا کہ وہ بچہ ہے ہم اس کو سامان کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔

اب اس راہب سے رہا نہ گیا اس نے کہا کہ کسی آدمی کو کھانے کی اجازت نہیں، یہ دعوت اصل میں تمہاری نہیں اس بچے کی ہے تم تو اس کا صدقہ کھانے آئے ہو۔ تو ابوطالب نے کہا کہ وہ ہمارا بچہ ہے تو اس راہب نے کہا کہ اس بچے کو لاؤ۔ اس بچے کو فوراً لایا گیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے حضور بھی بیٹھ گئے اور سب لوگ بھی بیٹھ گئے، تو راہب جس کی اسی سال عمر تھی۔ اس نے کہا کہ کھانے سے پہلے ایک بات بتاؤ۔ یہ جو بچہ ہے، اس بچے کا باپ کون ہے؟ اس بچے کے والد کا نام کیا ہے؟ ابوطالب نے کہا کہ میرا بچہ ہے، تو راہب کہنے لگا کہ میری کتاب کہتی ہے کہ یہ بچہ تمہارا نہیں ہو سکتا۔ پہلے کسی نے بلایا نہیں تھا، بات نہیں ہوئی تھی، تیری کتاب کہاں سے کہنے لگ گئی۔ اس نے کہا کہ میں نے تو رات میں جو نشانیاں آخرا الزمان پیغمبر کی پڑھی ہیں وہ ساری کی ساری

اس بچے کے چہرے میں موجود ہیں۔

قرآن کہتا ہے..... ذلک مثلہم فی التوراة ومثلہم فی الانجیل.....
تورات و انجیل میں میں نے جو نشانیاں آخری نبی کی پڑھی ہیں وہ اس بچے میں موجود ہیں
اور میری کتاب کہتی ہے کہ اس بچے کے اس دنیا میں آنے سے پہلے اس کا باپ فوت
ہو چکا ہوگا۔ ابوطالب تم اس بچے کے باپ نہیں ہو سکتے۔ اس کے باپ کا نام تو تورات
میں لکھا ہے کہ اس کا نام عبداللہ ہوگا۔

ابوطالب خاموش ہو گئے۔ مان لیا کہ یہ میرا بھتیجا ہے تو کھانے کے بعد اس
نے کہا کہ ابوطالب کیا سمجھتے ہو کہ یہ کوئی معمولی بچہ ہے، یہ عام بچہ نہیں ہے یہ تو دنیا کا
سردار ہے، یہ بچہ تو کائنات کا سردار ہے۔ قیامت تک آنے والی انسانیت کا یہ بچہ سردار
ہوگا۔

میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ تم اس بچے کو شام نہ لے جاؤ، یہودی اس کے
چہرے کو دیکھ کر اس کو نقصان نہ پہنچائیں۔

میرے بھائیو! یہ رسول اللہ ﷺ کا لڑکپن تھا۔ یہ اس کا پہلا معجزہ تھا کہ بحیرہ
راہب کے دسترخوان پر ہوا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا چہرہ دیکھ کر اس نے کہا تورات بھی اس کی
خبر دیتی ہے۔ انجیل بھی اس محمد ﷺ کی خبر دے رہی ہے، زبور بھی اس کالی کملی والے کی
خبر دے رہی ہے، یہ آخر الزمان پیغمبر ہے۔ (مشکوٰۃ باب فی المعجزات)

حضور ﷺ کا دوسرا سفر شام:

میرے بھائیو! یہ حضور ﷺ کا ابوطالب کے ساتھ دوسرا سفر تھا اور پھر پچیس
سال کی عمر میں پھر آپ نے تنہا شام کا سفر کیا، مکہ میں ایک خاتون تھی حضرت خدیجہ
الکبریٰ رضی اللہ عنہا جو بعد میں رسول اللہ ﷺ کی بیوی بنیں۔ جس سے آپ کی اولاد ہوئی۔
خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کا نام سنا کہ ایک قریشی لڑکا ہے بڑا خوبصورت
ہے، اور بڑا جوان ہے، بڑا امانت دار ہے، دیانت دار ہے، بڑا حسین لڑکا ہے، لیکن وہ

کبھی غلط بیانی نہیں کرتا، کبھی جھوٹ نہیں بولتا، دغا نہیں کرتا۔

تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور بلا کر کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تمہاری بڑی شہرت سنی، میرا جی چاہتا ہے کہ تم میرا مال لیکر ملک شام جایا کرو جو سامان میں بچت ہو، نصف تمہاری، نصف ہماری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھیک ہے میں تجارت کا مال لیکر جانے کو تیار ہوں۔ (عیون الاثر جلد ۱ ص ۱۱۶، ۱۱۷)

میرے بھائیو! یہ وہ سفر تجارت ہے جہاں سے دنیا کو یہ سبق ملا کہ تجارت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کا آغاز سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مال سے کیا۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے اونٹوں سے کیا جو غلے سے لدے لدائے تھے۔

اس سفر میں ایک غلام بھی ساتھ تھا اور اس غلام کا نام تھا میسرہ، غلام ساتھ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سامان لے کر جا رہے ہیں۔ ان راہوں پر قربان جائیں، جن راہوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلے۔ جن راہوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ چلے۔ جن راہوں پر پیغمبر دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم چلے، وہ بڑی برگزیدہ راہیں ہیں، بڑی برکت والے راستے تھے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جا رہے ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت:

راستے میں بارش ہو گئی جب ملک شام میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعلان کیا شام کی غلہ منڈی میں، علامہ شبلی نے اس کو نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب تاجر سامان خریدنے کیلئے آئے، سامان کی بولی ہونے لگی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راستے میں بارش ہو گئی تھی۔ اس لئے ہمارے اونٹوں کا کچھ گندم گیلی ہو گئی ہے اور کھجوریں گیلی ہو گئیں، ہم خشک کھجوروں کا علیحدہ بھاؤ لگائیں گے اور گیلی کا علیحدہ بھاؤ لگائیں گے، یہ علیحدہ علیحدہ ڈھیر لگا دیئے، یہ خشک گندم ہے اور یہ گیلی گندم ہے، یہ خشک کھجوریں ہیں، یہ گیلی کھجوریں ہیں، یہ اس طرح

ڈھیر لگا دیا۔

لوگوں کیلئے نئی بات تھی کہ یہاں جو بھی آتا ہے ایسے نہیں کرتا۔ یہ الگ الگ ریٹ ہیں اور سارے تاجر ایک دوسرے سے باتیں کرتے تھے کہ ایسا خوبصورت تاجر یہاں نہیں آیا کہ جس نے جھوٹ نہیں بولا، صاف بات کر رہا ہے یہ گیلی کھجوریں ہیں یہ خشک کھجوریں ہیں۔ یہ گیلی گندم ہے یہ خشک گندم ہے، دونوں کا علیحدہ علیحدہ بھاؤ لگا دیا۔ اب ساری منڈی میں محمد کے نام کا چہرہ ہو گیا، ساری منڈی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریفیں ہونے لگیں۔ کسی کو نہیں پتہ تھا کہ یہ تو آخر الزمان پیغمبر ہے کہ جو انسانوں کا بھی امام ہے اور سارے نبیوں کا بھی امام ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس آئے:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لڑکپن گزارا، اس لڑکپن کو دیکھو، یہ جوان ہے اس جوانی کو دیکھو۔ جب واپس آئے تو پہلے اپنے گھر نہیں گئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپ گھر جانے کی بجائے سیدھے خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے۔ فرمایا کہ پہلے حساب دوں گا پھر گھر جاؤں گا، اور جا کر سارا حساب پیش کر دیا۔ اتنی گندم کی اتنی کھجوریں بکیں۔ تو میسرہ دیکھ رہا تھا، تو بعد میں خدیجہؓ نے پوچھا کہ میسرہ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پایا؟ تو میسرہ کہنے لگا کہ خدیجہ کیا پوچھتی ہے میری مالکہ تم کیا پوچھتی ہو، میں بڑے بڑے لوگوں کے ساتھ گیا، میں نے بڑے بڑے سفر کئے، میں نے بڑی دنیا دیکھی، لیکن اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی انسان نہیں دیکھا۔

میسرہ کی گواہی:

اس نے کہا کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ میں نوکر اور غلام تھا، لیکن اس نے پورا راستہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہونے دی۔ میں دیکھتا تھا کہ اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑی برکت ہے کہ آسمانوں سے دھوپ آتی تھی تو ایک چھوٹا سا بادل کا ٹکڑا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کرتا تھا۔ اونٹوں پر دھوپ ہوتی تھی لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ نہیں ہوتی تھی، میں نے اس کی بڑی

برکتیں دیکھیں، میں نے اس کی بڑی رمتیں دیکھیں اور جو پیسے کا حساب اس نے دیا، ایک پائی کا فرق میں نے نہیں دیکھا، یہ ایک ایک پیسہ دے کر گیا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے بڑے تاجر دیکھے، لیکن محمد ﷺ جیسا تاجر میں نے بھی نہیں دیکھا کہ جس نے ایک ایک چیز کا حساب تفصیل کے ساتھ دیا۔ اور فرمایا کہ میں راضی ہوں، تیرے اخلاق پر راضی ہوں۔

میسرہ نے کہا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا تو نے دنیا میں بڑے بڑے لوگ دیکھے ہوں گے، لیکن وقت بتائے گا کہ نہ ایسا چہرہ کسی نے دیکھا، نہ ایسا اخلاق کسی نے دیکھا، نہ ایسا برتاؤ کسی نے دیکھا، نہ ایسا کردار کسی نے دیکھا۔

اس نے کہا کہ میں نے یہ بھی دیکھا کہ میرا محمد ﷺ جانوروں کا خیال کرتا تھا کہ ان کو پانی پلاتا۔ ان کو چارہ دیتا، ورنہ لوگ ہیں کہ سارا دن سفر، رات سفر، نہ قیام نہ مقام۔ محمد ﷺ راستے میں جانوروں کو آرام کا موقع دیتے، میں کہتا کہ جلدی چلو، لیکن فرماتے کہ تو بھی اور میں بھی انسان ہیں، لیکن یہ جانور بھی جاندار ہیں، خود جانوروں کو تکلیف نہیں دے سکتا۔

میرے بھائیو! یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا وہ اسوۂ حسنہ ہے، ہم بات کر رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا لڑکپن کیسا ہے؟ نبی کا بچپن کیسا ہے؟ اب آپ دیکھیں کہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وہ عورت ہے کہ جس عورت کی پہلے دو شادیاں ہو چکی ہیں۔

ایک ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی کے ساتھ شادی ہوئی، ایک عتیق بن عائد مخزومی کے ساتھ شادی ہوئی اور ان کا ایک لڑکا تھا جس کا نام تھا ہند ابن ابی ہالہ، یہ ابو ہالہ سے لڑکا ہے، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے، ابو ہالہ بھی فوت ہو گئے اور دوسرا خاوند بھی فوت ہو گیا۔ تو یہ عورت بیوہ ہو گئی، عمر تھی ۴۰ سال، ایک بچہ پاس ہے ہند۔

اسلام کی تاریخ کا پہلا شہید یہی ہند تھا۔ اس کو لوہے کی سلاخیں مار کر خانہ کعبہ میں ابو جہل نے شہید کر دیا۔

حضور ﷺ سے نکاح کی درخواست:

خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا یہ تھیں، لیکن جب حضور ﷺ کی شہرت سنی، حضور ﷺ کے اخلاق کی بات سنی، نبی کا چہرہ دیکھا تو اس سفر کے بعد پیغام بھیجا کہ میں محمد ﷺ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہوں۔

وہاں ایک عورت تھی نفیسہ، وہ نکاح کا پیغام لیکر گئی اور اس نفیسہ نے کہا کہ سیدہ خدیجہ جو امت ابراہیم پر ہے، وہ آپ ﷺ کو نکاح کا پیغام دیتی ہے تو ابوطالب خوش ہو گئے کہ اتنی دولت مند اور شریف خاتون عرب کے پورے ملک میں نہیں ہے اس نے کسی اور کو نکاح کا پیغام نہیں دیا کہا بھتیجے فوراً قبول کر لو۔ اگلے دن وہ عورت آئی تو رسول اللہ ﷺ نے فوراً اس کو قبول کر لیا۔

حضور ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

اس کے بعد نکاح کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ حضور ﷺ کی عمر اس وقت ۲۵ سال تھی اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمر ۴۰ سال تھی۔ ۲۵ سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔ اور اس نکاح کے بعد، یہ نکاح کس نے پڑھایا ابوطالب نے۔ حضرت ابوطالب نے ملت ابراہیمی پر نکاح پڑھایا۔ خطبہ بھی ابوطالب نے دیا اور ملت ابراہیمی پر اس دور میں کچھ مال بھی مقرر کیا، پورے عرب میں خوشی ہوئی۔ حجاز عرب میں کہ ایک آدمی محمد ﷺ ہے بڑا سچا ہے، امین ہے، لوگ اس کی بڑی تعریفیں کرتے ہیں کہ وہ تو بڑا شریف آدمی ہے، وہ جو خدیجہ خاتون ہے اس کے ساتھ اس کی شادی ہو گئی۔ عرب والوں نے بڑی خوشی منائی، انہوں نے کہا کہ جیسا خوبصورت لڑکا تھا۔ جیسا شریف آدمی تھا اس جیسی اس کو بیوی بھی شریف مل گئی۔ لوگوں نے اس کو بڑا اچھا سمجھا۔ کسی نے اسکو برا نہیں کہا، کسی نے تنقید نہیں کی، بلکہ ہر ایک نے خوشی منائی۔

ابوطالب نے خوشی منائی

ان کے بھائیوں نے خوشی منائی

حضور ﷺ کے چچا زاد بھائیوں نے خوشی منائی

(الروض الانف جلد ۱ ص ۱۲۲۔ خاتم النبیین جلد ۱ ص ۱۶۲۔ ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۹۰۔ فتح الباری ج ۷ ص ۱۰۵۔ عیون الاثر ج ۱ ص ۱۱۷)

حضور ﷺ کی اولاد:

رسول اللہ ﷺ کے اس نکاح کا چہ پورے عرب میں ہوا۔ یہ آپ کا لڑکپن تھا۔ آپ کی جوانی تھی۔ جب آپ کی عمر ۲۷ سال ہوئی۔ ۲۷ سال کی عمر میں آپ کے ہاں پہلا لڑکا پیدا ہوا۔ اس لڑکے کا نام آپ نے قاسم رکھا۔

جب حضور ﷺ کی عمر ۲۸ سال ہوئی پھر ایک بچی پیدا ہوئی۔ جس کا نام رکھا گیا زینب، سب سے بڑا آپ کا صاحبزادہ تھا قاسم، جو بعد میں تین چار سال کی عمر میں وفات پا گیا۔ اس کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہوئی۔ حضور ﷺ کو قاسم سے بڑا پیارا اور محبت تھی۔

پھر دوسری کے بعد تیسری بچی پیدا ہوئی اس کا نام رقیہ، پھر بچی ہوئی اس کا نام ام کلثوم رکھا گیا، پھر اس کے بعد آپ کے ہاں ایک بچہ دوسرا ہوا اور اس کا نام طاہر، پھر ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام ابراہیم رکھا گیا اور یہ جو ابراہیم ہے یہ حضرت مارِیہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوا، اور چوتھی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

یہ آپ کی اولاد تھی۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے ہاں پیدا ہوئیں اس وقت حضور ﷺ کی عمر ۳۷ سال تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ حضور ﷺ کی صاحبزادیاں کتنی ہیں؟ (چار) صاحبزادے کتنے ہیں؟ (تین)

اہل بیت کون؟

ان صاحبزادوں کو اور صاحبزادیوں کو ملا کر اور بیویوں کو ملا کر ان کو اہل بیت کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کے گھر والے ان کو حضور کے گھر والے کہا جاتا تھا حضور ﷺ کے بچے اور بچیاں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے فضائل مناقب:

ان بچوں میں بڑی صاحبزادی ہیں زینب، اس زینب کی بڑی فضیلتیں کتابوں میں موجود ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی جوانی میں فوت ہو گئیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت قاسم ابن ربیع اموی کے ساتھ ہوا، یہ ابوالعاص قاسم ابن ربیع اموی، قاسم نام اور ابوالعاص کنیت تھی، یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سگا بھانجا ہے۔

اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سماعیت کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... خیر البنات زینب اصیبت فیہا..... یہ ایسا لفظ ہے کہ علماء کے علاوہ کوئی اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا۔

اور ایک روایت میں..... افضل البنات زینب..... کہ زینب میری بیٹیوں میں سب سے فضیلت والی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... اصیبت فیہا..... کہ جس کو میری وجہ سے اذیتیں دی گئیں۔ میری وجہ سے مارا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے مارا گیا، اور ان کا حمل ضائع ہوا۔ اور ان کو تکلیف ہوئی اور یہ صاحب فراش رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے ان کے متعلق فرمایا..... لوگوں زینب میری بڑی اچھی بچی ہے جس کو میری وجہ سے تکلیف آئی میری وجہ سے اذیت پہنچائی گئی۔

چنانچہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات پر بہت رورہے تھے۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں خود اترے تھے اور فرماتے تھے اے اللہ یہ میری بچی بڑی پیاری ہے، اس کی قبر کو ایسے فراخ کر دے، جیسے کہ جنت فراخ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی تھی۔

اس کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں ۲۸ یا ۲۹ سال کی عمر میں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۹ سال تھی پھر بنی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں اور بیٹے ہوئے اور جب آپ کی عمر ۳۷ یا ۳۸ سال تھی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، تو اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے تھے یہ حضور کی اولاد ہے۔

یہ آپ کی جوانی اور آپ کا لڑکپن تھا اور آپ کی عمر جب ۳۸ سال تک پہنچی تھی تو یہ سارے اس وقت کے واقعات ہیں۔ آپ کا شہرہ تمام عرب میں پھیل چکا تھا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بڑا دیانت دار آدمی ہے، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بڑا صادق ہے، بڑا امین ہے، بڑا سچا آدمی ہے۔ بڑا اعلیٰ آدمی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت چاروں طرف تھی۔ (بنات اربعہ مولانا محمد نافع مدظلہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا کی خلوتوں میں:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۴۰ سال کی ہوئی حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں اللہ نے یہ بات ڈالی تھی کہ آپ جنگل میں نکل جاتے، وہاں مکہ میں ایک غار تھی اس کا نام حرا تھا اس غار میں آپ وقت گزارتے تھے اور غور و فکر کرتے تھے کہ یہ اس کائنات کا خالق و مالک کون ہے؟ اس کا خالق کون ہے؟ اس کو بنانے والا کون ہے؟ یہ غور کیوں کرتے تھے؟ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ نے شعور نبوت ڈالا تھا اور نبی ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوتا ہے۔ (زر قانی جلد ۱۱، ص ۱۶۳)

آج کی گنتگو میں خلاصہ کے طور پر میں نے آپ کو یہ بات سمجھائی ہے سرسید احمد اور غلام احمد قادیانی اور غلام احمد پرویز ان کا عقیدہ ہے کہ نبی اس وقت معصوم ہوتا ہے جب چالیس سال کے بعد اسے نبوت ملے، لیکن چودہ سو سال سے امت مسلمہ کا عقیدہ ہے کہ نبی ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوتا ہے نبی نبوت کے بعد معصوم نہیں ہوتا، نبوت سے پہلے بھی معصوم ہوتا ہے، چنانچہ حضرت آمنہ کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اس وقت سے لیکر چالیس سال کی عمر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی معجزات ملے۔ پیغمبر کو کئی خارق عادات باتیں ملیں، آپ کا بچپن بھی نرالا تھا، لڑکپن بھی نرالا تھا، جوانی بھی نرالی تھی، شادی بھی آپ کی نرالی تھی، آپ کی اولاد بھی نرالی تھی، آپ کا خاندان بھی نرالا تھا۔ آپ کی بیٹیاں بھی نرالی تھیں۔ آپ کے بچے بھی نرالے تھے۔ یہ پیغمبر کی وہ سیرت ہے، نبی کی وہ شان ہے نبی کا وہ مقام ہے کہ کوئی نبی بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

میرے بھائیو! حضور ﷺ کی شان کے کئی پہلو ہیں، چونکہ میں نے آپ کے سامنے آج حضور ﷺ کے بچپن، لڑکپن پر گفتگو کی ہے، اور آپ کی شادی کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ حضور ﷺ کی سیرت کا انوکھا اور اہم باب ہے۔

ہمیں کیا سبق ملا؟

اس بات نے ہمیں کیا دیا؟ حضور ﷺ کی شادی ہوئی آپ کی شادی میں ڈھول بجائے گئے؟ (نہیں)

آپ کی شادی میں لوگوں نے کھڑے ہو کر کھانا کھایا؟ آپ کی شادی میں من گھڑت رسمیں اپنائی گئیں۔ آپ کی شادی میں مہندی ہوئی؟ ایسا کوئی کام نہیں ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ..... اعلان کر کے نکاح کرو، آپ نے اعلان کر کے نکاح کیا، آپ نے ولیمہ سنت بتایا۔ شادی سادگی سے فرمائی۔ آپ کی اپنی شادی سادگی سے ہوتی ہے تو مجھے اور آپ کو بھی یہی سبق ملتا ہے۔

آپ کی چالیس سالہ شفاف زندگی:

میرے بھائیو! آپ کی چالیس سال عمر ہوئی۔ چالیس سال کی عمر کے بعد باضابطہ طور پر آپ کے سر پر نبوت کا تاج رکھا گیا، اور وہ کیا کیفیت تھی؟ آپ کو نبوت ملی۔ جبرائیل آئے تو کیفیت کیا تھی۔ حالت کیا تھی اور پھر آپ گھر کیسے آئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو کیسے تسلی ہوئی، پھر ورقہ بن نوفل نے کیسے تسلی دی، یہ بڑے واقعات ہیں۔

صرف ایک بات میں آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں کہ چالیس سال میرے پیغمبر کی زندگی بے داغ زندگی ہے اس پر کوئی دھبہ نہیں ہے جس طرح لفظ محمد میں نقطہ کوئی نہیں، اسی طرح آپ کی ۴۰ سالہ شفاف زندگی میں نقطہ کوئی نہیں، کوئی الزام نہیں۔

حضور ﷺ کی حفاظت:

علماء نے واقعہ لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ میں میلا لگتا تھا۔ عکاظ کا بازار لگتا تھا۔

حضور ﷺ لڑکپن میں اس وقت ساتھیوں کے ساتھ میلے پر گئے، لیکن علماء کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ وہاں گئے تو میلے سے پہلے ایک جگہ پر آپ لیٹ گئے۔ آپ کو نیند آ گئی، اس وقت آنکھ کھلی جب میلا ختم ہو گیا تھا۔

یہ اللہ کی طرف سے حفاظت کا سلسلہ تھا۔ جب بچپن میں کبھی ان کے جسم سے کپڑا ہٹ جاتا، تو غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوتا اور وہ آپ کے جسم پر کپڑا کر دیتا تھا۔ اگر ماں کے پیٹ سے نبی معصوم پیدا نہیں ہوتا یا بچپن میں نبی کو شعور نبوت نہیں ہوتا تو وہ غیب کا ہاتھ کہاں سے آیا۔

شق صدر:

اور اسی اثناء میں شق صدر کا واقعہ پیش آیا کہ جب حضور ﷺ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی شیمہ ان کو بکریاں چرا نے کیلئے ساتھ لے جاتی اور وہ بھائی جوان کے ساتھ دودھ پیتا تھا، انہوں نے آ کر بتایا کہ اماں، آج جو میرا بھائی محمد ہے، ہم نے دیکھا کہ ایک نورانی شکل کا آدمی آیا اس نے ہمارے بھائی محمد کے سینے کو چاک کیا اور چاک کر کے دل نکال دیا اور ہم اسی وقت بھاگ کر یہاں آ گئے۔ اس کو کہتے ہیں کہ شق صدر کا واقعہ۔ (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۵۶۔ البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۷۵۔ تاریخ الاسلام ذہبی جلد ۱ ص ۴۸)

شق صدر کا معنی ہے کہ سینے کو چاک کرنا اور آپ کے سینے کو چاک کر کے اس میں سے اعضاء کو نکال کر نور کی تشری سے اس کو دھویا گیا۔ اس کو عصمت کہتے ہیں۔ اسے نبوت کہتے ہیں۔ اسے نورانیت کہتے ہیں، اسے روشنی کہتے ہیں، اسے بشری عادات کا خاتمہ کہتے ہیں کہ بشری تقاضوں کی جو عادتیں انسانوں میں ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے سینے سے نکال کر نورانیت سے اپنے نبی کے سینے کو بھر دیا تھا۔

میرے بھائیو!

یہ شق صدر کا واقعہ، لڑکپن کا واقعہ اور بچپن کا واقعہ، آپ کی جوانی کا واقعہ، آپ

کی شادی کا واقعہ، آپ کی اولاد کے واقعات، کہ نبی کی اولاد کس کس عمر میں پیدا ہوئی، کون سی عمر میں کون سا بیٹا ہوا، آج کی تقریر میں آچکے ہیں۔ آپ کی چالیس سال کی زندگی کھلی کتاب کی طرح آپ کے سامنے پیش کر دی ہے اس پر کوئی داغ نہیں، کوئی دھبہ نہیں۔

اب چالیس سال کے بعد کی زندگی کے واقعات کہ جب آپ ﷺ کے سر پر نبوت کا تاج رکھا گیا، تو ہم وہاں سے خطبہ شروع کریں گے۔ ان شاء اللہ

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی﴾

خطبہ:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ
أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَى ۖ (پارہ ۳۰ سورۃ الضحیٰ آیت ۶)
ترجمہ۔ ”بھلا نہیں پایا تجھ کو یتیم پھر جگہ دی۔“

☆☆☆☆

اشعار:

وہ آئے جن کے آنے کی زمانے کو ضرورت تھی
وہ آئے جن کی آمد کے لئے بے چین فطرت تھی
وہ آئے نغمہ داؤد میں جن کا ترانہ تھا
وہ آئے گریہ یعقوب میں جن کا فسانہ تھا
وہ آئے جن کی خاطر مضطرب تھی وادی بطنی
وہ آئے جن کے قدموں کے لئے کعبہ ترستا تھا

وہ آئے جن کو حق نے گود کی خلوت میں پالا تھا
وہ آئے جن کے دم سے عرش اعظم پہ اجالا تھا

تمہید:

میرے قابل صدا احترام ساتھیو!

گزشتہ جمعہ آپ حضرات کے سامنے حضور سرور کائنات ﷺ کی سیرت طیبہ کے ابتدائی چالیس سالوں تک حضور ﷺ کی سیرت کا بیان آپ کے سامنے آچکا ہے..... جس میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت، آپ کی رضاعت، آپ کا بچپن، آپ کا لڑکپن، آپ کی جوانی کے واقعات شامل ہیں..... اور غار حراء میں جو ابتدائی وقت آپ نے گزارا..... اور ابتدائی اوقات آپ نے غار حراء میں بسر کئے..... ان کا ذکر پچھلے جمعے آچکا ہے اور آج کے بیان میں حضور ﷺ کی تیرہ سالہ مکی زندگی کا انشاء اللہ ذکر ہوگا..... پیغمبر ﷺ کی تیرہ سالہ مکی زندگی، بہت لمبا اور طویل موضوع ہے..... لیکن میں کوشش کروں گا کہ آج ہی اس کی تفصیلات آپ کے سامنے پیش کر دی جائیں..... کیونکہ مسلسل چھٹا جمعہ ہے، حضور ﷺ کی سیرت پر اور تمام موضوعات پر تفصیلی تقاریر پہلے بھی گذر چکی ہیں..... اگر اس سے دس گنا زیادہ تقریریں بھی ہوں..... حضور ﷺ کی سیرت کا حق پھر بھی ادا نہیں ہو سکتا..... میں نے جو آیت کریمہ آپ کے سامنے پڑھی ہے۔

نبی ﷺ پر ابتدائی وحی:

اس میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی تبلیغی زندگی کا ذکر فرمایا ہے..... آپ کو حکم دیا ہے کہ اے پیغمبر! تم میرے دین کی تبلیغ کرو..... میرا پیغام آگے پہنچاؤ..... میری دعوت کو عام کرو..... یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو پیغمبر ﷺ پر جس وقت غار حراء میں قرآن کی پہلی آیت نازل ہوئی..... اور آپ کے سر پر نبوت کا تاج رکھا گیا..... اس کے فوراً بعد آپ واپس تشریف لائے۔ جو کیفیت آپ کی نفسی..... اس کا ذکر میں پچھلے جمعہ بھی بیان

کر چکا ہوں..... لیکن اگلی گفتگو کو سمجھنے سے پہلے میں اس کا پھر ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا گھر میں موجود تھیں..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ کئی کئی دن کا کھانا اور سامان لے کر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے..... وہاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر غور فکر فرماتے تو ایک دن جبرائیل امین علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور آپ کو غارِ حرا میں فرمایا..... اقراء..... اے پیغمبر پڑھو!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا..... ما انا بقاری..... میں پڑھا ہوا نہیں ہوں..... حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پھر کہا..... اقراء..... پیغمبر نے جواب میں کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔

لیکن اس تبلیغی زندگی کے آغاز پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بار بار کہنے پر پھر وہی آیتیں پڑھیں..... اقراء باسم ربك الذی خلق..... یہ آیت پڑھنے کی دیر تھی اس آیت کو پڑھتے ہی آپ کے سر پر نبوت کا تاج رکھ دیا گیا..... اس آیت کا پڑھنا گویا کہ آپ کو نبی بنانا تھا..... آپ کو باضابطہ نبوت عطاء کر دی گئی، اس آیت کے اترنے پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے..... اقراء باسم ربك الذی خلق..... کی آیت پڑھی تو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر بن گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بن گئے۔

غارِ حرا سے واپسی:

لیکن اللہ تعالیٰ کے کلام کا اتنا بوجھ تھا، اتنا اثر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی..... پیغمبر پر کپکپاہٹ آئی..... رسول صلی اللہ علیہ وسلم کپکپانے لگے، تو ایسی حالت میں کہ آپ پر کپکپی طاری ہے، آپ گھر تشریف لائے، واپس گھر آئے اور آپ کا نپ رہے ہیں..... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا..... زملونی، زملونی..... اے خدیجہ رضی اللہ عنہا مجھے کبل اوڑھا دو..... تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو کبل اوڑھا دیا..... اور آپ کپکپی کے عالم میں لیٹے رہے..... لیکن آپ کے جسم کی کپکپاہٹ دیکھ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پریشان ہوئیں کہ میرا شوہر، میرا پیغمبر، میرا لاڈلا اور میرا خاوند، جو بڑا ہی

حسین و جمیل اور بڑا ہی خوب صورت اور بڑا ہی وجہیہ اور بہت ہی عظمتوں والا ہے اس کو کیا ہوا؟ کہ کانپ رہا ہے۔

حضرت خدیجہؓ کا اعزاز:

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئی جو تورات کا عالم تھا اور یہاں یہ بھی بات آپ یاد رکھیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ مرتبہ اور مقام حاصل ہے کہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دنیا میں وہ پہلی خاتون ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بننے کے بعد سب سے پہلے دیکھا۔

یعنی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس وہ آنکھ ہے جس آنکھ نے نبوت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے دیکھا..... یہ آنکھ صرف خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس ہے اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے وہ کان ہیں جن کانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ قرآن کا لفظ سب سے پہلے سنا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ورقہ بن نوفل کے پاس:

تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ورقہ بن نوفل کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر گئیں..... اور جا کر کہنے لگیں کہ بھائی دیکھو..... یہ میرا شوہر ہے اور یہ کہتا ہے کہ مجھ پر کپکی طاری ہے..... تو ورقہ بن نوفل جس کی عمر سو سال یا اس سے زیادہ ہوگی..... اور وہ بستر مرگ پر پڑا تھا..... اور بڑھا پا اس پر طاری تھا..... اور اس کی آنکھوں کے اوپر آبرو آئے ہوئے تھے..... بڑھا پے کی وجہ سے سارا اس کا جسم لڑکھڑاہٹ کا شکار تھا۔

جب اس نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے یہ سنا کہ یہ میرا شوہر ہے اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے..... اور یہ غار حرا میں گیا تھا اور وہاں اس نے کئی کئی دن گزارے..... اور ایک دن اس نے آکر کہا کہ مجھے ایک غائب سے فرشتے نے آکر بھیج لیا..... اور کہا کہ اقراء اے محمد پڑھو..... تو اس نے کہا..... ما انا بقاری..... میں پڑھا ہوا نہیں ہوں..... تو اس نے زبردستی یہ کلمہ پڑھایا اور اس کلمے کا بوجھ اس کے اوپر پڑا..... اور

اس کی وجہ سے اس کا جسم کانپنے لگا..... اور یہ کپکپاہٹ طاری ہے اس کا کوئی علاج کرو..... اس پر کوئی دم پڑھو..... اس کا کوئی علاج مجھے بتاؤ میں بڑی پریشان ہوں تو ورقہ بن نوفل نے جب یہ بات حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے سنی..... خدیجہ اس کی بہن لگتی تھی..... تو ورقہ نے کہا مجھے اٹھا کر بٹھاؤ..... ورقہ کو بٹھایا گیا اور اس نے کہا میری آنکھوں سے پردہ ہٹاؤ..... تو پردہ ہٹا دیا گیا۔

ورقہ بن نوفل کی بشارت:

تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھا..... اور چہرہ دیکھ کر کہا خدیجہ تجھے مبارک ہو..... خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے کہا بھائی کیسی مبارک؟ تو ورقہ نے کہا تیرا شوہر نبی بن چکا ہے..... اور تو صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بن چکی ہے..... تیری آنکھیں اب نبوت کا دیدار کر رہی ہیں۔ (عمدة القاری جلد ۱ ص ۵۲)

ورقہ بن نوفل کا رونا:

یہ کہہ کر ورقہ بن نوفل رو پڑا..... خدیجہ کہتی ہیں بھائی کیوں روتے ہو؟ کہنے لگا میں اس لئے روتا ہوں کہ میری زندگی لمبی ہوگئی..... میں اپنی عمر کے آخری حصے میں گزر رہا ہوں، میں اس لئے روتا ہوں کہ کاش اس وقت تک میں نہیں رہوں، جب دنیا میں اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا سورج چمکے گا..... اور میں اس وقت تک زندگی چاہتا ہوں، جب مکے کے لوگ اس کو دھکے دے کر مکے سے نکال دیں گے..... میں چاہتا ہوں اس وقت میں کھڑا ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دوں..... میں گلیوں میں کھڑا ہو کر آمنہ کے لعل کا ساتھ دوں..... چوک میں کھڑے ہو کر تیرے شوہر کی چوکیداری کروں..... خدیجہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ورقہ بن نوفل روتا رہا..... اور رو کر کہا خدیجہ رضی اللہ عنہا اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جاؤ..... اس کو کچھ نہیں ہوتا یہ تو نبیوں کا سردار ہے۔ (بخاری جلد ۱)

آسمانی کتابوں کی تصدیق:

تورات میں جو نشانیاں میں نے اس کے چہرے کی پڑھی ہیں وہ تو اس میں

پائی جاتی ہیں..... انجیل میں جو نشانیاں پڑھی ہیں وہ اسی کے چہرے میں پائی جاتی ہیں..... اور اسی طرح زبور میں جو کچھ لکھا ہے، وہ اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آ رہا ہے۔

پیغمبر کو نبوت پہلے ملی اور تبلیغ کا حکم بعد میں:

میرے بھائیو! خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا واپس آئیں..... وانذر عشیرتک الا
قربین..... لیکن یہ آیت کچھ عرصہ بعد اتری..... وہاں سے میں بات شروع کرتا ہوں کہ
جس دن آپ کو نبوت ملی اسی دن آپ کو تبلیغ کا حکم نہیں ہوا، نبوت پورے چالیس سال
کے بعد ملی..... اور اعلان تبلیغ آپ نے کس تاریخ کو کیا؟ (۴۳ سال بعد).....
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی ۴۰ سال بعد اور تبلیغ کا آغاز کیا آپ نے ۴۳ سال بعد..... یعنی جو
زمانہ ہے درمیان میں تین سال کا..... اس کو عربی میں فترت وحی کا زمانہ کہتے ہیں کہ ایسا
دور کہ جس میں وحی نہیں آئی آسمانوں سے!

تبلیغ کا آغاز:

اور تین سال کے بعد پھر یہ آیت اتری:

..... وانذر عشیرتک الا قربین.....

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رشتہ داروں کو میرے عذاب سے ڈرائیے..... تو اب تبلیغ کا
آغاز ہوتا ہے کہ اپنے رشتہ داروں کو سب سے پہلے تبلیغ کرو..... اپنے گھر والوں کو
بلاؤ..... اپنی دعوت پہلے گھر والوں کو پیش کرو..... تبلیغ گھر میں پیش کرو! (فتح الباری ج ۸
ص ۳۸۶۔ خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۲۳)

اعلان توحید فاران کی چوٹی پر اور آزمائش:

تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے بعد مکے کے قریشیوں کو، چوہدریوں کو پہاڑ کی
چوٹی پہ بلایا..... اور بلا کر کہا کہ تم نے مجھے کیسا پایا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے
کتاب زندگی پیش کی..... اپنی زندگی کی کتاب، ان کے سامنے کھولی اور کہا کہ..... ہل

وجدتموتی صادقاً او کا دبا فقد لبثت فیکم عمر امن قبل او قریشو، او
چو ہدیو چالیس سال کا عرصہ محمد ﷺ نے تمہارے اندر گزارا مجھے تم نے کیسا پایا مجھے
تم نے سچا پایا یا جھوٹا پایا؟ جب حضور ﷺ نے فرمایا قد لبثت فیکم عمر امن
قبل۔ چالیس سال میں نے تم میں گزارے بتاؤ مجھے کیسا پایا؟

سرداران مکہ کی طرف سے پیغمبر ﷺ کو جواب:

تو سب لوگوں نے بیک زبان کہا ما وجدناك الا صدقاً اے محمد
ﷺ تیری صداقت والی چادر پہ کوئی داغ نہیں، تیری صداقت والی چادر بے داغ ہے
..... تو صادق اور امین ہے، تو سچا ہے حضور ﷺ نے فرمایا اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ
کے دامن میں ایک لشکر آ رہا ہے اور وہ لشکر تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو میری
بات مانو گے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں مانیں گے تو وہ سچا ہے کہ تیرا مخالف بھی کہے
کہ محمد ﷺ سے زیادہ سچا کوئی نہیں اے محمد ﷺ تو گلیوں سے گزرتا ہے تو چھوٹے
چھوٹے بچے کہتے ہیں یہ سچا آ گیا یہ صادق آ گیا یہ امین آ گیا تیرا ایسا
کردار ہے تیری ایسی عظمت ہے کہ گلیوں کے بچے بھی تیری صداقت کی گواہی دے
رہے ہیں!

پیغمبر ﷺ کا اعلان نبوت:

تو حضور ﷺ نے فرمایا اچھا پھر میری بات سنو ایک قیامت کا دن آنے والا
ہے، جس دن حساب و کتاب ہوگا تمہیں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونا ہوگا اس
قیامت کے حساب سے پہلے اگر تم چاہتے ہو کہ ہم اس سے سرخرو ہوں تو اللہ کی توحید کا
اقرار کرو، یہ اقرار کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مشکل کشا
نہیں کوئی بگڑی بنانے والا نہیں اور میں اس کا رسول ہوں!

يا ايها الناس قولوا لا اله الا الله تفلحوا

اولوگو کہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وانی رسول اللہ اور میں

اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں..... یہ کہو گے..... تفلحون..... کامیاب ہو جاؤ گے۔

اعلان نبوت کے بعد لوگوں کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سلوک:

جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات پہاڑ کی چوٹی پہ کہی..... تو وہ قریشی وہ سردار بڑے بڑے کلغیوں والے چوہدری جو وہاں کھڑے تھے، انہوں نے کہا..... تبالك يا محمد الهذا جمعتنا..... اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نے ہمیں اس لئے بلایا تھا کہ یہاں آ کر ہمارے تین سو ساٹھ خداؤں کی خدائی کا خاتمہ کر کے یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی حاجت روا نہیں..... اسی لئے بلایا تھا کہ یہاں آ کر ہمارے تین سو ساٹھ خداؤں کی خدائی کا خاتمہ کر کے یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی حاجت روا نہیں..... اسی لئے بلایا تھا..... تبالك يا محمد..... اے محمد تو ہلاک ہو جائے..... یہ قریشیوں نے کہا، چوہدریوں نے کہا، سرداروں نے کہا، مکے کے اکثریت کے نمائندوں نے کہا..... تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی پیغمبر پریشان ہو گئے، علماء کہتے ہیں کہ اسی جگہ سے پتھر اٹھائے ان چوہدریوں نے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم انقلاب کے چہرے پر مارے..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو خون آلود کر دیا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے لہو بہنے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے کپڑے خون آلود گئے..... اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے تھے کہ لوگو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی حاجت روا نہیں، کوئی کچھ نہیں دے سکتا..... قولوا لا اله الا الله..... کوئی الہ نہیں اللہ تعالیٰ کے سوا..... یہ تین سو ساٹھ خدا تمہیں کچھ نہیں دے سکتے..... تمہاری حاجت روائی نہیں کر سکتے..... یہ تو پتھر کی مورتیاں ہیں ان کو اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو، انہی کو سجدہ کرتے ہو..... اپنے ہاتھوں سے ان کو بنایا انہیں کو مشکل کشا کہتے ہو..... یہ تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔

اولوگو آؤ ایک خدا کے دروازے پر جھک جاؤ..... ساری کائنات کے سردار نے جب اعلان تو حید کیا تو لوگوں نے پتھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر مارے۔ (بخاری ج ۲)

ص ۷۰۲۔ مسلم کتاب الایمان ص ۲۰۸۔ طبری جلد ۲ ص ۳۱۹۔ روض الانف جلد ۲ ص ۱۰۹

ایک سوال کا جواب:

آج کل بعض لوگ کہتے ہیں مولوی جی ایسی بات نہ کرنا جس سے کسی کا دل دکھے..... مجھے بتاؤ کہ پیغمبر ﷺ نے پہاڑ کی چٹان پہ یہ کہا تھا..... کہ تین سو ساٹھ خدا کچھ نہیں کر سکتے تو ان چوہدریوں اور قریشیوں کا دل دکھا تھا یا خوش ہوا تھا..... (دکھا تھا) اگر آج کے نصیحت کرنے والے وہاں ہوتے تو رسول اللہ ﷺ سے بھی کہتے کہ حضور ﷺ جی کسی کا دل نہ دکھاؤ..... یہ فلسفہ اپنے پاس رکھو دل دکھانا دل کو خوش کرنا اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے اسلام میں..... اسلام میں اہمیت اس بات کی ہے کہ جو سچی بات ہے منہ پر کہہ دو۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور آزر کا مکالمہ:

مجھے بتاؤ کہ ابراہیم علیہ السلام نے کیا کہا تھا:

..... اذ قال لا بیہ وقومہ ماہذہ التماثل التی انتم لها عاکفون.....
اے ابا جان! اے میری قوم جن مورتیوں کو سجدہ کرتے ہو، یہ تمہیں کچھ نہیں دے سکتیں..... تو انہوں نے کہا ابراہیم تمہیں کیا ہو گیا ہے..... تو تو آباؤ اجداد کے راستے سے بھٹک گیا ہے..... انہوں نے کہا بل وجدنا اباہا نالہا عابدین..... تمہارے آباؤ اجداد بھی مورتیوں کو سجدہ کرتے تھے..... تو پیغمبر ﷺ نے جواب میں کیا کہا..... انتم و اباؤکم..... تم اور تمہارے آباؤ اجداد..... فی ضلال مبین..... کھلی گمراہی میں تھے..... تم بھی گمراہ ہو اور تمہارے باپ دادا بھی گمراہ تھے یہ کس نے کہا؟ (ابراہیم علیہ السلام نے) پیغمبر ﷺ نے نہیں کہا..... یہ لفظ رسول اللہ ﷺ نے نہیں بولے؟ تم رسول سے بھی بڑے نصیحت والے آگئے ہو؟ کہ ایسی بات نہ کرو جس سے کسی کا دل دکھے..... پیغمبر ﷺ نے تو بات باپ کے سامنے کہہ چھوڑی..... جس کے گھر میں پرورش پائی اسی کے سامنے بتوں کا بیڑہ غرق کر دیا..... بتوں کی خدائی کا خاتمہ کر دیا..... بات وہ کرو جو سچی ہو..... چاہے

اس سے کسی کا دل دکھتا ہے، دکھے..... نہیں دکھتا نہ دکھے..... ہمیں تو اسلام اور قرآن نے یہ سبق دیا۔

اور جو کہتے ہو کہ کسی کا دل نہ دکھے وہ اور بات ہے..... وہ مسئلہ ہی اور ہے..... کہ تمہارا کوئی پڑوسی ہے ایسی بات نہ کرو کہ پڑوسی کی ہوا بند ہو جائے..... پڑوسی یہ کہے کہ یار یہ بداخلاقی ہے، یہ بدتمیز ہے، مجھے رات کو سونے نہیں دیتا..... تمہاری ذات کو کسی نے گالی دی تم معاف کر دو اور بات ہے.....

دینی معاملات میں رواداری کیسی؟

لیکن جب دین کا معاملہ آئے گا تو نرمی نہیں..... شریعت کا معاملہ آئے گا کوئی نرمی نہیں۔

ایک آدمی نے تمہیں کنجر کہا بد معاش کہا، بلا کہا معاف کر دو..... اسلام کہتا ہے معاف کر دو بہتر ہے ایک آدمی نے تیرے بھائی کو قتل کر دیا اسے معاف کر دو بہتر ہے۔ ایک آدمی نے تیرے باپ کو مار دیا اس کو معاف کر دو بہتر ہے، ثواب ہے..... لیکن ایک شخص نے تیرے پیغمبر ﷺ کو گالی دی تم کہو میں نرمی کروں گا..... مجھے نرمی کا حکم ہے، یہ نرمی نہیں ہے، یہ منافقت ہے.....!

ایک آدمی نے تیرے باپ کو برا کہا تیری ماں کو برا کہا..... مجھے بتاؤ باپ کو برا کہنے سے اگر آدمی بے غیرت ہو گا تو معافی دے گا..... ہاں میں تجھے قتل کر دوں۔ تیرے بیٹے کو مار دوں تو معاف کر دے؟ میں تیری ذات نقصان کر دوں تو معاف کر دے۔ میں تیرا دس لاکھ کا نقصان کر دوں تو معاف کر دے..... میں تجھے گالیاں دوں کہ تو بے ایمان ہے تو معاف کر دے۔ میں تیرا گریبان پکڑ لوں تو معاف کر دے، یہ بہتر ہے، قرآن نے کہا کہ اگر معاف کر دو تو بہتر ہے!

لیکن قرآن نے یہ کہیں نہیں کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک آدمی گالی دے تو

معاف کر دو۔

سودی معاملات خدا اور رسول سے جنگ:

تمہیں اختیار ہی نہیں معاف کرنے کا..... پیغمبر ﷺ کے صحابہ کو کوئی گالی دے تم معاف کر دو یہ تمہیں اختیار ہی نہیں معاف کرنے کا تمہیں کس نے کہا معاف کرو؟ دین کا مذاق اڑایا کسی نے شریعت کا مذاق اڑایا قرآن کا مذاق اڑایا اس کے بارے میں کوئی نرمی نہیں..... اگر نرمی ہے تو مجھے بتاؤ کہ قرآن نے یہ کیوں کہا؟ فاذنوا بحرب من الله ورسوله..... جس نے سود کھایا اس نے اللہ کے ساتھ اعلان جنگ کیا۔ اعلان جنگ کرنا یہ نرمی ہے یا سختی.....؟ (سختی)

کہتے ہیں کہ مولوی جی نرمی کرو..... تو اللہ تعالیٰ تو کہہ رہے ہیں کہ جس نے سود کھایا اس نے میرے ساتھ جنگ کی۔ تو کہاں گئی نرمی؟ دین کے معاملے میں کوئی نرمی نہیں یہ یاد رکھو..... یہ جو معاف کرنے کی بات ہے جی نرمی کرو معاف کر دو..... یہ اپنی ذات کے لئے ہے..... تمہیں کسی نے برا کہا ہے تم معاف کر دو..... ٹھیک ہے..... تمہیں کسی نے گالی دی معاف کر دو ٹھیک ہے تم ہر بات اسی پر فٹ کرتے جا رہے ہو..... ایک آدمی نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو طوائف لکھ دیا تم کہو کہ معاف کر دو..... تم کچھ نہ کہو..... یہ کوئی اسلام نہیں ہے یہ بے غیرتی ہے..... کوئی معافی نہیں ہوتی دین میں..... دین کا مذاق اڑانا.....

منکرین ختم نبوت کے خلاف صدیق اکبرؓ کی جنگ:

مجھے یہ بتاؤ کہ جس وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا..... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو منکرین زکوٰۃ کھڑے ہوئے یا نہیں ہوئے؟ (ہوئے) تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے کہ یا ران کو معاف کر دو..... ان سے نرمی کرو..... کی نرمی؟ منکرین ختم نبوت کھڑے ہوئے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ لڑی یا نہیں لڑی۔ (لڑی) منکرین حدیث کھڑے ہوئے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جنگ لڑی یا نہیں لڑی۔ اب اس جنگ کا ذکر قرآن میں ہے، آپ حیران ہوں گے کہ حالانکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے

دور میں تو قرآن نہیں اترے۔

رسول اللہ ﷺ کے دور میں قرآن اترے گا..... کہ اے کملی والے تیرے جانے کے بعد ایک جماعت ہوگی جو اسلام سے پھر جائے گی..... اور تیرے صحابہ میں ایک گروہ کھڑا ہو کر اس سے جنگ کرے گا..... اور جو گروہ اس سے جنگ کرے گا..... میں آج اعلان کرتا ہوں کہ خدا اس سے محبت کرتا ہے..... پڑھو قرآن کا چھٹا پارہ..... یا یہاں الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یتاى اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ۔

منکرین زکوٰۃ کے خلاف جنگ اور فاروق اعظمؓ کی رائے:

دین کے معاملے میں کوئی نرمی نہیں..... جس وقت منکرین زکوٰۃ کھڑے ہو گئے، انہوں نے کہا ہم زکوٰۃ نہیں دیتے..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا شخص کہنے لگا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! اسلام کا لشکر تو سارا شام میں گیا ہوا ہے..... ایک لشکر یمامہ میں جا رہا ہے..... اور مدینہ کے بعض لوگ جنہوں نے کہا ہم زکوٰۃ نہیں دیتے، تم اس سے جنگ نہ کرو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تلقین:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر رسول اللہ ﷺ پر کھڑے ہو گئے..... عصا مبارک ہاتھ میں لے کر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

..... یا عمر اے عمر..... ا جبار فی الجاہلیۃ و خوار فی الاسلام (خلفائے راشدینؓ از مولانا لکھنوی رحمہ اللہ ص ۶۴) تو جہالت میں سخت تھا اسلام میں آ کر نرم ہو گیا..... ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگ کہتے تھے یہ نرم ہے لیکن جب دین کا معاملہ آیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انصاف پر تھے..... دین کے معاملے میں کوئی نرمی نہیں۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منبر رسول اللہ ﷺ پر عصا ہاتھ میں لے کر کہا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مدینے کے لوگوں سے خطاب:

اے مدینہ کے لوگو!... اینقص الدین و اناحی..... (قرة العینین فی تفصیل الشیخین از شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ص ۸۱۔ خلفائے راشدینؓ از مولانا لکھنوی رحمہ اللہ ص ۶۳) محمد مصطفیٰ ﷺ کا دین کمزور ہو جائے اور میں زندہ رہوں، یہ نہیں ہو سکتا، یہ دو باتیں نہیں جمع ہو سکتیں..... اور پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

مدینے کے لوگو! جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے دور میں زکوٰۃ دی اور بکری کے گلے میں جو رسی ہے، وہ رسی بھی زکوٰۃ میں دیتا تھا..... آج اگر کوئی شخص بکری زکوٰۃ میں دے اور رسی روک لے، میں اس رسی کو لینے کے لئے بھی جنگ کروں گا..... کیوں؟ اگر میں نے آج جنگ نہ کی تو زکوٰۃ کا جو فرض ہے یہ ڈھیلا پڑ جائے گا..... اور قیامت تک لوگ زکوٰۃ روک لیں گے..... محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کو کمزور ہوتا میں نہیں دیکھ سکتا..... یہ کہہ کر فرمایا مدینہ کے لوگو! میں جنگل میں نکل جاؤں گا..... میں اکیلا چلا جاؤں گا..... اور تلوار ہاتھ میں لے کر منبر سے نیچے اتر آؤں..... اور کہا کہ تم بیٹھے رہو میں اکیلا جنگ لڑوں گا..... جنگل میں جا کر میری نعش کو کوئے نوچ جائیں..... صدیق تنہا اس سے جنگ لڑے گا..... جو رسی زکوٰۃ کی روکے گا میں اس سے بھی لڑائی کروں گا (ترمذی جلد ۲ ص ۸۳)..... یہ دین کا معاملہ ہے، دین کے معاملے میں کوئی کمزور نہیں..... اب دیکھو حضور مصطفیٰ ﷺ سے بڑا کوئی دنیا میں ہو سکتا ہے؟ (نہیں)

لیکن پیغمبر انقلاب کو دیکھو..... کہ رسول اللہ ﷺ فاران کی چوٹی پہ کھڑے ہیں..... فاران کی چوٹی پہ آپ نے فرمایا..... قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا..... لوگو! ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو! ایک خدا کو مشکل کشا حاجت روا کہو، پھر تم کامیاب ہو..... لیکن ان لوگوں نے پتھر اٹھائے اسی پہاڑ سے اور پیغمبر مصطفیٰ ﷺ کے چہرے پر مارے..... اور نبی مصطفیٰ ﷺ کا چہرہ خون آلود ہو گیا..... وہ نبی کا چہرہ جو معراج کی رات عرش پر گیا تھا..... وہ چہرہ جس کا چہرے کو قرآن نے واضح کیا تھا..... اس چہرے کو خون آلود کر دیا گیا..... کس لئے؟

(توحید کیلئے)..... پیغمبر ﷺ کو دین کی وجہ سے گھر سے نکالا گیا یا نہیں، اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں کوئی پیغمبر ایسا نہیں جس کو دین کی وجہ سے گھر سے نکالا نہ گیا ہو..... یہ مسئلہ یاد رکھیں..... دو صفتیں ہر نبی میں پائی گئیں..... ایک صفت یہ تھی کہ ہر پیغمبر کو دین کے جرم میں گھر سے نکالا گیا..... دھکے دے کر..... اور دوسرا یہ تھا کہ ہر پیغمبر نے بکریاں چرائیں!.....

بخاری شریف میں ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں کہ جس نے بکریاں نہ چرائیں ہوں..... اس میں بڑی حکمتیں ہیں..... علماء نے وہ حکمتیں لکھی ہیں؟ کہ بکریاں چرانے کا کیوں حکم ہوا انبیاء کو، وہ علیحدہ عنوان ہے..... لیکن دو صفتیں ہر پیغمبر میں تھیں..... کہ ہر نبی نے بکریاں چرائیں..... اور ہر پیغمبر خون آلود ہو گیا..... رسول اللہ ﷺ زخموں کی حالت میں گھر آئے..... اور اس کے بعد جب آپ نے پہلی مرتبہ کعبہ میں اعلان توحید کیا وہ منظر بڑا عجیب تھا حضور ﷺ پہلی مرتبہ بڑے پریشان ہوئے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر پتھر پڑے..... پیغمبر ﷺ کو مارنا شروع کر دیا۔

نبی ﷺ کا موسس اول اور آزمائش:

جب رسول اللہ ﷺ کو مارنے لگے تو پیغمبر ﷺ کے آگے جو آ یا سب سے پہلے وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھا..... رسول اللہ ﷺ نیچے گر گئے..... ابو بکر رضی اللہ عنہ اوپر گر گئے..... جب رسول اللہ ﷺ کو لوگ دھکے دیتے تھے ابو بکر رضی اللہ عنہ اوپر آئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک لفظ کہا تھا..... اتقتلون رجلا ان يقول ربی اللہ.....

او مکہ کے لوگو اس شخص کو قتل کرتے ہو جس کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب صرف اللہ تعالیٰ ہے..... اس جرم میں مارتے ہو؟ یہ کہہ کر ابو بکر رضی اللہ عنہ اوپر لیٹ گئے..... ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مارا گیا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تکلیف آئی..... ابو بکر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا اور علماء کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو نیچے سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے نکال لیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ پڑے رہے..... ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لوگ مارتے رہے..... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اتنا مارا

کہ ابو بکر بے ہوش ہو گئے۔

اور مارا کیسے؟ آپ حیران ہوں گے کہ جو تا اٹھا کر لاٹھیاں اٹھا کر کسی نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ماری اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے منہ پر اتنے جوتے مارے کہ ناک سے خون نکل آیا..... منہ سے خون نکل آیا..... جسم سارا خون آلود ہو گیا.....

اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ زخموں کی حالت میں پڑے رہے، بے ہوش ہیں،..... ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پورے خاندان میں کسی نے کلمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں پڑھا تھا..... صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے، سارے مخالف تھے..... سارے مشرکوں کے ساتھ تھے..... قریشیوں کے ساتھ تھے..... سرداروں کے ساتھ تھے..... اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھے مکے میں کپڑے کا سب سے بڑا تاجر تھا سارا کپڑا مکہ مکرمہ میں صدیق اکبر کے خاندان کے ذریعے شام کے ملک سے آتا تھا وہ بڑے رئیس امیر تھے بڑا پیسہ تھا..... لیکن سارا خاندان یہ کہتا تھا ابو بکر رضی اللہ عنہ تم مار کھا رہے ہو کیوں مار کھاتے ہو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے..... پیچھے تھوڑا سا رہو کوئی بات نہیں..... لیکن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کیا جملہ تھا..... ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کیا کردار تھا!

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر گھر لے گئے..... اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو شام کو ہوش آیا۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سر ہانے ماں کھڑی تھیں..... اور ایک شہد کا چمچ تھا، جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا تو دودھ کا پیالہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قریب کیا اور کہا بیٹا یہ دودھ تم پیو تا کہ تمہاری صحت ٹھیک ہو جائے، سارے جسم سے لہو بہہ رہا ہے، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہوش میں آتے ہی فرمایا..... اماں میں دودھ اس وقت تک نہیں پیتا، جب تک مجھے پتہ نہ چلے کہ میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟

ساری حدیث کی کتابوں میں یہ واقعہ موجود ہے..... والدہ نے دودھ بھر دیا..... تو رشتے داروں نے کہا تھا، چچاؤں نے کہا..... والدہ نے کہا..... بھائیوں نے کہا..... کیا ہو گیا تھے..... تجھے نہیں کہا تھا کہ ہر وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ رہو..... ابو بکر

ﷺ نے فرمایا اگر میں نبی ﷺ کے ساتھ نہ رہوں تو کہاں رہوں؟ کیا کروں؟ میری زندگی اس کے ساتھ ہے..... دودھ نہیں پیا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے کہا کہ ایک عورت رہتی ہے یہاں محلے میں اس کا نام ہے ام جمیل..... اس ام جمیل سے پوچھ کر آؤ کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟

صدیق اکبرؓ بارگاہ نبوت میں:

تو ام جمیل سے جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ پوچھنے گئی تو اس نے کہا..... کہ میں تجھے نہیں بتا سکتی کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟..... اس لئے کہ تو نے نبی ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھا..... اس نے کہا میرا بیٹا ابوبکر رضی اللہ عنہ پوچھتا ہے..... اس نے کہا چلو میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلتی ہوں..... تو آدھی رات کے وقت ام جمیل ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کان میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ دار ارقم میں ہیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی جو حویلی ہے رسول اللہ ﷺ وہاں ہیں..... تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا چلو چلتے ہیں..... آدھی رات کا وقت ہے..... کوئی بجلی نہیں..... کوئی ٹیوب نہیں..... کوئی روشنی نہیں..... پہاڑ ہیں..... پتھر ہیں..... ویران گلیاں ہیں..... ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک ہاتھ ام جمیل کے کندھے پر رکھا..... زخموں کی وجہ سے چورتھے..... ایک ہاتھ اپنی ماں کے کندھے پر رکھا..... اور حضور ﷺ کے پاس چل پڑے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قدموں پہ قربان جاؤں..... کہ زخموں کی حالت میں چہرے سے لہو بہہ رہا ہے..... سارا جسم خون آلود ہے..... اور پیغمبر ﷺ کی تلاش میں مکے کی اندھیری گلیوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ جا رہا ہے..... اور جس وقت رسول اللہ ﷺ کے گھر دار ارقم میں پہنچے..... چراغ جل رہا تھا..... ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ دیکھا۔

صدیق اکبرؓ کو دیکھ کر پیغمبر ﷺ کی کیفیت:

پیغمبر ﷺ نیچے جھک گئے..... نیچے جھک کر رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے

ماتھے کو بوسہ دیا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب پیغمبر ﷺ کا یہ عشق اور محبت دیکھی..... تو حضور ﷺ نے فرمایا ابو بکر پر نشان ہونے کی ضرورت نہیں، تیرے زخموں کی وجہ سے میرا دل بڑا پریشان ہے۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کملی والے۔ جب آپ ﷺ کا چہرہ دیکھا کہ آپ ٹھیک ہیں تو میرے سارے زخم ختم ہو گئے..... پیغمبر ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے لئے جان وقف کر دی تھی..... تو اس کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا..... کیونکہ آپ نے خانہ کعبہ میں تبلیغ کا اعلان کیا تو آپ کو تکلیف آئی آپ کو مشکل آئی۔ (ریاض النضرۃ ج ۱ ص ۸۵۔ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۰)

دار ارقم میں تبلیغ کا آغاز:

دار ارقم ایک حویلی ہے آپ وہاں رہنے لگے..... اور وہیں بیٹھ کر تبلیغ کرتے وہیں لوگ آتے آہستہ آہستہ لوگ کلمہ پڑھنے لگے..... اور پھر ایسا وقت آیا کہ جب رسول اللہ دار ارقم میں قرآن پڑھتے تھے۔

رات کا وقت ہے ابو جہل قریب سے گزرا..... ابو جہل نے دیکھا کہ رسول اللہ قرآن پڑھ رہے ہیں کھڑا ہو گیا۔ اخنس بن شریک آیا اس نے دیکھا رسول اللہ ﷺ قرآن پڑھ رہے ہیں کھڑا ہو گیا۔

اور جب وہاں سے چلنے لگے..... تو راستے میں ان کی آپس میں ملاقات ہو گئی تو ایک نے کہا تو کیوں آیا تھا۔ دوسرے نے کہا تو کیوں آیا تھا۔ تیسرے نے کہا تو کیوں آیا تھا۔ ایک نے کہا قسم کھاؤ لات وعزیٰ کی کہ کوئی نہیں آئے گا..... جب اگلا دن آیا..... تو ابو جہل نے کہا عتبہ کو تو پتہ نہیں ہوگا..... شیبہ کو تو پتہ نہیں ہوگا..... پھر وہ آ گئے جب آپس میں ملے تو کہنے لگے کہ کجی بات یہ ہے کہ جیسا قرآن محمد ﷺ پڑھتا ہے، ایسا دنیا میں کلام کوئی پڑھ نہیں سکتا۔

میرے بھائیو!

مکہ مکرمہ میں دار ارقم میں تبلیغ کا یہ سلسلہ جاری تھا..... مکہ مکرمہ کی تیرہ سالہ

زندگی میں ایک سو چودہ آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھا..... اور کچھ عرصے کے بعد وہ وقت بھی آیا کہ جب دار ارقم میں پیغمبر موجود ہے۔

دارالندوة میں کفار کا اجتماع اور پیغمبر ﷺ کے قتل کا فیصلہ:

اور دارالندوة میں میٹنگ ہوئی خانہ کعبہ میں میٹنگ ہوئی میٹنگ میں بڑے بڑے سارے سردار جمع ہوئے..... قریشی جمع ہوئے..... چوہدری جمع ہوئے..... انہوں نے کہا کہ اس محمد ﷺ کا راستہ روکو اگر تمہیں مکہ میں سرداری کرنی ہے تو اس کو روکو..... اگر اس کو نہیں روکتے تو مکہ میں تم سردار نہیں بن سکتے مکہ میں تمہاری سرداری اور چوہدری راہٹ نہیں چل سکتی..... انہوں نے کہا کہ کیسے روکیں؟..... عقبہ بن ابی معیط ایک بوڑھا تھا، بڑا پرانا بوڑھا تھا..... وہ بھی وہاں موجود تھا..... بڑے بڑے اور بھی سردار تھے..... انہوں نے کہا بات یہ ہے..... کہ محمد رسول اللہ کو جب تک قتل نہیں کر دیا جاتا اس وقت تک بات نہیں بنتی..... تو دوسرے نے کہا قتل کون کرے گا؟

فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا آزمائشوں میں:

چنانچہ جب کوئی تیار نہیں ہوا..... تو عمر بن خطاب تیار ہوا..... عمر ابن خطاب جس نے بعد میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بنا تھا..... کہنے لگا میں محمد ﷺ کا سر لاتا ہوں..... فیصلہ کیا گیا کہ کل کو میں محمد ﷺ کا سر لاؤں گا۔ اگلا دن آیا جو ابھی عمر بن خطاب تھے رسول اللہ ﷺ کا سر لینے کے لئے جا رہے ہیں۔

راستے میں ابو نعیم سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہو گئی..... ابو نعیم نے پوچھا عمر کہاں جاتے ہو؟ فرمایا محمد ﷺ کا سر لینے جا رہا ہوں..... اس نے کہا محمد ﷺ کا سر بعد میں لینا..... اپنے بہنوئی سے پوچھو تمہاری بہن فاطمہ بنت خطاب اس محمد ﷺ کا کلمہ پڑھ چکی ہے..... تمہارا بہنوئی سعید ابن زید اس محمد ﷺ کا کلمہ پڑھ چکا ہے عمر نے کہا اچھا..... پہلے میں اس کی خبر لیتا ہوں..... عمر پیچھے ہٹے..... تو وہاں گھر واپس آئے، دروازہ بند ہے بہنوئی کا..... جب دروازہ کھٹکھٹایا جا رہا تھا۔

اندر سے قرآن کی تلاوت کی آواز آرہی تھی..... طہ ما انزلنا علیک القرآن..... یہ قرآن کی تلاوت ہو رہی ہے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ حیران ہو گئے۔

اندر جاتے ہی فاطمہ بنت خطاب کو مارنا شروع کر دیا، مار کر جب بہن بے ہوش ہو گئی..... تھوڑی دیر کے بعد فاطمہ کو ہوش آیا۔

فاطمہ نے کہا عمر جس باپ کا خون تیری رگوں میں ہے اسی باپ کا خون میری رگوں میں ہے..... تو مارتا ہوا تھک سکتا ہے۔

میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتی ہوئی تھک نہیں سکتی..... اس عمر نے کہا اتنا میں نے مارا میری بہن نے تو کبھی آج تک میرے سامنے سر نہیں اٹھایا تھا..... آج سامنے بول پڑی ہے..... قرآن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کانوں میں پڑ چکا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جلدی کرو قرآن تو مجھے سنا..... فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا تو ناپاک ہے غسل کر..... جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ غسل کر کے آئے..... فاطمہ رضی اللہ عنہا نے قرآن پڑھنا شروع کر دیا..... فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت خطاب نے عمر کے دل کا زنگ اتارنا شروع کر دیا۔

عمر رضی اللہ عنہ قاتل بن کر گئے عادل بن کر آئے:

تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا فاطمہ رضی اللہ عنہا جلدی کر مجھے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چل..... تو فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت خطاب نے کہا میں نہیں لے جا سکتی..... سعید ابن زید کو فاطمہ کہنے لگی تم چلے جاؤ..... عمر بن خطاب تھوڑی دیر پہلے نبی کا سر لینے جا رہا تھا..... اور ابھی تھوڑی دیر بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سر دینے جا رہا ہے۔

میرے بھائیو! یہ تبلیغ کا وہ انداز تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی وساطت سے امت تک پہنچا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ جا رہے تھے دار ارقم میں..... میں دار ارقم کی بات سن رہا تھا..... دار ارقم میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہیں..... اور بھی لوگ بیٹھے ہیں..... غور سے لوگوں نے دیکھا..... عمر رضی اللہ عنہ آ رہا ہے کسی نے کہا

عمر رضی اللہ عنہ آ رہا ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بات نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر ہو چکی تھی..... کہ دارالندوة میں میرے خلاف میٹنگ ہوئی ہے..... پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت رات کی تاریکی میں کعبہ بھی گئے تھے..... اور کعبہ میں ہاتھ اٹھا کر فرمایا تھا..... اللھم اعز الاسلام باحب الرجلین الیک بعمر ابن خطاب او بعمر و بن هشام..... اے اللہ اگر اسلام کی عزت دینا چاہتا ہے یا عمر بن خطاب دے دے یا عمرو ابن ہشام دیدے۔ (ترمذی باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ جلد ۲ ص ۲۰۹)

میرے بھائیو!

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دعا کر چکے تھے..... جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ عمر آ رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نہیں آ رہا۔ رات والی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا آ رہی ہے..... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قریب آئے..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سر جھکا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کیسے آکھے ہو؟ کہا کلمہ پڑھنے آیا ہوں..... تو کلمہ پڑھنے کو چند منٹ نہیں گزرے.....

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کلمہ پڑھ لیا ہے..... اب یہ اذان جو دارالرقم میں ہوتی ہے یہ اذان دارالرقم میں نہیں ہوگی اب یہ اذان کعبے میں ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری قوم میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مارتی ہے، برا کہتی ہے، تکلیفیں پہنچاتی ہے..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب میں نے کلمہ پڑھ لیا ہے اب یہ نہیں ہو سکتا کہ کلمہ عمر بھی پڑھ لے اور اذان پھر چھپ کر ہو..... اسلام کا اعلان چھپ کر ہو یہ نہیں ہوگا۔ اب اذان کعبے میں ہوگی اس لئے ابن حجر نے کہا..... دنیا کا ایک انسان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایسا ہے جن کا نام عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب ہے..... جس نے اعلانیہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا..... چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے کلمہ پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا نام کعبے میں بلند ہوا۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۶۷، ۳۶۹۔ الفتح ۸/۳۶۸۔ ابن عساکر۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۳)

ابو جہل کی بد بختی:

پیغمبر ﷺ کے کی گلیوں میں تبلیغ کر رہے ہیں..... پیغمبر ﷺ کے کی گلیوں میں اعلان توحید کر رہے ہیں..... اور رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے ابو جہل جا رہا ہے..... ابو جہل کہتا ہے اولو گو محمد ﷺ کی بات نہ سنو یہ دیوانہ ہے..... (نعوذ باللہ) یہ مجنوں ہے، یہ پاگل ہے..... محمد ﷺ آگے آگے جا رہے ہیں..... اور چوکوں میں کہتے ہیں..... قولوا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ..... اولو گو کلمہ پڑھو، اولو گو اللہ تعالیٰ کی بات مانو۔

پیغمبر ﷺ کا اخلاق کریمانہ:

کوئی انسان ایسا تصور نہیں کر سکتا..... وہ شخص جو آسمانوں پہ معراج کی رات گیا تھا..... وہ شخص جس کے لئے قرآن اتر ا تھا، آج کعبہ کی گلیوں کے اندر وہ پیغمبر چلتا ہے، تو راستے میں کانٹے بچھائے گئے ہیں..... عورتیں مکانوں کی چھتوں پر کھڑی ہو گئیں ہیں..... سارا دن صفائی کر کے جو کوڑا ملتا ہے جب رسول اللہ گزرتے ہیں تو کوڑا رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر ڈال دیتی ہیں..... وہ پیغمبر ﷺ جس کے چہرے کو قرآن نے واضح کیا ہے لیکن اس توحید کے جرم میں..... کلمہ طیبہ کے جرم میں..... لا الہ الا اللہ کے جرم میں اس کے شفاف چہرے پر کوڑا ڈالا گیا..... جو عورت روزانہ کوڑا ڈالتی ہے..... دس دن گزر گئے، دس دن گزرے تو ایک دن وہ عورت نہیں ملی..... پیغمبر ﷺ نے پوچھا کہ جو بوڑھی عورت میرے سر پر کوڑا ڈالتی تھی کہاں ہے؟ بتایا گیا وہ بیمار ہے..... رسول اللہ ﷺ اس کا دروازہ کھٹکھا کر اس کی تیمارداری کے لئے چلے گئے..... اس کی تیمارداری کے لئے جب گئے..... تو پیغمبر ﷺ اس کے سر ہانے کھڑے ہیں، اس کا بیٹا بیٹھا ہوا ہے..... اس کے بیٹے نے کہا اماں محمد ﷺ آیا ہے..... بیٹا کیسے آیا ہے؟..... حضور ﷺ نے فرمایا اماں مجھے پتہ چلا ہے تو بیمار ہے، میں تیری عیادت کرنے کے لئے آیا ہوں۔

بوڑھی نے جب رسول اللہ ﷺ کا یہ اخلاق دیکھا، علماء کہتے ہیں اسی جگہ پر اس

نے رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھ لیا..... پیغمبر ﷺ گلیوں میں پھرتے ہیں..... پیچھے کچھے
شرکین مکہ، سردار، رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتے ہیں..... پیغمبر ﷺ کا مذاق اڑاتے
ہیں۔

بازار عکاظ میں پیغمبر ﷺ اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں:

حضور ﷺ بازار عکاظ میں گئے..... عکاظ میں ایک میلہ لگتا تھا، بہت بڑا بازار
تھا، رسول اللہ ﷺ کیلئے اس میں چلے گئے اور آگے آگے کہتے لوگو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
معبود نہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق و مالک نہیں۔

ابو جہل کی اسلام مخالف تدابیر:

اور پیچھے ابو جہل ہے، ابو جہل کہتا ہے لوگو اس کی بات نہ سنو..... یہ دیوانہ ہو
گیا..... یہ مجھوں ہو گیا..... نعوذ باللہ یہ پاگل ہو گیا، یہ ساحر ہو گیا..... اس کی بات سنو گے
تو آپس میں لڑ پڑو گے..... اس کی بات سنو گے تو ماں باپ سے علیحدہ ہو جاؤ گے..... اس
کی بات سنو گے تو تم رشتے داروں کو علیحدہ کر دو گے..... اس کی بات نہ سنو..... لیکن
ساری کائنات کا سردار اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پاتا ہے کہ..... بلغ ما انزل الیک من
ربک..... اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ جو عرش سے تجھ پر اتارا گیا ہے اس کو لوگوں کے گھر گھر
نک پہنچا دو..... اللہ تعالیٰ کا رسول ایک ایک بات کو گھر گھر پہنچانے کے لئے گلیوں میں
پھرتا ہے، بازاروں میں پھرتا ہے، لوگ پتھر مارتے ہیں، پھر بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کے
پیغام سے باز نہیں آتا۔

مصائب ہی مصائب اور پیغمبر ﷺ کا صبر و استقلال:

اور پھر ایسا وقت بھی آیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اتنی تکلیفیں اٹھائیں.....
اتنی مشقتیں اٹھائیں۔ کہ قرآن کو پھر یہ کہتا پڑا:

لعلک باخع نفسك.....

اے پیغمبر ﷺ اتنی تکلیف نہ اٹھاؤ کہ تم اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو..... ایسا نہ کرو..... پیغمبر گلیوں میں پھر رہے ہیں۔

میرے بھائیو!

اتنے سال گزر گئے گلیوں میں پتھر..... بازاروں میں پتھر چوکوں میں پتھر..... مذاق..... گلی میں رسول اللہ ﷺ جارہے ہیں..... چند نو جوان چوک میں کھڑے ہیں..... کہتے ہیں دیکھو یہ نیا نبی بن کے آ گیا..... یہ مذاق اڑا رہے ہیں..... ایسا کوئی تصور کر سکتا ہے مسلمانو تم بتاؤ؟ ایک آدمی محلے کا مولوی ہو..... اس کو ایک لڑکا ایسا کہہ دے..... تھانے میں پہنچ جائے گا..... پنچایت جمع کرے گا، لیکن دیکھو مسلمانو جو ساری کائنات کا پیغمبر ﷺ ہے..... وہ گلیوں میں..... چوراہوں میں..... اللہ کا پیغام سناتا ہے لوگ مذاق اڑا رہے ہیں..... لیکن اس کے دل میں ایمان کی روشنی میں فرق نہیں آتا..... پیغام پہنچا رہا ہے۔

حضور ﷺ کا سفر طائف:

رسول اللہ ﷺ مکے کی گلیوں سے پریشان ہو کر طائف پہنچے..... تو آپ کا ایک غلام حضرت زید بن حارثہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا..... زید کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا جب آپ طائف پہنچے تو لوگوں نے کہا ہم تمہیں یہاں بات نہیں کرنے دیں گے، جب تک ہمارے سردار نہ کہیں..... تین سردار تھے ایک کا نام عبدیاللیل تھا..... ایک کا نام حبیب بن عمرو تھا..... ایک کا نام مسعود تھا۔

حضور ﷺ سب سے پہلے گئے..... عبدیاللیل بے کہا کہ عبدیاللیل میں تیرے پاس آیا ہوں میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں آخری پیغمبر ﷺ ہوں..... تو عبدیاللیل نے کہا کہ اے محمد ﷺ تیرے سوا اللہ تعالیٰ کو کوئی آدمی نبی بنانے کے لئے نہیں ملا، اس نے مذاق اڑایا۔

حضور ﷺ دوسرے سردار مسعود کے پاس گئے اس نے کہا چلے جاؤ.....

نبی ﷺ اس طرح در در نہیں پھرا کرتے..... اس نے یہ کہا پاگل تھے عقل ہی کوئی نہیں تھی..... نبی در در پہ نہیں پھرتے، اور اللہ تعالیٰ کا پیغام کیسے پہنچایا.....

حبیب کے پاس چلے گئے..... اس نے کہا اے محمد ﷺ اگر تم اللہ کے سچے نبی ہو۔ تو پھر میرے دل میں خود بخود تیری بات آنی چاہئے تمہیں کہنا نہیں چاہئے اگر تم سچے نبی ہو تو پھر کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے تیری، یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ کو اپنی مجلس سے اٹھا دیا، محفل سے اٹھا دیا، پیغمبر ﷺ پریشان ہو گئے..... آپ جا رہے ہیں۔

طائف سے واپسی پر ایک غلام کا قبول اسلام:

تو راستے میں ایک باغ تھا انگوروں کا..... اسی حبیب کا جو سردار تھا اس کا باغ تھا، حضور ﷺ تھک کر چور ہو کر اس باغ میں بیٹھ گئے..... جب باغ میں بیٹھے تو باغ کا ایک ملازم تھا عداس اس کا نام تھا، اس نے دیکھا کہ ایک مسافر ہے..... بڑا خوب صورت نوجوان ہے..... اور بڑا نیک بخت معلوم ہو رہا ہے..... اس نے ایک رکابی میں انگور ڈالے..... اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھ دیئے..... حضور ﷺ ان انگوروں کو کھانے لگے.....

بسم اللہ پڑھی تو اس نوجوان نے کہا..... کہ اے مسافر تم کون ہو..... حضور ﷺ نے فرمایا میرا نام محمد ﷺ ہے..... میں آخری رسول ہوں دنیا کا..... تو اس نوجوان نے کہا..... یہ کلام آپ نے کیسا پڑھا بسم اللہ؟..... پیغمبر ﷺ نے کہا یہ اللہ کا کلام ہے..... وہ حیران ہوا..... حضور ﷺ نے فرمایا تم کون ہو..... کہنے لگا میں نینوا کی بستی کا ایک نوکر ہوں..... جو حبیب سردار کے پاس ملازم ہوں..... حضور ﷺ نے فرمایا نینوا کی وہ بستی جہاں میرا بھائی یونس بن متی آیا تھا، اس نے کہا کون سا تمہارا بھائی؟ پیغمبر ﷺ نے کہا میرا بھائی تھا جس کا نام یونس تھا۔

جب حضور ﷺ نے حضرت یونس علیہ السلام کا نام لیا، تو اس غلام نے آگے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ چوم لیا..... اور کہا رسول اللہ ﷺ سے اے محمد ﷺ اپنا کلمہ پڑھا کر

مسلمان کر دے، وہ غلام نوکر مسلمان ہو گیا..... سرداروں کو تو توفیق نہ ہوئی..... لیکن اس نوکر کو توفیق ملی..... جب وہ نوکر رسول اللہ کے ہاتھ چومتا تھا..... تو سردار نے اس کو بلایا..... اور بلا کر کہا کہ تجھے کیا ہو گیا..... کہ اس مسافر کے ہاتھ چوم رہا تھا..... تو اس نوکر نے کہا سردار یہ محمد ﷺ روئے زمین کا سب سے بڑا انسان ہے..... جو بات اس نے اب کہی ہے وہ پیغمبر ﷺ کے سوا کوئی کر نہیں سکتا.....

میرے بھائیو!

حضرت زید کہتے ہیں کہ ہم طائف کی گلیوں میں گئے..... رسول اللہ ﷺ چوک میں اعلان توحید کرتے تھے..... لوگو پتھر مارتے تھے..... چوکوں میں پتھر مارتے تھے، بازاروں میں پتھر مارتے تھے..... اور حضور ﷺ کے گلے میں چادریں ڈال کر پیغمبر ﷺ کو گھسیٹا جاتا رہا۔

ایک چوک میں اتنا لوگوں نے آپ کو مارا کہ سارے کپڑے آپ کے خون آلود ہو گئے..... جوتا خون سے چپک گیا..... پیغمبر ﷺ پریشان ہو گئے..... حضرت زید کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو پکڑ کر باہر تالاب کے پاس لایا..... میں نے پیغمبر کو ایک کنارے پر بٹھایا..... اور حضرت زید رو پڑے کہنے لگے تمہیں میں کیا بتاؤں..... اب میرے نبی ﷺ کا کیا حال تھا میں جوتا اتارتا تھا خون کی وجہ سے جوتا اتنا چپک گیا تھا کہ اترتا نہیں تھا کپڑے اترتے نہیں۔ (زرقانی ج ۱ ص ۲۹۹۔ عیون الاثر ج ۱ ص ۱۳۴۔ ابن کثیر ج ۳ ص ۳۴۶)

پیغمبر نے طائف میں فرشتوں کے تعاون کی پیشکش کو ٹھکرا دیا:

اتنے میں پیغمبر ﷺ کے پاس ایک فرشتہ آیا اور فرشتہ کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں..... ان دونوں پہاڑوں کے درمیان میں طائف کا شہر ہے..... آپ حکم کرو..... میں پہاڑوں کو ملا دو..... طائف والوں کا قیمہ قیمہ کر دوں..... حضور ﷺ نے فرمایا جس پروردگار کے لئے میں توحید کا پیغام پہنچا رہا ہوں.....

اگر وہ اس بات پر راضی ہے کہ میرے چہرے پر لوگ پتھر ماریں..... مجھے راستے میں گھسیٹیں میرا چہرہ خون آلود ہو جائے..... تو محمد ﷺ اس بات پر بھی راضی ہے..... ایک اور فرشتہ آیا اس نے کہا کملی والے ان کے لئے بد دعا کر دیں۔

حضور ﷺ کا اہل طائف کے لئے دعائیں کرنا:

حضور ﷺ نے نبوت والے ہاتھ اٹھائے، فرمایا:

.....اللهم اهد قومی فانهم لا يعلمون.....

اللہ تعالیٰ طائف کے لوگوں کو ہدایت دے یہ میرا رتبہ نہیں پہچانتے..... شاید ان کی نسلوں میں کوئی محمد ﷺ کا نام لیوا پیدا ہوگا..... یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک..... پیغمبر نے مکے کی گلیوں میں اعلان توحید کیا..... طائف کی بستی میں اعلان توحید کیا.....

صحابہ کرامؓ کی ہجرت حبشہ اور ابو جہل کے نمائندوں کا تعاقب:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک قافلہ ملک حبش چلا گیا، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ستر آدمی تھے..... وہ دریا سے کشتیوں میں بیٹھ کر ملک حبش پہنچے، تو پیچھے ابو جہل نے اپنے آدمی بھیج دیے..... ابو جہل نے حبشہ کے نجاشی بادشاہ سے کہا یہ ہمارے بھگوڑے مکہ سے آئے ہیں، ان کو نکال دو، بادشاہ نے کہا میں تمہارے لہنے پر ان کو اپنے ملک سے نہیں نکالتا.....

بادشاہ نے دربار سجایا..... نجاشی بادشاہ تخت پر بیٹھے تھے..... ادھر جعفر طیار اور ستر آدمی تھے..... جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھی..... اور بھی بڑے صحابی تھے..... ایک طرف مشرکین مکہ کا وفد بیٹھا تھا، ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وفد تھا..... درمیان میں بادشاہ کا تخت تھا۔

بادشاہ نے کہا..... او مکہ کے سردار و اور قریشیو! ابو جہل کے لوگو..... بتاؤ ان مسلمانوں کے ساتھ تمہارا کیا اختلاف ہے..... ان پر کیا اعتراض ہے؟

تو مکے کا سردار جو ابو جہل کا نمائندہ بن کر گیا تھا..... اس نے کہا..... یہ ہمارے مکہ کے رہائشی ہیں..... یہ بھگوڑے ہیں، یہ مکہ سے بھاگ کر آئے ہیں..... ان کو یہاں سے نکالو.....

نجاشی بادشاہ نے کہا جعفر طیار رضی اللہ عنہ بتاؤ تم یہاں میرے ملک میں کیا لینے آئے..... حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے..... نجاشی بادشاہ عیسائی تھا، وہ تورات اور انجیل پڑھ چکا تھا۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا، خطبہ پڑھ کر کہا کہ اے نجاشی بادشاہ ہم گمراہی میں مبتلا تھے..... ہم پتھر کی مورتیوں کو سجدہ کیا کرتے تھے..... ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے پتھروں کے سامنے سر جھکائے تھے..... ہماری دنیا میں کوئی عزت نہ تھی..... کوئی قانون نہ تھا..... کوئی غیرت نہ تھی..... کوئی ایمان نہ تھا کہ ہمارے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک آخر الزماں محمد ﷺ پیدا کیا..... اور محمد ﷺ کے اوپر اللہ تعالیٰ کا قرآن اترا۔

اور وہ قرآن اترا جس قرآن میں سورت مریم آئی..... جس سورۃ مریم کو تم بھی مانتے ہو..... تم عیسائی ہو..... حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جس وقت یہ بات کہی..... اور سورۃ مریم کی آیتوں کی تلاوت کی:

..... کھم عص ذکر رحمت ربك عبده زکریا.....

جب یہ سورت شروع کی نجاشی بادشاہ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے..... ادھر وہ سورۃ مریم پڑھ رہے تھے، ادھر نجاشی بادشاہ رو رہا تھا..... حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے کہا اے بادشاہ ہم کفر میں مبتلا تھے..... ہم جہالت میں مبتلا تھے..... ہم تاریکی میں مبتلا تھے ہم اندھیروں میں مبتلا تھے..... ہم پتھروں کو سجدہ کرتے تھے..... چنانچہ ہمارے درمیان میں ایک آخر الزماں رسول آیا..... اس نے ہماری پیشانیوں کو پتھروں سے بنایا..... ایک خدا کے سامنے جھکایا..... پتھروں سے بنایا..... ایک پروردگار کے

سامنے بنایا.....

ہم نے جب ان تین سو ساٹھ بتوں کی خدائی کے خاتمے کا اعلان کیا..... تو یہ لوگ ہمارے دشمن ہو گئے، یہ ہمارے مخالف ہو گئے..... انہوں نے ہمارے پیغمبر ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے..... ہمارے رسول کو گالیاں دیں..... جب ہم ان کے شہر میں سے دکھوں میں مبتلا تھے دکھوں سے نکل کر ہم نے جب ملک کو چھوڑ دیا..... تو یہ آج ہمارے پیچھے چلے آئے..... ہمیں گالیاں دینے لگے..... بتاؤ ہمارا کیا قصور ہے؟..... چھوٹے چھوٹے بچے لے کر ہم ان جنگلوں میں بھٹک رہے ہیں، اس لئے کہ انہوں نے بچوں کو مارا..... جوانوں کو مارا..... ہمارے آخر الزماں پیغمبر ﷺ کے چہرے کو خون آلود کیا..... ان کے پاؤں کو زخمی کیا..... اس کے کپڑوں کو خون آلود کر دیا..... آج ہجرت کر کے ہم تمہارے پاس آئے ہیں..... یہ پیچھے چلے آئے ہیں۔

بادشاہ رور ہا تھا..... بادشاہ نے کہا او مکہ کے قریشی سردار و محمد ﷺ کے ان صحابہ کو میں اپنے ملک سے نہیں نکال سکتا..... تم یہاں سے چلے جاؤ، نجاشی بادشاہ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا خطبہ سن کر رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھ لیا تھا..... نجاشی بادشاہ مسلمان ہو گیا۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۱۔ باب الهجرة الى الحبشة)

نجاشی نے اسلام قبول کر لیا تھا:

اور یہ بھی مسئلہ یاد رکھیں..... کہ نجاشی بادشاہ مسلمان ہو گیا..... مسلمان ہونے کے بعد پیغمبر ﷺ کی شان میں ایک محفل کرائی..... جس میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف کی گئی تھی۔

جب نجاشی بادشاہ نے یہ اعلان کیا کہ میں مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے جاؤں گا اس وقت رسول اللہ ﷺ مکہ سے مدینہ چلے گئے..... تو اس نے اعلان کیا کہ میں مدینہ جاؤں گا..... لیکن اعلان کے چند دنوں بعد وہ فوت ہو گیا..... جب وہ فوت ہوا تو جبریل امین علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ نجاشی بادشاہ فوت ہو گیا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کا جنازہ پڑھا:

نجاشی مسلمان ہو کر فوت ہوا، لیکن وہ آپ کا صحابی نہیں بنا..... آپ کا چہرہ اس نے نہیں دیکھا..... تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ نجاشی بادشاہ میرے پاس تو نہیں آیا، میرے لئے کیا حکم ہے..... اللہ تعالیٰ نے فرمایا..... میرا حکم ہے کہ تم نجاشی کا جنازہ پڑھو..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیسے جنازہ پڑھوں وہ تو حبشے میں ہے۔

چنانچہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ حبشہ اور مدینہ کے درمیان کے جتنے فاصلے تھے جتنے درخت تھے..... اللہ نے ان کو ہٹا دیا..... اور نجاشی بادشاہ کی میت کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا..... چنانچہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میت کو سامنے دیکھ کر جنازہ پڑھا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نجاشی بادشاہ کی تعریف کرتے تھے کہ اس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سہارا دیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۷۸۔ فتح الملہم ج ۲ ص ۴۹۶)

میرے دوستو!

مکہ کی زندگی میں دو ہجرتیں ہوئیں..... ایک ہجرت مکہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے مدینہ کی طرف کی..... ایک ہجرت مکہ سے حبشہ کی طرف کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دونوں ہجرتیں والے تھے..... ان کو ذوالنورین بھی کہتے ہیں ذوالہجرتین بھی کہتے ہیں..... کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو ہجرتیں کیں..... ایک ہجرت مکہ سے مدینہ کی طرف..... اور ایک ہجرت مکہ سے حبشہ کی طرف..... اپنے بچوں کو لے کر گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ اخلاق اور بوڑھیا کا قبول اسلام:

میرے بھائیو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈہ کتنا تھا..... آپ کو برا کتنا کہا گیا..... اور آپ کا کیا کردار تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے..... ایک بوڑھی عورت کو دیکھا کہ بوڑھی عورت کے سر پر گٹھری ہے..... اور بوڑھی عورت اس گٹھری کو لے کر جارہی ہے بڑی تکلیف میں ہے..... بڑی پریشان ہے.....

گٹھڑی بہت بھاری ہے بوڑھی عورت بہت لاغر اور بہت ناتواں ہے..... حضور ﷺ نے فرمایا اماں یہ گٹھڑی میرے سر پہ رکھو..... بوڑھی عورت نے کہا ٹھیک ہے..... تو تو بہت خوب صورت اور بڑا حسین و جمیل نوجوان ہے..... اے نوجوان میری گٹھڑی تو مکہ میں اور کسی نے نہیں اٹھائی..... حضور ﷺ نے فرمایا میں اپنے سر پر تیری گٹھڑی رکھتا ہوں..... مجھے بتاؤ..... مسلمانوں رسول اللہ ﷺ کی عمر ستالیس سال تھی..... آپ رسول اللہ ﷺ بن چکے تھے..... نبی بن چکے تھے آخر الزماں پیغمبر ﷺ بن چکے تھے..... بوڑھی عورت کی گٹھڑی اپنے سر پر اٹھائی..... اور اماں سے کہا..... اماں کہاں لے جانا ہے.....؟ باہر کیوں جاتی ہے..... کہنے لگی میں نے سنا ہے کہ مکہ میں ایک جادوگر محمد ﷺ نامی آیا ہوا ہے..... نعوذ باللہ وہ لوگوں کا ایمان خراب کر رہا ہے مجھے ابو جہل نے کہا مکہ سے نکل جاؤ..... میں مکے سے جا رہی ہوں..... مکے سے باہر نکلوں گی تاکہ اس کے جادو سے بچ جاؤں۔

حضور ﷺ نے فرمایا اماں وہ محمد ﷺ جو ہے..... وہ تجھے کیا کہتا ہے..... تو اماں کہنے لگی کہ وہ محمد ﷺ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں..... یہ تین سو ساٹھ بت کچھ نہیں کر سکتے..... وہ لوگوں کے سامنے ہمارے بتوں کی توہین کرتا ہے، میں اپنا ایمان بچا کر مکہ سے باہر جا رہی ہوں، حضور ﷺ خاموش ہیں، حضور ﷺ کے سر پر گٹھڑی پڑی ہے، پیغمبر ﷺ مکہ سے باہر نکلے بوڑھی عورت ساتھ ہے، جس جگہ پر رسول اللہ ﷺ نے جا کر گٹھڑی نیچے رکھی..... جہاں اس نے قیام کرنا تھا..... بوڑھی عورت نے کہا..... اے نوجوان بتا تیرا نام کیا ہے..... میں جب مکہ میں آؤں گی تیرے پاس ٹھہروں گی..... جب میں مکے میں آؤں گی تجھے ضرور ملوں گی..... بڑے بڑے قریشی تھے..... میری اولاد بھی مکے میں رہتی تھی..... میری گٹھڑی اٹھا کر کوئی نہیں لایا..... لیکن تو ایسا صالح آدمی ہے..... کہ میری گٹھڑی اٹھا کر لایا ہے..... حضور ﷺ نے فرمایا اماں میرا نام کیوں پوچھتی ہو..... کہنے لگی تو بڑا نیک بخت ہے..... بڑا سعادت مند لڑکا ہے..... تیرے پاس آ کر ٹھہروں گی۔

حضور ﷺ نے فرمایا..... سارا راستہ جس محمد ﷺ کو گالیاں دیتی آئی ہیں وہ محمد ﷺ میرا ہی نام ہے..... اس بوڑھی عورت نے کہا اے محمد ﷺ تیرا چہرہ جھوٹے آدمی کا نہیں ہو سکتا، تیرا چہرہ غلط آدمی کا نہیں ہو سکتا..... جلدی کر اسی جگہ مجھے اپنا کلمہ پڑھا کے مسلمان کر دے، حضور ﷺ کا کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گئی..... اور پیغمبر ﷺ کے پاس دوبارہ مکے میں آئی وہاں وہ رہائش کرنے لگی..... (رہبر و رہنما ص ۱۰۹)

یہ وہ اعلان توحید تھا وہ اعلان تبلیغ جس کی وجہ مکے کی گلیوں میں..... مکے کے بازاروں میں..... مکے کے پہاڑوں میں..... مکے کی بستیوں میں محمد ﷺ کا دین پھیل گیا..... یہ پیغمبر ﷺ کی تیرہ سالہ زندگی ہے..... پیغمبر ﷺ کی مکے کی تیرہ سالہ زندگی میں ایک سو چودہ آدمیوں نے رسول اللہ کا کلمہ پڑھا..... اور اسی دوران آپ کو بڑی تکلیفیں آئیں آپ پر بڑی اذیتیں آئیں۔

حضور ﷺ پر ایک ہی سال میں بے شمار صدمات:

اب ایسا سال آیا..... جس میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی فوت ہو گئیں..... اسی سال میں ابوطالب بھی فوت ہو گئے..... اسی سال رسول اللہ ﷺ کا ایک بیٹا بھی فوت ہو گیا..... اسی سال میں پیغمبر ﷺ کے اوپر اور بڑی مشکلات آئیں اس کو عام الحزن کہا جاتا ہے..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ پر پوری زندگی میں سب سے زیادہ تکلیفیں کب آئیں..... حضور ﷺ نے فرمایا ایک وہ سال آیا کہ جب ابوطالب دنیا سے چلے گئے..... وہ سال آیا..... کہ اس سال میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی چلی گئی..... میرا ایک بچہ تھا وہ بھی چلا گیا اتنی مجھے پریشانی زندگی میں کبھی نہیں آئی۔ (زرقانی ج ۱ ص ۲۹۱)

سب سے زیادہ مصائب طائف میں اٹھائے:

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا..... یا رسول اللہ ﷺ اس سے بھی زیادہ تکلیف آئی..... تو حضور ﷺ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے اس سے بھی زیادہ ایک دن تکلیف آئی..... جب

میں طائف کی گلیوں میں تھا..... لوگو نے مجھے گھسیٹا..... میرے گلے میں رسیاں ڈالیں..... اور مجھے گلیوں میں گھسیٹا..... مجھے بازاروں میں گھسیٹا..... میں اللہ کا نام لیتا تھا..... لیکن کسی کو ترس نہیں آتا تھا..... میرے چہرے سے لہو نکلتا تھا..... کسی کو ترس نہیں آتا تھا..... ناک سے لہو نکلتا تھا لیکن کسی کو ترس نہیں آتا تھا..... میرے دل میں یہ تھا..... کہ جس پروردگار کا میں نے پرچم اٹھایا ہے..... اگر وہ خدا میرے چہرے کو خون آلود دیکھ کر راضی ہے تو مصطفیٰ خدا سے راضی ہے..... مجھ پر ایسی تکلیف بھی آئی ہے۔

کون رسول:

میرے بھائیو! ایسی تکلیف کس جرم میں اٹھائی.....؟ تو حید کے جرم میں..... وہ رسول اللہ ﷺ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا رسول ہے..... وہ رسول جو ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کا رسول ہے..... وہ رسول جو قیامت کی صبح تک آنے والی انسانیت کا رسول ہے..... وہ رسول جس کے دروازے پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نوکر بن کر آتا ہے۔

وہ رسول جس کے چہرے کا ذکر قرآن میں کئی مرتبہ آیا ہے..... وہ رسول اللہ ﷺ جس کی زلفوں کا ذکر قرآن میں آیا ہے..... لیکن اس رسول کو دیکھو..... کہ اتنا بڑا رسول ہے..... اتنا بڑا پیغمبر ﷺ ہے..... اور ایسا بھی وقت آیا کہ اس کے چہرے پر پتھر مارے گئے اس کو گالیاں دی گئیں..... اس کے کپڑے پر لہو آیا..... اس کو دکھ میں مبتلا کیا گیا..... معلوم ہوا کہ کوئی ایسی چیز ہے جو اس رسول سے بھی بڑی ہے..... کوئی ایسی چیز ہے جو اس پیغمبر ﷺ سے بھی بڑی ہے..... وہ چیز کون سی ہے جس کی وجہ سے اتنے بڑے پیغمبر ﷺ کا چہرہ زخمی کر دیا گیا..... اور اللہ تعالیٰ دیکھتا رہا وہ چیز کون سی ہے؟..... وہ کلمہ تو حید..... کلمہ تو حید بڑا ہے..... اسی وجہ سے تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ زخمی ہوا..... آج اس تو حید کو ہم نے چھوڑ دیا اللہ کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں..... کوئی حاجت روا نہیں..... کوئی بگڑی بنانے والا نہیں..... کوئی نفع و نقصان دینے والا نہیں..... کوئی کائنات میں ذرے

ذرے کا مالک نہیں..... صرف اللہ ہے یہی وہ پیغام تھا..... جس پیغام کی وجہ سے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو اذیتوں میں مبتلا کیا گیا..... مدینے میں زخمی کیا گیا..... طائف میں زخمی کیا گیا..... گلیوں میں زخمی کیا گیا..... راستے میں کانٹے بچھائے گئے..... اوجھری پیغمبر ﷺ کے چہرہ پر ڈالی گئی..... خانہ کعبہ میں رسول اللہ ﷺ کا چہرہ زخمی کر دیا گیا..... معلوم ہوا کہ جس چیز کی وجہ سے اتنے بڑے پیغمبر ﷺ کو زخمی کر دیا گیا..... وہ چیز پیغمبر ﷺ سے بھی بڑی ہے..... وہ چیز اسلام کا پیغام ہے، آج جس پیغام کو میں نے بھی چھوڑ دیا، تم نے بھی چھوڑ دیا..... چھوڑنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم انکار کر بیٹھے..... نہیں اس کا مطلب ہے کہ ہم تقاضوں کو بھول گئے؟..... لا الہ الا اللہ کے تقاضے کو بھول گئے..... کہ تقاضا کیا ہے..... اس کی ضرورت کیا ہے، تیرہ سال پیغمبر ﷺ کی تبلیغ کا زمانہ ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے:

اس میں اور بھی بڑے واقعات پیش آئے..... اور بھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے بڑی ماریں کھائیں..... اس تیرہ سال میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تپتی ریت پہ کلمہ کے لئے لٹایا گیا..... حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے ٹکڑے کلمے کے لئے ہوئے..... حضرت زبیرہ رضی اللہ عنہا کی آنکھیں نکال دی گئیں..... حضرت بسینہ رضی اللہ عنہا کی چمڑی ادھیڑ دی گئی..... ان تیرہ سالوں میں پیغمبر ﷺ کو اتنی اذیتیں آئیں کہ نبی پریشان ہو گئے..... ان تیرہ سالوں میں اتنی پریشانی آئی کہ صحابہ کو کہنا پڑا کہ..... متی نصر اللہ..... اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی؟..... ان تیرہ سالوں کی یہ ساری اذیتیں تھیں.....

میرے بھائیو! جن لوگوں نے ان تیرہ سالوں میں نبی ﷺ کا ساتھ دیا ان کو کیا کہتے ہو (صحابہ) جب نبی پر دکھ آئے، انہوں نے نبی کا ساتھ دیا یا نہیں دیا (دیا) پیغمبر ﷺ کو پتھر مارے گئے نبی کا ساتھ نہیں دیا (دیا) نبی کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے ساتھ نہیں دیا؟ (دیا) پیغمبر ﷺ کو اذیتیں دی گئیں ساتھ نہیں دیا (دیا) اور میں نہیں کہتا..... قرآن کہتا ہے..... الذین اخر جوا من دیا رهم واو ذوافی سبیلی وقتلوا وقتلوا

یہ وہ صحابہ ہیں کہ جن کو میرے راستے میں اذیتیں دی گئیں میرے راستے میں گھروں سے نکال دیا گیا..... لیکن ان میں سے کسی نے بھی میرے نبی ﷺ کا کلمہ نہیں چھوڑا۔

ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کا دامن کیسے چھوڑیں:

میرے بھائیو! جنہوں نے میرے نبی ﷺ کا دامن نہیں چھوڑا..... پیغمبر ﷺ کے لئے دکھ اٹھائے تکلیفیں اٹھائیں..... مشکلات اٹھائیں..... ان کا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے.....؟ (نہیں) اور آج جو شخص ان کو کافر کہتا ہے جو شخص ان کو برا کہتا ہے وہ مسلمان ہو سکتا ہے؟..... (نہیں)..... مجھے بتاؤ تو سہی..... تیرہ سال رسول اللہ ﷺ مکے میں رہے..... ان تیرہ سالوں میں ایک سو چودہ آدمیوں نے نبی کا کلمہ پڑھا.....

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ایماندار ہی نہیں بلکہ معیار ایمان تھے:

اگر وہ نبی ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے لوگ مسلمان نہیں تھے..... تو بتاؤ مسلمان تھا کون؟ پھر مسلمان ابو جہل تھا..... پھر مسلمان عتبہ اور شیبہ تھا..... پھر مسلمان وہ تھے جنہوں نے راستے میں کانٹے بچھائے تھے؟.....

جو پیغمبر ﷺ کے دکھوں کے وقت ساتھ گئے..... نبی ﷺ کے جسم پر لیٹ گئے..... جو پیغمبر ﷺ کی وجہ سے تپتی ریت پہ لٹائے گئے..... جو پیغمبر ﷺ کی وجہ سے چمکتی ہوئی تلواروں کے نیچے لائے گئے..... جو نبی ﷺ کی وجہ سے ابلتے ہوئے پانی میں ڈالے گئے جو پیغمبر ﷺ کی وجہ سے دھکتے ہوئے انگاروں پر لٹائے گئے..... حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا..... ایمان کیسے ملا؟ تو حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری کمر سے کپڑا ہٹاؤ جب کمر سے کپڑا ہٹایا..... ہڈیوں کے سوا کچھ نہ تھا..... تو خباب نے کہا جب مجھے دھکتے ہوئے انگاروں پہ لٹایا جاتا..... میری چمڑی پگھلنے سے انگارے بجھ جاتے لیکن دشمن کو کبھی بھی ترس نہ آیا..... آج اس خباب کو کوئی شخص کہے کہ یہ تو مسلمان نہیں تھا..... یہ تو کلمہ نبی ﷺ کا چھوڑ گیا تھا، ہم تسلیم کر سکتے ہیں؟ (نہیں)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



﴿سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم﴾

خطبہ:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿٣﴾ (پارہ ۳۰ سورۃ الم نشرح آیت ۴)

ترجمہ۔ ”اور بلند کیا ہم نے مذکور تیرا۔“

تمہید:

بزرگانِ محترم! کئی جمعوں سے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عنوان شروع ہے اور آج ہم سیرت کے اس باب پر گفتگو کریں گے کہ ”محبت رسول کی حقیقت“ کیا ہے؟ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بات ماننے کا نام ہے، صرف خوشی کا نام نہیں ہے، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی تو کافروں نے بھی منائی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف تو کافروں نے بھی کی۔

ابولہب اور ابو جہل، ابوطالب مسلمان تو نہیں تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر انہوں نے خوشی منائی، لیکن اس خوشی کی وجہ سے ان کو جنت ملی یا نہیں ملی؟ نبی کے آنے پر انہوں نے خوشی کی ہے اس وجہ سے ان کو جنت دے دی جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرنے کے بدلہ میں، جنت ملتی ہے یا نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف سے جنت نہیں ملتی:

جتنے بڑے بڑے یورپ کے کافر ہیں، مشرک ہیں، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی ہے، ایک عیسائی نے کتاب لکھی "The Hundred" سو بڑے آدمی اور ان میں پہلا نمبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اب اس عیسائی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کتاب لکھی ہے۔ اس کو اس کتاب کے بدلہ میں جنت مل سکتی ہے؟ کیوں نہیں مل سکتی؟ اس نے تو حضور کی تعریف کی ہے۔ اس لئے کہ جنت نبی کی تعریف سے نہیں ملتی۔ جنت نبی کی ولادت پر خوشی کرنے سے نہیں ملتی، جنت اس سے ملتی ہے کہ نبی کی سیرت کو اپنایا جائے اور جنت حاصل کی جائے۔

میرے دوستو! جن لوگوں نے نبی کی تعریف نہیں کی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی قصیدہ نہیں پڑھا۔ کوئی شعر نہیں کہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن خوشی بھی نہیں منائی، جنت ان کو مل گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور چچا کی خوشی:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جب ولادت ہوئی تو ابوطالب اور ابولہب نے اتنی خوشی منائی، ساری کتابوں میں موجود ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر دیگیں چڑھائیں کہ ہمارا جو بھائی فوت ہو گیا تھا اس کی نشانی دنیا میں آ گئی ہے، عبد اللہ کا بیٹا پیدا ہوا ہے، بلکہ ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر یہ شعر کہا، جس کو مفسرین نے نقل کیا ہے، ابوطالب نے کہا تھا!

وابيض يستسقى الغمام بوجهه

ثم اليتامى عصمة الارامل

کہ میرے بھتیجے کا چہرہ اتنا خوبصورت ہے کہ چہرے کی بدولت آسمانوں سے بارش آتی ہے اور میرا بھتیجا اتنا حسین ہے کہ یہ چہرہ یتیموں کا آسراء ہے اور بیواؤں کا سہارا ہے، یہ ابوطالب کا شعر ہے اور ساری کتابوں میں موجود ہے۔ (انوار الباری شرح

بخاری جلد ۱۱ ص ۲۸۸۔ زرقانی جلد ۱ ص ۱۹۰۔ انساب الاشراف جلد ۱ ص ۵۵۳)

چچا نے اسلام قبول نہ کیا:

اور حضور ﷺ نے جب اپنے چچا کو اسلام پیش کیا تو آگے سے ابوطالب نے بڑی عجیب بات کہی، ابوطالب نے کہا!

ان دین محمد خیر ادیان البریۃ

اے بھتیجے میں جانتا ہوں کہ تیرا دین سارے نبیوں کے دینوں کا سردار ہے میں یہ مانتا ہوں لیکن

اخترت النار علی العار

میں عار کو پسند نہیں کرتا میں نار کو پسند کرتا ہوں، میں دوزخ میں جاسکتا ہوں، یہ عار نہیں پسند کرتا کہ مرتے وقت بھتیجے کا دین قبول کر لیا تھا۔ ایک چچا نبی کی تعریف کرتا ہے، اس کو سینے سے لگاتا ہے، پیغمبر سے محبت کا اظہار کرتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ جنت میں نہیں جاتا۔

اس خوشی کرنے والے ابولہب کو قرآن نے کہا..... تب تبت یدا ابی لہب و تب..... ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں، یہ آگ والا ہے، یہ جہنم والا ہے، اس کی عورت بھی جہنمی ہے، اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے خود آگ کا اعلان کیا ہے اور یہ ابولہب جس نے نبی کی ولادت پر خوشی منائی، کیوں خوشی کی؟ کہ میرا بھتیجا پیدا ہوا ہے۔

ابولہب کا نام ہے عبدالعزیٰ، عزیٰ بت کا نام ہے۔ یعنی بت کا بندہ اور ابوطالب کا نام عبد مناف تھا اور مناف بت کا نام ہے اس کو بھی دیکھیں اور تعریف کو بھی دیکھیں۔

جنت اطاعت سے ملتی ہے:

لیکن اس کے مقابلہ میں ایک اور آدمی ہے جو ولادت کے وقت نہ دیگ چڑھاتا ہے نہ نبی کی شان میں قصیدہ پڑھتا ہے لیکن ایک تیسرا کام کرتا ہے اور وہ ہے

حضور ﷺ کی سیرت اپنانا، وہ آدمی ایسا ہے کہ نبی کی برادری بھی نہیں، نبی کا رشتہ دار بھی نہیں، مکے کے قریب رہنے والا نہیں ہے، اس نے مکہ کبھی دیکھا نہیں اور اس کا نام بلال ہے۔ اس کا رنگ کالا ہے، اس کے ہونٹ لمبے لمبے ہیں۔ لیکن صرف اس نے نبی کی سیرت کو اپنایا، نبی کے حکم کو مانا، نبی کے طریقے کو اپنایا اور اس کو اتنا اونچا مرتبہ مل گیا کہ ٹہلتا مکے کی گلیوں میں ہے اور اس کے پاؤں کا کھٹکا جنت میں ہو رہا ہے۔

میرے دوستو! اصل بات ہے نبی کی بات ماننا، اگر نبی کی ولادت پر خوشی کرنے کا نام ہی جنت کا حصول ہے اور!

نبی کا آنا سیرت ہے

نبی کا چلنا سیرت ہے

نبی کا اٹھنا سیرت ہے

نبی کا بیٹھنا سیرت ہے

نبی کا بولنا نبی کی سیرت ہے

نبی کا اخلاق نبی کی سیرت ہے

نبی کا پھرنا نبی کی سیرت ہے

نبی کا ۱۱ بیویوں سے نکاح کرنا سیرت ہے

تیرہ سال مکے میں رہنا سیرت ہے

نبی کا بچپن سیرت ہے

لڑکپن سیرت ہے

نبی کا پہاڑ پر چڑھنا سیرت ہے

نبی کا مکے میں ۱۱۴ آدمیوں کو کلمہ پڑھانا نبی کی سیرت ہے

اور عرفات میں ایک لاکھ ۴۴ ہزار انسانوں سے خطاب سیرت ہے

جنگ بدر نبی کی سیرت ہے

اُحد سیرت ہے

خندق سیرت ہے
 حنین سیرت ہے
 تبوک سیرت ہے
 عشیرہ سیرت ہے
 فتح مکہ سیرت ہے
 حدیبیہ سیرت ہے

پیغمبر کا مکہ اور مدینہ کی گلیوں میں چلنا سیرت ہے

سفر کرنا اٹھنا بیٹھنا، کفار کو مخاطب کرنا، نبی کا کلام کرنا، نبی کا بازار میں آنا، نبی کا بازار میں سودا کرنا، نبی کا سودا لینا، نبی کے بال، نبی کے ہاتھ، نبی کے کان، نبی کی گفتگو، نبی کی زبان، نبی کا چہرہ، نبی کا حسن، نبی کا جمال، یہ سارا کچھ نبی کی سیرت ہے۔
 اور اگر صرف ولادت پر جنت ملے تو نماز کی ضرورت نہیں روزے کی ضرورت نہیں، حج کی ضرورت نہیں، زکوٰۃ کی ضرورت نہیں، صرف ولادت سے جنت لینے کیلئے، عیسائی اپنے پیغمبر کی ولادت کا دن کرسمس ڈے منا کر پورا سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا مذاق اڑاتا ہے اس لئے ناکام ہے۔

صحابہؓ سے بڑا محب کون؟

میرے دوستو! صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہیں پتہ تھا کہ حضور دنیا میں تشریف لائے، پھر انہوں نے جماعت کی نماز کیوں نہیں چھوڑی، حج کیوں نہیں چھوڑا، زکوٰۃ کیوں نہیں چھوڑی، وہ بھی بارہ ربیع الاول کی تاریخ کو جھنڈے لیکر بازاروں میں آ جاتے، خوشیاں مناتے، سارا سال نبی کے حکموں سے بغاوت کرتے، صرف ایک دن خوشی کر کے جنت حاصل کر لیتے وہ تو

نبی کے دین کیلئے
 نبی کے ایمان کیلئے

نبی کی تعلیمات کیلئے

ساری زندگی انہوں نے کھپادی اور پھر بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت کہا تھا کہ اے کاش میری مثال ایک چڑیا کی ہوتی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت کہا تھا کہ میری مثال درخت کے پتوں کی ہوتی، کوئی جانور آ کر پتے کھا جاتا اور میں قیامت کے دن کے حساب و کتاب سے بچ جاتا۔ یہ ان کو کیا ضرورت پڑ گئی تھی؟

اسلام اور عیسائیت میں فرق:

میرے دوستو! یہ وہ فرق ہے کہ جو اسلام اور عیسائیت میں ہے عیسائیت صرف ولادت کے دن خوشی کر کے جنت چاہتی ہے اور مسلمان پیغمبر کی پوری زندگی کا احاطہ کر کے نبی کی پوری زندگی کو اپنے جسم پر لاگو کر کے اپنے کردار پر نافذ کر کے جنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں بن سکتا جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر نہیں چلتا۔ نبی کی سیرت پر نہیں چلتا۔ نبی کے طریقے پر نہیں چلتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی:

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لڑکپن ہے خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی۔ تعمیر کعبہ کے وقت حجر اسود کو اتارا گیا تو جب حجر اسود رکھنے کا وقت آیا تو بڑے بڑے قبیلوں میں تلواریں نکل آئیں۔ ہر قبیلے نے کہا کہ ہمارا حق ہے ہم نے چندہ زیادہ دیا ہے ہم حجر اسود رکھیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے بصیرت عطا فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس کا فیصلہ کرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے شک جوان تھے اور بڑے بوڑھوں میں لڑائی تھی، چوہدریوں میں لڑائی تھی، قریشیوں میں لڑائی تھی، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے معترف تھے، وہ کہتے تھے کہ مکے میں ایسا خوبصورت، حسین اور سچا انسان نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس بات کا فیصلہ میں کر دوں۔

انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لڑنے کی ضرورت نہیں، چوہدریو، قریشیو، صبح کو جو آدمی سب سے پہلے خانہ کعبہ میں آئے اس کو حق ہے کہ وہ فیصلہ کرے، صبح آئے تو کیا دیکھا کہ ان کے آنے سے بھی پہلے رسول اللہ ﷺ خانہ کعبہ میں موجود تھے۔

اور حضور ﷺ کو دیکھ کر سارے چوہدریوں نے کہا یہ بات سب سے اچھی ہے کہ یہی محمد ﷺ آئے اور یہی حجر اسود رکھے، حضور ﷺ اس وقت تک نبی تو نہیں بنے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اس جوان سے بہتر کون ہے؟ یہ حجر اسود رکھے اور لڑائی ختم ہو جائے اور حضور ﷺ نے اپنی چادر زمین پر بچھائی اور حجر اسود کو اٹھا کر اس چادر پر رکھا اور فرمایا کہ جتنے چوہدری ہیں وہ چادر کو پکڑیں۔ چھ سات چوہدری تھے انہوں نے چادر کے کونے پکڑ لئے۔ حضور اکرم ﷺ اس حجر اسود کی جگہ پر آئے اور حضور اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اسے اس کی جگہ پر رکھا اور چوہدریوں نے سارے کونے پکڑ لئے تھے اور حضور ﷺ نے اپنے لڑکپن میں عرب کی تاریخ کا ایک ایسا فیصلہ کر دیا کہ جن کی مثال کوئی نہیں۔

مفسرین کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ یہ فیصلہ نہ کرتے تو صرف اسی حجر اسود کے عنوان پر تین تین سو سال تک ان عربوں میں لڑائی رہتی۔ قتل و غارت ہوتی، تلواریں نکل آتیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی دانش عطا فرمائی تھی کہ پیغمبر نے وہ فیصلہ کیا کہ جو دنیا میں کوئی نہیں کر سکتا۔ یہ رسول کا اعزاز ہے۔ (زرقانی شرح مواہب ج ۱ ص ۲۰۳ تا ۲۰۶۔ ابن ہشام۔ سیرت النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۱۰۔ روض الانف ج ۱ ص ۱۲۷)

دین پر سودے بازی نہیں ہوتی:

میرے بھائیو! حضور ﷺ کو نبوت ملی۔ تو اللہ تعالیٰ کا پیغام کفار تک پہنچایا تو ابو جہل آیا اس نے کہا کہ ابوطالب بھیجے کو سمجھاؤ، ہمارے خداؤں کو برا نہ کہے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ چچا اگر یہ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند

لا کر رکھ دیں، محمد ﷺ اسی تکلیف کو برداشت کر لے گا، مرجائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی توحید کے پیغام کو نہیں چھوڑے گا، یہ رسول اللہ ﷺ کا پیغام ہے، تیرہ سال کے میں اس پیغام کو سنایا۔

طائف کے مظالم:

آج اسلام کیلئے میں اور آپ تھوڑی سی تکلیف برداشت نہیں کرتے، لیکن یہ دین تیرے محلے میں اور تیری گلی میں تیرے چوک میں، تیرے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس اسلام کیلئے رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر پتھر مارے گئے۔ اس اسلام کیلئے پیغمبر کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔ تمہیں کیا پتہ کہ طائف کے میدان میں محمد ﷺ کو بچوں نے مارا، جوانوں نے مارا، بوڑھوں نے مارا، عورتوں نے مارا، چہرے پر مارا، جسم پر مارا، مار مار کر رسول اللہ ﷺ کو بے ہوش کر دیا، پیغمبر کے گلے میں رسیاں ڈال کر گھسیٹا، رسول اللہ ﷺ کو ہوش آیا، حضرت زید بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ طائف کی گلیوں میں رسول اللہ ﷺ کو اتنا مارا گیا کہ پیغمبر ﷺ بے ہوش ہو گئے۔

کلمے کیلئے ظلم سہے:

میرے دوستو! اس کلمہ کا کتنا وزن ہے..... لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ..... کی کتنی طاقت ہے کہ وہ رسول ﷺ جو شمس و قمر کا پیغمبر، جو شام و سحر کا پیغمبر، جو شجر و حجر کا پیغمبر، جو آسمان و زمین کا پیغمبر، جو فرشتوں کا پیغمبر، انسانوں کا پیغمبر، نبیوں کا پیغمبر، ولیوں کا پیغمبر، ساری دنیا کے اماموں کا پیغمبر، اتنا عظیم پیغمبر، اس کو دیکھو کہ جس کے چہرے کا ذکر قرآن کرے جس کی زلفوں کا ذکر قرآن کرے جس کے لبوں کا ذکر قرآن کرے جس کے بولنے کا ذکر قرآن کرے جس کے چلنے کا ذکر قرآن کرے جس کے حسن کا ذکر قرآن کرے

جس کے سینے کا ذکر قرآن کرے
 جس کے ہاتھوں کا ذکر قرآن کرے
 جس کے بیٹھنے کا ذکر قرآن کرے
 جس کے دل کی خواہش کا ذکر قرآن کرے
 جس کے آنے کا ذکر قرآن کرے
 جس کے مکے کا ذکر قرآن کرے
 جس کے مدینے کا ذکر قرآن کرے
 جس کے صحابہ کا ذکر قرآن کرے
 جس کی معراج کا ذکر قرآن کرے
 جس کی آسمانی بلندیوں کا ذکر
 جس کے مسکرا نے کا ذکر
 جس کے رات کو رونے کا ذکر
 جس کے قرآن کا ذکر
 جس کی نماز کا ذکر
 جیسی کے روزے کا ذکر

قرآن اپنے پاروں میں کرے، رکوعوں میں کرے، وہ پیغمبر اس خدا کی
 الوہیت کیلئے طائف کے بازار میں مار کھائے، طائف کی گلیوں میں مار کھائے، مکے کی
 گلیوں میں مار کھائے، مکے کی وادیوں میں مار کھائے، لیکن خداداد بیکھتا رہے، معلوم ہوا کہ
 ایک ایسی چیز ہے کہ جس کا درجہ اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اعلیٰ ہے اور وہ ہے..... لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 اس کلمے کے جرم میں مار پڑی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاران کی چوٹی پر جب یہ کلمہ پیش کیا تو اس نے کیا رنگ
 دکھایا..... لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اس میں کتنی طاقت ہے، کتنی عظمت ہے کہ نبوت کو اس کلمے
 کے جرم میں پتھر پڑے۔ یہ وہ پیغام ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا پیغام.....

جو گلی گلی میں سنایا

جو بستیوں میں سنایا

جو شہروں میں سنایا

جو پہاڑوں پر سنایا

جو غاروں میں سنایا

جو مکے کے بازاروں میں سنایا

جس کے سنانے کے جرم میں رسول اللہ ﷺ کو مارا گیا۔ پیغمبر کو اذیتیں پہنچائی

گئیں۔ نبوت کا مذاق اڑایا گیا، لیکن لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا پیغام نہیں چھوڑا۔

میرے دوستو! عشق رسول ﷺ کا تقاضا ہے کہ ہم اس پیغام و پروگرام کو

پھیلانے کیلئے اور اس کو عام کرنے کیلئے کمر بستہ ہو جائیں اور نبی ﷺ کی محبت و عقیدت

کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کی اطاعت کی جائے، فرمانبرداری کی جائے، اس لئے

حضور ﷺ فرماتے ہیں..... لَا يَوْمَنُ أَحَدٌ كَمَ حَتَّىٰ أَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جَنَّتْ

بہ..... کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک وہ میرے لئے

ہوئے پیغام و پروگرام اور مشن کو نہیں اپنا لیتا۔

دعا فرمائیں کہ اللہ ہمیں سمجھ اور عمل کی توفیق بخشے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



وفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

خطبہ:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ ۱ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ
فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ ۲ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ
كَانَ تَوَّابًا ۝ ۳ (پارہ ۳۰ سورۃ النصر آیت ۱ تا ۳)

ترجمہ۔ ”جب پہنچ چکی مدد اللہ کی اور فیصلہ اور تو دیکھے لوگوں کو داخل
ہوتے دین میں غول کے غول، تو پا کی بول اپنے رب کی اور گناہ بخشوا
اس سے بیشک وہ معاف کرنے والا ہے۔“

تمہید:

میرے واجب الاحترام بزرگو اور نوجوان ساتھیو! آج ہمارا موضوع ہے
وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام کا سب سے بڑا نقصان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہے لیکن
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دنیا سے جانا ہی تھا۔

سورة النصر کا نزول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوشی:

حدیث میں آتا کہ جب ”سورة النصر“ اتری تو صحابہ خوش ہوئے۔
 اذا جاء نصر الله..... جب اللہ تعالیٰ کی مدد آ چکی..... والفتح..... اور فتح
 بھی..... ورايت الناس..... اور پیغمبر ﷺ تو دیکھ رہا ہے کہ..... يدخلون في دين الله
 افواجا.....

کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوجیں کی فوجیں شامل ہو رہی ہیں اور آگے کیا
 فرمایا..... فسبح بحمد ربك واستغفره..... اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر..... اے نبی ﷺ
 اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کر..... انه كان توابا..... اللہ تعالیٰ قبول کرنے والا ہے۔
 اس سورة کو سن کر سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوش ہوئے، ترجمہ کیا ہے؟ کہ
 ”اے پیغمبر ﷺ اللہ تعالیٰ کی مدد آ چکی اور تو دیکھ رہا ہے کہ اسلام میں فوجیں دین میں
 داخل ہو رہی ہیں اور اے پیغمبر ﷺ تو تسبیح کر، ذکر و اذکار کر، تو استغفار کر، اللہ پاک توبہ
 قبول کرنے والا ہے۔“

صدیق رضی اللہ عنہ رازدار نبوت:

اس سورة کو سن کر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم خوش ہوئے، لیکن ایک صحابی تھا جس نے یہ
 سورة سنی اور مسجد نبوی کے دروازے پر رونے لگا، یہ صحابی زار و قطار روتا ہے، لوگوں نے
 کہا ابو بکر رضی اللہ عنہ تجھے کیا ہوا؟ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نہیں جانتے ہو اس سورة میں
 اللہ تبارک و تعالیٰ نے کیا بتایا بظاہر تو یہ خبر ہے کہ اے پیغمبر ﷺ، اللہ تعالیٰ کی مدد آ چکی،
 اسلام میں فوجیں دین میں شامل ہو رہی ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو تم نہیں جانتے..... میں جانتا ہوں کہ اس
 سورة میں پیغمبر ﷺ کی وفات کا ذکر ہے، اس سورة میں اللہ تعالیٰ نے یہ اشارہ دیا ہے کہ
 اے محمد مصطفیٰ ﷺ اب تیرا کام پورا ہو گیا ہے..... اب تو تسبیح کر، اللہ اللہ کر، یعنی تیرا
 آخری وقت آ چکا ہے، مسجد نبوی کے کونے میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رو رہا ہے۔

کیوں؟ کہ صدیق علیہ السلام رازدار نبوت ہے، صدیق اکبر علیہ السلام محرم اسرار نبوت تھا، صدیق اکبر علیہ السلام قرآن کے اسرار سے واقف تھا، لوگوں نے کہا فوجیں اسلام میں داخل کرنے کا مطلب ہے کہ داخل ہو گئی فوجیں۔

اذا جاء نصر الله والفتح ورايت الناس يدخلون في دين الله افواجا فسيح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا۔

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مدد آ چکی، اسلام میں فوجیں داخل ہو گئیں تو تسبیح کر، اللہ تعالیٰ کا ذکر کر، ابوبکر صدیق علیہ السلام نے فرمایا لوگو اس سورۃ نے پیغمبر کی وفات کی خبر دی، اور میں جانتا ہوں اس کا مطلب ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیرا کام پورا ہو گیا، اب تیرا آخری وقت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں رہنے کا اختیار دیا:

اور جب یہ سورۃ اتری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ بندہ یا تو دنیا کو قبول کر لے اور ہمیشہ ہمیشہ دنیا میں رہے، اور یا اس کو موت آ جانے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو اختیار دیا کہ دونوں باتوں میں ایک کو پسند کر لے، لیکن جو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے..... اس نے یہ اختیار کیا کہ وہ جلدی جلدی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے..... یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ جنہم سے بیان کی..... تو صدیق اکبر علیہ السلام نے ساتھیوں سے کہا وہ بندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے..... وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خود ہیں..... اللہ تعالیٰ کا وہ بندہ خود نبی ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا کہ تم چاہتے ہو کہ میں دنیا میں ہمیشہ زندہ رہوں تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے..... اور اگر چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سے جلدی ملاقات ہو..... تو پھر تمہارا آخری وقت آ چکا ہے..... تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

کے اس بندے نے اللہ تعالیٰ سے کہہ دیا ہے کہ میں تجھ سے ملنا چاہتا ہوں تیری ملاقات مجھے زیادہ پسند ہے۔

چنانچہ پیغمبر ﷺ کا یہ فرمانا حقیقت میں اپنی موت کی خبر دینا تھا..... کہ میرا آخری وقت آچکا ہے، دنیا سے جانے کا وقت آچکا ہے، لوگو میں دنیا سے جا رہا ہوں پیغمبر ﷺ کی وفات سے بڑی بری خبر تو دنیا میں کسی نے نہیں سنی۔ آیت کونسی تھی؟ ایک سورۃ نصر تھی اور یہ آیت بھی تھی۔

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

یہ آیت کب اتری؟..... حجتہ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتماع تھا، اللہ تعالیٰ نے اس میں اعلان کیا:

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

”آج کے دن اے پیغمبر میں نے تجھ پر اپنا دین مکمل کر دیا۔“

وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

”اور اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو تجھ پر پورا کر دیا۔“

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

”اور تیرے لئے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بطور دین کے پسند کر لیا۔“

یہ اعلان کہاں فرمایا گیا، یہ کس جگہ اعلان ہوا؟ عرفات کے میدان میں اور کچھ دنوں کے بعد قرآن کی یہ سورہ اتری..... إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ..... اور یہ آیت بھی اتری..... الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ

حضور ﷺ کی علالت:

ان دنوں آیتوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے استدلال کیا کہ حضور ﷺ کی وفات کا وقت قریب آچکا ہے، چنانچہ وفات رسول سے پندرہ دن پہلے حضور ﷺ ایک جنازے سے واپس آئے، آپ ﷺ کے سر میں درواٹھا۔ حضور ﷺ چار پائی پہ لیٹ

گئے۔ کئی دن تک لیٹے رہے اور پھر وفات سے چند دن پہلے آپ کو بخار آیا، بخار اتنا تھا کہ حضور ﷺ کے سرہانے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیٹھتی تھیں..... کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا..... حضور ﷺ فرماتے فاطمہ رضی اللہ عنہا! کپڑے کی ٹاکی پانی میں بھگو کر میرے ماتھے پہ رکھو تاکہ میرے بخار کی شدت کم ہو جائے۔

حضور ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ آرام کریں۔ حضور ﷺ شدید بخار میں بھی مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لاتے۔ کبھی ایسے ہوتا کہ آپ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مسجد میں تشریف لاتے، پیر کے دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی، جمعرات کے دن آپ کو شدت سے تکلیف تھی۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ اس چار پائی پر کھجوروں کی چھال لگی ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ اس چار پائی پر آرام فرماتے۔ بخار میں شدت آگئی، اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ کی وفات سے دو سال پہلے آپ کو ایک یہودیہ نے کھانے میں زہر دیا تھا اور حضور ﷺ نے فرمایا تھا وفات سے کچھ پہلے عائشہ رضی اللہ عنہا! جوز ہر مجھے خیبر کی جنگ کے موقع پر دیا گیا تھا آج میں محسوس کرتا ہوں، کہ اس زہر کے اثر سے میری شہ رگ کٹ جائے گی۔

شدید علالت میں بھی نماز کی تاکید:

اماں فرماتی ہیں، حضور ﷺ کی وفات اس زہر کا اثر تھا۔ اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات بھی شہادت کی موت ہے، زہر سے آدمی مر جائے تو وہ شہید ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کو بھی علماء نے شہید لکھا ہے کہ اس جنگ میں اس موقع پر ایک صحابی بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ اس کا کھانا حلق سے نیچے اتر گیا تھا، تو وہ شہید ہو گیا تھا، حضور ﷺ کو جبرائیل علیہ السلام نے خبر دے دی..... آپ ﷺ نے قے کر لی، لیکن اثر زہر کا اندر چلا گیا تھا۔ بخاری شریف میں حدیث ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی! فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا! آج مجھے محسوس

ہوتا ہے کہ خیر والے زہر نے میری شہ رگ کاٹ دی ہے۔ (بخاری جلد ۲ ص ۶۳۷)
حضور ﷺ کے سر میں درد تھا، آپ پہلو بدلتے، آپ کو ہوش آتا، آپ پوچھتے عائشہ! نماز کا
وقت ہو گیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا عائشہ! مسلمانوں سے کہو نماز پڑھ لیں، مجھے تکلیف
ہے..... لیکن پھر کہتے عائشہ! ٹھہرو میں جا کے نماز پڑھاؤں گا۔ یہ کہا تو پیغمبر پر بے ہوشی
طاری ہو گئی۔ پھر ہوش آیا کچھ دیر کے بعد..... فرمایا عائشہ! مسلمانوں نے نماز پڑھ لی ہے؟
فرمایا نہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبوی مصلیٰ پر:

حضور ﷺ نے مکان کے اندر جو کھڑکی سی تھی، اس کھڑکی کا دروازہ کھولا، کپڑا
ہٹایا، جب کپڑا ہٹایا تو سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قطار بیٹھی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا!
..... مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ..... عائشہ! ابوبکرؓ کو بلاؤ، آکر نماز پڑھائے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! جس دن سے آپ بیمار ہیں،
میرا باپ پریشان ہے، اور آپ آج کہتے ہیں مصلیٰ پر کھڑا ہو میرے والد کا دل بڑا نرم ہے وہ
آپ کے مصلیٰ پر کھڑا ہونا برداشت نہیں کریں گے۔ (بخاری جلد ۱ ص ۹۹)
حضور ﷺ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا نہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤ، آکر نماز پڑھائے،
تین مرتبہ فرمایا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ فرمایا نماز پڑھاؤ۔ صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ نماز عشاء میں جب مصلیٰ پر کھڑے ہوئے اللہ اکبر کہا، چیخ ماری، بے ہوش
ہو گئے..... ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا، پوچھا کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ! کیا ہوا؟ فرمایا میں یہ
سوچ کر گرا ہوں کہ آج نبی کا مصلیٰ خالی ہو گیا۔ کل محمد مصطفیٰ ﷺ ہی دنیا سے رخصت
ہو جائیں گے۔

چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ نماز پڑھائی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے
جمعرات کے دن سے لیکر وفات کے وقت تک آپ ﷺ کے مصلیٰ پر نماز پڑھائی۔ کئی
موقعوں پر ایسے ہوا کہ حضور ﷺ فرماتے میرا دل چاہتا ہے کہ میں مسجد میں چلا جاؤں۔

جمعہ کا دن تھا، تکلیف میں گزرا۔ فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا! اب تو میں ٹھیک ہوں، اماں فرماتیں کہ آپ نے دوائی نہیں کھائی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوائی کی ضرورت نہیں ہے، میں ٹھیک ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاتھ اٹھائے اس بیماری کی حالت میں فرمایا ”اے اللہ! میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔“ اماں فرماتی ہیں کہ رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہو گئی، جب ہوش میں آئے تو آپ نے فرمایا!

الصلوة..... الصلوة

اوسلمانو! نماز کبھی نہ چھوڑنا، میں دنیا سے چلا جاؤں، تب بھی نماز نہ چھوڑنا، مسلمانو! نماز نہیں چھوڑنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری الفاظ اس بے ہوشی کے عالم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے..... اشاروں سے پڑھ رہے تھے..... بیٹھ کر پڑھ رہے تھے۔

اماں فرماتی ہیں کہ عشاء کی نماز پڑھی..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہوئے، آدھی رات کے وقت ہوش آیا فرمایا عائشہ! مسجد میں دیکھو نماز ہو چکی ہے۔ اگر نہیں ہوئی تو میں مسجد میں چلتا ہوں نماز پڑھتا ہوں، اماں فرماتی ہیں کہ جب نماز کا وقت آتا..... تو ایسے لگتا جیسے ہمارے واقف نہیں ہیں، یعنی ہمارے ساتھ بیٹھتے بھی نہیں تھے، نماز کا وقت ہوتا، تو ایسے اٹھ جاتے، جیسے یہ ہمارے واقف نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ بلا رہا ہے، اللہ تعالیٰ کے بلاوے کو دیکھو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری نصیحت جو زندگی میں فرمائی، وہ یہ تھی:

الصلوة، الصلوة وما ملکت ایمانکم (بخاری ج ۲ ص ۶۳۷)

لوگو! نماز نہ چھوڑنا اور دوسرا فرمایا اپنے غلاموں پر زیادتی نہ کرنا۔ نوکروں کو برا نہ کہنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت! یعنی ایک پیغمبر تریسٹھ سال کی عمر میں دنیا سے جا رہا

ہے، تیس سال نبوت کے گزار کر دنیا سے جا رہا ہے، تیس سال قرآن اترا، دین اترا، شریعت اتری، لیکن آخری الفاظ یہ کہتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کی ساری تعلیمات کا خلاصہ نماز تھا۔ کیوں بھی؟ نماز کیوں تھی؟ حج مالی عبادت ہے، حج میں مال لٹایا جاتا ہے، زکوٰۃ مالی عبادت ہے، روزہ بدنی عبادت ہے، لیکن نماز بدنی عبادت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا!

نماز نہیں چھوڑنا..... آخری نصیحت پیغمبر ﷺ کی، آخری پیغام کہ نماز نہیں چھوڑنی، جو لوگ کاروبار میں بیٹھ کر نماز چھوڑ رہے ہیں،

کاروبار آگیا نماز چھوٹ گئی۔

تھوڑی سی مجبوری ہوگئی..... نماز چھوٹ گئی۔

دوست آگئے نماز چھوٹ گئی۔

نماز چھوڑنے والے کو پیغمبر نے فرمایا..... مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ..... جس نے نماز جان بوجھ کر ترک کی، اس نے گویا کفر کیا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۶، ۳۵۵۔ نسائی جلد ۱ ص ۲۳۱)

نماز سے گناہ جھڑتے ہیں:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے ایک دفعہ باہر جنگل میں لے گئے، جنگل میں حضور ﷺ نے فرمایا، ابوذر رضی اللہ عنہ! دیکھو ایک درخت کو آپ نے ہاتھ لگایا، اور ٹہنی کو ہلایا تو اس کے پتے جھڑ گئے، حضور ﷺ نے فرمایا ابوذر! جس طرح اس درخت کے پتے جھڑے ہیں، اسی طرح اس آدمی کے گناہ جھڑتے ہیں جو پانچ وقت نماز پڑھتا ہے، یہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے، یہ پیغمبر ﷺ کا حکم ہے، لیکن افسوس ہے اذان ہو رہی ہے، نماز کا وقت ہے بغیر کسی عذر کے، بغیر کسی مجبوری کے، نماز چھوڑی جا رہی ہے، کوئی پرواہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نماز کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بہت بڑا گناہ ہے نماز کا چھوڑنا۔ (فضائل اعمال ص ۲۹۶)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آخری گفتگو:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیماری میں مبتلا ہیں، آپ چار پائی پر لیٹے ہوئے ہیں، لیکن نماز نہیں بھولی..... غلاموں کا خیال نہیں بھولے، پیر کا دن ہے، صبح کا وقت ہے، جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہونی ہے۔

اماں فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میں قریب ہو گئی، میں قریب آئی تو میں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کر کے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے کان میں کچھ کہا تو فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بلایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کان میں کچھ کہا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مسکرانے لگیں۔ اماں فرماتی ہیں کہ میں نے کہا فاطمہ رضی اللہ عنہا! میں تیری ماں کی جگہ ہوں، میں تجھے اپنے ماں ہونے کا واسطہ دیتی ہوں، بتا تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہا تو فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا اماں! میں نے پہلی مرتبہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اپنے کان کئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! جس بیماری میں تیرا باپ مبتلا ہے اسی بیماری میں تیرا باپ دنیا سے چلا جائے گا، یہ کہا! جس کی وجہ سے میں رونے لگی۔ اور بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کان میں فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا! رونا نہیں! میرے جانے کے بعد میرے خاندان میں سب سے پہلے تو آ کر مجھے ملے گی۔ (زر قانی ج ۸ ص ۲۶۲۔ بخاری ذکر وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فتح الباری ج ۸ ص ۱۰۳)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فخر:

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ! مسواک لاؤ، اماں کہتی ہیں مسواک میں نے پیش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ مبارک میں مسواک لگائی، فرمایا یہ سخت ہے۔ اماں کہتی ہیں میں نے دانتوں سے چبائی۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ میری چبائی ہوئی مسواک کو پیغمبر نے چبایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری الفاظ:

اماں فرماتی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری الفاظ ہیں:

اَللّٰهُمَّ فِی الرَّفِیقِ الْاَعْلٰی

اے اللہ! تیری رفاقت مجھے پسند ہے، اے اللہ! میں دنیا کو چھوڑ چکا ہوں، مجھے تیری رفاقت پسند ہے، میں تیری رفاقت چاہتا ہوں۔

میں تیرے قرب میں آنا چاہتا ہوں، میں تیرے قریب آنا چاہتا ہوں، بار بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اماں فرماتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ..... اَللّٰهُمَّ فِی الرَّفِیقِ الْاَعْلٰی..... فرمایا، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ شہادت پڑھا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر غم کی حالت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ مدینہ میں جنگل کی آگ کی طرح خبر پھیل گئی۔ سفید داڑھیوں والے بوڑھے اور بزرگ صحابی زار و قطار رونے لگے۔ مسجد نبوی لوگوں سے بھر گئی۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے، لوگوں نے کہا دنیا میں رہنا فضول ہے۔ اب ہمیں مرجانا چاہئے بقول ابوالکلام آزاد!

”جو کھڑا تھا کھڑا رہ گیا..... جو بیٹھا تھا، بیٹھا رہ گیا..... صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت روتی ہوئی جنگلوں کی طرف نکل گئی،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں رہے۔ دنیا میں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کر دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے پاس آئے اور کہا اے کملی والے! اگر تو نے مجھے رونے سے منع نہ کیا ہوتا تو آج علی اپنی آنکھوں کے آنسوؤں سے آپ کو غسل دے دیتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

صَبْتُ عَلَى مَصَانِبٍ لَوْ أَنَّهَا

صَبْتُ عَلَى الْأَيَّامِ صِرُنَ لَيَالِيَا

”میرے باپ کی وفات نے مجھ پر مصیبت کے اتنے پہاڑ توڑے

ہیں اگر وہ پہاڑ دنوں پر پڑ جاتے تو دن بھی رات بن جاتے۔“

میرے بھائیو! ایک صحابی اپنے کھیتوں میں ہل چلا رہا ہے، اس کو کسی نے کہا او

باباجی! تو ہل چلا رہا ہے، تجھے نہیں پتہ کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے چلے گئے۔ اس نے اسی

وقت ہل روک دیا۔ ہل روک کر کہا ”اے اللہ! میری آنکھوں کو اندھا کر دے، میرے

کانوں کو بہرہ کر دے۔“

اس نے کہا یہ دعا کیوں کرتا ہے؟ کہنے لگا جن آنکھوں نے نبی ﷺ کا چہرہ

دیکھا نبی ﷺ نہیں رہے تو ان آنکھوں کی ضرورت نہیں، جن کانوں نے نبی ﷺ کا کلام

سنا، نبی ﷺ نہیں رہے تو ان کانوں کی ضرورت نہیں ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا غم:

رسول اللہ ﷺ کا جسد اطہر رکھا ہوا ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جلال میں

آگئے..... جوش میں آگئے، مسجد نبوی میں کھڑے ہو گئے۔ تلواریں ہاتھ میں لے کر کہا۔

”اولوگو! جس نے کہا محمد ﷺ فوت ہو گئے اس کا سر قلم کر دوں گا،

اس کا سراڑا دوں گا۔“ (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۵۵)

یہ بڑے جذبات کی بات تھی، بڑی عجیب بات تھی..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وارثی

کے حال میں مدینہ کی گلیوں میں گھوم رہے ہیں، جنگلوں کی طرف نکل گئے ہیں۔ عورتیں

رو رہی ہیں، مرد رو رہے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ تو کیوں روتا ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا تو کیوں روتی ہے؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا تو کیوں

روتی ہے؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں کیوں نہ روؤں، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں کیوں نہ

روؤں، آج کے بعد جبرائیل امین علیہ السلام اب کبھی نہیں آئے گا، آسمانوں سے اب کوئی

فرشتہ نہیں آئے گا، آسمانوں سے کبھی اب قرآن نہیں اترے گا، آسمانوں سے خدا کا پیغام اب کبھی نہیں آئے گا۔

یہ پیغام تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم رورہے ہیں..... ایک آدمی سے کہا بابا جی! تم کیوں روتے ہو، فرمایا میں کیوں نہ روؤں، جو روشنی مدینہ کی گلیوں میں پھرتی تھی، ختم ہو گئی، جو سورج چمکتا تھا، چلا گیا، جو چاند چمکتا تھا، چلا گیا، اب جبرائیل علیہ السلام کیسے آئے گا، خدا کا پیغام کیسے آئے گا؟ مدینہ کی گلیوں میں خوشبو کیسے آئے گی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں رہے، ہمیں زندگی کی ضرورت نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رورہے ہیں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں اعلان کیا: ”جس نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔“ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں موجود نہ تھے۔ سخ کی بستی تھی، مدینہ کے ساتھ دو میل کے فاصلے پر، ان کو اطلاع ملی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق تھے، سب سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ سب لوگوں کی نگاہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر تھیں۔ اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ اسی طرح جذبات میں آجاتے اسلام کی کشتی ڈوب جاتی، اسلام کے سہارے ٹوٹ جاتے۔

حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اعزاز:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف لائے، پتہ چلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہے۔ مسلمانو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ فوت ہوتا ہے، قبر بھی وہیں اسی جگہ پر بنتی ہے، کسی پیغمبر کے بارے میں یہ اجازت نہیں ہے کہ اس کی لاش کو ایک لمحہ کے لئے، یا ایک انچ بھی اٹھا کر دوسری جگہ پر تدفین کی جائے..... اس کی اجازت نہیں ہے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاں فوت ہوتا ہے، اسی جگہ اس کی قبر بنتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہوئی، جہاں آج آپ کی قبر ہے، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہے، یہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ تھا اور حضور ﷺ کی گیارہ بیویاں تھیں، ان میں سے جو زندہ تھیں، ان میں سے کسی کے پاس آپ قیام فرماتے تھے، لیکن جب آپ بیمار ہوئے، تو اس رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی۔ دوسرے دن دوسری بیوی کی باری تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا بیویو! میرا دل چاہتا ہے کہ میں یہ بیماری کے سمارے ایام عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزاروں..... کیا تمہاری طرف سے یہ اجازت ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ آخری وقت ہو اور کسی کی باری نہ آئے اور پھر ناراض ہو جاؤ، تو سب نے خوشی کے ساتھ کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رہئے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا! تیرے پاؤں کی مٹی پر قربان جاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری بھی تیرے گھر میں ہوئی، حضور ﷺ کی وفات بھی تیرے حجرے میں ہوئی (زر قانی ج ۸ ص ۲۵۵) اور بعد میں پیغمبر قیامت کی صبح تک تیرے حجرے میں آرام فرمائیں گے۔ اور پھر یہی جگہ ہے کہ جس جگہ کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا!

مَا بَيْنَ بَيْتِي وَ مَنبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ
(رواہ بخاری و مسلم)

اولوگو! یہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ ہے اور اس حجرے اور اس میرے منبر کے درمیان یہ ساری جگہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ جس جگہ پہ حضور ﷺ نے وفات پائی، وہ بھی جگہ جنت ہے، یہ منبر ہے یہ بھی جنت ہے، یہ راستے میں ساری جگہ جنت ہے، جس کو روضۃ من ریاض الجنة کہا جاتا ہے جو لوگ حج کرنے جاتے ہیں ان کو پتہ ہے کہ اس جگہ پہ کتنی رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اس جگہ پہ کتنی برکات ہوتی ہیں، حاجی وہاں جاتا ہے حضور ﷺ کے روضہ پر تو سعادت سمجھتا ہے۔ آج تم وہاں جاؤ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ برکت والی جگہ دنیا میں اور کوئی نہیں جس کو نبی ﷺ نے جنت فرمایا۔

یہ ریاض جنت ہے، ریاض جنت! ریاض عربی میں باغ کو کہتے ہیں۔ ریاض الجنة جنت کا باغ! پیغمبر ﷺ جنت کے باغ میں ہیں، جس جگہ کو حضور ﷺ نے جنت فرمایا ہے..... اس جگہ کے جنت ہونے میں کوئی شک ہے؟ نہیں! تو حضور ﷺ نے فرمایا

میرا یہ منبر اور میرا وہ حجرہ جو عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ ہے، یہ جنت کا ٹکڑا ہے تو اسی جنت کے ٹکڑے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بنی اور بعد میں پھر اسی جنت کے ٹکڑے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر بنی پھر اسی جگہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر بنی۔

مسلمانو! جس جگہ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جنت کہہ چکا ہو، اسی جنت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہو تو آج اس کو کوئی کہے کہ جنت نہیں ہے نعوذ باللہ! جس جگہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنت کہہ چکا ہے اس کے جنت ہونے میں کوئی شک ہے؟ (نہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کا خمیر ایک ہی مٹی سے:

یہ بھی یاد رکھو! میں آپ کو ایک مسئلہ بتانا چاہتا ہوں، جس جگہ کو قرآن فرماتا ہے!

مِنْهَا خَلَقْنَكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى

قرآن کہتا ہے، جس مٹی سے آدمی کا خمیر تیار ہوتا ہے، اسی مٹی میں اس آدمی کی قبر بنتی ہے، پیدائش کے وقت انسان کے خمیر میں جو مٹی داخل کی جاتی ہے، جس علاقے کی جب وہ فوت ہوتا ہے، تو اس علاقے میں اس کو دفن کیا جاتا ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

اور قرآن کہتا ہے..... مِنْهَا خَلَقْنَكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى..... کہ جس مٹی سے انسان کا خمیر بنایا گیا ہے، اسی مٹی میں اس کی تدفین عمل میں آئے گی۔ اسی مٹی میں وہ دفن ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خمیر جس مٹی سے بنا تھا

اسی مٹی سے خمیر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بنا تھا

اسی مٹی سے خمیر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بنا تھا

اور اسی مٹی میں پیغمبر اور ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ آج تک موجود ہیں

اور اس جگہ کو اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا کہ یہ جنت ہے، یہ جگہ جنت کا ٹکڑا ہے، اس کے جنت ہونے میں کوئی شک نہیں، جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہے جنت، اس کے

جنت ہونے میں کوئی شک ہے؟ (نہیں)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پیغمبر کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا: طبت حیا و میتا

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! تیرا دنیا میں آنا بھی پاک تھا، تیرا جانا بھی پاک تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتھے پہ بوسہ دیا، اور فرمایا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو نے دنیا میں نبوت کا حق ادا کر دیا اور یہ کہہ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں چلے گئے۔ مسجد نبوی کے منبر پر کھڑے ہو کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا!

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ۔

”اولوگو! جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوجا کرتا تھا وہ سمجھ لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو دنیا سے رخصت ہو گئے اور جو خدا کی پوجا کرتا تھا اس کو یاد رکھنا چاہئے خدا پہلے بھی زندہ تھا، خدا آج بھی زندہ ہے۔“

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہے فوت ہو گئے میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔“

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا آپ نے قرآن شریف کی یہ آیت نہیں سنی کہ
وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔

”محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہیں ان سے پہلے دنیا میں جتنے بھی نبی آئے، سب نبیوں نے دنیا سے جانا تھا، سب چلے گئے۔“

إِنَّمَا مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبَتْكُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ۔

”کیا میرا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائے، یا میرا پیغمبر قتل کر دیا جائے تو اے صحابیو! اے پیغمبر کے دوستو! تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین چھوڑ

جاؤ گے۔“

یہ آیت پیغمبر ﷺ کی زندگی میں اتر چکی تھی، جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے منبر پر آ کر یہ قرآن کی آیت سنائی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسے معلوم ہوا کہ جیسے یہ اللہ تعالیٰ کا قرآن ابھی اتر رہا ہے، کہتے ہیں کہ یہ ہمیں علم ہی نہ تھا، یہ سن کر ہمارا سینہ کھل گیا، ہمیں یقین ہو گیا کہ محمد ﷺ دنیا سے چلے گئے ہیں اور نبی ﷺ کے جانے کے بعد، پیغمبر ﷺ کے دین کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زندہ کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے پیغمبر ﷺ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا اے میرے محمد مصطفیٰ ﷺ اگر تو نے رونے سے منع نہ کیا ہوتا تو آج آنکھوں کے آنسوؤں سے تجھے غسل دے دیتا۔

سفینہ اسلام کا ملاح:

میرے بھائیو! ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے اسلام کی کشتی کو سہارا دیا، ایسے وقت میں اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام کی کشتی کو سہارا نہ دیتے تو اسلام کی کشتی ڈوب جاتی، اسلام کی کشتی ڈول جاتی، ایسے وقت میں سفینہ محمد ﷺ کا وہ ملاح آیا کہ جس نے اسلام کی کشتی کو سہارا دیا وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خطبہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا..... شرح صدر ابوبکر الاسلام..... ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ اسلام کیلئے روشن ہو گیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو بات نہیں مانتے تھے صدیق رضی اللہ عنہ نے حوصلے سے امت کا حوصلہ بلند کر دیا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۴۰ - زرقانی ج ۸ ص ۲۸۰ - البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۲۳ - قرطبی ج ۴ ص ۲۲۳)

لشکر اسامہ روانہ ہوا:

نبی ﷺ جو لشکر اسامہ روانہ کر چکے ہیں شام کی طرف، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا کہ حضور ﷺ فوت ہو گئے، اب جو لشکر روانہ ہو چکا ہے تو اس لشکر کو واپس بلا لو کہ

منکرین ختم نبوت کھڑے ہو گئے

منکرین زکوٰۃ کھڑے ہو گئے

منکرین حدیث کھڑے ہو گئے

مدینہ پر کہیں حملہ نہ ہو جائے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر رسول ﷺ پر کھڑے تھے۔ سنو، مسلمانو، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منبر رسول پر کھڑے ہو کر کہا، اولوگو! جو لشکر میرے نبی نے روانہ کیا تھا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس لشکر کو پیچھے نہیں ہٹا سکتا، ایک قدم بھی نہیں پیچھے ہٹا سکتا۔

فتنوں کا تعاقب:

اور کچھ لوگوں نے زکوٰۃ کا انکار کیا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو بندہ زکوٰۃ نہیں دے گا، بلکہ وہ رسی جو ایک بکری کے گلے میں ہوتی تھی، نبی ﷺ کے دور میں وہ رسی بھی دیتا تھا، آج وہ رسی بھی روکے گا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس رسی کے حصول کیلئے بھی جنگ لڑے گا، کیوں؟ ایسا نہیں ہو سکتا..... اینقص الدین و اناحی..... محمد ﷺ کا دین کمزور ہو جائے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ زندہ رہے، ایسے نہیں ہو سکتا۔

علماء کہتے ہیں کہ یہ نبیوں کا کام تھا کہ جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا، نبی سہارا دیتا ہے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وقت میں امت کو سہارا دیا۔

پیغمبر ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے، پیغمبر کا آنا بھی پاک تھا، نبی کا جانا بھی پاک تھا، حضور ﷺ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں تشریف فرما تھے۔

حضور ﷺ کا کفن و دفن:

لوگ پوچھتے ہیں کہ حضور ﷺ کا جنازہ کس نے پڑھایا، سنو یہ بات بھی کہ حضور ﷺ چار پائی پر تشریف فرما تھے اور اس چار پائی پر آپ کو غسل دیا گیا، آپ کا کوئی کپڑا نہیں اتارا گیا، آپ کے کپڑے نہیں اتارے گئے بلکہ انہی کپڑوں کے اوپر کفن لپیٹ دیا گیا، اور کفن لپیٹ کر انہی کپڑوں میں آپ ﷺ کو دفن کر دیا گیا۔ اوپر کفن تھا اندر سلے ہوئے کپڑے تھے اور آپ ﷺ کا کوئی لباس نہیں اتارا گیا، آپ ﷺ کا لباس

اتار کر غسل نہیں دیا گیا، اسی حالت میں غسل دیا گیا، نبی ﷺ کا وجود پاک ہوتا ہے اور پیغمبر ﷺ سوئے تو تب بھی پاک ہوتا ہے، نبی ﷺ فوت ہو تو تب بھی پاک ہوتا ہے، نبی ﷺ کا جسم بھی پاک ہوتا ہے۔ (شرح شمائل للمناوی ج ۲ ص ۲۷۳۔ زرقانی شرح المواہب ج ۸ ص ۲۹۱۔ زرقانی شرح موطا ج ۲ ص ۱۶)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ٹولیاں ایک دروازے سے داخل ہوتے، دوسرے دروازے سے نکل جاتے اور اندر آ کر نبی ﷺ کا چہرہ دیکھتے اور درود شریف پیغمبر ﷺ پر پڑھتے، درود پڑھتے جاتے تھے اور اسی درود پڑھنے کا نام جنازہ ہے، کوئی جنازہ کی علیحدہ جماعت نہیں ہوئی، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نبی پر درود پڑھ رہی تھی اور اسی کا نام نماز جنازہ ہے، کیونکہ نماز جنازہ کا نام بھی دعا ہے یہ بھی دعا ہے رحمت کی دعا ہے جو محمد مصطفیٰ ﷺ پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پڑھی۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۶۹۔ مسلم ج ۱ ص ۳۰۶)

حجرہ عائشہ مدفن رسول بنا:

حضور ﷺ کو ۳۲ گھنٹوں کے بعد دفن کیا گیا۔ جس حجرہ میں حضور ﷺ کا قیام تھا۔ اسی حجرہ میں قبر ہے اور دو قبریں بعد میں اس حجرہ میں بنیں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اور چوتھی قبر کی جگہ آج بھی اس حجرہ میں خالی ہے، جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بنے گی جو قیامت کے قریب دنیا میں آئیں گے۔

فتنہ ختم ہوئے:

حضور ﷺ کی وفات کی خبر بہت بڑی خبر تھی، پورے علاقے میں بڑے بڑے فتنے کھڑے ہو گئے، حضور ﷺ کے جانے کے بعد، لیکن تمام فتنوں کا سر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کچلا، حضور اکرم ﷺ کی وفات کا صدمہ بہت بڑا صدمہ تھا۔

میرے بھائیو! یہ وفات رسول ﷺ کا واقعہ تھا۔ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کا عنوان جو کئی جمعوں سے شروع تھا وہ آج مکمل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سمجھ اور عمل کی توفیق بخشے۔ (آمین)



﴿اقتباسات﴾

آج بائیس اکتوبر ہے، آج سے ساٹھ سال پہلے ۲۲ اکتوبر کو آپ کے والد صاحب پیدا ہوئے اور آج ۲۲ ہی کے دن فوت ہو جا، ئیں تو آپ کیا کریں گے؟ آپ خوشی کریں گے کہ افسوس کریں گے؟ بائیس اکتوبر کو اپنے باپ کی ولادت کی خوشی نہیں کریں گے، اپنے باپ کی وفات کا صدمہ یاد رکھیں گے۔

آپ کے بھائی کا جنازہ اٹھے تو آپ خوشی نہ کریں۔

آپ کی ماں کا جنازہ اٹھے تو آپ خوشی نہ کریں۔

آپ کی بہن کا جنازہ اٹھے آپ خوشی نہ کریں۔

لیکن آپ کے نبی کا جنازہ اٹھے، آپ جلوس نکالیں، آپ جھنڈیاں لگائیں، آپ بتیاں لگائیں، آپ خوشی کریں، اگر کوئی روکے تو کہیں یہ نبی ﷺ کو نہیں مانتا۔
خوشی پر غم غالب ہوتا ہے:

کسی نے نہیں سوچا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات بارہ ربیع الاول کو ہے..... اگر ولادت بارہ ربیع الاول کو ہے تو ٹھیک ہے، ولادت بھی ہوگی، وفات بھی ہے، جب خوشی اور غمی انسان میں آتی ہے، تو آپ فیصلہ کریں کہ خوشی ہوتی ہے، یا غمی ہوتی ہے، میں نے جیسے کہا ہے بائیس اکتوبر کو آپ کے والد پیدا ہوں اور ۲۲ اکتوبر کو چالیس سال بعد فوت ہوں، آپ تو خوشی نہیں کرتے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن آپ خوشی کرتے ہیں۔

۱۲ ربیع الاول کو کیا کریں؟

ایک آدمی کہنے لگا فاروقی صاحب پھر آپ بتائیں ہم بارہ ربیع الاول کو کیا

کریں؟ میں نے کہا بارہ ربیع الاول کو درود پاک پڑھو..... بارہ ربیع الاول کو قرآن پاک پڑھو..... بارہ ربیع الاول کو خوشبو لگاؤ، بارہ ربیع الاول کو کلمہ شریف پڑھو اور عہد کرو کہ آج بارہ ربیع الاول کے دن ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو اپنائیں گے، تین سو پینسٹھ دن ہیں سال کے، تین سو چونسٹھ دن نبی ﷺ کے حکموں سے بغاوت کرو..... نبی ﷺ کے احکام پہ چھریاں چلاؤ..... پیغمبر ﷺ کے اصولوں کو توڑو..... پیغمبر ﷺ کی سیرت کا مذاق اڑاؤ..... اور ایک دن خوشی کر کے جنت کا ٹھیکہ لینا چاہو..... اس سے بڑا دھوکا اور فریب کوئی نہیں۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۰۸)

وفات رسول کا غم بلال حبشی کو:

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے مدینہ ہی چھوڑ دیا تھا۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد، اب بائیس سال کے بعد جب بلال رضی اللہ عنہ مدینے آیا..... لوگوں نے کہا بابا جی! حضور ﷺ کے زمانے والی اذان تو سناؤ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتا ہے میں اذان نہیں دیتا۔ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سفارشی لے گئے..... حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا بابا اذان تو سناؤ! اب دیکھئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دینے لگے، جب..... اشہد ان محمد رسول اللہ..... پر پہنچے تو بلال بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا، جب ہوش آیا، لوگوں نے منہ میں پانی ڈالا، بابا جی! کیا ہوا؟ کہنے لگا مجھے بائیس سال پہلے کا زمانہ یاد آ گیا، جب میں..... اشہد ان محمد رسول اللہ..... کہتا تھا..... سمیرا محبوب ﷺ سامنے ہوتا تھا۔ آج میں نے محبوب کا نام لیا چاروں طرف دیکھا..... مجھے محبوب نظر نہیں آئے، یہ نبی ﷺ کی شان ہے..... انہوں نے بارہ ربیع الاول یوں دیکھا۔

دعوت فکر:

دوستو! یہ دعوت فکر ہے، آپ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ بارہ ربیع الاول جب چودہ سو سال پہلے آیا..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روئیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اشک بہائیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روتے ہوئے جنگلوں کو نکل جائیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ چھوڑ دیں،

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رورو کر نڈھال ہو جائیں، فاطمہ رضی اللہ عنہا چیخیں ماریں، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روئیں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ روئیں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روئیں، سفید داڑھیوں والے آدمی مسجد میں بیٹھ کر دھاڑیں مار مار کر روئیں، وہی بارہ ربیع الاول جب میرے پاس آئے تو میں خوشی کروں؟

مجھے بتایا جائے، جس دن بارہ ربیع الاول مدینے میں آیا تھا..... تو انہوں نے یہ کام کیوں نہیں کیا، جو آج ہم کرتے ہیں؟ یہ ہو سکتا ہے؟ کہ صدیق تو روئے ہم خوشی کریں، عاشق رونے والا بھی ہو، اور عاشق خوشی کرنے والا بھی ہو، ہم بھی عاشق ہوں کہ خوشی کریں وہ بھی عاشق ہوں کہ رورہے ہیں، یہ تو میری سمجھ میں بات نہیں آتی۔

اگر بارہ ربیع الاول کے دن خوشی کرنا عشق ہے تو پھر اس عشق سے ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو خالی ہیں۔ انہوں نے بارہ ربیع الاول کے دن یہ کام نہیں کیا جو آج ہم کرتے ہیں۔ یہ کسی پر تنقید نہیں ہے، یہ ایک حقیقت ہے، جس کا اظہار کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

آج کوئی آدمی مجھے یہ سمجھا دے کہ آج سے پچاس سال پہلے کی پوری ساڑھے تیرہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں بارہ ربیع الاول کے دن کسی نے وہ کام کیا ہو، جو آج ہوتا ہے تو ایک مفکر کا نام لے کر مجھے بتائیں، بارہ ربیع الاول کوئی ابھی آنے لگا ہے، چودہ سو سال گزر گئے بارہ ربیع الاول کو آتے آتے۔

آپ مجھے یہ سمجھائیں کہ بارہ ربیع الاول مدینے میں آیا چودہ سو سال پہلے جس دن بارہ ربیع الاول مدینے میں تھا..... آیا پہلی مرتبہ، اس دن ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کی حالت کیا تھی؟ اور خوشی کون منارہا تھا؟..... افسوس کس کو تھا؟..... فیصلہ آپ کریں یہی بارہ ربیع الاول ہمارے پاس آتا ہے..... ہم نمائش کرتے ہیں..... عیسائیوں میں اور ہمارے اندر فرق کیا رہ گیا؟ ۲۵ دسمبر کرسمس ڈے، عیسائی مناتے ہیں..... تین سو چونسٹھ دن عیسائی..... اپنے نبی کا نام نہیں لیتے، ایک دن ۲۵ دسمبر کو کہتے ہیں ہم عیسائی ہیں..... ولادت کا ڈے مناتے ہیں۔ ولادت کو منانا یہ شیوہ کس کا ہے؟

ولادت کا منانا، لیکن اپنے نبی کی سیرت کو نہیں اپنایا۔

حضور ﷺ جب پیدا ہوئے..... حضور ﷺ کی پیدائش پر پوری دنیا اسلام کو خوشی ہے۔ حضور ﷺ جب پیدا ہوئے۔ حضور ﷺ کے چچا ابوطالب کو بھی خوشی تھی۔ ابولہب کو بھی خوشی تھی.....

لیکن ان دونوں کو جنت نہیں ملی۔ ایک تیسرے آدمی کو دیکھو کہ اس نے ولادت کے دن نہ خوشی منائی، نہ شعر کہا، نہ ولادت کے دن تعریف کی، پیغمبر ﷺ کا وہ رشتے دار نہیں، نبی ﷺ کا وہ قریبی نہیں۔ پیغمبر کے پاس آیا نہیں، وہ مکے کو جانتا نہیں، اس کا رنگ بھی کالا ہے، اس کے ہونٹ بھی لمبے لمبے ہیں، وہ حبشے سے چل کر آیا ہے، اس نے صرف اپنے نبی ﷺ کی سیرت کو اپنایا تھا، اس نے ولادت پہ خوشی نہیں کی۔ سیرت کو اپنایا تھا، دیکھئے! جنہوں نے ولادت پہ خوشی کی تھی، ابوطالب اور ابولہب ان کو جنت نہیں ملی..... اس نے سیرت کو اپنایا تھا، حبشے سے چل کر آیا تھا، اتنا اونچا مقام پا گیا کہ ٹہلتا مکے کی گلیوں میں ہے اور قدموں کا کھٹکا جنت میں ہو رہا ہے۔

خوشی دو طبقوں کو ہے:

کوئی دنیا کا مسلمان ایسا نہیں، جس کو نبی ﷺ کے آنے پر خوشی نہ ہو..... جو کہتا ہے، مجھے پیغمبر ﷺ کے آنے پر خوشی نہیں، اس سے بڑا مرتد کوئی نہیں۔ اس سے بڑا کافر کوئی نہیں۔ نبی ﷺ کے آنے پر خوشی ہر آدمی کو ہے، لیکن خوشی خوشی میں فرق ہے، گھر میں مہمان آتا ہے، بچوں کو خوشی ہوتی ہے کہ آج مہمان آیا ہے، آج گھر میں حلوہ کپکے گا، سکول جانے کی چٹھی ہوگی، لیکن گھر کے جو عقلمند لوگ ہیں ان کو بھی خوشی ہوتی ہے، ان کو یہ خوشی ہے کہ جو مہمان آیا ہے بڑا اچھا ہے، اس کی دعوت بڑی اچھی ہے، پیغام بڑا اچھا ہے، بڑے عرصے کے بعد آیا ہے۔

یہاں دو طبقوں کو خوشی ہے، ایک طبقے کو خوشی بچوں والی ہے کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ آگئی..... کھانے پینے کا موسم آ گیا اور ایک عقل مندوں کو خوشی ہے کہ جو

مہمان آج کے دن آیا ہے، اس مہمان سے بہتر دنیا میں مہمان کوئی نہیں۔
 دیکھئے اب آپ کہیں کہ حضور ﷺ جب فوت ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو
 خوشی کرنے کا، جشن کرنے کا، نمائش کرنے کا موقع نہیں ملا..... حضور ﷺ کا جنازہ پڑا
 تھا، حضور ﷺ فوت ہو گئے، حضور ﷺ کو تیسرے دن دفن کر دیا گیا۔ آپ ﷺ دنیا سے
 تشریف لے گئے۔ پردہ فرما گئے، افسوس تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رو رہے تھے، چلو! وہ بارہ
 ربیع الاول گیا..... اس کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دور آیا۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں دو مرتبہ بارہ ربیع الاول آیا
 عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں دس مرتبہ بارہ ربیع الاول آیا
 عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں بارہ مرتبہ بارہ ربیع الاول آیا
 علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں پانچ مرتبہ بارہ ربیع الاول آیا
 حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک مرتبہ بارہ ربیع الاول آیا
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں انیس مرتبہ بارہ ربیع الاول آیا
 حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، محبوب سبحانی پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں
 چوالیس مرتبہ بارہ ربیع الاول آیا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں تریپن مرتبہ
 بارہ ربیع الاول آیا۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ستر مرتبہ بارہ ربیع
 الاول آیا۔

سلطان العارفين سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں تینتالیس مرتبہ بارہ ربیع
 الاول آیا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں پچپن مرتبہ بارہ
 ربیع الاول آیا۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں تریپن مرتبہ بارہ

ربیع الاول آیا۔

میرے دوستو! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور سے لیکر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تک دنیائے اسلام کی ساڑھے بارہ سو سالہ پوری تاریخ میں امام غزالی رحمہ اللہ کے دور میں..... امام رازی رحمہ اللہ کے دور میں..... مغل بادشاہوں کے دور میں..... اور بغداد کے حکمرانوں کے دور میں..... سلاطین سلجوقیہ کے دور میں..... بڑے بڑے حکمرانوں کے دور میں بارہ ربیع الاول آتا رہا، کسی امام نے..... کسی پیر نے..... کسی ولی نے..... کسی قطب نے..... کسی ابدال نے..... بارہ ربیع الاول اس طرح منایا ہو..... جس طرح آج میں اور آپ منانا چاہتے ہیں نمائش کر کے..... تو مجھے اس کی مثال دیں، وہ کیوں مناتے؟..... ان کو پتہ تھا کہ آج بارہ ربیع الاول کے دن نبی کا جنازہ اٹھا ہے، آج صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چیخیں نکلیں تھیں..... آج ابوبکر رضی اللہ عنہ رویا تھا..... آج عمر رضی اللہ عنہ رویا تھا..... آج حسین رضی اللہ عنہ رویا تھا..... آج عائشہ رضی اللہ عنہا روئی تھی..... آج فاطمہ رضی اللہ عنہا روئی تھی..... آج اسلام دنیا میں یتیم ہوا تھا، آج ہم کیسے خوشی کر سکتے ہیں..... تیرہ سو سال کے اماموں کو یہ خوشی نہیں سو جھی..... پچاس سال پہلے ہم نے یہ خوشی شروع کر کے اس کو دین بنالیا۔

میرے دوستو! کبھی سیرت کو بھی منایا جاتا ہے؟ سیرت تو اپنانے کی چیز ہے..... سیرت منانے کی چیز نہیں..... سیرت کہتے ہیں ”خاص قسم کا کردار“ خاص قسم کے کردار کو منایا نہیں جاتا..... اپنایا جاتا ہے..... کسی کے چلن کو اپنایا جاتا ہے..... کسی کے کردار کو اپنایا جاتا ہے..... کسی کی بات کو اپنایا جاتا ہے..... نہ یہ کہ کسی کی بات کو منایا جاتا ہے۔ یہ بڑی قابل غور بات ہے، ممکن ہے آپ میں سے بہت سارے لوگ اس بات کو سمجھ نہ سکیں، لیکن اس میں میرا قصور نہیں ہے، میں نے دعوت فکر آپ کو دینی تھی اور میں نے وہ آپ کو پہنچائی۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

خطبہ:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○ بِسْمِ اللَّهِ
الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبَ مَثَلٍ
فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ
يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ
شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ
وَالْمَطْلُوبُ ○ (پارہ ۷ سورۃ الحج آیت ۷۳)

ترجمہ۔ ”اے لوگو! ایک مثل کہی ہے سو اس پر کان رکھو،
جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا ہرگز نہ بنا سکیں گے ایک مکھی،
اگرچہ سارے جمع ہو جائیں، اور اگر کچھ چھین لے ان
سے مکھی چھڑانہ سکیں گے وہ اس سے، بودا ہے چاہنے والا
اور جن کو چاہتا ہے۔“

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ
أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ○ (پارہ ۲ سورۃ البقرۃ
آیت ۱۵۴)

ترجمہ۔ ”اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ

مردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔“

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○ (سورة الم نشرح آیت ۴)

ترجمہ۔ ”اور بلند کیا ہم نے مذکور تیرا۔“

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ○ (سورة الزمر: ۳۰)

ترجمہ۔ ”بے شک تو بھی مرتا ہے (تجھے بھی مرنا ہے) اور

وہ بھی مرتے ہیں (مر جائیں گے)۔“

إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَى (سورة النمل: ۸۰)

ترجمہ۔ ”البتہ تو نہیں سنا سکتا مردوں کو۔“

وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ ○ (سورة فاطر

آیت: ۲۲، پارہ ۲۲)

ترجمہ۔ ”اور تو نہیں سنانے والا قبر میں پڑے ہوؤں کو۔“

صَمٌّ بَكْمٌ عُمَىٰ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ○ (سورة

البقرة آیت ۱۸، پارہ ۱)

ترجمہ۔ ”بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو وہ

نہیں لوٹیں گے۔“

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء احياء

فی قبورهم یصلون

ترجمہ۔ ”حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ

ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔“

(شفاء القام ص ۱۳۴، مدارج النبوة ج ۲ ص ۴۴۷،

جذب القلوب ص ۱۸۰)



اشعار:

حضور آئے تو سر آفرینش پا گئی دنیا
اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آگئی دنیا
بجھے چہروں کا رنگ اترا تے چہروں پہ نور آیا
حضور آئے تو انسانوں کو جینے کا شعور آیا
قیموں اور ضعیفوں کو پناہیں مل گئیں آخر
حضور آئے تو ذروں کو نگاہیں مل گئیں آخر
خرد کی شمع افروزی جنوں کی چارہ فرمائی
زمانے کو اسی امی کے صدقے میں سمجھ آئی
ضمیر اس درے گرنبت نہ رکھے لوح پیشانی
تو کشکول گدائی ہے چہ درویشی چہ سلطانی

تمہید:

میرے واجب الاحترام بزرگوار دوستو!
عقیدہ حیات النبی ﷺ اسلام کا اساسی مسئلہ ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ
یہاں ایک ایسی جماعت بھی موجود ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی حیات کی قائل نہیں۔
ویسے تو اس جماعت کے افراد پورے ملک کے اندر مختلف مقامات پہ موجود ہیں۔ اور ان
کے ساتھ ہماری خواہ مخواہ کی لڑائی بھی کوئی نہیں ہے۔ خواہ مخواہ کے چکر بھی کوئی
نہیں۔ نظریات اپنے اپنے۔ لیکن کوئی ایسی جگہیں ہوتی ہیں۔ جہاں خواہ مخواہ مسئلے کو چھیڑ
کر عام لوگوں کو گمراہ کیا جاتا رہا۔ اس لئے میں آج آپ کے سامنے پیغمبر ﷺ کی حیات
مبارک کے موضوع پر کچھ باتیں عرض کروں۔

میرے دوستو! چند باتیں مسئلے کو سمجھنے سے پہلے یاد رکھو۔ یہ بھی اللہ میاں کی کرم نوازی ہے کہ جو نبی ﷺ کی حیات کے قائل ہیں انکو حیاتی کہا جاتا ہے۔ (پیغمبر ﷺ کی حیات کے قائل مر کے بھی حیاتی کہلواتے ہیں) اور جو مماتی موت کے قائل ہیں وہ دنیا میں بھی اپنے آپ کو مماتی کہلواتے ہیں۔ ایک زندہ ہیں لیکن زندہ کو مماتی کہا جاتا ہے۔ مماتی کا معنی مردے۔ بھائی نبی کے مردے ہونے کی بات بعد میں ہے۔ تم تو زندہ ہی مردے کہلواتے ہو۔

یہ بھی پیغمبر ﷺ کا معجزہ ہے کہ جو نبی ﷺ کی حیات کے قائل ہوں۔ اگر وہ مر جائیں تو پھر بھی وہ حیاتی کہلواتے ہیں۔ آپ سے کوئی آدمی پوچھے کہ سید نور الحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ حیاتی تھے یا مماتی؟

آپ کہیں گے کہ حیاتی حالانکہ وہ فوت ہو گئے۔ یعنی جو آدمی نبی کی حیات کا قائل ہے۔ وہ فوت ہو کے بھی حیاتی کہلواتا ہے۔ اور جو حیات کے قائل نہیں وہ زندہ رہ کر بھی مماتی کہلواتے ہیں۔ یہ بھی پیغمبر ﷺ کا معجزہ ہے۔ سب سے بڑی بات یاد رکھئے۔

غلط الزام:

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی حیات کے قائل ہیں۔ ان پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ شرک کرتے ہیں۔ یہ شرک میں مبتلا ہیں۔ یہ اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ پاکستان کے اندر سب سے بڑی توحید پہ کتاب اور شرک کے رد میں ایک بندے نے لکھی ہے۔ اسکا نام ہے سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری۔

اور نبی ﷺ کی حیات پہ بھی انہوں نے کتاب لکھی ہے۔ ان لوگوں کو تو اتنی ہی توفیق نہیں ہوئی کہ ایک مستند کتاب ہی شرک کے رد میں اور توحید کے اثبات میں لکھیں۔ شرک کا معنی تو سمجھو۔ شرک اس کو کہتے ہیں؟ کہ کوئی آدمی کہے کہ نبی ﷺ قبر میں حیات ہیں۔ کیا اس کا معنی شرک ہو گیا؟

ہم نے کب کہا کہ نبی سے مدد مانگو
 ہم نے کب کہا کہ نبی ہر جگہ موجود ہیں
 ہم نے کب کہا کہ نبی عالم الغیب ہیں
 ہم نے کب کہا کہ نبی ہر آدمی کی بگڑی بناتے ہیں
 ہم نے کب کہا کہ نبی حاجتوں کو پورا کرتے ہیں

ہمارا عقیدہ:

ہمارا تو یہ عقیدہ ہے۔ مشکل کشا نہ علی رضی اللہ عنہ ہے، نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
 حاجت روا نہ علی رضی اللہ عنہ ہے، نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
 داتا نہ علی رضی اللہ عنہ ہے، نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
 ہر جگہ موجود نہ علی رضی اللہ عنہ ہے، نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
 بگڑی بنانے والا نہ علی رضی اللہ عنہ ہے، نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
 ہر وقت ہر جگہ موجود، بنانے والا۔ علم غیب کا عالم اور.....

ہر چیز کو سننے والا
 ہر چیز کو دیکھنے والا
 ہر دکھ کو دور کرنے والا
 کشتیاں تارنے والا
 بیڑے تارنے والا
 بچہ بچی دینے والا
 دکھ دور کرنے والا

اور ہر دکھ کو دور کر کے نجات عطا کرنے والا۔ اگر دنیا میں کوئی ہے تو صرف
 رب ہے۔ رب کے علاوہ یہ کام نہ کوئی نبی کر سکتا ہے، نہ کوئی ولی کر سکتا ہے۔

ہم نماز میں کہتے ہیں ایاک نعبد و ایاک نستعین کیا مطلب ہے اس کا؟

مدد تجھ سے ہی مانگتے ہیں۔ عبادت تیری ہی کرتے ہیں۔
 جب ہم ہر وقت نماز میں یہ کہتے ہیں کہ مدد ہم تجھ سے ہی مانگتے ہیں۔ وعدہ کرتے ہیں رب کے ساتھ کہ عبادت تیری ہی کرتے ہیں۔ تو پھر ہمارا عقیدہ ہو سکتا ہے؟ کہ ہم کہیں کہ اللہ کے علاوہ بھی کوئی مدد کر سکتا ہے۔
 شرک کا معنی سمجھو۔ شرک کی تردید۔ شرک کی رد۔ اور شرک کی جڑیں جتنی علمائے اہلسنت، علمائے دیوبند نے کاٹیں ہیں، کائنات میں اس دور میں اتنی اور کسی نے نہیں کاٹیں۔

نہ رب میں اشتراک نہ اب میں اشتراک:

ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ نہ رب میں اشتراک ہے نہ اب میں اشتراک ہے۔ اب کہتے ہیں باپ کو۔ رب کہتے ہیں خدا کو۔ کوئی آدمی تجھ سے پوچھے کہ تیرے بھائی کتنے ہیں۔؟ آپ کہیں کہ پانچ۔ یہ خوشی کی بات ہے۔ کوئی پوچھے کہ تیرے ماموں کتنے ہیں۔؟ آپ کہیں چھ یہ خوشی کی بات ہے۔ اور لیکن کوئی آدمی پوچھے کہ تیرے باپ کتنے ہیں۔؟ باپ کا ایک ہونا۔ یہ خوشی کی بات ہے۔

جب تم سے کوئی آدمی پوچھے کہ تیرے نبی کتنے ہیں۔؟ آپ کہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ تم سے پوچھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کتنے ہیں۔؟ تو آپ کہیں کہ ایک لاکھ چوالیس ہزار۔

تم سے پوچھیں کہ محدث کتنے ہیں۔؟ آپ کہیں کہ ڈیڑھ لاکھ
 تم سے پوچھیں کہ مفسر کتنے ہیں۔؟ آپ کہیں کہ ستر ہزار
 لیکن کوئی آدمی پوچھے کہ تیرے رب کتنے ہیں۔؟ تو رب ایک ہے۔ رب ایک ہے اور اب بھی ایک ہے۔

عقد اور عقیدہ:

ایک عارضی بات پر غور کریں تاکہ میں اپنی بات کو شروع کروں۔ ایک آدمی

کا نکاح ہو جائے کسی لڑکی کے ساتھ۔ عربی زبان کے اندر نکاح کو کہتے ہیں عقد۔ عقد کا معنی کیا ہے؟ بیڑھا باندھنا۔ گرہ باندھنا۔ عقد کا معنی کیا ہے؟ گرہ باندھنا۔ ہم کہتے ہیں کہ فتح محمد کی گرہ فلاں لڑکی کے ساتھ باندھی گئی ہے۔ کیا مطلب کہ فلاں لڑکی کے عقد ہو گیا فلاں لڑکی کے ساتھ۔ یعنی گرہ باندھی گئی۔

اب اگر وہ فتح محمد جس کے ساتھ اس لڑکی کی گرہ باندھی ہے۔ پندرہ دن ہو گئے ہیں شادی کو۔ وہ اندر ہی بیٹھک میں دیکھے اپنی بیوی کو جس کیساتھ اس لڑکی کے عقد ہوا ہے۔ وہ روشن دان سے کسی لڑکی کی طرف دیکھ رہی ہے۔ وہ اپنی بیوی کو قتل کرے گا یا نہیں؟ (کرے گا) اگر اس کے پاس غیرت موجود ہے۔ تو وہ قتل کرے گا۔ یا طلاق دے گا۔ یا پنچایت اکٹھی کرے گا۔ یا اپنی بیوی کو واپس سرال بھیج دے گا۔ اس کے اندر ایسی غیرت ہے کہ جس لڑکی کا عقد ہوا ہے اس کے ساتھ۔ اس کی غیرت چاہتی ہے کہ کسی طرف دیکھے بھی نہ۔ حالانکہ وہ اس کے ساتھ نہیں گئی۔ اس کے بستر پر جا کر غیر کے ساتھ سوئی نہیں۔ صرف اس نے دیکھا ہے۔ اور سمجھا کہ چونکہ اس کی گرہ میرے ساتھ باندھی گئی ہے۔ تو میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میرے ساتھ گرہ کے بعد یہ کسی کی طرف دیکھے۔

اور اسی عقد سے ہے عقیدہ۔ عقد کا معنی بھی گرہ باندھنا۔ اور عقیدے کا معنی بھی گرہ باندھنا۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ تو حید ہے۔ کلمہ پڑھتے ہیں۔ اور ادھر ہماری گرہ رب کے ساتھ باندھی گئی ہے۔ تو جب تیری گرہ اس لڑکی کیساتھ باندھ دی جائے۔ تو تیرا نظریہ ہے کہ یہ لڑکی کسی اور کی طرف دیکھے بھی نہ۔ یہ اتنی تیری غیرت ہے۔ لیکن جب تیری گرہ رب کے ساتھ باندھ دی جائے۔ تو، تو رب کو اپنے جیسا بھی غیرت مند نہیں سمجھتا۔

تو کہتا ہے کہ جس کی گرہ میرے ساتھ ہو گئی وہ کسی کی طرف دیکھے بھی نہ۔ اور جب تیری گرہ رب کے ساتھ ہو جائے اور تو در در پہ پھرے.....
تو قبر والوں کو بے مشکل کشاء

تو علی بھویری کو کہے داتا

تو پیر جیلانی کو کہے کشتی بچا

تو پیروں کو کہے مدد دیں

تیری عورت غیر مرد کی طرف دیکھے تو تیری غیرت کے خلاف ہے۔ اور تو رب کو اتنا غیرت مند بھی نہیں سمجھتا کہ گرہ اپنی رب کے ساتھ باندھ کے سجدہ قبر کو کرے۔ طواف قبروں کا کرے۔ مدد غیروں سے مانگے۔ قبروں سے حاجتیں مانگے۔ غیر کو مدد کے لیے پکارتا پھرے۔ تو بتا رب کی غیرت کہاں جائے گی؟ یہی غیرت کا تقاضا ہے؟

شُرک اتنا بڑا گناہ:

رب نے فرمایا..... ان الله لا يغفر ان يشرك به و يغفر ما دون ذلك..... میں شرابیوں کو معاف کر دوں گا۔ میں گناہ گاروں کو معاف کر دوں گا۔ لیکن جو شرک کرے گا۔ اس کو کوئی معافی نہیں۔ حتیٰ کہ اگر خدا نخواستہ میرا نبی بھی اگر شرک میں مبتلا ہو گیا، اس کی نبوت چھین لوں گا۔ رسالت چھین لوں گا۔

لئن اشرکت لیحبطن عملک..... اس کے عمل ضائع کر دوں گا۔ یعنی غیر کی طرف دیکھنا اللہ کو اتنا ناپسند ہے کہ نبیوں کی نبوت ختم۔ رسالت ختم۔ تو غیر کی طرف دیکھ کر نمازیں کیسے پچائے گا؟ روزے کیسے پچائے گا؟

عقیدے کا پتہ چلا ہے؟ یہ ہے عقیدہ۔ اس کو کہتے ہیں عقیدہ توحید۔ اللہ کے سوا کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ نبی بھی نہیں کر سکتا۔ ولی بھی نہیں کر سکتا۔ اللہ کے حکم کے بغیر۔

یہ قرآن کہتا ہے میں نہیں کہتا۔ شرک کے موضوع پہ ہمارا اہلسنت و الجماعت کا عقیدہ ہے۔ کسی نے یہ عقیدہ الاٹ نہیں کرایا کہ کوئی کہے کہ میری الاٹ منٹ ہے اور تم اس عقیدے کے خلاف ہو۔ ہم نے کسی سے ٹکٹ نہیں لینا۔ نہ ہم نے سرٹیفیکیٹ لینا ہے۔ میری بات سمجھ آگئی؟

مماتی طبقے کا قیام و سربراہ:

اب اگلی بات یہ سمجھو کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر قبر میں زندہ نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ ہمارا اصل اختلاف کیا ہے؟

وہ کیا کہتے ہیں؟ پہلی بات یہ ذہن میں رکھئے کہ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری، یہ اس طبقے کے سربراہ ہیں جو کہتے ہیں کہ نبی قبر میں زندہ نہیں ہیں۔ سید عنایت اللہ شاہ بخاری بزرگ نہیں، عمر رسیدہ نہیں۔ ان سے پہلے تیرہ سو سال کی اسلام کی تاریخ میں کسی انسان کا یہ عقیدہ نہیں کہ نبی قبر میں زندہ نہیں ہیں۔ پیغمبر کا قبر میں مردہ ہونے کا عقیدہ تیرہ ساڑھے تیرہ سو سال میں.....

کسی انسان کا

کسی عالم کا

کسی مفسر کا

کسی خطیب کا

کسی امام کا

کسی مجتہد کا

..... یہ عقیدہ نہیں.....

حیات کے بارے میں..... وفات کے بارے میں کچھ اختلاف ہے۔ روایات مختلف ہیں۔ سید عنایت اللہ شاہ بخاری سے پہلے یہ دنیا میں کسی کا عقیدہ نہیں تھا۔ اس موضوع پر بات کرنا بھی فضول سمجھا جاتا تھا۔

یہ ایک مسلم چیز ہے کہ نبی قبر میں حیات ہیں۔ اور سورج جو چڑھا ہوا ہو تو ہم یہ ثابت کر دیں کہ سورج چڑھا ہے۔ یہ دیکھو بھائی یہ سورج ہے۔ لوگ کہیں گے یار! یہ عجیب بات ہے کہ سورج تو نظر آ رہا ہے۔ اسی طرح چودہ سو سال تک سورج چڑھا ہوا نظر آتا رہا۔ لیکن جب کسی نے کہا کہ یہ سورج ہی ٹھیک نہیں۔ تو پھر آدمیوں کو بھی چاہئے کہ

سورج کا ذکر ہی نہ کریں۔ کیوں؟ کہ اس کے بارے میں اختلاف کھڑا ہو گیا۔
چودہ سو سال اسلام کی تاریخ میں یہ اختلاف کسی نے نہیں کیا کہ پیغمبر قبر میں
زندہ نہیں۔ یہ میری بات یاد رکھئے۔

ممانی طبقہ کا قیام:

میرا یہ دعویٰ اور میرا یہ چیلنج ہے۔ اگر اس مجمع میں سے کوئی آدمی کہے۔ حضور ﷺ کی
حیات کا انکار سید عنایت اللہ شاہ بخاری سے پہلے کسی نے کیا ہے۔ اس پورے مجمع میں اگر
کسی کے پاس، کسی عالم کا کوئی قول اور کوئی اثر موجود ہو۔ تو وہ کاغذ پر لکھ کر میری طرف
بھیجے۔ حیات کی بات کرتا ہوں۔

وہ کیا کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ جب فوت ہوئے ہیں۔ اٹھا کر قبر میں رکھ دیا گیا
ہے۔ اور پیغمبر ﷺ کی روح کا جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ نبی کا وجود نعوذ باللہ بغیر روح
اور بے جان آج تک قبر میں پڑا ہے۔ یہ ان کا عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ کیوں پیدا ہوا؟ تم یہ
سمجھو گے کہ ساڑھے بارہ یا چودہ سو سال تک یہ عقیدہ نہیں پیدا ہوا آج یہ عقیدہ کیوں پیدا
ہوا ہے؟

یہ عقیدہ اصل میں پیدا ہوا ہے ہمارے بریلوی حضرات کے تشدد کی وجہ
سے..... یہ عقیدہ کسی علم اور عقل کی دلیل سے ثابت نہیں۔ بریلویوں نے کہا کہ نبی کو موت
ہی نہیں آئی۔ وہ کہتے ہیں کہ موت آئی نہیں۔ اور انہوں نے کہا آئی تو پھر زندہ لوگوں کو
قبروں میں رکھ دیا ہے۔ یہ بات کر کے نا..... اس عمل کا رد عمل ہے..... بریلویوں نے کہا
کہ نبی کو موت ہی نہیں آئی۔ اور انہوں (ممانیوں) نے کہا کہ آئی ہے۔ اور آج تک آئی
ہوئی ہے۔ یہ عقیدہ نہ کسی قرآن کی دلیل سے ثابت ہے۔ نہ حدیث سے ثابت ہے۔ نہ
صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت سے ثابت ہے۔ یہ صرف بریلوی حضرات کی ضد کا نتیجہ ہے۔

ممانی طبقے کی من گھڑت دلیل:

جب انہوں نے بریلوی حضرات کی ضد میں یہ عقیدہ بنا لیا۔ اب اس کے بعد

اس پر دلیلیں قائم کرنے کے لیے قرآن کی آیتوں کا ترجمہ غلط کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور وہ آیتیں میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں۔ اب میں اس کا ترجمہ آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ جو آیتیں وہ پیش کرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ میں پیش کر کے ان ہی آیتوں میں سے نبی کی حیات ثابت کروں۔ اگر میں انہی آیتوں میں سے نبی کی حیات ثابت کر دوں تو پھر تو تجھے مان لینا چاہئے کہ ہمارا اور ان کا یہ فرق ہے۔

ممانی ٹولے کی پہلی دلیل:

سب سے پہلی دلیل۔ ان لوگوں کی جو پیغمبر ﷺ کی حیات کے قائل نہیں ہیں۔ جن کو ہمارے عام لوگ ممانی ٹولہ کہتا ہیں۔ اور ان کے پاس جب کوئی عام آدمی نیا، نیا جاتا ہے تو اس کو قرآن کی یہ آیت سناتے ہیں کہ ”انک میت و انھم میتون“ اے پیغمبر تو مردہ ہے اور سارے نبی مردے ہیں۔

یہ کہتے ہیں کہ قرآن تو آپ کو مردہ کہہ رہا ہے اور جب قرآن مردہ کہہ رہا ہے تو پھر کون سی بات ہے۔ تو ہمارا عام آدمی پریشان ہو جاتا ہے کہ دیکھو ”انک میت“ میت کا تو لفظ بھی موجود ہے۔ تو میت تو مردے کو کہتے ہیں۔

پہلی دلیل کا رد:

اگر اسی لفظ پر نبی کی حیات ثابت ہو جائے تو پھر آپ کو بات ماننی چاہئے نا! مجھے ایک بات کا کوئی جواب دے پورے مجمع میں سے۔ کہ یہ آیت پیغمبر ﷺ پہ نبی کی وفات سے پہلے اتری یا بعد میں اتری؟ (پہلے اتری)

تو جس وقت نبی زندہ تھے تو اسی وقت ہی یہ آیت اتری۔ تو اس وقت یہ آیت کب صحیح ہو سکتی ہے۔ آیت کا معنی ہے پیغمبر تو مردہ ہے حالانکہ نبی تو اس وقت زندہ تھے۔ سمجھ معنی کو، قرآن کہتا ہے: ”انک میت“ اے پیغمبر تو مردہ ہے۔ ”و انھم میتون“ اور سارے نبی مردہ ہیں۔ یہ آیت کب اتری؟ نبی کی زندگی میں۔ اگر نبی کی زندگی میں اتری ہے تو پھر اس آیت کا معنی صحیح نہیں ہے، کیونکہ نبی زندہ تھے اور قرآن کہہ رہا تھا کہ تو

مردہ ہے۔

اور اگر نبی کی وفات کے بعد اتری ہے تو پھر یہ قرآن نہیں۔ کیونکہ قرآن مکمل ہو گیا۔ الیوم کملت لکم دینکم۔ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی آج دین میں نے تیرے اوپر مکمل کر دیا ہے۔

دین کے مکمل ہونے کے بعد جو آیت اترے وہ قرآن نہیں ہے۔ اگر زندگی میں اتری ہے تو پھر معنی صحیح نہیں ہے، اس بات کو ختم کر دے، سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ”انک میت“ اے پیغمبر تو مردہ ہے ”وانہم میتون“ اور یہ ساری دنیا مردہ ہے۔

تیری موت اور نبی کی موت میں فرق ہے۔ تیرے کفن اور نبی کے کفن میں بھی فرق ہے۔ تو مرجائے تو تیرا جنازہ اٹھا کر قبرستان میں لوگ لے جاتے ہیں۔ لیکن نبی کی تدفین وہاں ہوتی ہے، جہاں نبی کی وفات ہوتی ہے۔

نبی ﷺ کی وفات عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہوئی ہے اور اسے اٹھا کر ایک قدم باہر لے آنے کی اجازت نہیں ہے۔ کیوں؟ کہ نبی کو اللہ وہاں موت دیتا ہے کہ جہاں اس کی قبر بنی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے تیری موت میں بھی فرق ہے.....

تیری موت اور نبی کی موت اور ہے۔

تیرا کفن اور نبی کا کفن اور ہے۔

تیرا دفن اور نبی کا دفن اور ہے۔

تیری موت اور نبی کی موت کو قرآن نے علیحدہ ذکر کیا ہے۔ اگر ایک ہی ہوتی

تو قرآن کہتا۔ انک میتون۔

تم سب کو موت آئے گی۔ نبی کی موت کو قرآن نے ذکر علیحدہ کیا۔ مسلمان کے لیے ہے کہ موت آنے کے بعد قبر میں جب بندے جاتے ہیں۔ ان کو حیات ملتی ہے۔ سوال و جواب کے لیے حیات ملتی ہے۔ ان سوال و جواب کے بعد جب نبی کو حیات ملی ہے۔ تو اس حیات کے بعد نبی کو موت آئی ہو۔ اس پر ایک روایت ضعیف کوئی ثابت کرے۔ قرآن کی کوئی آیت ثابت کرے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی چالیس لاکھ

احادیث میں سے کوئی ایک حدیث ثابت کرے۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی روایت ثابت کرے۔ کہ نبی کو قبر میں حیات ملی ہے اور اس کے بعد موت آئے گی۔

سارے لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔ بعض نے نبی مراد لیے ہیں۔ لیکن عام طور پر مفسرین نے کہا ہے کہ یہ جتنی بھی دنیا اور جتنے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ بھی سارے مردہ ہیں۔ قرآن کہہ رہا ہے۔ اے پیغمبر ﷺ تو بھی مردہ ہے اور سارے لوگ مردہ ہیں۔ اور آیت اتری اس وقت جب کہ نبی زندہ تھے۔ تو اس آیت کا معنی تو مجھے سمجھا دے۔ کہ نبی زندگی میں نبی کو قرآن کہے تو مردہ ہے۔ اور پیغمبر تو ہوں زندہ پھر اس کا معنی کیا ہے؟ اگر اس کا معنی سمجھ آ گیا تو نبی کی حیات کا مسئلہ اس سے ہی نکل جائے گا۔

قرآن کی یہ آیت ہے۔ انک میت اے پیغمبر تو مردہ ہے۔ یہ آیت کا معنی۔ و انہم میتون۔ اور جتنا لوگ تیرے ارد گرد ہیں یہ بھی مردہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ نبی کی موت اور ہے اور لوگوں کی موت اور ہے۔ کیوں؟ اگر نبی کی موت اور لوگوں کی موت ایک ہوتی تو قرآن کہتا انکم میتون۔ قرآن نے کہا انک میت اے پیغمبر تو مردہ ہے۔ و انہم میتون۔ اور سارے لوگ مردہ ہیں۔

قرآن نے نبی کی موت کو علیحدہ کر دیا ہے۔ اور لوگوں کی موت کو علیحدہ کر دیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جو موت لوگوں کی ہے وہ موت نبی کی نہیں ہے۔ اگر کسی جگہ پر قرآن کہتا ہے۔ انکم میتون۔ یہ قرآن ایسی کتاب ہے کہ جس میں لفظ زائد کوئی نہیں۔ پیغمبر کو قرآن کہتا ہے۔ انک میت۔ کہ اے پیغمبر تو مردہ ہے۔ و انہم میتون۔ اور ساری دنیا مردہ ہے۔

ایک یہ ہے کہ ہم بھی اس کا معنی کر دیتے ہیں ٹھیک ہے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھئے۔

عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھئے۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھئے۔

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھئے۔ کہ اس کا معنی کیا ہے؟
 کس سے پوچھئے؟ پہلے والے لوگوں سے۔ ٹھیک ہے نا!
 بھائی اپنی عقل والا معنی تو نہ کریں۔

ان لوگوں نے معنی کیا اپنی عقل والا اور لوگوں کو دیا دھوکہ!
 ہم معنی پوچھتے ہیں چودہ سو سال کے مفسرین سے۔ کیونکہ اس آیت کا معنی اگر
 ہم کریں۔ تو بات سمجھ میں نہیں آتی۔ معنی اگر آیت کا..... انک میت..... آئے پیغمبر تو
 مردہ ہے..... وانہم میتون..... اور ساری دنیا مردہ ہے۔ اور اس وقت نبی زندہ
 تھے۔ تو نبی جس وقت زندہ تھے تو قرآن کہہ رہا ہے۔ تو مردہ ہے۔ تو قرآن کا معنی سمجھ
 میں نہیں آیا۔ قرآن کی غرض صحیح سمجھ میں نہیں آئی نعوذ باللہ کہ پیغمبر تو زندہ ہیں اور قرآن
 کہتا ہے کہ تو مردہ ہے۔

میت کی عربی تحقیق:

اس کا معنی کیا ہوگا؟ میت۔ مصدر ہے۔ کبھی کبھی معنی کو سمجھنے کے لیے جب
 معنی سمجھ میں نہ آ سکے۔ جب معنی بظاہر حقائق کے خلاف نظر آتا ہو۔ تو اس وقت مصدر کا
 معنی فعل، فاعل کا ہوتا ہے کیا مطلب کہ انک میت، میت مصدر ہے۔

اور یہ معنی سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ..... انک میت..... کہ تو مردہ ہے۔ اسی وجہ
 سے اس معنی مصدر کو فعل اور فاعل کے معنی میں لیں گے۔

اور اب اس کی عبارت بنے گی..... انک تموت..... کیا مطلب کہ اے
 پیغمبر تجھے موت آئے گی۔ اور وہ باریک مطلب سمجھ میں آ گیا تو سارا مسئلہ حل ہو جائے
 گا۔ آخر اس کی کیا رب کو ضرورت پڑی۔ کہ رب لے آئے ہو..... میت..... اور
 معنی لے..... تموت..... کا۔ تو رب پہلے کہہ دیتا کہ..... انک تموت..... کہ پہلے
 میت لے آ کر پھر معنی تموت کا رب کیوں لے آتا ہے۔ بات سمجھ آ رہی ہے۔؟ میت
 مصدر ہے۔

مصدر میں دوام اور استمراری کا معنی:

مصدر میں دوام اور استمراری کا معنی پایا جاتا ہے۔ دوام کس کو کہتے ہیں؟
ہیشگی۔ مثلاً ایک لفظ ہے..... سمیع..... صفت مشبہ..... سمیع..... کا معنی سننے والا۔
ایک لفظ ہے..... سامع..... کا، اور سامع کا معنی بھی سننے والا۔

ایک ہے اس میں فاعل اور ایک ہے صفت مشبہ۔ اس فاعل کے اندر معنی
حدوث کا ہوتا ہے۔ حدوث کا کیا معنی کہ سننے پر ہیشگی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ فلاں آدمی سن
رہا ہے۔ سامع ہے۔ قرآن تم تراویح میں پڑھتے ہو۔ اور کہتے ہو کہ فلاں سامع ہے۔ لیکن
اس کے سامع بننے کے پندرہ بیس دن بعد وہ سامع ختم ہو جاتا ہے۔ قرآن ختم ہو گیا سامع
بھی ختم۔ اور معنی تو سامع کا بھی سننے والا ہے۔ اس سامع کو ہم سمیع نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ
سمیع کا معنی ہر وقت سننے والا۔ کبھی بھی سننے والی صفت اس سے دور نہ ہوئی ہو۔ سامع کا
معنی سننے والا۔ کب، جب کوئی سنائے اس وقت وہ سننے والا۔ سمیع کا معنی کہ ہر وقت
سننے والا۔ کوئی سنائے تب بھی سننے والا، کوئی نہ سنائے تب بھی سننے کی صفت اس میں موجود
ہو۔ یہی ہے معنی استمراری کا۔ ہیشگی کا، یہ صفت ”سمیع“ رب میں پائی جاتی ہے۔ کہ کوئی
سنائے تب بھی سنے۔ کوئی نہ سنائے تب بھی سنے۔ ہر وقت سماعت کی صفت رب کے ساتھ
خاص ہے، لیکن میں یہاں موجود ہوں تو میرے ساتھ کوئی بات ساتھ خاص ہے۔ لیکن میں
یہاں موجود ہوں تو میرے ساتھ کوئی بات کرے۔ میں من رہا ہوں وقتی طور پر۔ میں سن رہا
ہوں۔ لیکن جب تو نے بات سنانی بند کر دی۔ تو میرے اندر سننے والی صفت ختم ہو گئی۔
کیونکہ تو نے سنانی بات ختم کر دی، صفت ختم ہو گئی۔ اس فعل میں میں ”سامع“ ضرور ہوں
میں ”سمیع“ نہیں ہوں۔ یہی فرق ہے ”تموت“ اور ”میت“ کے اندر کے۔

انک میت..... اے پیغمبر تو مردہ ہے۔ اگر اس کا معنی یہی ہوتا کہ تو مردہ ہے۔
”میت“ کے اندر معنی استمرار کا۔ ہیشگی کا پایا جاتا ہے۔ ”انک میت“ تو مردہ ہے، تو پیغمبر
ہمیشہ مردہ ہی رہتا۔ لیکن اس کا معنی تموت کر دیا۔ کہ اے پیغمبر تجھے موت آئے گی۔

یعنی جو تجھے موت آئے گی۔ وہ ہمیشہ نہیں ہوگی وہ عارضی ہوگی۔ اس وجہ سے کہ موت کا پردہ آئے گا۔ اور پردہ آنے کے بعد جب تمہیں حیات ملے گی۔ تو اس حیات کے بعد تمہیں موت نہیں آئے گی۔ ”تموت“ کے اندر عارضی موت کا ذکر ہے۔ اور ”میت“ کے اندر مستقل موت کا ذکر ہے۔

اسی وجہ سے میت کا معنی نہیں کیا جاسکتا۔ اس وجہ سے کہ محمد ﷺ کو مستقل موت نہیں آئی..... انک میت..... کہ تجھے موت آئے گی۔ قرآن اللہ کے نبی کو فرما رہا ہے کہ تجھے موت آئے گی۔ معلوم ہوا کہ نبی کی موت اور عام لوگوں کی موت میں فرق ہے۔ جب یہ پتہ چل گیا۔ کہ نبی کی موت کو قرآن نے ذکر علیحدہ کیا۔ اور عام لوگوں کی موت کا ذکر علیحدہ کیا۔ اب تو ذرا کیفیت دیکھ لے۔ پیغمبر کی موت اور عام لوگوں کی موت میں فرق ہے۔

پیغمبر اور عام لوگوں کے کفن میں فرق:

ادھر پیغمبر کے کفن میں اور عام لوگوں کے کفن میں بھی فرق ہے۔ وہ کس طرح فرق ہے؟ تو مر جاتا ہے تو تیرے کپڑے اتارے جاتے ہیں۔ لیکن جب نبی کی وفات ہوتی ہے تو نبی کے کپڑے نہیں اتارے جاتے۔ تیری موت اور نبی کی موت میں فرق ہے۔ تیرے کفن اور نبی کے کفن میں بھی فرق ہے۔

تو مر جائے تو تیرا جنازہ اٹھا کر قبرستان میں لوگ لے جاتے ہیں۔ لیکن نبی کی تدفین وہاں ہوتی ہے، جہاں نبی کی وفات ہوئی۔

نبی ﷺ کی وفات عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہوئی ہے۔ اور اسے اٹھا کر ایک قدم باہر لے آنے کی اجازت نہیں۔ کیوں کہ نبی کو اللہ وہاں موت دیتا ہے کہ جہاں اس کی قبر بنی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے تیری موت میں بھی فرق ہے۔ تیری موت اور نبی کی موت اور ہے۔ تیرا کفن اور نبی کا کفن اور ہے۔ تیرا دفن اور نبی کا دفن اور ہے۔ تیری موت اور نبی کی موت کو قرآن نے علیحدہ ذکر کیا ہے۔ اگر موت ایک ہی ہوتی تو قرآن

کہتا انکم میتون.....

تم سب کو موت آئے گی۔

نبی کی موت کو قرآن نے ذکر علیحدہ کیا..... انک میت..... اے پیغمبر تجھے موت آئے گی۔

و انھم میتون..... لوگوں کو موت آئے گی۔

نبی کی موت آنے کا کوئی منکر نہیں۔ نبی کو موت آئی۔ لیکن یہ بات مسلمان کے لیے ہے۔ کہ موت آنے کے بعد قبر میں جن بنے جاتے ہیں۔ ان کو حیات ملتی ہے۔ سوال و جواب کے لیے حیات ملتی ہے۔ اس سوال و جواب کے بعد جب نبی کو حیات ملی ہے۔ تو اس حیات کے بعد نبی کو موت آئی ہو۔ اس پر ایک روایت ضعیف کوئی ثابت کرے۔ قرآن کی کوئی آیت ثابت کرے۔ انبیاء کی چالیس لاکھ احادیث میں سے کوئی ایک حدیث ثابت کرے۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی روایت ثابت کرے۔ کہ نبی کو قبر میں حیات ملی ہے اور اس کے بعد موت آئے گی۔

ہاں میں تجھے پیغمبر کا فرمان ہمیشہ کے لیے سناتا ہوں۔ اگر اس فرمان کو تو ضعیف کہے۔ تو چلو تو اپنے دعوے پر کوئی دلیل بھی پیش کر۔ پیغمبر کی موت اور عام لوگوں کی موت میں فرق ہے۔ کیوں؟

اس وجہ سے کہ نبی کے کفن اور عام لوگوں کے کفن میں بھی فرق ہے۔ اور نبی کے غسل اور عام لوگوں کے غسل میں فرق ہے۔ کیونکہ تجھے جب غسل دیا جاتا ہے تو کپڑے اتارے جاتے ہیں۔

جس پیغمبر کے کفن اور تیرے کفن میں فرق ہے۔

جس پیغمبر کے دفن اور تیرے دفن میں فرق ہے۔

جس پیغمبر کے غسل اور تیرے غسل میں فرق ہے۔

جس پیغمبر کی موت اور تیری موت میں فرق ہے۔

اس پیغمبر کی حیات اور تیری حیات میں بھی فرق ہے۔

پینمبر کی حیات کے بارے میں پہلی دلیل:

حضور ﷺ کی ایک حدیث ہے۔ اور یہ حدیث مسلم شریف میں ہے۔ مسلم شریف، بخاری شریف کے بعد دوسری کتاب ہے۔ حدیث کیا ہے؟

الانبياء احياء في قبورهم يصلون۔

تمام نبی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں۔

لفظ بڑے تھوڑے ہیں لیکن معنی بڑا جامع ہے..... الانبياء احياء..... نبی سارے قبروں میں زندہ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمام انبیاء قبروں میں زندہ ہیں۔ یا تو اس حدیث کو کوئی ضعیف ثابت کرے۔

اگر کوئی شخص ضعیف ثابت نہیں کر سکتا تو پھر اس پر ایمان لے آنا اس طرح فرض ہے جس طرح قرآن پہ ایمان لانا فرض ہے..... الانبياء احياء في قبورهم يصلون و فی روایۃ یحجون..... پینمبر سارے قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

کوئی آدمی کہے کہ میں تو اس بات کو مانتا بھی نہیں۔ تو یہ منکر حدیث ہو گیا نا۔ قرآن کی نص قطعی سے پینمبر قبر میں زندہ ہیں۔ میں قرآن کی نص قطعی سے ثابت کرتا ہوں۔ کہ پینمبر قبر میں زندہ ہیں۔

پینمبر کی حیات کے بارے میں دوسری دلیل:

بخاری شریف کی روایت ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ وفات کے وقت اے عائشہ رضی اللہ عنہا! خیبر کے اندر جو مجھے زہر دیا گیا تھا۔ اس زہر کی وجہ سے آج شہ رگ کٹ رہی ہے۔ اور میری موت اس شاہ رگ کے ساتھ واقع ہو رہی ہے۔

پینمبر کو جو زہر یہودیوں نے خیبر میں دیا ہے۔ نبی فرماتے ہیں کہ اس زہر کا اثر آج میں محسوس کر رہا ہوں۔ اور اس زہر کے ساتھ میری موت واقع ہو رہی ہے۔

جب یہ روایت صحیح ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ پینمبر کی وفات زہر کے ساتھ ہوئی۔ اور زہر کے ساتھ جو موت آئے وہ موت ہوتی ہے شہادت کی۔ اور شہید کو قرآن نے فرمایا

کہ یہ زندہ ہے۔ شہید کو قرآن نے کیا کہا ہے..... ولا تقولوا لمن يقتل فی سبیل اللہ اموات..... اللہ کے راستے میں جو مر جائے اسے مردہ نہ کہو۔

اس کو تو ہم مردہ نہیں کہتے۔ لیکن جو کہتے ہیں وہ خود ہی مماتی بن جاتے ہیں۔ پیغمبر کی وفات زہر کے ساتھ ہوئی۔ اور جو آدمی زہر کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو جائے وہ شہید ہوتا ہے۔ یہ قرآن کی آیت ہے۔

تیسری دلیل:

من صلی علی عند قبری..... جو آدمی میری قبر پہ کھڑا ہو کر مجھ پر درود پڑھتا ہے..... بسمعتہ..... میں اس درود کو سنتا ہوں اپنے کانوں کے ساتھ، یہ فرمان کالی کملی والے کا ہے۔

ومن صلی علی نائیا جو درود سے سلام پڑھا جاتا ہے۔ چونکہ میں ہر جگہ موجود نہیں۔ اس وجہ سے وہ درود و سلام فرشتے میرے پاس لے کر آتے ہیں۔ کہ فلاں امتی نے آپ پر سلام بھیجا ہے۔ وہ سلام بھی مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔ (فیض القدر ج ۶ ص ۷۰ طبع مصر)

اب اس روایت پہ بعض آدمی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ ہم ایک منٹ کے لیے تسلیم کرتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ کہ بعض روایت میں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں درود خود سنتا ہوں۔

ان دوستوں کو میں درخواست کرتا ہوں کہ جس روایت میں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں درود خود سنتا ہوں۔ اگر یہ ضعیف ہے تو پھر تم اسی طرح کی کوئی ضعیف روایت پیش کرو کہ جس میں نبی ﷺ فرمائیں کہ میں نہیں سنتا۔ نبی نے اتنی بات فرمائی ہو کہ نہیں سنتا۔ اولو گو تم جو مرضی کرو۔ میں نہیں سنتا۔

جہالت پر مبنی سوال اور اس کا جواب:

ایک آدمی کہنے لگا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ ایک آدمی مر گیا۔ دریا میں بہہ گیا۔ ٹکڑے ٹکڑے

اس کے ہو گئے۔ بتاؤ وہ آدمی سنتا ہے۔ اس کو عذاب کہاں ہوتا ہے۔ یہ وہ آدمی ہے جس کو قبر میں عذاب ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ روح کا تعلق جسم کے ساتھ نہیں ہے۔ اس وجہ سے قبر میں عذاب بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ روح نے کہا کہ عذاب ہوتا ہے۔ اس نے کہا بتاؤ ایک آدمی آگ میں جل گیا۔ جلنے کے بعد اس کا جسم ریزہ، ریزہ ہو کر ہوا میں اڑ گیا۔ اس کو عذاب کہاں ہوتا ہے؟

میں نے کہا کہ اگر اس کو عذاب میں نے دینا ہوتا تو یہ مشکل ہے۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ایک جگہ پر جمع کرنا میرے لیے مشکل ہے۔ اس کے ریزے ریزے میرے لیے جمع کرنا مشکل ہے۔

خدا کو کیا مشکل:

اگر عذاب اس نے دینا ہے کہ جس نے قطرے سے بندہ بنایا ہے۔ اگر عذاب اس نے دینا ہو کہ جس نے مٹی سے بندہ بنایا ہے۔ اس سے ذرے اکٹھے کرنا کوئی مشکل نہیں۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ عظیم الشان فرمایا:

میرے دوستو!

ایک بات مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عجیب کہی ہے۔ اس میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا بعض لوگوں نے کہا کہ تفرّد ہے۔ کہ یہ ان کے اکیلے کی بات ہے اور کسی کی نہیں۔ آپ حیات حضرت نانوتوی کی کتاب ہے۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ اللہ نے پیغمبر کی روح کو جب جسم سے قبض کیا تو کہاں رکھی، یہ بات بڑی عجیب ہے۔ رب نے اپنے نبی کی روح کو جب قبض کیا ہے تو کہاں رکھی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جب نبی کے جسم سے روح نکالی جائے۔ تو اس روح کو اس جسم کے ساتھ اچھی جگہ پہ رکھا جائے کیونکہ اعلیٰ علیین کا اعلیٰ مقام ہے۔ میرے جسم سے روح نکلے تو اعلیٰ علیین مجھ سے بھی اعلیٰ ہے۔ اس وجہ سے میری روح وہاں چلی جائے۔ تمہاری روح وہاں چلی

جائے۔ لیکن جب نبی کے جسم سے روح کو قبض کیا گیا تو نبی کے جسم سے اعلیٰ تو کائنات میں کوئی چیز ہے بھی نہیں۔ نہ عرش ہے نہ فرش ہے۔

اس وجہ سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو جب قبض کیا گیا تو رب نے اس روح کو پوری کائنات میں دیکھا کہ میں کہاں رکھوں۔ جب کوئی جگہ نہ ملی تو اس روح کو نبی کے جسم میں ہی رکھ دیا..... کیوں؟ کہ نبی کے جسم سے بہتر کوئی جگہ نہیں۔

روح تو اس جگہ سے اعلیٰ جگہ پر ہونی چاہئے۔ اور اعلیٰ جگہ نبی کے جسم کے علاوہ ہے کوئی نہیں۔ تو اسی وجہ سے رب نے اس روح کو دوبارہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم میں ہی لوٹا دیا۔ تاکہ دنیا کو پتہ چلے کہ اس جسم سے بہتر کائنات میں کوئی چیز نہیں۔ یہ جسم ہی اس لائق ہے کہ اس جسم میں روح رہ جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے بارے میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے اندر جو مٹی موجود ہے۔ جس مٹی کو نبی کا جسم لگا ہے۔ اس مٹی کا درجہ عرش اور فرش سے بھی زیادہ ہے۔ یہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ میں نے بڑا غور کیا ہے کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ کہ رب کے عرش سے بھی اعلیٰ۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ خانہ کعبہ سے بھی اعلیٰ۔ اس مٹی کا درجہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے لگ گئی ہے۔ اس پہ بڑی غور کی ہے کہ یہ کیا بات فرمائی ہے۔ لیکن جب امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات پڑھی ہیں۔ ہائے پاؤں سے زمین نکل گئی ہے کہ نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ! تیری گہرائی جہاں پہنچی ہے وہاں کائنات نہیں پہنچی۔

حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خانہ کعبہ کی عظمت اس وجہ سے ہے کہ خانہ کعبہ کے اوپر اللہ کی تجلی ہے۔ اس وجہ سے خانہ کعبہ کا مقام ساری کائنات کی مسجدوں سے زیادہ ہے۔ اور مسجدوں پر اللہ کی تھوڑی تھوڑی تجلی ہے۔ اس وجہ سے ان کا مقام کم ہے اور کعبہ کے اوپر زیادہ تجلی ہے۔ کیونکہ کعبہ اللہ کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا گھر ہے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کعبہ کی عظمت اس وجہ سے بلند

ہے کہ اس کے اوپر اللہ کی سب سے زیادہ تجلی ہے۔ اور اللہ کی تجلی کعبہ سے بھی زیادہ اس جگہ پہ ہے جہاں اللہ کا مقام ہے۔ اور جہاں نبی کا وجود ہے وہاں اللہ کی تجلی کعبہ سے بھی زیادہ ہے۔ اور رب کی تجلی زیادہ ہو تو وہاں اس مٹی کا درجہ بھی زیادہ ہے۔ جب کعبہ کے بے ترتیب پتھروں پہ تجلی پڑ جائے تو وہ سب سے اونچا مرتبہ پہن گیا۔ اور جب اس مٹی پہ جائے۔ جس مٹی کے اندر تاجدار رسالت ﷺ موجود ہیں۔ اس مٹی کا درجہ عرش اور کعبہ سے اونچا ہوایا نہیں ہوا؟ (ہوا) یہی اہلسنت کا عقیدہ ہے۔

سماع موتی برحق ہے:

ایک آدمی کہنے لگا کہ کیا قرآن میں یہ نہیں آیا کہ:

انک لا تسمع الموتی؟

اے پیغمبر تو مردوں کو نہیں سنا سکتا۔

آپ کہتے ہیں کہ مردے سنتے ہیں۔ قرآن نبی کو کہتا ہے کہ تو مردوں کو نہیں سنا

سکتا۔

میں پوچھتا ہوں۔ ایک بات کا تو مجھے جواب دے، قرآن ابو جہل کو کیا کہتا

ہے؟ عتبہ اور شیبہ کو کیا کہتا ہے؟

قرآن کہتا ہے..... صم بکم عمی..... گونگے تھے، اندھے تھے، بہرے

تھے؟

ان کی آنکھیں نہیں تھیں؟

ان کے کان نہیں تھے؟

وہ گونگے تھے؟

بولتے نہیں تھے؟

بولتے تھے نا؟ (جی) اور قرآن نے کہا کہ تم گونگے ہو۔ قرآن نے کہا کہ تم

اندھے ہو۔ قرآن نے کہا کہ تم بہرے ہو۔ بتا قرآن کی یہ بات صحیح ہوئی یا نہیں

ہوئی؟ (نہیں ہوئی)

قرآن کہتا ہے..... صم بکم..... او گونگے، اونا پیٹے، او بہرے۔
ان کو قرآن کہتا ہے، جو بولتے بھی تھے۔ جو دیکھتے بھی تھے۔ جو سنتے بھی تھے۔
لیکن قرآن ان کو کہتا ہے کہ یہ نہیں بولتے۔ حالانکہ قرآن ان کو کہتا ہے کہ یہ نہیں بولتے۔
مجھے اس کا مطلب تو بتا دے؟ اور پھر..... انک لا تسمع الموتی..... کا مطلب میں بتا
دیتا ہوں۔

صم بکم عمی فہم لا یرجعون ○..... قرآن کہتا ہے مکہ کے
مشرکوں کو..... اندھے تھے۔ بہرے تھے۔ گونگے تھے۔
حالانکہ نہ وہ اندھے تھے، نہ وہ بہرے تھے۔ ان کی آنکھیں بھی تھیں، ان کی
زبانیں بھی تھیں، ان کے کان بھی تھے۔

کفار کو ”صم بکم عمی“ کہنے کا مطلب:

”وہ گونگے تھے“ کا مطلب یہ ہے کہ وہ حق کی بات نہیں کرتے تھے۔ اس وجہ
سے قرآن نے کہا یہ گونگے تھے۔ حالانکہ اور باتیں تو وہ کرتے تھے۔ لیکن حق کی بات
نہیں کرتے تھے۔ اس وجہ سے قرآن نے کہا کہ وہ گونگے تھے۔
وہ عام باتیں سنتے تھے۔ لیکن قرآن کی باتیں نہیں سنتے تھے۔ عمل نہیں کرتے
تھے۔ اس وجہ سے قرآن نے کہا یہ سنتے بھی نہیں۔
وہ نبی کو ایمان کے ساتھ نہیں دیکھتے تھے۔ اس وجہ سے قرآن نے کہا یہ اندھے
تھے۔ حالانکہ وہ اندھے نہیں تھے۔

”انک لا تسمع الموتی“ کی تشریح:

یہی مطلب ہے ”انک لا تسمع الموتی“ کا۔ اے پیغمبر تو مردوں کو نہیں سنا
سکتا۔ یعنی تو مردوں کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ تو وہ سماع نہیں کر سکتا جو
مردوں کو نفع دے۔ یہ سماع نافع کی نفی ہے۔ یعنی ایسا سماع تو نہیں کر سکتا جس سماع کے

ساتھ ان مردوں کو فائدہ پہنچ سکے..... وما انت بسمع من فی القبور..... تو نہیں اپنی مرضی کے ساتھ سنا سکتا قبر والوں کو!

سماع موتی کے متعلق بخاری کی روایت:

میں جب بخاری شریف کی وہ روایت دیکھتا ہوں کہ بدر کے میدان میں جنگ ختم ہو گئی۔ ستر کفار و اصل جہنم ہوئے اور پیغمبر نے فرمایا ان ۲۴ مشرکین مکہ کے سرداروں کو، اس بدر کے کنویں میں ڈال دو۔ اور سب کی نعشوں کو گندے کنویں میں ڈال کر پیغمبر ﷺ ان مردوں کو خطاب کر کے کہنے لگے۔ اوئے عتیبہ! بتا میں سچا یا تیرا دین سچا؟ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے نبی یہ مردے ہیں۔ یہ کیا سن رہے ہوں گے؟ کیونکہ بظاہر نظر آتا ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو مر گئے ہیں۔ پیغمبر نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ! اس وقت یہ بات تجھ سے بھی زیادہ سن رہے ہیں۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۶۶، مسلم ج ۲ ص ۳۸۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۴، ج ۳ ص ۱۳۵)

انک لا تسمع الموتی..... کا معنی سماع نافع کی نفی ہے۔ اور یہ معنی کہ اے پیغمبر تو اپنی مرضی کے ساتھ نہیں سنا سکتا۔ ہمارا بھی عقیدہ ہے کہ جب تک رب نہ چاہے تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ رب چاہے تو آسمانوں پہ چاند کے دو ٹکڑے ہو سکتے ہیں۔ رب نہ چاہے تو سترہ (۱۷) دن وحی نہیں آ سکتی۔

رب چاہے تو ان مردوں کو نبی کی بات سنا سکتا ہے۔ رب نہ چاہے تو نہیں سنا سکتا۔ یہ تو رب کے اختیار میں ہے۔ یہ معنی تو نے کہاں سے لے لیا۔ کہ وہ سنتا ہی نہیں ہے۔ اوئے رب چاہے تو مردے سنتے ہیں۔ اور رب نہ چاہے تو مردے نہیں سنتے۔

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سماع موتی:

تو مجھے بتا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس مستری کو کیوں روک دیا؟ کہ پیغمبر کے روضہ اقدس والی دیوار پر کیل نہ لگا۔ پیغمبر ﷺ کے روضہ کے قریب کپڑے لٹکانے کے لیے ایک پھٹی لٹکائی جانے لگی۔ اور آ کر ایک مستری نے کیل لگانا شروع

کیا۔ تو اماں نے فرمایا۔ اوئے مستری یہاں کیل نہ لگائیں تاکہ میرے نبی ﷺ کو تکلیف نہ ہو جائے۔ اوئے تو کہتا ہے کہ روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہی کوئی نہیں۔ تو تکلیف کہاں ہونی تھی۔

پیغمبر ﷺ اپنے روضہ میں صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں:

چودہ سو سال ہو گئے ہیں۔ ساری دنیا وہاں جا کے سلام پڑھتی ہے۔ اور تیرا کتابچہ جو چھپا ہے دین حق کے نام پر۔ اس میں بھی لکھا ہوا ہے کہ اگر وہاں سے آدمی آنے لگے یا جانے لگے، سلام پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر روح کا جسم کے ساتھ تعلق نہیں ہے تو مجھے یہ تو بتا! کہ وہاں سے آنے والے کا سلام سن لیتے ہیں تو وہاں رہنے والے کا نہیں سنتے؟

اللہ نے شہر نبی کی قسم کھائی:

کہتے ہیں کہ نبی اور غیر نبی کی موت میں فرق نہیں ہے۔ تو موت کی بات کرتا ہے۔ ہائے میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ ان ذروں میں بھی فرق ہے۔ جو ذرے نبی ﷺ کے قدموں کے نیچے آئے۔ تو فرق کی بات کرتا ہے۔ مجھے تو بتا کہ مکہ کے پتھروں پر۔ مکہ کے پہاڑوں پر ایک لاکھ چوبیس ہزار میں سے نبی بھی آئے۔ لیکن کسی نبی کے لئے اللہ نے ان گلیوں کی قسم نہیں کھائی۔ لیکن جب میرے نبی ﷺ کے نبوت والے نورانی قدم لگے تو اللہ نے فرمایا کملی والے آ!.....

مجھے ان پتھروں کی قسم ہے۔

مجھے اس شہر کی قسم ہے۔

مجھے ان گلیوں کی قسم ہے۔

رہنقسمیں کیوں کھاتا ہے؟ اس وجہ سے کہ یہاں عرفات کا میدان ہے؟ اس

وجہ سے کہ مزدلفہ ہے؟ اس وجہ سے کہ خانہ کعبہ ہے؟

اللہ نے فرمایا کہ.....

کعبہ پہلے بھی تھا۔

عرفات پہلے بھی تھا۔

مزدلفہ پہلے بھی تھا۔

منی پہلے بھی تھا۔

مقام طائف پہلے بھی تھا۔

آج میں قسم اس وجہ سے ان گلیوں کی کھاتا ہوں وانت حل بهذا

البلد کہ تیرے نبوت والے نورانی قدم ان گلیوں کے اندر لگ چکے ہیں۔

تو کہتا ہے کہ موت میں فرق نہیں ہے میں۔ کہتا ہوں ذروں میں بھی فرق

ہے۔ اوئے تو کہتا ہے کہ موت میں فرق نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ان گلیوں میں فرق

بھی ہے۔

ان پتھروں میں فرق ہے۔

ان بازاروں میں فرق ہے۔

ان ہواؤں میں فرق ہے۔

ان چادروں میں فرق ہے۔

تو پھر اگر فرق نبی اور میری موت میں نہیں ہے

تیری چادر کا ذکر تو قرآن میں کہیں نہیں آیا۔ اے محمد ﷺ نے چادر لی تو

قرآن بولا۔

محمد ﷺ نے کپڑا لیا تو قرآن بولا

نبی ﷺ چلا تو قرآن بولا

نبی ﷺ اٹھا تو قرآن بولا

پیغمبر پہاڑ پہ چڑھا تو قرآن بولا

پیغمبر ﷺ غار حرا میں اترا تو قرآن بولا

نبی ﷺ بازاروں میں گیا تو قرآن بولا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پتھر پر چڑھا تو قرآن بولا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں آیا تو قرآن بولا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حنین میں جائے تو قرآن بولے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم گلیوں میں آئے تو قرآن بولے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم روئے تو قرآن بولے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلے تو قرآن بولے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو قرآن بولے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی بات آئے تو قرآن والضحیٰ کہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفوں کا ذکر آئے تو قرآن والیل کہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کا ذکر آئے تو قرآن الم نشرح لك صدرک کہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی بات آئے تو قرآن ماذاغب البصر وما طغیٰ کہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا ذکر آئے تو قرآن انك لعلى خلق عظیم کہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دانتوں کا ذکر آئے تو قرآن لا اقسام بهذا البلد کہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا ذکر آئے تو قرآن والعصر کہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کا ذکر آئے تو قرآن لا تحرك به لسانك لتعجل به

کہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کا ذکر آئے تو قرآن لقد كان لكم في رسول الله اسوة

حسنہ کہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا ذکر آئے تو قرآن وما ارسلناك الا رحمة للعالمين

کہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتوں کا ذکر آئے تو قرآن انا ارسلناك شاهدا کہے۔

مبشراً کہے..... نذیراً کہے..... داعیاً الى الله..... کہے اور..... وسراجاً

ومنیراً..... کہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عشق رسول ﷺ

ہائے میں اس قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کو سلام کرتا ہوں۔ جو نبی ﷺ کے روضے پر گیا۔ اور نبی کے روضے کو خطاب کر کے کہنے لگا۔

مرے آقاؐ کا مجھ پر تو اتنا کرم تھا
بھر دیا میرا دامن پھیلانے سے پہلے
یہ اتنا کرم کیوں، یہ کیا سلسلہ ہے؟
نشہ رنگ لایا پلانے سے پہلے

یہ عشق ہے۔ اوئے تو نبی کی موت اور لوگوں کی موت میں فرق ذکر نہیں کرتا۔ میں تو ذروں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں تو خاک شفا کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں تو وہ ہوا کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں تو گلیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں تو پتھروں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

مجھے ایک بات تو بتا۔ تو کہتا ہے کہ نبی کی موت اور لوگوں کی موت برابر ہے۔ ایک کھجور مدینہ سے آتی ہے تو کہتا ہے کہ یہ مدینہ کی کھجور ہے۔ تو چوم کر اس کو کھاتا ہے۔ کیوں؟ کہ مدینہ کی کھجور میں نبی ﷺ کی برکت آگئی ہے۔ نبی ﷺ کی برکت کھجوروں میں آئے۔

نبی کی ﷺ برکت کھجوروں میں آئے۔

نبی ﷺ کی برکت مٹی میں آئے۔

نبی ﷺ کی برکت پانی میں آئے۔

اور محمد ﷺ کی برکت اپنے آپ میں رہے بھی نا.....؟

ظفر علی خان کا حضور ﷺ کو خراج حسین:

تو کسی مولوی کی نہیں ماننا۔ تو ظفر علی خان کی مان لے۔ ظفر علی خان نے نبی کے روضے پر جا کر کہا:

دیارِ یثرب میں گھومتا ہوں
 نبیؐ کی دہلیز چومتا ہوں
 شرابِ عشق پی کر میں جھومتا ہوں
 رہے سلامت پلانے والا
 اگر روح کا جسم کے ساتھ تعلق نہیں ہے، موت میں فرق نہیں ہے تو دہلیز کیوں چومتا ہے۔

حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے گلہائے عقیدت:
 مولانا حسین احمد مدنی سے پوچھ۔ انگریز نے گرفتار کیا ۱۹۱۴ء میں مالٹا کی جیل کے لئے تو جب حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نبی مصلیٰ علیہ السلام کے روضے سے جدا ہوا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ نبی مصلیٰ علیہ السلام کے روضے کو خطاب کر کے کہا:

دمکتا رہے تیرے روضے کا منظر
 سلامت رہے تیرے روضے کی جالی
 ہمیں بھی عطاء ہو وہ شوق ابو ذرؓ
 ہمیں بھی عطاء ہو وہ جذبہ بلالؓ

حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ چودہ سال نبی کے روضہ پر حدیث پڑھاتا رہا۔ اور چودہ سالوں میں ایسے دن بھی آئے کہ حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی داڑھی کے بالوں سے روضے کی صفائی کی۔ چودہ سالوں میں ایسے دن بھی آئے کہ مدینہ کی گلیوں میں پڑے ہوئے تربوز کے چھلکے اٹھا کر ان کو پانی میں بھگو کر پانی پکا کر پی لیتے۔ اور کہا کہ یہ میرے نبی مصلیٰ علیہ السلام کے مدینہ کے چھلکے ہیں۔

مدینہ کے دہی پر طنز کرنے والے کو مدینہ سے نکال دیا:

ایک بندہ مدینہ میں گیا۔ دہی مدینہ کی گلیوں سے لے آیا۔ اور کہنے لگا کہ مدینہ کا دہی کھٹا ہے۔ رات کو خواب میں نبی مصلیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نکل جا مدینہ سے۔ تجھے دہی کھٹا

لگا ہے۔

میں نے تجھے پیغمبر ﷺ کی ایک حدیث ایسی سنائی ہے۔ جس کا کوئی راوی ضعیف نہیں ہے۔ ایک اس حدیث کا جواب دے۔ یا کوئی اپنی تو ضعیف روایت پیش کر کہ نبی ﷺ قبر میں زندہ ہے۔

انک لا تسمع الموتی وما انت بسمع من فی القبور ○ انک میت
یہ آیتیں پڑھ کر لوگوں کو غلط ترجمہ سنانا نبی ﷺ کی موت کا کون منکر ہے؟

نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت ایک مداح رسول ﷺ:

میرے دوستو!

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی ﷺ کے عشق میں بات بڑی عجیب کہی ہے۔ اور ایسا کلام کہا ہے کہ شاید آپ نے دنیا میں سنا بھی نہ ہو۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا غیر مطبوعہ کلام ہے۔ حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کے عشق میں ایک بات کہی۔ کہ ساری دنیا کے دیوان ایک طرف رکھ دو اور حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ایک طرف رکھ دو۔ حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی ﷺ کی ولادت کا اور نبی ﷺ کی اہلیت کا نقشہ کھینچا ہے۔

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے نقش روئے محمد بنایا گیا
مشیت کہا ہے الوہیت نہیں کہا۔

پھر اس نقش سے مانگ کر روشنی بزم کون و مکان کو سجایا گیا
اور حضور ﷺ کی شفاعت کا ذکر کرتے ہیں کہ:

حشر کا غم مجھے کس لئے ہوا؟ قاسم، میرا آقا ہے وہ میرا مولا ہے وہ
جس کے دامن میں جنت بسائی گئی، جس کے ہاتھوں سے کوثر لٹایا گیا

بحیثیت ایک مداح پیغمبر ﷺ:

شیخ الہند محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے نبی ﷺ کے عشق میں دو شعر کہے ہیں۔ ساری دنیا

ایک طرف، حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان شعروں سے بھی اونچے شعر، مولانا شیخ الہند محمود الحسن نے رحمۃ اللہ علیہ جنت کو خطاب کیا ہے، جنت کو مخاطب کر کے مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ:

تجھ میں حورو و قصور رہتے ہیں میں نے مانا ضرور رہتے ہیں
میرے دل کا طواف کر جنت میرے دل میں حضور رہتے ہیں

کون سی جنت!

کون سا عرش!

کون سا فرش!

کون سی جنت کی دیواریں..... میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کی مٹی پہ قربان جاؤں!

سماع موتی کے منکر کو نصیحت:

تو کہتا ہے کہ روضے کی بات ہی کوئی نہیں۔ تو اپنے دل کی پالش کر۔ تو دل کے شرک کو نکال۔ تو معتزلہ کے فرقے کے جراثیم کو اتار۔ پھر آکر بات کر۔ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت اور ہماری موت میں فرق ہی کوئی نہیں۔ تیرے جیسا تو مشرک اور بے ایمان دنیا میں کوئی نہیں۔

مکے کے مشرک و سماع موتی میں فرق:

یہ بات تو مکے مشرکوں نے کبھی نہیں کی۔ مشرک بھی کہتے تھے کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) امین ہے۔ ہمارے اندر اور اس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اندر بڑا فرق ہے۔ مکے کے مشرک کیا کہتے تھے کہ یہ امین ہے۔ ہم سے اعلیٰ ہے۔

چچا کا پیغمبر کو خراج عقیدت:

ابوطالب جس نے کلمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں پڑھا۔ پتہ ہے اس نے آخری شعر کیا کہا تھا۔ اس نے کہا..... ان دین محمد خیر ادیان بریہ..... بھتیجے مجھے پتہ ہے کہ تیرا

دین سارے دینوں کا سردار ہے۔ اور ابوطالب نے کہا کہ:

وابيض يستسقى الغمام بوجهه

ثم اليتامى عصمة الامل

بختیجہ! تیرا چہرا ایسا حسین ہے۔ کہ اس چہرے کو دیکھ کر آسمان برستا ہے۔

یہ ابوطالب نے کہا ہے کہ جس نے کلمہ نہیں پڑھا۔ اوئے تیرے کلمہ کا کیا اعتبار

ہے۔! تو نام محمد ﷺ کا لے اور تو کہے کہ نبی ﷺ کی اور ہماری موت میں کوئی فرق نہیں۔

ابوطالب کافر، کہے..... وابيض يستسقى الغمام بوجهه..... تیرا چہرا ایسا

ہے کہ اس چہرے کی برکت سے آسمانوں سے بارش آتی ہے اور آگے اس نے کہا ہے:

ثم اليتامى عصمة الامل..... یہ محمد ﷺ کا چہرہ یتیموں کا آسرا ہے۔

یہ محمد ﷺ کا چہرہ یتیموں کا آسرا ہے۔ بیوہ کے لیے سہارا ہے۔ اور اس محمد ﷺ

نے آکر نہیں کہا؟ کہ ایک بیوہ کے لیے تو کوشش کرے گا۔ جنت کے رب دروازے کھول

دے گا۔ ہائے جب بیوہ عورتوں کو دھکے دے کر باہر نکالا جاتا تھا۔ محمد ﷺ آکر بیوہ

عورتوں کے لیے سہارا بن گیا۔

اہم سوال:

انك ميت..... اگر اس کا معنی..... انك تموت..... لیں۔ تو پھر آگے

..... انهم تموتون..... کا معنی بھی ہو سکتا ہے۔ انهم تموتون

مماتی طبقے کا رد سوال:

یہ لفظ بھی غلط لکھا ہے۔ حالانکہ آگے ہونا چاہئے..... انهم يموتون.....

سوال لکھنے والے کو بھی نہیں پتہ۔ بات کرتے ہیں پہلے سوال تو صحیح لکھو!

ایک سوال اور اس کا جواب:

کہتے ہیں کہ آپ نے جو حدیث پڑھی ہے کہتے ہیں کہ ان کے راوی ضعیف ہیں۔

چلو یہ ضعیف ہیں تو پھر تو کوئی ضعیف ہی پیش کر۔ میں نے تو ضعیف پیش کی ہے۔ مثال کے طور پر تو کوئی ایک ضعیف ہی سنا دے کہ نبی ﷺ قبر میں زندہ کوئی نہیں۔ ایک ہی پیش کر دے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہو کہ میں قبر میں نہیں سنتا۔ میں نے تو تجھے سنادی ہے ایک روایت!

ضعیف حدیث بھی نبی ﷺ کی حدیث ہوتی ہے۔ یہ بات یاد رکھیں جو حدیث موضوع ہو۔ موضوع عربی میں کہتے ہیں اس حدیث کو۔ جو من گھڑت ہو۔ موضوع حدیث جعلی ہوتی ہے۔ بنائی ہوئی۔

اس کو کہتے ہیں موضوع حدیث گھڑی ہوئی..... اور ضعیف حدیث کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ نبی ﷺ کی حدیث نہیں ہے۔ ضعیف ہوتی نبی کی حدیث ہے۔ لیکن اس میں ایک یا دو راویوں کا پتہ نہیں چلتا۔ یہ راویوں میں ضعف ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کی حدیث کے الفاظ میں ضعف نہیں ہوتا۔ یعنی ضعیف روایت یہ اسماء الرجال کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس میں نبی ﷺ کے کلام ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔ عام لوگوں کو یہ پتہ بھی نہیں ہوتا وہ کہتے ہیں کہ پتہ نہیں ضعیف حدیث ہی نہیں ہوتی۔ چل تو ایسی ہی حدیث پیش کر۔ جس میں راوی نہیں بلکہ دس راوی ضعیف ہوں تو ایسا کوئی نبی کا قول پیش کر دے۔ یا ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک صحابی کا قول پیش کر دے کہ نبی ﷺ قبر میں زندہ نہیں۔

کسی (صحابی) کا قول پیش کر دے کہ نبی ﷺ قبر میں نہیں سنتے۔ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سلام پڑھتے تھے اور نبی نہیں سنتے تھے؟ تو اپنی کتاب دین حق میں لکھے کہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سلام پڑھتے تھے۔ تیری کتاب میں لکھا ہوا ہو کہ سنتے ہیں اور ہم کہیں تو پھر نہیں سنتے۔ یہ تیرے باپ کا مذہب ہے۔

ایک اہم سوال اور جواب:

پیغمبر کی قبر میں دنیاوی زندگی ہے یا برزخی زندگی فرق بیان کریں؟

پیغمبر ﷺ کی قبر میں زندگی دنیا کی زندگی سے بھی اعلیٰ ہے۔ یہ بات یاد رکھیں۔ برزخ تو ہر آدمی کو حاصل ہے۔ برزخ تو میری اور تیری زندگی ہے۔ محمد ﷺ کی زندگی دنیا کی زندگی سے بھی اعلیٰ ہے۔ یہ کہتے ہیں نا کہ بندہ انتقال کر گیا ہے۔ انتقال کا کیا معنی ہے۔ کہ منتقل ہونا۔ اگر محمد ﷺ دنیا سے قبر میں منتقل ہو کر اچھی جگہ میں نہ جائے۔ تو پھر نبی کا کمال کیا ہے؟

اگر محمد ﷺ دنیا سے قبر میں منتقل ہو کر اچھی جگہ نہ جائے تو پھر نبی کا کمال کیا ہے؟ دنیا میں پیغمبر موجود تھے۔ تو دنیا سے نبی آخرت میں تشریف لے گئے۔ دنیا سے نبی ﷺ کنارہ کر گئے۔ دنیا سے پردہ فرما گئے۔ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پیغمبر پہ موت طاری ہوئی۔ ٹھیک ہے اور پیغمبر کی قبر میں زندگی دنیا کی زندگی سے بھی بہتر ہے۔ یاد رکھو۔ جو کہے کہ نبی ﷺ قبر میں حیات نہیں۔ وہ گمراہ ہے، وہ پیغمبر کی حدیثوں کے قائل نہیں۔ اس کا اہل سنت کے مذہب کے ساتھ تعلق کوئی نہیں۔ وہ اپنا علیحدہ مذہب بنائے۔ اپنی علیحدہ بات کرے۔

میرے دوستو!

تمہیں فرق کا پتہ چلا ہے۔ جو بندہ میری ان حدیثوں کے سننے کے بعد اس بات پہ پکا نہیں رہے گا۔ میں نے تو اپنا فرض پورا کر دیا۔ نبی ﷺ کا پیغام تیرے پاس پہنچا دیا۔ اب اگر تو نہیں مانے گا تو وبال تجھ پر ہوگا، مجھ پر نہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



﴿حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور غلبہ اسلام کی تحریک﴾

خطبہ:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ط وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝ (۲۸)

(پارہ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۲۸)

ترجمہ۔ ”وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول سیدھی راہ پر اور سچے دین پر
تاکہ اوپر رکھے اس کو ہر دین سے اور کافی ہے اللہ حق ثابت کرنے
والا۔“

تمہید:

میرے واجب الاحترام بزرگوار و دوستو! گزشتہ کئی جمعوں سے سیرت طیبہ کے
عنوان پر گفتگو کا سلسلہ جاری ہے اور سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا دل بہار اور دل کش عنوان ہے
کہ ہر وقت اس کی ضرورت ہے۔

حضور مکیؑ کے آنے کا مقصد:

میرے بھائیو!

آج کے اس خطبہ میں ہم سیرت کے اس پہلو پر گفتگو کریں گے کہ حضور مکیؑ اور غلبہ اسلام کی تحریک اور خطبہ میں تلاوت کردہ آیت کریمہ کی مختصر سی تشریح کروں گا، تاکہ حضور مکیؑ کی سیرت کا یہ پہلو بھی آپ کے سامنے آئے۔

میرے بھائیو! قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ جس نے سچ اور حق دے کر اپنا آخری رسول بھیجا، تاکہ آپ کا دین دنیا کے تمام دینوں پر غالب آ جائے، لیکن جب حضور مکیؑ کی وفات ہوئی تو اس وقت حضور مکیؑ کا دین تمام دینوں پر غالب نہیں تھا۔

اور قرآن نے کہا کہ حضور مکیؑ کے آنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کا دین تمام دینوں پر غالب آ جائے، حضور مکیؑ کی زندگی کا یہ اہم پہلو ہے کہ جس کو عام طور پر بیان نہیں کیا جاتا، حالانکہ یہ بہت اہم عنوان ہے، اس میں بھی حضور مکیؑ کی سیرت کا اہم پہلو ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ جس نے اپنے رسول محمد مکیؑ کو بھیجا..... لیظہرہ علی الدین کلہ..... تاکہ محمد مکیؑ کا دین غالب آ جائے سارے دنیا کے دینوں پر، کہ ساری دنیا کے جتنے دین ہیں، سب دینوں پر رسول اللہ مکیؑ کا دین غالب آ جائے۔

لیکن جب حضور مکیؑ دنیا سے تشریف لے گئے تو اس وقت دو بڑی حکومتیں، روم اور ایران، اگر ان میں حضور مکیؑ کی حکومت آ جاتی تو دین غالب تھا۔ اس وقت عیسائیوں کا ملک بہت بڑا تھا، جب حضور مکیؑ دنیا سے تشریف لے گئے تو کیسے حضور اکرم مکیؑ کا دین تمام ادیان باطلہ پر غالب آیا۔ حضور اکرم مکیؑ تو غلبہ اسلام کیلئے تشریف لائے۔

اب دشمنان صحابہ کرام جنیبتہم کا اعتراض یہ ہے کہ حضور مکیؑ کی رحلت کے

بعد تمام صحابہ رضی اللہ عنہم دین کو چھوڑ گئے تھے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تمام ادیان پر غالب کیسے آتا؟

اس سلسلہ میں جو قرآن پاک کی تشریحات ہیں میں اس کا ذکر آپ کے سامنے کروں گا، لیکن اس کے ضمن میں آپ کو ایک عجیب و غریب واقعہ جو پہلے انبیاء علیہم السلام کے دور میں پیش آیا۔ اس کا ذکر کرنا چاہتا ہوں، تاکہ آپ کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تمام ادیان پر غالب کیسے آیا اور یہ مشیت کے عین مطابق ہے۔

بخت نصر کا خواب اور اس کی تعبیر:

حضرت دانیال علیہ السلام کے زمانے میں بہت سارے لوگ اپنے بادشاہ کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔ بادشاہ کا نام تھا بخت نصر، بہت بڑا ظالم بادشاہ تھا اور حضرت دانیال علیہ السلام کے زمانہ میں حکومت کے خلاف، سیادت کے خلاف لوگوں نے اعلان بغاوت کیا۔ بادشاہ نے ان دو سو آدمیوں کو گرفتار کیا۔ بغاوت کے جرم میں، جب گرفتار کیا تو انہیں کہا گیا کہ تمہیں دو چار دنوں کے بعد پھانسی دے دی جائے گی، وہ لوگ ساری ساری رات جاگ کر گزارتے اور دعا کرتے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ظالم بادشاہ سے نجات دے۔

بادشاہ نے دو تین دنوں کے بعد سب لوگوں کو بلایا اور بلا کر کہا کہ ایک شرط پر تمہاری پھانسی ٹل سکتی ہے، ایک شرط ہے، انہوں نے کہا کہ کیا شرط ہے؟ بادشاہ نے کہا کہ اس پورے مجمع میں مجھے کوئی بتائے کہ مجھے رات کون سا خواب آیا ہے؟ ایک تو یہ بتاؤ کہ مجھے خواب کیا آیا ہے اور دوسرا اس کی تعبیر کیا ہے؟ خواب بتاؤ اور اس کی تعبیر بتاؤ۔

بادشاہ نے کہا خواب بڑا اہم تھا اور میں وہ خواب بھول چکا ہوں اور اگر تم میں کوئی مجھے خواب بتائے کہ یہ خواب آیا ہے اور اس کی تعبیر کیا ہے۔

ان میں سے ایک نے کہا کہ ایک آدمی ہے تم اس کو دربار میں لاؤ اس کا نام

ہے حضرت دانیال علیہ السلام، وہ کون ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کا ایک برگزیدہ انسان ہے، وہ اللہ کا ایک نبی ہے، اس نبی کی وجہ سے ہم نے تیرے ظلم کے خلاف آواز اٹھائی، اس نبی کو تم نے جیل میں بند کیا ہوا ہے، تم اسے بلاؤ وہ تمہیں خواب کے بارے میں بتلائے گا۔ بادشاہ نے اسی وقت لوگوں کو بھیجا کہ دانیال علیہ السلام کو لے آؤ، اب حضرت دانیال علیہ السلام تشریف لاتے ہیں، بادشاہ نے کہا! کہ بتاؤ مجھے رات کو کون سا خواب آیا ہے اور اس کی تعبیر کیا ہے۔

حضرت دانیال علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو خواب کے متعلق بتایا اور قرآن پاک میں اس کا ذکر ہے۔ بادشاہ کو حضرت دانیال علیہ السلام نے بتایا کہ تم نے خواب میں ایک بہت بڑا بت دیکھا ہے کہ اس کا ایک ہاتھ مشرق کی طرف ہے اور ایک مغرب کی طرف ہے اور سر آسمان کی طرف.....

سر سونے کا ہے

سینہ پکی مٹی کا ہے

کمر تانبے کی ہے

پاؤں لوہے کے ہیں

اور آسمان سے ایک ستارہ آیا اور اس بت کے سر پر لگا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے

ہو گیا۔

بخت نصر نے کہا کہ ہم نے یہی خواب دیکھا ہے، اب اس کی تعبیر بھی بتا دو۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے کہا کہ خواب کی تعبیر بتاتا ہوں، پہلے میرے ساتھیوں

کو رہا کرو، اس نے کہا کہ میں تمہیں بھی رہا کرتا ہوں اور تمہارے ساتھیوں کو بھی رہا کرتا

ہوں، بادشاہ نے رہائی کا اعلان کیا اور کہا کہ بتاؤ اس کی تعبیر کیا ہے؟

انہوں نے کہا کہ اے بخت نصر بادشاہ یہ خواب بتاتا ہے کہ یہ جو تیری پوری

دنیا پر حکومت ہے قیصر روم اور کسریٰ ایران کی حکومتیں بھی اس کے ماتحت تھیں اور یہ جو

آسمان سے ستارہ آیا اور اس بت کے سر پر لگا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوا، وہ ستارہ پیغمبر

آخر الزمان ہیں کہ جب آخری نبی تشریف لائیں گے تو تمام دنیا کی حکومتیں ان کے قدموں میں ہوں گی۔

بادشاہ حیران ہے کہ میری حکومت کو زوال آئے گا، حضرت دانیال علیہ السلام کی تعبیر کے بعد بخت نصر کی تمام قوم نے نبی کا کلمہ پڑھ لیا۔ ساری قوم مسلمان ہو گئی۔
بادشاہ نے کہا کہ حکومت کے لائق میں نہیں ہوں۔ حکومت کے لائق حضرت دانیال علیہ السلام ہیں۔ یہ جو خواب ہے کہ آسمان سے ستارہ آ کر اس کے سر پر لگا اور وہ بت ٹکڑے ٹکڑے ہوا، وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستارہ ہیں اور قرآن پاک کی اس آیت کی روشنی میں خواب کو دیکھنا چاہئے..... ہوالذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ..... اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا مقصد بعثت یہ ہے کہ آپ کا دین تمام ادیان پر غالب آ جائے اور اللہ تعالیٰ اس کو غلبہ نصیب فرمائیں گے..... لیظہرہ علی الدین کلہ..... کہ سب دنیا پر.....

تیرا دین غالب آ جائے
تیرا اسلام غالب آ جائے
تیرا قرآن غالب آ جائے
تیرا نام غالب آ جائے
..... یہ اس کی تعبیر ہے.....

اور یہ خبر حضرت دانیال علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پوری دنیا کو دے رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تمام ادیان پر غالب آ جائے گا۔

لیکن میرے بھائیو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، تو ایک مرلہ زمین آپ کے قبضہ میں نہیں تھی اور اب پوری دنیا میں آپ کا دین غالب آئے گا۔ آپ کو مکے سے نکال دیا گیا اور مدینہ منورہ جو ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ دس سال کے بعد مکہ فتح ہوا، لیکن اس کے باوجود پوری دنیا پر اسلام کا غلبہ نہیں ہوا اور قرآن نے کیا کہا کہ پوری دنیا پر اسلام کا غلبہ ہوگا۔

دور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم..... دور نبوت میں شامل ہے:

قرآن کہتا ہے:

..... هو الذی ارسل رسوله بالہدی.....

کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے کر بھیجا، اسلام دے کر بھیجا، پیغام حق دے کر بھیجا، توحید کا پیغام دے کر بھیجا اور..... لیظہرہ علی الدین کلہ..... تاکہ غالب آجائے..... علی الدین کلہ..... کہ دنیا کے تمام ادیان پر اسلام کا غلبہ ہو جائے۔

اور جب حضور ﷺ مکہ میں تھے اور مکہ بھی آپ کے قبضہ میں نہیں تھا۔ پھر مدینہ میں آئے اور مدینہ میں غلبہ ہوا اور اسلامی ریاست قائم ہوئی، پھر فتح مکہ ہوا، پھر دس سال کی زندگی میں ۹ لاکھ مربع میل پر اسلامی پرچم لہرایا، پوری دنیا کی حکومت آپ کے پاس نہیں، پوری دنیا کا پورا جغرافیہ ایک کروڑ بیس لاکھ مربع میل تھا۔ پ

یہ آپ کا پاکستان پونے تین لاکھ مربع میل پر قائم ہے اور سعودی عرب کا رقبہ ہے آٹھ لاکھ مربع میل، مسلم حکومتوں میں سب سے زیادہ رقبہ سوڈان اور سعودی عرب کا ہے اور وہ ہے آٹھ لاکھ مربع میل یا ۹ لاکھ مربع میل، لیکن حضور ﷺ کی حکومت ۹ لاکھ مربع میل پر قائم ہوئی۔ دس سال کے عرصہ میں، ۹ لاکھ مربع میل حکومت کے بعد حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔

اور قرآن کیا کہتا ہے:

..... هو الذی ارسل رسوله بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ.....

کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو اس لئے دنیا میں بھیجا گیا تاکہ رسول اللہ ﷺ کا دین تمام دینوں پر غالب آجائے، یعنی پیغمبر کے آنے کا مقصد غلبہ اسلام تھا، غلبہ دین تھا، ساری انسانیت پر غلبہ تھا۔

لیکن جب حضور ﷺ دنیا سے گئے تو ساری دنیا کے دینوں پر اسلام غالب

نہیں تھا تو یہ آیت کیسے ثابت ہو؟ اس آیت کا مفہوم کیا ہوا کہ حضور ﷺ کے آنے کا مقصد غلبہ اسلام ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کے رحلت تک ۹ لاکھ مربع میل اسلام کے قبضہ میں آیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس آیت کی بڑی خوبصورت تشریح فرمائی ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ خلفائے راشدین کے دور خلافت کو بھی نبوت کے دور میں شامل کیا ہے۔

حضور ﷺ کی رحلت کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور ان کے دو سال تین مہینے دس دن بھی نبوت کا ہی دور ہے، جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلامی سلطنت کو وسعت دی اور ۹ لاکھ مربع میل سے گیارہ لاکھ مربع میل پر اسلامی حکومت قائم کی۔

پھر حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا، ان کے دور خلافت میں بھی اسلامی حکومت اور وسیع ہوئی اور گیارہ لاکھ مربع میل سے اسلام پھیلتا ہوا ۲۲ لاکھ مربع میل پر جا پہنچا اور یہ بھی نبوت کا دور ہے۔

میرے بھائیو! سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور کی فتوحات اور اسلام کی اشاعت اور غلبہ اسلام کی جدوجہد اصل میں سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے ہوئی لیکن درحقیقت یہ پیغمبر کا فیضان ہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور اسلام پھیلتا رہا اور انہوں نے اسلام کے غلبہ کی تحریک کو پروان چڑھایا اور اسلام ۲۲ لاکھ مربع میل سے ۴۴ لاکھ مربع میل پر پہنچ گیا۔ اور یہ فیضان بھی نبوت کا ہے یہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تشریح ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی فتوحات اور پھر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ۶۴ لاکھ ۶۵ ہزار مربع میل تک کی فتوحات اصل میں حضور ﷺ کی فتوحات ہیں۔

اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا..... ان الله جعل الحق على لسان عمر و قلبه..... عمر فاروق کی زبان اور دل

پر اللہ تعالیٰ نے حق کو جاری کر دیا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ زین پر بولتا ہے اور اللہ تعالیٰ عرش سے قرآن نازل کر دیتا ہے۔ (جامع ترمذی جلد ۲ ص ۵۶۳ لکھنو)

قرآن اور فاروق اعظمؓ:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ جو عورتیں مسجد نبوی میں نماز پڑھنے آتی ہیں۔ ان سے پردہ نہیں ہوتا۔ میری رائے ہے کہ عورتوں سے کہو کہ پردہ کر لیا کریں، یہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عورتیں مسجد میں آتی ہیں، ان سے کہو کہ پردہ کر لیا کریں، بے پردہ نہ آیا کریں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ بات سنی تو سن کر فرمایا عمر، تیرا نبی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر تو کچھ بھی نہیں کر سکتا، یہ بات کہنے کی دیر تھی کہ تھوڑی دیر گزری کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس رائے کو قرآن مجید بنا کر نازل کر دیا اور قرآن کریم کی یہ آیت اتری.....

”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ

يَدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ“

اے نبی اپنی بیویوں سے کہو..... وبناتك..... اور اپنی بیٹیوں سے کہو..... و

نساء المؤمنین..... اور امت کی عورتوں سے کہو کہ..... یدنین علیہن من جلابیبہن..... کہ آئندہ اپنے گھروں سے باہر نکلا کریں تو چہرے پر پردہ کر لیا کریں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رائے پیش کی اور وہی قرآن بن کر آئی۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا رعب:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گلی سے عمر کا گزر رہوتا ہے اس گلی سے شیطان نہیں گزرتا، یہ نبی کی حدیث ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ عمر جس گلی سے تیرا گزر رہوتا ہے اس گلی سے شیطان نہیں گزرتا (بخاری جلد ۱ ص ۵۲۰) اور غلبہ اسلام حضرت فاروق

اعظم رضی اللہ عنہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ اگر ہم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلتے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دبدبہ کی وجہ سے ہم گر جاتے۔ یہ رعب اسلام کے بغیر نہیں ہوتا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جارہے ہیں پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں تو صحابہ گر جاتے ہیں عمر کے رعب سے، ایسا رعب اور ایسا ایمان کہ جب خلیفہ بنے تو کم خوراک کی وجہ سے ان کی ہڈیاں نکل آئیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ کھانا کیوں چھوڑ دیا، فرمایا کہ جب سے قحط آیا ہے اس وقت سے میں نے اپنے اوپر کھانا حرام کر لیا کہ مدینہ کے لوگ بھوکے مریں اور میں سیر ہو کر کھاؤں، یہ نہیں ہو سکتا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زمین سے خطاب:

یہ ایسی بات تو نہیں ہے کہ مدینہ میں زلزلہ آیا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے درہ لیکر پہاڑ پر مارا اور کہا کہ..... اثبت یا جبل..... مختلف زلزلے آئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک زلزلہ آیا، روم کے ملک میں، ایک زلزلہ آیا عرب کے ملک میں، ایک زلزلہ آیا، جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شام کے دورے پر تھے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پہاڑ کو خطاب کر کے فرمایا کہ

”اے پتھر تو حرکت کیوں کرتا ہے، اے پہاڑ تو کیوں حرکت کرتا

ہے، کیا تیرے سینے پر فاروق نے عدل نہیں کیا، کیا تیرے سینے پر

عمر نے انصاف نہیں کیا، کیوں کانپ رہا ہے“

لاؤ کوئی ایسا انسان، کوئی ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی، دنیا میں ایسا نہیں گزرا کہ

جس نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تعریف نہ کی ہو۔

غلبہ اسلام کیلئے حقیقی نقوش:

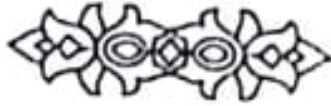
تو مبرے بھائیو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے غلبہ اسلام کیلئے اور خلفائے

راشدین رضی اللہ عنہم، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لیکر سیدنا معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تک کی

فتوحات اصل میں حضور ﷺ کی ہی فتوحات ہیں، نبی ﷺ فرما گئے تھے..... علیکم بسنتی و سنتی الخلفاء الراشدین المہدیین..... (ترمذی ج ۲ ص ۹۲۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۵۔ مسند احمد ج ۳ ص ۲۷۔ متدرک حاکم ج ۱ ص ۹۵) خلفائے راشدین کو نکال کر ”غلبہ اسلام کی تحریک“ کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اسی لئے ہم غلبہ اسلام چاہتے ہیں، تو انہی نقوش پر چلتے ہوئے دنیا و عقبیٰ میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



﴿عقیدہ توحید اور اسکے تقاضے﴾

خطبہ:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۝۲۰

(پ ۲۹ سورۃ الجن آیت ۲۰)

”تو کہہ میں تو پکارتا ہوں بس اپنے رب کو اور شریک نہیں کرتا اس کا کسی کو۔“

تمہید:

میرے قابل صد احترام بزرگو اور دوستو! آج ہم ایک اہم مسئلہ پر بات کرنے کیلئے جمع ہیں اور وہ موضوع ہے ”عقیدہ توحید اور شرک کی اقسام“ اور یہ اتنا اہم عنوان ہے کہ اس عنوان کو بیان کرنے کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے اور انسانوں کو مختلف دروازوں سے ہٹا کر صرف ایک اللہ تعالیٰ کے دروازے پر جھکایا۔

عقیدہ توحید اسلام کی اساس ہے:

میرے دوستو! عقیدہ توحید اسلام کی بنیاد ہے اور اگر بنیاد کمزور ہوگی تو باقی اسلام کی عمارت مضبوط نہیں ہے اور عقیدہ توحید کمزور ہوا تو نہ کسی عبادت کی ضرورت ہے، اور نہ کسی عمل کی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عمل قابل قبول نہ ہوگا، اس لئے عقیدہ توحید کو مضبوط بنانے کیلئے ہم اس اہم موضوع کو شروع کریں گے۔

عقیدہ توحید حصول جنت کا ذریعہ:

میرے بھائیو! عقیدہ توحید انسان کی جنت کا ذریعہ بن سکتا ہے اگر صحیح معنی میں خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے سچے دل سے اس کو مانا جائے اور مان کر پھر اعمال صالحہ کریں گے تو اعمال قبولیت والے بنیں گے اور جب اعمال قبول ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی جنت انسان کی منتظر ہوگی۔

میرے بھائیو! آپ سجدے کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، حج کرتے ہیں، نیکیاں کرتے ہیں ساری زندگی جنت کیلئے مارے مارے پھرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے، لیکن آپ کے قلب میں ایک چیز کی کمی ہوگئی کہ آپ کو..... لا الہ الا اللہ..... کے معنی کا ہی پتہ نہ چلا..... لا الہ الا اللہ..... کی حقیقت سے واقفیت نہ ہوئی۔ اپنے عملوں سے شرک ہی کرتے رہے اور کلمہ بھی پڑھتے رہے کہ آپ کو پتہ ہی نہ چلا کہ اس ساری عبادت کا کوئی پتہ نہیں۔

جس طرح ایک کھلیان کو آگ لگا دی جائے تو وہ راکھ ہو جاتی ہے تو اس راکھ کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، جس طرح وہ ہے اور اسی طرح شرک کی آگ عملوں کو لگتی ہے اور عمل اسی طرح راکھ بن جاتے ہیں، کوئی عمل قابل قبول نہیں ہوتا۔

شرک کا معنی و مفہوم:

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم لوگ شرک کے معنی کو سمجھیں کہ شرک کا معنی کیا

ہے؟ اور پیغمبر اسلام ﷺ نے اس معنی کے بنیاد پر کتنا عظیم کام دنیا کے سامنے کیا ہے۔

میرے دوستو!

ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے، ہر نبی نے بات شروع کی..... لا..... سے، ہر نبی نے یہی کہا..... لا الہ الا اللہ..... یہ کلمہ جو لا الہ الا اللہ ہے، یہ ہر نبی کا مشترک ہے..... لا الہ الا اللہ..... کے سوا کوئی کلمہ نہیں تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ نام بدلتے رہے اور اگر حضرت آدم علیہ السلام تھے تو.....

لا الہ الا اللہ آدم صلی اللہ

لا الہ الا اللہ نوح نبی اللہ

لا الہ الا اللہ ابراہیم خلیل اللہ

لا الہ الا اللہ اسماعیل ذبیح اللہ

لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ

لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ

نام بدلتے رہے، لیکن کسی نبی کے کلمے کا پہلا حصہ نہیں بدلا۔ یہاں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک برگزیدہ جماعت کو اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے۔

کبھی اصحاب مدین کی طرف نبی آتے ہیں

کبھی کنعان کے علاقے کی طرف نبی آتے ہیں

کبھی بنی اسرائیل کی طرف نبی آتے ہیں

کبھی نمرود کا مقابلہ کرنے کیلئے نبی آتے ہیں

کبھی فرعون کا مقابلہ کرنے کیلئے پیغمبر پرچم تو حید اٹھاتے ہیں

کبھی قوم ثمود، قوم عاد، کی طرف نبی آتے ہیں

اور جابر سلطنتوں سے بھی پیغمبروں کو پالا پڑا ہے

چاہئے تو یہ تھا کہ کسی بڑے کیلئے کلمہ اور ہو جائے، کوئی چھوٹا ہو اس کیلئے کلمہ کم

کر دیا جاتا، لیکن جتنے نبی آئے کلمہ کیا تھا..... لا الہ الا اللہ..... ہر قوم کے مقابلہ میں تھا، ہم بھی لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتے ہیں..... لا الہ الا اللہ..... اللہ تعالیٰ کے سوا الہ کوئی نہیں، یہ معنی ہے اور ہم نے یہ معنی سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا الہ کوئی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، کسی پتھر کی مورت کو سجدہ نہیں ہو سکتا، ہم نے الہ کا معنی صرف پتھر کی مورت سمجھا..... لا الہ..... اللہ کے سوا الہ کوئی نہیں، یعنی اللہ کے سوا کسی پتھر کی مورت کو سجدہ نہیں ہو سکتا، ہم نے الہ کا معنی صرف یہ سمجھا کہ اور یہ سمجھ کر ہم خوش ہو گئے کہ حضور ﷺ سے پہلے لوگ پتھر کی مورتوں کو سجدہ کرتے تھے، ہم تو نہیں، اس لئے لا الہ الا اللہ کا یہی مفہوم ہے، کہ پتھر کی مورت کو سجدہ نہ کرو اور وہ ہم کر نہیں سکتے، اب اس کا دور نہیں رہا۔ اس لئے اب اس کا مفہوم یہ نہیں ہے، یہ کوئی بات نہیں ہے، ہم نے یہ نہ جانا کہ پتھر کی مورت سے سخت ہم شرک کر رہے ہیں۔

شرک کے متعلق ارشادات نبوی:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مبادا وہ وقت آجائے کہ لوگ شرک کے اندر مبتلا ہو جائیں گے اور اس کو پتہ نہ چلے گا کہ ہم شرک کر رہے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ شرک ایسے چلے گا کہ جس طرح چیونٹی چلتی ہے اور اس کی چال کا پتہ نہیں چلتا۔ اس طرح شرک کا بھی پتہ نہیں چلے گا۔ شرک اتنا بڑا جرم ہے کہ دیکھئے..... لا الہ الا اللہ.....

ایسے فلسفے کی ضرورت نہیں:

آج یہی سب سے بڑا فلسفہ ہے کہ مولوی صاحب آپ تقریر میں کوئی ایسی بات نہ کریں کہ جس سے کسی کا دل دکھ جائے، مجھے بتائیں کہ پیغمبروں نے بات لا سے شروع کی تھی تو بتاؤ کہ مکے کے مشرکوں کا دل دکھایا نہیں دکھایا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب نمرود کے خلاف لا کی تلوار اٹھائی تھی تو نمرود کا دل دکھایا نہیں؟ نمرود کے مقابلہ میں جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے تھے اور

فرعون کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے تھے تو انہوں نے اس لا کی تلوار کو آگے کیا تھا ان کا دل دکھاتا تھا یا نہیں دکھاتا تھا۔

انہوں نے نبیوں کو گھروں سے نکالا تھا یا نہیں نکالا تھا، انہوں نے پیغمبروں کو برا کہا تھا یا نہیں کہا تھا۔ اگر نبی ایسی بات نہ کرے کہ جس سے دل دکھ جائے تو یہ توحید کا کلمہ دنیا میں کبھی بلند نہ ہوتا۔ توحید کی آواز کبھی بلند نہ ہوتی..... لا الہ الا اللہ..... اللہ کے سوا الہ کوئی نہیں، شروع لا سے کیا ہے، کوئی نہیں، اس لا سے دل دکھتا ہے، دل ان کا دکھتا ہے کہ جن کے دل بتوں کی آماج گاہ بن چکے ہوں، جن کے دل بتوں سے آباد ہیں جب لا آتا ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے ان کو دکھ ہوتا ہے یہ لا ہے۔

شرک کی اقسام:

میرے دوستو!

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور سب سے بڑی نیکی توحید ہے، اس کی تھوڑی سی تفصیل میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔

شرک چار اقسام پر ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک شرک کی چار قسمیں ہوئی ہیں۔ چار طرح کا شرک رہا۔ لیکن جو شرک کرنے والے تھے وہ ایک ہی طرح کے رہے۔ شرک چار طرح کا تھا یعنی شرک اپنی کیفیت اور حالت بدلتا رہا، لیکن جو شرک کرنے والے تھے شرک، ان کا ذہن نہیں بدلا، آج تک نہیں بدلا، مشرک کی ذہنیت شروع سے ایک ہی رہی ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد یوں کرتے تھے۔ ایک بات ان کے ذہن میں رہی۔

مشرک کا ذہن ایک ہے:

اگر کسی کو کہو کہ شرک نہ کرو، وہ کہتا ہے کہ میرے آباؤ اجداد یوں کرتے تھے ہر دور میں شرک کی کیفیت بدلتی رہی، مشرک کا ذہن ایک رہا۔ شرک پیدا کہاں سے ہوتا ہے، شرک پیدا ہوتا ہے اس دور میں، نیک آدمیوں کا نام لے لیکر، اور بدعت پیدا ہوتی

ہے نیکی کا نام لیکر۔

شرک پیدا ہوگا۔ یہ نیک آدمی ہے، اگر کسی قبر پر سجدہ ہو جائے تو کیا ہوگا۔ آدمی تو ٹھیک ہے، نیک آدمی کا نام لیا، اس بے چارے نیک آدمی کا تو قصور کوئی نہیں، اس اللہ تعالیٰ کے ولی کا تو قصور کوئی نہیں، اس اللہ تعالیٰ کے ولی کی بات تو کوئی نہیں، وہ تو ساری زندگی شرک کی جڑوں کو کاٹتا رہا، لیکن آج جب وہ فوت ہو گیا، تو اس کی قبر پر اس کی تعلیمات کا مذاق اڑاتے رہو اور اس کی ساری زندگی کی تحریک پر پانی پھیرتے رہو اور اگر کوئی روکے تو کہتے ہو کہ تم تو اس کو مانتے ہی نہیں، انہوں نے سمجھا کہ ماننے کا ذریعہ یہی ہے کہ اس کی قبر پر سجدہ کرو، نیک آدمی کا نام لیا اور شرک پیدا ہوا، اور بدعت پیدا ہوتی ہے نیکی کا نام لیکر، کہ یہ نیکی ہے ثواب ہے، اس میں حرج کیا ہے؟ نیکی کا نام لیا اور بدعت پیدا ہو گئی۔

نیک آدمی کا نام لیکر غلط طریقہ اپنایا، شرک پیدا ہوا، میں اس کی تفصیل عرض کروں گا، تاکہ یہ بات آپ کے ذہن نشین ہو جائے۔

شرک کی چار اقسام:

میرے دوستو!

شرک کی کیفیت چار طرح کی ہے، شرک چار طرح کا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے صحیح معنی میں، باضابطہ طور پر شرک کی ابتداء ہوئی۔ شرک نتیجہ ہوتا ہے جہالت کا، ہر چیز کا کوئی نہ کوئی ماخذ ہوتا ہے، میں سیرت کی کتاب پڑھتا ہوں اس کا ماخذ ہے کہ میں مولانا شبلی نعمانی کی سیرت النبی دیکھوں، وہ میرا ماخذ ہے، یعنی اصل چیز وہ ہے میں وہاں سے حاصل کرتا ہوں۔ آپ لوگ اسلام کا مطالعہ کرنا چاہیں، تو آپ کا ماخذ اس کی کوئی بڑی کتاب ہوگی۔ شرک کا ماخذ کیا ہے؟

شرک کا ماخذ ہے جہالت، شرک کا ماخذ ہے لاعلمی، شرک کا ماخذ ہے لادانستگی، شرک کا ماخذ ہے ان پڑھ ہونا، بچپن سے ہی، یہ شرک کا ماخذ ہے، شرک سیکھنے کیلئے کہیں

جانا نہیں پڑتا، دنیا میں شرک کا کوئی سکول قائم نہیں ہوا کہ وہاں شرک سکھایا جاتا، شرک جاہل لوگوں کی فطرت میں داخل ہوتا ہے جہالت کا خاصہ شرک ہے۔

میرے دوستو! اب آپ شرک کی کیفیت سمجھیں، تاکہ آپ کو صحیح معنی میں یہ پتہ چلے کہ شرک کہتے کس کو ہیں؟ آخر قرآن سارے کا سارا بھرا پڑا ہے ہر جگہ قرآن کہتا ہے کہ شرک نہ کرو، شرک نہ کرو، یہ بلا کیا ہے کہ جس سے قرآن روکتا ہے، نبی روکتا ہے، ساری دنیا کے صلحاء روکتے ہیں وہ ہے کیا؟

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں، اللہ تعالیٰ کے نبی نے قوم کو بلایا اور بلا کر کہا کہ تم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، سورۃ نوح میں یہ سارا واقعہ موجود ہے..... قال یا قوم اعبدوا للہ مالکم من الہ غیرہ..... اے لوگو! اللہ کو پکارو، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، یہ بات انہوں نے ساڑھے نو سو سال تک کہی، ساڑھے نو سو سال میں کل ۸۴ آدمیوں نے ان کا کلمہ پڑھا۔ ساڑھے نو سو سال میں کل ۸۴ آدمی ایمان لائے۔

اور ساڑھے نو سو سال تک پیغمبر یہی کہتے رہے کہ..... لا الہ الا اللہ..... اللہ کے سوا الہ کوئی نہیں، وہ قوم آگے سے کیا کہتی تھی؟ تم کہتے ہو کہ الہ کوئی نہیں ہمارے تو آباؤ اجداد کہتے تھے کہ اللہ کے سوا اور الہ ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کا شرک:

ان کے زمانے میں پانچ بڑے بزرگ فوت ہو گئے تھے۔ انہوں نے ان کے نام پر پانچ مجسمے بنائے تھے، جن کا ذکر قرآن میں ہے، ود، سواع، یغوث، یعوق نصر، یہ پانچ مجسمات تھے، ان کو چوکوں میں کھڑا کر دیا اور قوم خدا کو نہیں مانتی تھی ان پانچ کی عبادت کرتی تھی۔

نبی ان پانچ دروازوں سے امت کو ہٹانے کیلئے آئے تھے۔ تو دیکھو کہ شرک کی پہلی کیفیت کیا ہے؟ کہ نیک آدمی کی شکل کا مجسمہ بنا کر کھڑے کر دیئے اور اپنے مالک حقیقی کو نہ پہچانا، اور ان پانچ مورتوں کو سجدہ کرتے تھے، نیک آدمی کا نام لے کر۔

دور ابراہیمی کا شرک:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دور آیا تو ان کے زمانے میں مشرک کی ذہنیت میں ترقی آ گئی، تو ان کے زمانے میں باقاعدہ خداؤں کی دکانیں تھیں، رب واڑے بنائے ہوئے تھے۔ ایک بہت بڑا رب واڑہ تھا۔ جو خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تھا آزر۔

قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا ذکر ہے..... واذ قال ابراهيم لابيه آزر..... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا..... ما هذه التماثيل التي انتم لها عاكفون..... ابا جان ان مورتیوں کا طواف کیوں کرتے ہو، یہ کچھ بھی نہیں کر سکتی۔

پیغمبر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے، اس کو یہ نہیں ہوتا میرا باپ کیا کہے گا؟ میری قوم کیا کہے گی؟ میری بستی والے کیا کہیں گے؟ میرے شہر کے لوگ کیا کہیں گے۔ نبی اپنے ذمے لگائے گئے ہر کام کو علی الاعلان کہہ دیتا ہے یہی نبی کا کمال ہوتا ہے۔

اس قوم نے چھوٹے چھوٹے خدا بنا کر باقاعدہ رکھے ہوئے تھے، جس کی مرضی ہوتی اس کو اٹھا کر لے جاتا اور صبح اس کو اسے سجدہ کرتا، بڑے بڑے خداؤں کے ڈھانچے انہوں نے رب واڑے میں بنائے ہوئے تھے، اور ان کو وہاں آ کر اکٹھے ہو کر سجدہ کرتے، یہ دوسری قسم کا شرک تھا۔

ایک شرک کی یہ کیفیت تھی کہ ایک حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کا شرک تھا۔ ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کا شرک تھا، شرک کو روکنے والا پیغام ایک ہی تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا پیغام تھا..... لا اله الا الله

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیغام تھا..... لا اله الا الله

یہ دو حیثیتیں ہیں شرک کی۔

عیسائیوں کا شرک:

حضور ﷺ کا زمانہ آیا۔ درمیان میں شرک کی بڑی کیفیتیں تھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لوگوں نے خدا کا بیٹا کہا۔ یہ بھی شرک تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے جسم کا ٹکڑا کہا یہ بھی شرک تھا۔

میرے دوستو! ایک کیفیت یہ بھی تھی۔ آگے چل کر میں اس کی علیحدہ حیثیت بتاتا ہوں۔ یہ جو بت بنا کر علیحدہ پوجنے والے ان کی حیثیت علیحدہ تھی۔

دور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرک:

حضور ﷺ کا زمانہ آیا تو ان لوگوں نے جب شرک کرنا شروع کیا تو ۳۶۰ خدا بنا کر اللہ تعالیٰ کے گھر میں رکھ دیئے۔ خانہ کعبہ میں، وہ خانہ کعبہ کے جو بتوں کو مٹانے کیلئے بنایا گیا تھا، وہ خانہ کعبہ کہ جو توحید کو بلند کرنے کیلئے تھا، جس خانہ کعبہ کو آباد کرنے کیلئے نبیوں کو بھیجا گیا تھا، اسی کعبہ میں ۳۶۰ خدا بنا کر کھڑے کر دیئے، ڈھٹائی دیکھو، ان کی جرات دیکھو، ۳۶۰ خدا بنا کر کعبے کے اندر سجا دیئے اور ساری زندگی ۳۶۱ نہیں کئے، نہ ۳۵۹ کئے، یعنی جتنے خدا بنا دیئے اتنے رہے، ایک کا اضافہ نہ ہوا۔ ایک کی کمی نہیں ہوئی، لیکن آج ہمارے خداؤں کی تعداد کا بھی پتہ نہیں کہ ہم نے کتنے بنا دیئے؟ انہوں نے تو ۳۶۱ نہیں کئے یہ تیسری کیفیت تھی۔

مشرکین موحدین بنے:

حضرت ابوذر داء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دور میں دور دور کی بستیوں کی شرک کی کیفیت اور طرح کی تھی وہ سماعت فرمائیں!

مولانا عبدالسلام ندوی رحمہ اللہ نے اسوہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تفصیل سے یہ لکھا ہے کہ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے ابھی کلمہ نہیں پڑھا تھا، ہماری بستی میں شرک کی یہ کیفیت تھی کہ ہماری بستی میں ایک بت بنا کر چوک میں کھڑا کیا گیا تھا، صبح اس چوک میں

جا کر لوگ اس کو سجدہ کرتے اور کہتے کہ اب ہماری مرادیں پوری ہو جائیں گی۔ ہم نے اس بت کو سجدہ کر دیا ہے۔

صحابی کہتے ہیں کہ ایک دن ہم نے دیکھا کہ اس چوک میں صبح دنیا جمع ہوئی دیکھا تو ہمارا خدا ہی کوئی نہیں، بڑے پریشان ہوئے کہ ہمارا خدا کہاں گیا۔ اغوا ہو گیا یا اس کو یہاں سے کوئی اٹھا کر لے گیا۔ بڑی پریشانی رہی، تین چار دن تک ساری قوم پریشان رہی کہ خدا کہاں گیا۔

کسی نے بتایا کہ تمہارے خدا کو ایک آدمی یہاں سے اٹھا کر باہر کھیتوں میں پھینک آیا ہے، کہنے لگے کہ ہم سب اکٹھے ہو کر گئے اور وہاں سے اپنے خدا کو اٹھا کر لائے، اس کو لا کر صاف کر کے پھر وہیں کھڑا کر دیا گیا۔ اب جہالت دیکھو کہ مانتے اس کو خدا ہیں، یہ جہالت ہی ہے کہ ایک آدمی خدا کو اٹھا کر لے جاتا ہے اور یہ اس سے بچ نہیں سکتا، وہ تمہاری بگڑیوں کو کیسے بنائے گا، یہ جہالت تھی۔

کہنے لگے کہ تین دن کے بعد پھر دیکھا کہ خدا پھر غائب ہے، چنانچہ کافی پریشانی رہی تو ہم نے دیکھا کہ گاؤں کے درمیان میں جو گندے پانی کا تالاب تھا وہ تھوڑا سا خشک ہوا تو اس میں ہمیں اپنے خدا کا سر نظر آیا، تو ہم نے جا کر اٹھایا، ہم بڑے پریشان ہو گئے کہ کون ایسا ظالم تھا کہ جو ہمارے خدا کو اٹھا کر گندے نالے میں پھینک آیا تھا، اور اب ہمارا خدا اس میں ڈوب گیا ہے۔

قوم کی جہالت دیکھو، کہ یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی کہ جو خود ڈوب گیا وہ ہمیں کیسے تارے گا؟ لیکن وہ ڈوبا ہوا ہے۔ سر دیکھا، اس کو نکالا، دھویا اور لا کر پھر کھڑا کر دیا، کہنے لگے کہ جب تیسری مرتبہ گم ہوا تو ہم نے دوسرے ہی دن دیکھا کہ وہ خدا ایک کوڑا کرکٹ کے اوپر پڑا ہے اس کی ٹانگیں کسی نے اوپر کر رکھی ہیں سر نیچے کر رکھا ہے اور اس کے سر کے اوپر کھڑے ہو کر ایک کتا پیشاب کر رہا ہے، ہم نے یہ دیکھا، کتا پیشاب کر رہا ہے ان کے اس من گھڑت خدا کے منہ میں۔

جب اس کیفیت کا لوگوں کو پتہ چلا تویرانے بزرگ کہنے لگے کہ یہ ہمارا خدا ہی

ہے، لیکن جوئی نسل کے جوان تھے انہوں نے کہا کہ ہم نے تین دفعہ اس خدا کو دیکھا ہے تو اتنا لاچار ہو گیا ہے کہ یہ کسی کا کچھ کر نہیں سکتا، کبھی یہ ڈوب رہا ہے، کبھی اس کو پھیکا چار رہا ہے، کبھی اس کے منہ میں کتا پیشاب کر رہا ہے، تم ہمیں کیا منواؤ گے۔ ہم اسے خدا نہیں مانتے، حضرت لوح علیہ السلام کے زمانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی بات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ..... لا الہ الا اللہ..... ان پر ظاہر ہو چکا تھا، اس کلمہ کی وجہ سے ان کو بات سمجھ میں آ گئی، ساری بستی والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ لیا۔

ایک صحابی کہتے ہیں کہ اسی طرح ہماری بستی میں رائج تھا کہ ہم ایک پتھر کی مورت بناتے اور اس کو جیب میں رکھ لیتے۔ صبح سے شام تک کام کرتے اور جب کوئی پریشانی آتی تو مورت کو نکال کر سامنے رکھ لیتے، اسی کو سجدہ کرتے، اسی کو پکارتے۔

آدھی رات کے وقت ہماری بستی میں کسی قوم نے شب خون مارا، ہماری بستی پر دوسری بستی والوں نے حملہ کیا، ہم بستی سے نکل کر بھاگے، باہر نکلے صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ ہم خدا کو پیچھے چھوڑ آئے، کئی نے کہا کہ ہم پیچھے سے خدا لے آئیں، کہیں ناکامی نہ ہو جائے، انہوں نے کہا کہ چھوڑو، اگر ہم واپس جاتے ہیں تو قوم واپس آ جاتی ہے، صبح کو مشورہ کیا کہ اب خدا تو ہے کوئی نہیں تو ہم کیا کریں، انہوں نے مشورہ میں ملے کیا کہ ہم عارضی خدا بنا لیتے ہیں یہاں پر، آٹا موجود ہے اس میں پانی ڈالو اور ہر آکھی اپنے اپنے حصے کا خدا بنائے اور پھر تمام لوگوں نے چھوٹے چھوٹے خدا بنا کر اس کو دھوپ میں رکھ دیا۔

اب لوگ انتظار کر رہے ہیں کہ قافلہ جانے والا ہے، لیکن خداؤں کے خشک ہونے کا انتظار کرنے لگے کہ یہ خدا دھوپ میں خشک ہو جائیں، کافی دیر انتظار کیا خشک ہونے کا، جب خدا خشک ہو گئے ان کو اٹھایا جیب میں ڈالا اور چل پڑے۔

کہنے لگے کہ ہم نے تعاقب کیا جنگ کی کچھ ان کے مرے کچھ ہمارے مرے، تو ہم واپس آئے جس جگہ ہم نے خدا بنائے تھے اسی جگہ پر ہمارا آٹا ختم ہو گیا اب کیا کریں انہوں نے کہا کہ خدا تو وہاں موجود ہیں یہ تو عارضی ہیں، انہوں نے خداؤں کو پتھر

سے کوٹا اور کوٹ کر آٹا بنایا اور آٹے میں پانی ڈالا اور روٹی پکا کر کھا گئے۔
 قوم کو دیکھو، مانتی خدا ہے، ان باتوں کا کیا علاج کیا جائے، تو روٹی پکا کر
 خداؤں کی کھا گئے اور ایسی عجیب قوم تھی کہ خداؤں کو پچا گئی۔ خدا پچاؤ بھی قوم دنیا نے
 دیکھی، خدا ہضم ہو گئے۔

جب وہاں پہنچے تو سارا واقعہ پرانے بزرگوں کو سنایا کئی لوگ عقل مند نکلے کہ
 اگر یہ خدا سچے ہوتے تو تمہارے پیٹ میں بیماری پڑ جاتی، تم نے خداؤں کو ہضم کر لیا یہ خدا
 نہیں ہو سکتے۔ صحابی کہتے ہیں کہ اسی بات کی وجہ سے ساری بستی کے لوگوں نے حضور ﷺ
 کا کلمہ پڑھ لیا۔

مشرکین کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف:

یہ دیکھو کہ یہ ایک شرک کی کیفیت ہے، لیکن ایک بات ذہن میں رکھیں کہ
 ہمارے بعض لوگوں کے ذہنوں میں آتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں چلے گئے، حج کرنے چلے،
 جنت مل گئی، یہ بات نہیں، جنت ملتی ہے عقیدے سے، عقیدہ ٹھیک ہوگا، مکہ مکرمہ میں
 ابو جہل کو حضور ﷺ کی نمازوں سے اختلاف نہیں تھا۔ اگر حضور ﷺ صرف نمازیں
 پڑھتے رہتے تو ساری زندگی ابو جہل پیغمبر کو کچھ بھی نہ کہتا، نمازوں سے اختلاف نہیں تھا،
 نبی کے روزے سے اختلاف نہیں تھا، پیغمبر کے حج سے اختلاف نہیں تھا، نبی کے زکوٰۃ
 دینے سے اختلاف نہیں تھا۔

اختلاف تھا..... لا الہ الا اللہ..... سے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کچھ کر ہی نہیں

سکتا۔

میرے دوستو!

وہ ابو جہل، وہ عتبہ اور شیبہ جو مکہ میں رہتے تھے۔ خانہ کعبہ میں رہتے تھے۔ نبی
 ﷺ کا چہرہ دیکھتے تھے۔ خانہ کعبہ کے طواف بھی کرتے تھے، صفا و مروہ پر بھاگتے بھی
 تھے۔ صبح و شام نبی ﷺ کو دیکھتے بھی تھے، لیکن اس کے باوجود قرآن مجید کہتا ہے.....

اولنک کا الاعمامل ہل ہم اضل..... یہ تو جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل و رسوا ہیں، یہ تو جانوروں سے بھی زیادہ خراب ہیں، اس لئے کہ ان کا ایمان..... لا الہ الا اللہ..... پر نہیں ہے، نماز کی بات نہیں، روزے کی بات نہیں، حج کی بات نہیں، یہ تو ساری چیزیں بعد کی ہیں، اختلاف ان کا..... لا الہ الا اللہ..... سے تھا۔ جب تک ہم اس..... لا الہ الا اللہ..... کو اپنے قلب و جگر میں اس معنی کے ساتھ نہیں رکھتے جس معنی کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رکھا اس وقت تک

ہماری نمازیں کوئی نمازیں نہیں
ہمارے روزے کوئی روزے نہیں
ہمارے حج کوئی حج نہیں

اہل سنت کون؟

میرے دوستو! اکیسویں پارے میں قرآن کہتا ہے..... واذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین..... مکے کا مشرک جب کشتی میں سوار ہوتا ہے، کشتی دریا کے درمیان میں جا کر ڈوبنے لگتی ہے تو مکے کا مشرک کہتا ہے..... سچے دل سے کہتا ہے کہ اے اللہ اس کشتی کو تیرے سوا بچانے والا کوئی نہیں، قرآن کہتا ہے کہ مکے کا وہ مشرک جو ۳۶۰ خداؤں کو پوجتا تھا، بتوں کو پوجتا تھا، لیکن کشتی میں بیٹھ کر اس کو سچا خدا یاد آ جاتا تھا۔

لیکن آج کے مشرک کو دیکھو کہ شرک بھی کرتا ہے اور کلمہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھتا ہے اور کشتی میں بیٹھ کر اس کو خدا یاد نہیں آتا وہ کہتا ہے
عبداللہ الحق بیڑہ دھک

وہ کہتا ہے.....

معین الدین چشتی
لگا دے پار کشتی

وہ کہتا ہے.....

یا پیر دہلیگیر

کشتی پار لگا دے

اس بات کی تردید ہو تو کہتے ہیں کہ فرقہ واریت کی بات ہے، یاد رکھو! یہ کوئی فرقہ واریت نہیں، ہر سنی کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کشتیوں کو نہیں بچاتا، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بگڑی نہیں بنا سکتا، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں، کوئی مشکل کشا نہیں۔

جس کا یہ عقیدہ نہ ہو وہ کروڑوں دفعہ اپنے آپ کو اہل سنت کہے، وہ جھوٹ بولتا ہے، اہل سنت نہیں ہو سکتا، اپنے عقیدے کی اصلاح کرو، اپنے عقیدہ کی جانچ رکھو کہ ہمارا عقیدہ ہے کیا؟ لا الہ الا اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ الہ کا معنی کیا ہے؟
الہ کا معنی پتھر کی مورت نہیں کہ لا الہ الا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پتھر کی مورت سجدے کے لائق نہیں، الہ کے دس معنی ہیں!

الہ کا معنی ہے کہ	جس کو مشکل کشا بنایا جاسکے
الہ کا معنی ہے کہ	جس کو حاجت روا کہا جاسکے
وہ چیز کہ	جس کو عالم الغیب بتایا جاسکے
وہ چیز کہ	جس کو مختار کل کہا جاسکے
وہ چیز کہ	جس کو نفع نقصان کا مالک بنایا جاسکے
وہ چیز کہ	جس کو متصرف فی الحاجت مانا جاسکے
وہ چیز کہ	جس کو ہر جگہ موجود مانا جاسکے
وہ چیز کہ	جس کو ہر جگہ کا علم رکھنے والا مانا جاسکے
وہ چیز کہ	جس کے پاس ذرے ذرے کا علم ہو

اس کو کہتے ہیں الہ، جب ہم کہتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ کے سوا الہ کوئی نہیں، تو خود

بخود اس کا معنی آ گیا کہ

اللہ کے سوا مشکل کشا بھی کوئی نہیں

حاجت روا بھی کوئی نہیں

نفع و نقصان کا مالک بھی کوئی نہیں

بگڑی بنانے والا بھی کوئی نہیں

مختار کل بھی کوئی نہیں

عالم الغیب بھی کوئی نہیں

ہر جگہ موجود بھی کوئی نہیں

ہر چیز کو دیکھنے والا بھی کوئی نہیں

الا الہ..... مگر اللہ، اللہ ہی ہے، جو ہر چیز کا مالک ہے..... اللہ ہی ہے کہ جو

مشکل کشا ہے..... اللہ ہی ہے کہ جو حاجت روا ہے..... اللہ ہی ہے کہ جو نفع و نقصان

دینے والا ہے۔

داتا کون؟

بعض لوگ غلط فہمی کی وجہ سے کہہ دیتے ہیں کہ علی مشکل کشا ہے، یہ شرک ہے،

ہم غلط فہمی کی وجہ سے کسی ولی کو کہہ دیتے ہیں کہ یہ ہمارا داتا ہے، یہ کہنا شرک ہے۔

اس لئے کہ داتا فارسی زبان کا لفظ ہے فارسی میں داتا کا معنی ہے دینے والا،

حضور مصلیٰ اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں..... انما انا قاسم واللہ يعطی..... میں تقسیم کرنے والا

ہوں، دینے والا اللہ ہے۔ حضرت نبی کریم مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کا داتا تو اللہ تعالیٰ ہے، حضرت ابراہیم

علیہ السلام کا داتا تو اللہ تعالیٰ ہے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا داتا تو اللہ تعالیٰ ہے، حضرت

یحییٰ علیہ السلام کا داتا تو اللہ تعالیٰ ہے، ہر پیغمبر کا داتا اللہ تعالیٰ ہے، تو تیرا میرا داتا کوئی بندہ نہیں

ہو سکتا۔

ہاں خواجہ سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اتنی بڑی ہستی پاکستان میں گزری ہے، ان کی

کتاب کشف المحجوب اٹھاؤ، ان کی کتاب میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا داتا کوئی نہیں،

ان کی کتاب کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا مالک کوئی نہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا مشکل کشا کوئی نہیں۔

وہ ولی جو ساری زندگی جنگلوں کا سفر کرتا رہا، جو در در پر کلمے کی صدا بلند کرتا رہا، اس کے فوت ہو جانے کے بعد آج تم اس کی قبر پر کہو کہ یہ داتا ہے، یہ مشکل کشا ہے۔

آج اگر خواجہ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ دنیا میں تشریف لے آئیں ان کی جنگ یہودیوں سے نہ ہو، ان کی جنگ عیسائیوں سے نہ ہو، ان کی جنگ خود تمہارے ساتھ ہو کہ ان کا نام لے کر خود ان کی کتابوں کو بگاڑ دیا، ان کی تعلیمات کو بگاڑ دیا ان کی ساری زندگی کی کوشش پر پانی پھیر دیا۔

توحید اسے کہتے ہیں:

توحید اسی کو کہتے ہیں آپ نے کبھی سوچا کہ ہر نماز میں سجدہ کیوں ہے؟

تہجد میں سجدہ

اشراق میں سجدہ

چاشت میں سجدہ

عیدین میں سجدہ

نوافل میں سجدہ

پانچ وقت کی نمازوں میں سجدہ

لیکن ایک نماز ہے کہ جس میں سجدہ نہیں، کون سی نماز ہے؟ (جنازہ) اس حقیقت پر کبھی غور کیا کہ جنازے میں سجدہ کیوں نہیں اور تین اوقات میں سجدہ نہیں۔ مثلاً

☆ سورج چڑھنے لگا ہے، سورج چڑھ رہا ہے اس وقت سجدہ نہ کر۔

☆ زوال کا وقت ہے کہ دوپہر کو سورج عین سر پر ہے تو اس وقت سجدہ نہ کرو۔

☆..... مغرب کا وقت ہے، غروب کا وقت ہے سجدہ نہ کرو۔

کیوں؟ کہ جس وقت سورج چڑھتا ہے ڈھلتا ہے، غروب ہوتا ہے تو سورج کو خدا کہنے والے اس وقت سجدہ کرتے ہیں۔ اے اللہ! میں نے تو کلمہ تیرا پڑھا ہے تیرے نبی کا پڑھا ہے، اگر میں ان اوقات میں سجدہ کروں گا تو میں تو سورج پرست نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو تو سورج پرست نہیں، دیکھنے والا کہیں یہ نہ سمجھے کہ تو سجدہ سورج کو کر رہا ہے۔ اسی شک کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے دربار میں سجدہ کرنے سے روک دیا کہ مجھے بھی اس وقت سجدہ نہ کر، ان تین اوقات میں مجھے بھی سجدہ نہ کر، کیوں؟ شک نہ پڑ جائے کہ کہیں تو بھی ان میں سے ہو۔

جنازہ میں سجدہ کیوں نہیں؟

اور اس کے بعد جنازہ پڑھتے ہیں، جنازہ سامنے رکھا ہے، ایک حقیقت یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ بعض لوگ پیر کی قبر پر جا کر کہتے ہیں کہ پیر جی میری بگڑی بنا دے، میری مشکل حل کر دے، میری پریشانی دور کر دے، یہ کہنا شرک ہے۔
بزرگ فوت ہوتے ہیں کہ نہیں ہوتے؟ (ہوتے ہیں) پیر اور اللہ تعالیٰ کے ولی فوت ہوتے ہیں کہ نہیں ہوتے؟ (ہوتے ہیں) لیکن جب کوئی بزرگ فوت ہوتا ہے اس کیفیت کا پتہ ہے؟

اب بزرگ فوت ہو گئے، اب ان کی آنکھیں کھلی ہیں، ان کی آنکھیں تجھے بند کرنی پڑیں گی، یعنی وہ بزرگ فوت ہونے کے بعد تیرا محتاج ہے کہ تو ان کی آنکھیں بند کرے۔ اب وہ تیرا محتاج ہے کہ تو اس کو غسل دے، اس کے لئے پانی لائے، پیری کے پتے ڈالے، پانی گرم کرے، اس کو تختے پر لٹائے، وہ بزرگ تیرا محتاج ہے۔

ہائے وہ بزرگ تیرا مشکل کشاء ہوتا، تیرا حاجت روا ہوتا، آج کپڑے اتارنے میں تو تیرا محتاج نہ ہوتا۔ وہ خود اٹھ کر غسل تو کر لیتا۔ وہ خود اٹھ کر نہا تو لیتا۔ وہ خود اٹھ کر کفن کو پہن لیتا۔ لیکن نہیں وہ تیرا محتاج ہے، اللہ تعالیٰ دکھا رہا ہے، تجھے سبق پڑھا رہا

ہے، غسل دینے والے یہ خود تیرا محتاج ہے، کہیں اس کے قبر میں جانے کے بعد سجدہ نہ کرنا، یہ خود تیرا محتاج ہے۔ قبر میں جا کر تو اس کا محتاج کیسے بن جائے گا؟

سچے اہل سنت بنو:

میرے دوستو!

شرک کی ایک قسم یہ ہے وہ بڑی سخت اور بھاری ہے۔ وہ شرک کی ایک قسم آج کل رائج ہے۔ مکے کا مشرک اور حضور ﷺ کے دور کا مشرک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور کا مشرک شرک کرتا تھا اپنے آپ کو نبی کا عاشق نہیں کہتا تھا، لیکن آج کا مشرک شرک بھی کرتا ہے اور اپنے آپ کو نبی کا عاشق بھی کہتا ہے اور اگر کوئی روکے تو کہتا ہے تو نبی کو نہیں مانتا، تو ولی کو نہیں مانتا، یہ صرف شرک نہیں یہ منافقت بھی ہے، کہتے ہیں کہ یہ نبی کے گستاخ ہو گئے، کسی پر تنقید مقصود نہیں عقیدہ بتانا مقصود ہے کہ اس ذہنیت کو ختم کرو۔

سچے اہل سنت بنو، جو اہل سنت کا صحیح عقیدہ ہے، یہ جہالت کی وجہ سے ہر آستانے پر سر نہ جھکاؤ، ہر سبز جھنڈے کے نیچے اپنی جبین نیاز کو نہ جھکاؤ، یہ جبین نیاز بڑی قیمتی ہے کہ یہ آستانوں پر جھکانے کیلئے نہیں، وہ ایک دروازہ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور کسی کا دروازہ نہیں۔

ایک شرک کی قسم یہ ہے کہ انہوں نے بنایا شریک پتھر کی مورتیوں کو، نیک بندوں کے مجسموں کو، اور جو کام اللہ تعالیٰ سے لینے کے تھے وہ پتھر کی مورت سے لینے شروع کر دیئے۔ آج وہی کام انہوں نے ولی کی قبروں سے لے لیا۔ وہ پتھر کی مورت کو سجدہ کرتے تھے اور یہ قبر کو سجدہ کرتے ہیں، وہ پتھر کی مورت کا طواف کرتے تھے یہ قبر کا طواف کرتے ہیں، یہ اس سے سخت ہے کہ پتھر تو پتھر ہے کوئی آدمی اس کی اچھائی کیا بیان کر سکتا تھا، لیکن اگر کوئی ولی کو سجدہ کرے تو اگر اس کو کوئی روکے تو فتویٰ بنا ہوا تیار ہے کہ یہ ولی کو نہیں مانتے، یہ نبی کو نہیں مانتے۔۔۔

ہم کہتے ہیں کہ الہ کہتے ہیں حاضر و ناظر کو، الہ کہتے ہیں عالم الغیب کو، الہ کہتے ہیں حاجت روا کو، الہ کہتے ہیں مشکل کشا کو، مختار کل کو۔

اب شرک کسے کہتے ہیں؟ یہ سب صفات صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، اگر یہ صفات مشرکین نے اپنے پتھروں میں مانیں تو وہ مشرک ہو گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کفار نے مانیں تو وہ مشرک ہو گئے، یہی صفات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں لوگوں نے اپنے بتوں میں مانیں تو مشرک ہو گئے۔ آج کے مشرک نے یہی صفات.....

جب نبی میں مانیں
جب ولی میں مانیں
جب قطب میں مانیں
جب ابدال میں مانیں
تو وہ عاشق رسول کیسے بن گیا؟

سخت شرک:

میرے دوستو!

اس حقیقت پر غور کر، شرک کی کیفیت کو دیکھ لے کہ شرک پیدا نیک آدمی کا نام لیکر ہوتا ہے، اس سے گہرا شرک کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا عالم الغیب کوئی نہیں، اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا بھی کوئی بندہ عالم الغیب ہے، چاہے کوئی نبی ہو، اسی کا نام شرک ہے۔

وہ خدا کیسا جس کے ٹکڑے ہوں:

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بہت علم دیا کہ اس کائنات میں حضور علیہ السلام سے زیادہ کسی کو علم نہیں دیا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضور ہیں، خدا نہیں ہیں، نبی نبی ہوتا ہے، خدا نہیں ہوتا، نبی کو نبوت کے مقام پر رکھیں، کئی لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور کا ٹکڑا، میں

نے کہا کہ جس اللہ تعالیٰ کے ٹکڑے ہو جائیں وہ آزر کا خدا ہو سکتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خدا نہیں ہو سکتا۔ وہ خدا ہی کیا کہ جس کے ٹکڑے ہو جائیں، وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور کے ٹکڑے بن کر آ گئے، وہ۔

میرے دوستو! اتنی بات تو مجھے بتائیں کہ نبی اگر اللہ تعالیٰ کے نور کا ٹکڑا ہوں تو موسیٰ علیہ السلام نے طور پہاڑ پر دیکھا تو وہ پہاڑ تجلی برداشت نہ کر سکا اور وہ پہاڑ سرمہ بن گیا یہ حدیث میں موجود ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کا نور اور اس کا ٹکڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تو پھر کچھ بھی نہ ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والوں کو کچھ بھی نہ ہوا۔ وہاں ایک تجلی پڑی اور پہاڑ سرمہ بن گیا اور یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور کا ٹکڑا بن کر کئی سال دنیا میں رہے اور وہاں کچھ بھی نہ ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو، اس حقیقت کو سمجھیں کہ نبی نبی ہوتا ہے خدا نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے عطا کیا:

ایک آدمی مجھے کہنے لگا مانچسٹر میں کہ آپ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں، کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی حاجت روا نہیں، تو اس کا مطلب ہے کہ نبیوں کو خدا نے کچھ نہیں دیا۔

میں نے کہا کہ عقیدہ یہ رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو علم دیا، کتنا؟ جتنا اس نے چاہا اس میں کیا شک ہے، اللہ تعالیٰ نے اتنا علم دیا کہ اس کی حد نہیں، لیکن کتنا دیا؟ جتنا چاہا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو اختیار دیا کتنا دیا کہ جتنا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو کمالات دیئے کتنے دیئے جتنے چاہے۔ اگر نبیوں کو غیب کا علم ہوتا تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے لے جا رہے تھے، ان کو پتہ تھا کہ میرا بیٹا ذبح نہیں ہوگا؟ (نہیں) اگر پتہ تھا تو پھر امتحان کیا؟ یہ تو پھر ڈرامہ ہوا کہ پتہ

تھا کہ ذبح نہیں ہوگا ایسے ہی چھری لیکر چلے گئے۔ معلوم ہوا کہ فیب کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔ پیغمبر کو پتہ نہیں کہ بیٹا ذبح ہوگا کہ نہیں، یہ کوئی نبی کی توہین نہیں ہوتی یہ نبی کا کمال ہے کہ نبی اللہ تعالیٰ کے علم اور وحی کے بغیر بولتا نہیں، یہ نبی کا کمال ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پتہ تھا کہ بیٹا ذبح نہیں ہوگا؟ (نہیں) پھر ہوئے نہیں ہوئے؟ (نہیں) یہ معلوم تھا کہ امتحان ہے، لیکن یہ پتہ نہیں تھا کہ بیٹا نہیں بچے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا، یہ قرآن کا واقعہ ہے۔

کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام عالم الغیب تھے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھاتے تھے، دسترخوان پر بیٹھے، مہمان کیلئے بازار گئے اور ایک بوڑھے کو لیکر آ گئے، کہنے لگے کہ کھانا کھاؤ، کھانا شروع کرنے لگے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ بسم اللہ پڑھو، اس نے کہا کہ میں مجوسی ہوں، میں بسم اللہ نہیں پڑھتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو اٹھا دیا کہ تو بسم اللہ نہیں پڑھتا۔ اٹھ جا میں تیرے ساتھ کھانا نہیں کھاتا۔

ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آ گئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیم ساٹھ سال ہو گئے میں اس بوڑھے کو روٹی دے رہا ہوں، میرا منکر ہے، تجھے ایک دن کھانا کھانا پڑا تو تو نے اسے دسترخوان سے اٹھا دیا۔

کیا نبی مختار کل ہوتا ہے؟

مجھے بتا غیب کا علم نبی کو تھا؟ اگر تھا تو پھر بتاؤ کہ ان کو لائے کیوں؟ پھر لائے تو اس کو دوبارہ اٹھایا کیوں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کے گلے پر چھری چلاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں تھا کہ نہیں کہ چھری چل جائے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام چاہتے تھے کہ چھری چل جائے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی چاہتے تھے کہ چھری چل جائے اور چھری چلانے والا بھی نبی ہے اور چھری سہنے والا بھی نبی ہے۔ چھری کیوں

نہیں چلتی؟

تم کہتے ہو کہ نبی مختار کل ہوتا ہے، یہاں اختیار کہاں ہے؟ بتاؤ؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چھری چلا، چھری چلا رہے ہیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام چھری سہہ رہے ہیں، ان کی نیت ہے کہ چھری چل جائے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نیت ہے کہ چھری چل جائے، لیکن نہیں چلتی، تو معلوم ہوا کہ اختیار کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، جو چھری نہیں چلنے دیتا وہ طاقت اور ہے۔

آرام خالق کے ہاتھ میں ہے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ میری داڑھ میں درد ہے، آرام دے دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ فلاں جنگل میں چلا جا، فلاں بوٹی ہے، وہ بوٹی لیکر اپنے دانتوں پر لگا، آرام آ جائے گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے اور بوٹی اٹھائی اپنے دانتوں پر لگائی اور آرام آ گیا۔

چار دن کے بعد پھر درد ہوا پھر وہاں سے اٹھایا بوٹی کو اور دانتوں پر لگایا تو آرام نہ آیا۔ پریشان ہو کر کہنے لگے کہ اے اللہ چار دن پہلے اس بوٹی میں آرام تھا اب آرام نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام تجھے یہ میں نے بتانا تھا کہ آرام بوٹی میں پہلے بھی نہیں تھا، اب بھی نہیں ہے، آرام میرے حکم میں تھا۔ میں نے حکم دیا کہ بوٹی استعمال کر، تو میرے حکم میں آرام تھا، اب تو نے سمجھا کہ آرام بوٹی میں ہے اس لئے تو بوٹی لینے آیا۔ میں نے آرام نہیں دیا۔ آرام میرے حکم میں ہے۔

کشتیاں بچانے والا کون؟

سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کرتے ہیں حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھو، اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام اپنی بستی کے لوگوں سے ناراض ہوئے۔ بددعا کردی بستی پر، بددعا کرنے کے بعد نبی جس بستی میں ہوتا ہے اس

بستی میں عذاب نہیں آتا، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بددعا کرنے کے بعد فوراً چلے گئے، وحی کا انتظار نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات اچھی نہ لگی کہ میرا نبی ہو اور وحی کے بغیر چلا گیا۔ یہ کوئی گناہ کبیرہ نہیں تھا، نہ کوئی گناہ صغیرہ تھا، ایک بات تھی کہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی۔

حضرت یونس علیہ السلام بستی سے نکل کر باہر دریا کے کنارے پر چلے گئے، دریا کے کنارے پر کھڑے ہیں، دریا عبور کرنے کیلئے، ایک کشتی آئی، اس کشتی میں بیٹھ گئے، یہ سارے واقعات قرآن پاک میں موجود ہیں..... وان یونس لمن المرسلین اذ ابق الی الفلک المشحون فساهم فکان من المدحضین..... فلولا انه کان من المسبحین للبت فی بطنه الی یوم یبعثون..... حضرت یونس علیہ السلام دریا کے کنارے پر کھڑے ہیں ایک کشتی آئی اس میں حضرت یونس علیہ السلام بیٹھ گئے۔

کشتی دریا کے درمیان میں گئی تو کشتی ڈوبنے لگی، ملّا ح نے کشتی والوں سے کہا کہ تم میں کوئی نجومی ہے؟

ایک آدمی کہنے لگا کہ میں نجومی ہوں، اس نے کہا کہ بتا کشتی کیوں ڈوبتی ہے اس نے کہا کہ کشتی اسلئے ڈوبتی ہے کہ کوئی آدمی اس کشتی میں سوار ہے کہ جو اپنے مالک کی اجازت کے بغیر آیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ وہ آدمی کون ہے اس آدمی کا پتہ نہیں چلتا۔ سب لوگوں کے نام لکھے، قرعہ ڈالا جب قرعہ ڈالا گیا تو حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا، قرعہ تین دفعہ ڈالا تو تینوں دفعہ حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا۔

تو تمام کشتی والوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو اٹھا کر دریا میں پھینک دیا۔ مجھے بتاؤ کہ نبی کشتی میں سوار ہے اور نبی کی وجہ سے کشتی ڈوبتی ہے اور یہاں کیا کہتے ہو۔

میرے مولا علی میرے شیر خدا

میری کشتی پار لگا دینا

مجھے بتائیں کہ نبی کشتی میں سوار ہے اور قرآن کا ۲۳ پارہ کہتا ہے کہ پیغمبر کی

وجہ سے کشتی ڈوب رہی ہے۔ اختیار اس اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام نے شکم ماہی میں اللہ تعالیٰ کو پکارا:

میرے دوستو!

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو دریا میں ڈال دیا گیا، دریا میں اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کو حکم دے دیا کہ میرا نبی آ رہا ہے، مچھلی منہ کھولے کھڑی ہے، پیغمبر دریا میں گرے، اسی وقت مچھلی کے پیٹ میں۔

مفسرین کہتے ہیں کہ دنوں میں اختلاف ہے، لیکن فرماتے ہیں کہ چالیس دن مچھلی کے پیٹ میں رہے اور مچھلی کے پیٹ میں نبی کیا کرتے رہے، ستر سواں سپارہ کھولو، قرآن کہتا ہے..... وذلنون اذ ذهب..... نون عربی زبان میں مچھلی کو کہتے ہیں..... وذلنون اذ ذهب مغاضبا فظن ان لن نقدر عليه فنادى فى الظلمت..... نادى..... کہتے ہیں ندا لگانے کو، پکارنے کو، فریاد کرنے کو، رونے کو، گڑ گڑانے کو، قطروں کو، آنسوؤں کو۔

قرآن کہتا ہے کہ..... فنادى فى الظلمت..... میرا نبی اندھیروں میں میرے سامنے رویا، میرے نبی نے اندھیروں میں مجھے پکارا۔ اور ایک جگہ پر فرمایا کہ..... فى ظلمت ثلث..... تین اندھیروں میں کوئی نہیں ہے، پیغمبر یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو پکارا، اور پیغمبر نے کہا..... فنادى فى الظلمت ان لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين..... اے اللہ! تیرے سوا کوئی نہیں ہے، تو ہی مشکل کشا ہے، تو ہی حاجت روا ہے، تو ہی بگڑی بنانے والا ہے۔

ارے کسی پچھلے بزرگ کے نام پر بگڑیاں بنتی تو آج حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں حضرت نوح علیہ السلام کو پکارتا کہ مجھے مچھلی کے پیٹ سے نکال دے، حضرت زکریا علیہ السلام کو پکارتا، حضرت آدم علیہ السلام کو پکارتے، لیکن حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں اس اللہ تعالیٰ کو پکار کر بتا دیا کہ داتا نبیوں کا بھی خدا ہے، داتا تمہارا بھی خدا ہے،

بگڑی بنانے والا نبیوں کا بھی خدا ہے بگڑی بنانے والا تمہارا بھی خدا ہے۔

فرمایا کہ چالیس دن اللہ تعالیٰ کے نبی اللہ کے دروازے پر روتے رہے اور قرآن پاک کے ان الفاظ پر ذرا غور کریں، فرمایا..... اذابق السی الفلک المشحون..... فساہم..... عربی زبان میں کہتے ہیں قرعہ ڈالنے کو..... فساہما فکان من المدحضین..... تین دفعہ قرعہ ڈالا گیا تین دفعہ حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا..... فلولا انہ کان من المسبحین..... جب میں اس لفظ پر آتا ہوں اور اس لفظ کو دیکھتا ہوں تو خدا کی قسم حیرانی ہوتی ہے۔

توحید میں کیا عظمت ہے؟

توحید کی کیا گہرائی ہے؟

قرآن کہتا ہے..... فلولا انہ کان من المسبحین للبت فی بطنہ الی یوم یبعثون..... اگر مچھلی کے پیٹ میں میرا یونس میرے سامنے نہ روتا مجھے نہ پکارتا، میری تسبیح بیان نہ کرتا، میرے سامنے نہ گڑگڑاتا تو..... للبت فی بطنہ الی یوم یبعثون..... تو قیامت کی صبح تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا۔

دیکھو اللہ تعالیٰ کے نبی کو تکلیف آئی تو انہوں نے کس کو پکارا؟ (اللہ تعالیٰ کو) یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خدا نہیں، ایک خدا ہے وہی ہمارا مشکل کشا ہے، وہی ہمارا حاجت روا ہے، ان واقعات اور حقائق پر غور کرنا چاہئے۔

شرک کی یہ جو قسم ہے کہ ہم نے بندوں سے وہی کام لیا، اللہ تعالیٰ کے بندوں سے کہ جو انہوں نے پتھر کی مورتوں سے لیا، یہ شرک زیادہ سخت ہے، انہوں نے پتھر کی مورت کو داتا کہا، انہوں نے پتھر کی مورت کو مشکل کشا کہا، انہوں نے سورج کو مشکل کشا کہا، ہم نے یہی صفات اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں داخل کر دیں اور ہم مسلمان کے مسلمان رہ گئے، الطاف حسین حالی کہتا ہے!

کریں غیر گر اس کی پوجا تو کافر
کواکب میں مانیں کرشمہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جسکی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
نہ ایمان میں کوئی خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
مکے کا مشرک شرک کرے تو کافر ہو جائے، حضرت یونس علیہ السلام کے زمانے کا
مشرک شرک کرے تو کافر ہو جائے اور ہم شرک کریں تو مسلمان کے مسلمان رہیں، ہم
عاشق رسول ہیں۔ نہ ہمارے عشق میں فرق آئے نہ ہماری محبت میں فرق آئے۔
لا الہ الا اللہ..... اللہ تعالیٰ کے سوا الہ کوئی نہیں، اسی شرک سے قرآن نے
روکا ہے، ہم تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا فلاں بھی کوئی دے سکتا ہے۔ سترھواں پارہ
ہے۔ قرآن کہتا ہے..... ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو
اجتمعوا لہ..... اللہ تعالیٰ کے سوا جو کسی اور کو پکارتے ہیں ان کو کہو کہ ساری کائنات کو جمع
کر لیں اور ساری کائنات جمع ہو کر..... ایک مکھی بنانا چاہیں تو ایک مکھی کو بھی نہیں بنا
سکتے.....

اور آگے قرآن کہتا ہے..... وان یسلبہم الذباب شیئا لا یتنقدوہ
منہ ضعف الطالب والمطلوب..... فرمایا مکھی بنانا تو بڑی بات ہے مکھی بنانا تو دور کی
بات ہے ان میں تو اتنی طاقت نہیں کہ مکھی نے جو چھینی ہے وہ ان سے واپس لے سکیں۔

معجزے اور کرامت میں فرق:

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں کو کرامتیں دی ہیں، لیکن صرف اللہ

تعالیٰ کے حکم سے، کرامت اور معجزے میں یہ اصول یاد رکھیں کہ معجزہ نبی سے صادر ہوتا ہے ایسی بات کہ جو عقل میں نہ آئے اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ وہی بات جو عقل میں نہ آئے اور ولی سے ثابت ہو، اس کو کرامت کہا جاتا ہے، اس معجزے اور کرامت میں براہ راست نہ نبی کا کمال ہوتا ہے۔ نہ ولی کا کمال ہوتا ہے۔ اس میں براہ راست اللہ کی مرضی کا دخل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے تو معجزہ صادر ہوتا ہے، مرضی نہیں ہوتی تو معجزہ صادر نہیں ہوتا۔

مشرکین مکہ کے نبوت سے سوالات:

مشرکین مکہ نے یہودیوں سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی بات بتاؤ کہ جو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بات نہ آئے یہ واقعہ قرآن میں موجود ہے پندرہویں پارے میں۔

مشرکین مکہ نے یہودیوں سے پوچھا کہ کوئی ایسی بات بتاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بات نہ آئے اور ہم اسی بات کو سچے جھوٹے کا معیار بنائیں۔ یہودیوں نے بڑی عجیب بات کہی، انہوں نے تورات و انجیل میں پڑھ رکھا تھا، انہوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور یہ تین باتیں کہو۔

پہلی بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ روح کسے کہتے ہیں؟

دوسری یہ بات پوچھی کہ ذوالقرنین کون تھا؟

اور تیسری بات کہ اصحاب کہف کون تھے؟

یہ تین چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر پوچھو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتا دیں تو سچے نبی۔ ان کا یہ ذہن تھا کہ وہ سچا نبی ہوتا ہے وہ عالم الغیب ہوتا ہے، انہوں نے بھی نبی کو عالم الغیب کی حیثیت سے دیکھا۔ اگر انہوں نے بتا دیا تو یہ سچا نبی ہوگا۔ یہ ان مشرکوں کا ذہن تھا۔ یہودیوں سے یہ بات پوچھی مشرکین نے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یہ بات قرآن کے پندرہویں پارے میں بخاری شریف میں اور مسلم شریف میں موجود ہے، جب انہوں نے

حضور ﷺ سے یہ تینوں سوال پوچھے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ تینوں سوالات کا جواب کل دوں گا۔ جب کل آئی تو پھر وہ آئے، حضور ﷺ نے پھر فرمایا کہ میں کل جواب دوں گا۔ تیسرے دن وہ پھر آئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں کل کو جواب دوں گا۔

حدیث میں آتا ہے کہ اسی طرح سولہ دن گزر گئے انہوں نے باتیں بنانا شروع کر دیں کہ اگر اس محمد مصطفیٰ ﷺ کو ان باتوں کا پتہ ہوتا تو بتاتے اس کا مطلب ہے کہ پتہ نہیں۔

حضور ﷺ سولہ دنوں کے بعد اتنے پریشان ہوئے کہ آپ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے، جبل ابی قیس پر، چڑھے پریشانی کے عالم میں، تو اسی پہاڑ پر جبرائیل آئے اور اس وقت قرآن کے پندرہویں پارے کی آیت لائے۔ قرآن کہتا ہے..... وَلَا تَقُولَنَّ لِشَانِي اِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّا اِنْ يَشَاءَ اللّٰهُ..... اے پیغمبر ﷺ جب انہوں نے تجھ سے پوچھا تھا کہ تین سوالات کا جواب بتاؤ تو تو نے کہا کہ کل کو جواب دوں گا، پھر کہا کہ کل کو جواب دوں گا، سولہ دن گزر گئے اور تو نے ایک مرتبہ بھی ان شاء اللہ نہیں کہا، اس لئے آسمانوں سے وحی نہیں آئی۔

ان شاء اللہ کا معنی کہ جب اللہ نے چاہا۔ اے پیغمبر ﷺ تو نے کہا کہ کل کو جواب دوں گا، ان شاء اللہ نہیں کہا، اس لئے سولہ دن وحی نہیں آئی، اگر علم غیب نبی کو ہوتا تو وہ سولہ دن انتظار کرتے؟ (نہیں)

سولہ دن کے بعد پھر قرآن کی وحی آئی، اصحاب کہف کا واقعہ بیان کیا، ذوالقرنین کا واقعہ بیان کیا، روح کی تعریف قرآن نے بتائی، اپنے پیغمبر کو سولہ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ غیب کے خزانے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں۔ (سیرت المصطفیٰ ﷺ جلد ۱ ص ۲۱۹)

شُرک گناہ عظیم ہے:

قرآن کہتا ہے اے پیغمبر..... لئن اشرکت لیحبطن عملک..... اے پیغمبر

اگر خدا نخواستہ تو بھی شرک میں مبتلا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ تیرے عملوں کو بھی ضائع کر دے، حالانکہ نبی شرک کی جڑوں کو کاٹنے کیلئے آتا ہے پیغمبر شرک کے اندھیروں کو دور کر کے روشنی کے چراغ جلانے کیلئے آتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خطاب کر کے فرمایا اور پوری امت کو بتایا ہے پوری دنیا کو شرک کے گناہ عظیم ہونے کے بارہ میں بتلایا ہے کہ اتنا بڑا گناہ ہے اس سے بچو۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے سترہ انبیاء کا ذکر فرمایا اور آخر میں فرمایا.....
ولو اشرکوا لحبط عنہم ما کانوا یعملون..... اگر یہ سارے نبی بھی شرک میں مبتلا ہو جاتے، تو خدا ان کے عملوں کو بھی ضائع کر دیتے، یعنی شرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس سے نبوت بھی ختم ہو سکتی ہے، خدا نخواستہ اگر نبیوں سے بھی اس کا صدور ہو جائے، لیکن۔

میرے دوستو! شرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ نبوت بھی ختم ہو سکتی ہے تو ہم شرک کر کے اپنی نمازوں کو بچالیں گے، ہم شرک بھی کریں گے اور روزے بھی بچائیں گے، حج بھی بچتے رہیں گے، زکوٰۃ بھی بچتی رہے گی اور شرک نبوت کو ختم کر سکتا ہے تو کائنات کی کوئی نیکی شرک کر کے باقی نہیں رہ سکتی۔

شرک سے بیزاری کا اظہار کر:

حضرت لقمان علیہ السلام کا واقعہ اکیسویں پارے میں موجود ہے، فرمایا..... اذ قال لقمان لابنہ و هو یعظله یبنی لا تشرک باللہ..... حضرت لقمان علیہ السلام نے کہا کہ بیٹا شرک کے قریب نہ جانا، یہ قرآن کہتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... یا ابوہریرہ ان قتلت او حرقت لا تشرک باللہ..... تجھے قتل کر دیا جائے، تجھے جلا کر خاک میں ملا دیا جائے تو بھی شرک کے قریب نہ جانا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... جب تو کوئی مدد مانگے تو خدا سے مانگا کر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ تیری جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے، وہ بھی تو خدا سے مانگ، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔

غیب کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے پاس:

قرآن کہتا ہے:

.....وَعنده مفاتيح الغيب.....

اللہ تعالیٰ کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، قرآن نے کہا.....مفاتيح الغيب..... مفاتيح، مفتاح کی جمع ہے، مفتاح عربی میں چابی کو کہتے ہیں اور مفاتيح کا معنی چابیاں، قرآن کی عظمت پر قربان جاؤں، قرآن نے کہا کہ غیب کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، اگر خدا یہ کہتا کہ غیب کی چابی میرے پاس ہے، مفتاح الغیب کہتا ہے کہ غیب کی چابی میرے پاس ہے، تو آج کا مانگ اور آج کا جاہل یہ کہتا ہے کہ بڑی چابی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، چھوٹی چابی ہمارے پاس بھی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تذکرہ حضرت پیران پیر:

پھر جھوٹ کی کوئی حد ہے اولیاء اللہ حضرت پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رحمہ اللہ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے تہجد کی نماز پڑھی ہے۔ چالیس سال تک بغداد کی جامع مسجد میں خطبہ دیا۔ کوئی آدمی ان کے کسی قول سے، ان کی کسی کتاب سے، کسی ملفوظ سے، یہ جو من گھڑت رسمیں جو ان کے نام کی بنائی ہوئی ہیں، یہ تو ثابت کر کے دکھائیے، انہوں نے فرمایا کہ ایک تنکا اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہیں ہل سکتا۔

لیکن یار لوگوں نے ان کے نام کی ایسی ایسی رسمیں بنالیں ہیں کہ بارہ سال کے بعد بیڑہ تار دیا، بارہ سال تک اس کو کیوں رہنے دیا.....؟ اس میں کیا مصلحت تھی۔ اپنا لڑکا فوت ہو گیا اس کو نہیں بچایا، لیکن بارہ سال کے بعد مائی کا بیڑہ تار دیا، کوئی بات

ہے.....؟

میں تو اللہ تعالیٰ کو پکاروں گا:

ہم فیصل آباد سے اوکاڑہ جائیں تو راستے میں دریائے راوی کا پل آتا ہے اس پر کسی زمانے میں پل نہیں تھا، اس کو مائی پتن کہتے تھے۔ کشتی پڑتی تھی، لوگ کشتی میں بیٹھے تو کشتی دریا کے درمیان میں جا کر ڈوبنے لگی، بچکولے کھانے لگی، بھنور میں آگئی، تو ایک پروفیسر صاحب بیٹھے تھے، اس نے کہا کہ اے اللہ کشتی بچا، وہ پڑھا لکھا تھا بے چارہ، سمجھ دار تھا اے اللہ کشتی بچا۔

ایک آدمی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا تو وہابی تو نہیں، اس نے کہا کہ کیوں؟ اس نے کہا کہ تو پیر و سنگیر کو کیوں نہیں کہتا، کہ کشتی بچا، پیر و سنگیر کشتی بچا، اس نے کہا کہ میں تو حضرت پیران پیر کا غلام اور نوکر ہوں۔

میں نے یہ سنا اور پڑھا ہے کہ حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ جب بھی کشتی بچاتے ہیں تو بارہ سال کے بعد بچاتے ہیں، تو میری صبح عدالت میں تاریخ ہے اور اگر آپ کی تاریخ نہیں ہے تو آپ ان کو پکاریں، تو میری تو صبح تاریخ ہے، میں تو ان کا غلام ہوں۔

من گھڑت واقعہ:

میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دیکھو جہالت کہاں تک پہنچ گئی، وہ میں ایک جگہ گیا تو ایک آدمی نے واقعہ سنایا اور ایک مولوی صاحب کہنے لگے کہ مائی رابعہ بھری رحمۃ اللہ علیہا حج کرنے گئیں تو تین میل خانہ کعبہ باہر نکل کر استقبال کرنے آیا۔

میں نے کہا کہ عقل کے اندھو یہ کوئی کرامت کی بات ہے، یہ بات ذہن میں رکھیں، جو کرامت قرآن و سنت سے اور نبی کی حدیث سے لکرائے وہ کرامت نہیں ہوتی۔ وہ ڈھکوسلہ ہوتا ہے، اس حساب سے تو مائی رابعہ بھری کا رتبہ زیادہ ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب آئے عمرہ کیلئے اور حدیبیہ کے مقام پر آئے اور روک دیئے

گئے اور حضور ﷺ نے سات میل باہر ہی پڑاؤ ڈالا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا مکہ کے مشرکوں کے پاس کہ اجازت حاصل کرو کہ ہم عمرہ کرنا چاہتے ہیں، اس وقت مکہ میں سردار حضرت ابوسفیان تھے ابھی مکہ فتح نہیں ہوا تھا تو مکہ کے مشرکوں نے کہا کہ محمد ﷺ کو اجازت نہیں دے سکتے، یہ عمرہ اور طواف نہیں کر سکتے۔

چنانچہ حضور ﷺ کے ساتھ یہ معاہدہ ہوا، اس سال حضور ﷺ عمرہ اور طواف نہیں کر سکتے اور بعد میں کریں گے اس کے دو تین سال کے بعد مکہ فتح ہوا، پھر حضور ﷺ آئے۔

میں نے کہا کہ حضور ﷺ چھ میل باہر بیٹھے رہے، پریشان رہے، آئے عمرہ کرنے کیلئے اور کفار نے اجازت نہیں دی، حضور ﷺ کیلئے تو خانہ کعبہ باہر نکل کر نہیں آیا، مائی رابعہ بھری کیلئے آ گیا۔

اگر خانہ کعبہ آتا تو حضور ﷺ کیلئے آتا، اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کسی پر ذاتی نقطہ چینی مقصود نہیں، عقائد کی اصلاح مطلوب ہے، عقائد کو درست کرو، اپنے ایمان کو مضبوط کرو، عقیدہ توحید پر پکے ہو جاؤ۔

ایصالِ ثواب کا کوئی منکر نہیں:

حضور ﷺ نے فرمایا..... من احیی سنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید..... جو آدمی میری ایک سنت کو زندہ کرے گا، جب لوگ اس سنت پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

ایک شہید کا ثواب ہو تو آدمی جنت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے، ایک سنت پر سو شہداء کا ثواب ہے۔ آج ایصالِ ثواب کے نام پر من گھڑت رسمیں ہوتی ہیں، اگر کوئی اس کو روکے تو کہتے ہیں کہ یہ بزرگوں کو نہیں مانتا۔

اللہ تعالیٰ کے بند کوئی خدا کا خوف کرو، ایصالِ ثواب کا کون منکر ہے، کون کہتا

ہے کہ ایصالِ ثواب نہیں ہوتا، قرآن پڑھو، کلمہ پڑھو، درود پاک پڑھو، جب پڑھو جس وقت پڑھو، جتنا پڑھو، پہنچتا ہے، لیکن یہ کوئی ضروری نہیں کہ براہ راست مولوی پہنچائے، ثواب ہر وقت پہنچتا ہے، اس کیلئے ضروری نہیں کہ مولوی صاحب کی جیب بھریں گے تو ثواب پہنچے گا، اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق دے۔ (آمین)

کچھ تو خیال کرو:

چاہئے تو یہ کہ بابا جی فوت ہو گئے، تو بابا جی کے فوت ہو جانے کے بعد

قرآن پڑھو

اسی وقت کلمہ پڑھو

درود شریف پڑھو

تاکہ اس کے قبر میں جانے سے پہلے پہلے اس کے نامہ اعمال میں کچھ نہ کچھ چلا

جائے۔

لیکن ہوتا کیا ہے کہ تین دن تک بابا جی کو جوتے پڑنے دو، تین دن کے بعد پھر ملاں کو لائیں گے، پھر مکھانے بھی لائیں گے، پھر اس کو جنت میں بھجوائیں گے، پھر وہ جنت میں جائے گا، تیرے باپ کو پولیس پکڑ کر لے جائے تو اس کے پیچھے اسی وقت جاتا ہے، تیرا باپ مر جائے تو تین دن تک فرشتوں سے جوتوں کا انتظار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرنا چاہئے۔

آدمی فوت ہو گیا، اندر لاش پڑی ہے، باہر جو لوگ افسوس کیلئے آ رہے ہیں ان کو چاہئے کہ کلمہ پڑھتے جائیں، قرآن پاک پڑھتے جائیں، وہاں بیٹھ کر جو ہو سکتا ہے پڑھیں۔

ایصالِ ثواب کا غلط انداز:

اندر بابا جی کی لاش پڑی ہے، اور ثواب کیسے پہنچایا جاتا ہے۔ تین دن تک کچھ نہیں کریں گے، چٹائی بچھی ہے، باہر لوگ آ رہے ہیں افسوس کرنے، سگریٹ پی رہے

ہیں، باباجی کا بڑا افسوس ہوا۔ باباجی فوت ہو گئے؟ رشتہ دار سارے آ گئے؟ بڑا افسوس ہوا باباجی کا، بچے کتنے تھے؟ ایسے ہوتا ہے؟ (ہوتا ہے)
یہ طریقہ ہے یہ ثواب پہنچ رہا ہے، جو باہر بیٹھ کر کش لگا رہے ہیں، اس کش کا ثواب بھی باباجی کو پہنچ رہا ہے،

قرآن پڑھو
کلمہ پڑھو
درود پڑھو
ہر وقت پہنچاؤ
ہر وقت پہنچتا ہے

حضرت پیران پیر کا فرمان:

حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی، باقی باتیں پہنچ گئیں ان کی، یہ بات نہیں پہنچی ان کی، حضرت شیخ اپنے چہرے پر کپڑا ڈال کر کیوں رکھتے ہیں، فرمایا اس لئے کہ کوئی بے نمازی میرا چہرہ نہ دیکھ لے، اتنی بڑی بات ہے۔

اسلام نام ہے اطاعت رسول کا:

اسلام عبادت کے زیادہ ہونے کا نام نہیں ہے، اسلام نام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا، اگر اسلام عبادت کے زیادہ ہونے کا نام ہوتا تو کوئی کہتا کہ اڑھائی فیصد زکوٰۃ کا کیا تنگ ہے، میں تو تین فیصد دوں گا، سال میں ایک دفعہ حج فرض ہے میں تو دو دفعہ کروں گا، روزے تیس فرض ہیں میں تو چالیس رکھوں گا، لیکن نہیں۔

کیوں؟ اسلام نام ہے نبی کی سنت کا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ پڑھیں تو پانچ ہیں، چھ نہیں کر سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اڑھائی فیصد زکوٰۃ فرض کی ہے تو ہم تین فیصد نہیں کر سکتے، دو نہیں کر سکتے۔

صرف اس کی مثال دیکھیں کہ نماز میں پہلی التحیات کے بعد چاہے کہ اشہد

ان محمد اعبده ورسوله ختم ہو جائے تو آدمی اٹھ کر کھڑا ہو جائے اور اگر کوئی وہاں درود شریف پڑھ لے تو کیا ہوتا ہے سجدہ سہو ہوتا ہے، کیوں؟ سجدہ سہو کیوں ہوتا ہے کہ آپ نے کوئی گناہ کیا ہے؟ آپ نے کوئی زیادتی کی ہے نبی پر درود شریف پڑھا ہے، لیکن اگر آپ یہاں درود شریف پڑھتے ہیں تو شریعت کہتی ہے کہ آپ اس کے عوض میں سجدہ سہو کریں۔ اس لئے کہ اس جگہ پر پیغمبر ﷺ نے درود شریف پڑھنے کا حکم نہیں دیا، فرمایا کہ وہاں درود پڑھو جہاں پیغمبر ﷺ نے حکم دیا، جہاں حکم دیا وہاں قرآن پڑھو، التحیات کی بجائے تم قرآن کے دو سارے پڑھ دو تو مولوی صاحب کہے کہ یہ کیا ہے؟ تو تم کہو کہ میں نے غلط کیا ہے؟ قرآن ہی تو پڑھا ہے؟ نماز ہوگی، پیغمبر کی سنت سے۔

تو اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے طریقے پر ہمیں چلائے، حضور ﷺ کی شریعت پر ہمیں چلائے، حضور ﷺ کے دین پر ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرمائے، ہر بات میں نبی ﷺ کی سنت کو آگے رکھنا چاہئے۔

بدعت اور بدعتی:

ایک ہوتی ہے بدعت، بدعت کس کو کہتے ہیں، شرک کا تھوڑا سا آپ کو پتہ چل گیا ہے، بدعت کس کو کہتے ہیں؟ دنیا کے اندر اگر کوئی نیا طریقہ ایجاد ہو تو اس کو کہتے ہیں، جدت اور دین میں کوئی نیا طریقہ ایجاد ہو تو اس کو کہتے ہیں بدعت۔

میں نے کہا کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مانگو، لیکن آپ مجھ سے سوال کریں گے کہ فاروقی صاحب ایک آدمی کسی سے کہتا ہے کہ مجھے پانی پلاؤ، کہتا ہے کہ میرا کچھ قرض ہے اتار دے پیسے دے دے، وہ کسی سے مدد مانگتا ہے۔

تو آپ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا مدد کوئی نہیں دے سکتا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے سے جو مدد مانگتے ہیں وہ سارا شرک ہو گیا؟ یہ سوال ہے؟ اس کو ذرا سمجھیں، لوگ یہی سوال کر کے گمراہ کرتے ہیں۔

بس مدد کی میں نے بات کی ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ دیتا ہے وہ بغیر سبب کے

دیتا ہے، جو مدد اللہ تعالیٰ سے ہی مانگنی چاہئے، وہ بغیر سبب کے ہے اور بندہ جو مدد دوسرے سے مانگتا ہے وہ سبب سے مانگتا ہے۔

مثال کے طور پر ایک ڈاکٹر ہے، ڈاکٹر صاحب کو ایک آدمی کہتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب، میں بیمار ہوں تو آپ مجھے انجکشن لگا دیں۔ اب ڈاکٹر صاحب انجکشن لگائے گا تو آپ کو آرام آئے گا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ شفا ڈاکٹر نے دی ہے، اس لئے کہ ڈاکٹر شفا دینے میں انجکشن کا محتاج ہے، تو ڈاکٹر انجکشن کے سبب کے ذریعہ آپ کی مدد کر رہا ہے اور آپ تالہ کھولتے ہیں تو تالہ کھولنے میں آپ چابی کو سبب بناتے ہیں کہ چابی سبب ہے۔ لیکن اگر کوئی آدمی تالے کو حکم دے کہ کھل جائے، کھل جائے بغیر چابی کے، اور ڈاکٹر بغیر دوائی کے شفا دے دے تو یہ ایسی شفا دینا، یہ سبب کے بغیر تالہ کھولنا، یہ سبب کے بغیر مدد کرنا، یہ صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے، جو انسان انسان کی مدد کرتا ہے یہ سبب کے تابع ہو کر کرتا ہے، سبب کے تابع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خود انسان ایک دوسرے کا محتاج ہے کہ جو ایک دوسرے کا خود محتاج ہوتا ہے، وہ خود خالق نہیں ہو سکتا، وہ مالک نہیں ہو سکتا، وہ حقیقت میں محتاج ہے۔

اگر میں کسی کا کام کرتا ہوں، میں کام کرنے میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت کا محتاج ہوں.....

میں کام کرنے میں پیسے کا محتاج ہوں

میں تو کپڑے پہننے کا محتاج ہوں

اگر کسی کا کام کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کرتا ہوں، حقیقت میں یہ طاقت اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے۔

یہ جو بغیر سبب کے کسی سے مدد مانگنا ہے، یہ شرک ہے، سبب سے مانگو، پیر کی قبر پر جا کر کہتا ہے!

لے گزرتے دے پتر

یہ سبب کے بغیر ہے یہ شرک ہے، سبب کے بغیر مدد مانگنا شرک ہے۔

شرک اور جدید ترقی:

اور ایک اور بات جو کام پیغمبر کے زمانے میں نہ ہوا ہو اور بعد میں اس کو دین بنا لیا گیا ہو اس کو بدعت کہتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ٹیوب لائٹ جو چل رہی ہے، یہ حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی، یہ لاؤڈ سپیکر حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھا یہ کارپٹ جس پر ہم بیٹھے ہیں یہ حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھا یہ ہیٹر کا نظام حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھا یہ بدعت ہے؟ آپ پر یہ سوال ہو سکتا ہے اور آپ کے ذہن میں یہ خدشہ آ سکتا ہے، اس کا جواب سنیں۔

بدعت کی تعریف ہے..... من عمل عملا ليس عليه امرنا فهو رد
اور فرمایا..... من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهو رد (بخاری و مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۲۷)

کوئی ایسا کام جو میرے دین میں پہلے شامل نہ ہو اور بعد میں اس کو دین میں شامل کر لیا جائے..... وہ بدعت ہے، وہ مردود ہے۔ ہم اس لاؤڈ سپیکر کو کبھی دین کا حصہ نہیں کہتے، ہم ٹیوب لائٹ کو کبھی دین نہیں کہتے، ہم ان چیزوں کو کبھی دین نہیں کہتے، یہ دین میں شامل نہیں، یہ ذرائع ہیں سہولتوں کے، جس کی اجازت ہے، ان کا وجود کوئی دین کا حصہ نہیں، ہاں ایسی بدعات اور من گھڑت باتیں کہ جو ایصالِ ثواب کی لوگوں نے بنا رکھی ہیں، ان کو چونکہ یہ دین سمجھ کر کرتے ہیں، اس لئے وہ بدعت ہیں جو کام دنیا کا دین سمجھ کر کیا جائے، حالانکہ وہ حضور ﷺ کے زمانے میں دین میں شامل نہ ہو، اسی کا نام بدعت ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا..... من وقر صاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام جو بدعت کرنے والے کی عزت کرتا ہے گویا کہ اسلام کی عمارت گرانے میں اس کی مدد کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۱)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ..... كل بدعة ضلالة و كل ضلالة في

السادس..... ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔ (نسائی جلد ۱ ص ۱۷۹)

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو آدمی بدعت کرتا ہے وہ گویا یہ کہنے کی کوشش کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی رسالت میں خیانت کی، جو بدعت کرتا ہے وہ حضور ﷺ کو خائن سمجھتا ہے اس لئے جو کام پیغمبر نے نہیں کیا، اگر تم اس کو دین سمجھ کر کرو گے اس کا مطلب ہے کہ تمہاری عقل پیغمبر کی عقل سے زیادہ ہے کہ نبی کو یہ کام نہیں سمجھا ہمیں سوچہ کیا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



﴿قرآن بلند کرتا ہے﴾

(حصہ اول)

خطبہ:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ
الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا
كَبِيرًا ۝ (پ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۹)

ترجمہ۔ ”یہ قرآن مجید بتلاتا ہے وہ راہ جو سب سے سیدھی ہے اور
خوشخبری سناتا ہے ایمان والوں کو جو عمل کرتے ہیں اچھے ان کے لئے
ہے ثواب بڑا۔“

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یرفع
بہذا الکتاب اقواما ویضع بہ اخرین۔

”نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ اس قرآن کی
وجہ سے بہت سے لوگوں کو بلند کرتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو پست و
ذلیل بھی کرتے ہیں۔“

تمہید:

میرے واجب الاحترام بزرگوار دوستو! آج ۲۷ رمضان المبارک ہے اور یہ بابرکت ایام اور گھڑیاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہیں، اس پر جتنا ہم اس کا شکریہ ادا کریں وہ کم ہے اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہر سال ہم ختم قرآن کے سلسلہ میں جمع ہوتے ہیں اور آج بھی اس سلسلہ میں اللہ کے گھر میں حاضر ہیں۔

میرے دوستو! قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ اور حضور ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ آپ حضرات کے سامنے تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اس میں اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید انسانیت کو بلند کرنے کیلئے آیا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے رضائے الہی:

اب سب سے پہلے ہم دیکھیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اولین مخاطب ہیں قرآن کے، قرآن نے ان کو کیسے بلند کیا، قرآن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق بہت سی آیات میں ان کی شان بیان کرتا ہے۔

جیسے قرآن کہتا ہے..... اولنک کتب فی قلوبہم الایمان..... قرآن کہتا ہے کہ ایمان ان کے دلوں میں راسخ ہو چکا ہے کہ ان کی چمڑی ادھیڑ دی گئی لیکن محمد ﷺ کا قرآن نہیں چھوڑا، قرآن کہتا ہے..... رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ..... یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں کہ جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں ان سے راضی ہو چکا ہوں۔ قرآن کہتا ہے کہ میں ان سے راضی ہوں۔

چو ہڑا کہے کہ میں نہیں راضی
راضی کہے کہ میں نہیں راضی
تقیہ باز کہے کہ میں نہیں راضی
متعہ کی اولاد کہے کہ میں نہیں راضی
فاسق و فاجر کہے کہ میں نہیں راضی

بھنگی اور چر سی کہے کہ میں نہیں راضی

اور رب کہے.....رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ.....اکیلا میں ہی راضی نہیں یہ بھی مجھ سے راضی ہو گئے، یہ قرآن ہے۔

قرآن اور صحابہ رضی اللہ عنہم:

قرآن مجید نے کہا.....اولئک ہم المفلحون.....یہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کامیاب ہیں۔

میں قرآن کی چند آیات آپ کو سناتا ہوں، ساری دنیا ایک طرف اور قرآن کی ایک آیت ایک طرف، اگر تو مسلمان ہے۔

قرآن کہتا ہے.....اولئک ہم الراشدون.....یہ سارے صحابہ ہدایت والے ہیں.....اولئک ہم المؤمنون حقاً.....سارے صحابہ یکے سچے مومن.....اولئک ہم الفائزون.....سارے کامیاب.....اولئک ہم المؤمنون.....سارے ایمان والے.....اولئک کتب فی قلوبہم الایمان.....قرآن کہتا ہے.....یبشرہم ربہم.....اللہ تعالیٰ نے جنت کی خوشخبریاں دیں۔ قرآن کہتا ہے.....والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار.....صحابہ رضی اللہ عنہم مہاجر ہوں یا انصار.....والذین اتبعوہم باحسان.....اور جو ان کی پیروی کرے، اللہ فرماتا ہے.....رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ.....میں ان تینوں طبقوں سے راضی ہو گیا ہوں۔ یہ قرآن ہے۔

غلام کی عظمت:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ، کون بلال، غلام بلال، نوکر بلال، چھوٹی ذات والا بلال، چھوٹی قوم والا بلال، لیکن جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دربار میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ آیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے، کیا کہتا ہے.....جاء سیدنا ہلال.....ہائے میرا سردار بلال آ گیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سردار کیسے بن گیا؟ نوکر کیسے سردار ہو گیا؟ کمی کیسے سردار ہو گیا؟ چھوٹی ذات والا کیسے سردار ہو گیا؟ چھوٹے مرتبے والا کیسے سردار ہو گیا؟ قرآن کہتا ہے..... یہودی للتی ہی اقوم..... میں نے چھوٹوں کو اٹھا کر بڑا بلند کر دیا۔

ان هذا القرآن یهدی للتی ہی اقوم..... اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا۔ مکہ فتح ہو گیا۔ مشرکین مکہ کی گردنیں جھک گئیں۔ سارے سوچتے ہیں کہ آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بدلہ لینا ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو معاف کر دیا۔

عین اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور بلا کر کہا بلال آج تو خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ جا، خانہ کعبہ اتنی عظمتوں والا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ کبے کی چھت پر چڑھ جا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جوتا اتارنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوتا نہ اتار، جوتے سمیت کعبے کی چھت پر چڑھ جا، تاکہ مکے کے مشرکوں کو پتہ چل جائے کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر قرآن سننے سے لگایا۔ بلال حبشی رضی اللہ عنہ ہوگا۔ کالا ہوگا لیکن جوتی سمیت کعبے کی چھت پر چڑھ جائے گا، اس کا مرتبہ اتنا بلند کر دوں گا.....

قرآن بلند کرتا ہے:

ان هذا القرآن یهدی للتی ہی اقوم..... یہ قرآن ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی وجہ سے عزتیں بخش دیں، یہ قرآن ہے جس کی وجہ سے ایک لاکھ اور چوالیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنت ملی۔

یہ قرآن ہے کہ جس کی وجہ سے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فقاہت ملی۔

یہ قرآن ہے کہ جس کی وجہ سے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو استقامت ملی۔

یہ قرآن ہے کہ جس کی وجہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو فتویٰ ملا۔

یہ قرآن ہے کہ جس کی وجہ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو ریاضت ملی۔

یہ قرآن ہے کہ جس کی وجہ سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو علم ملا۔

یہ قرآن ہے کہ جس کی وجہ سے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ کو تعمق ملا۔

یہ قرآن ہے کہ جس کی وجہ سے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کو فلسفہ ملا۔

یہ قرآن ہے کہ جس کی وجہ سے مجدد الف ثانیؒ کو استقامت و استقلال ملا۔

یہ قرآن ہے کہ جس کی وجہ سے شہیدوں کو شہادت ملی۔

یہ قرآن ہے کہ جس کی وجہ سے خطیبوں کو خطابت ملی۔

یہ قرآن ہے کہ جس کی وجہ سے عالموں کو علم ملا۔

یہ قرآن ہے کہ جس کی وجہ سے قرآن پڑھنے والا قاری کہلایا۔

جس نے حفظ کیا حافظ کہلایا

جس نے سمجھا عالم کہلایا

جس نے غور کیا مفتی کہلایا

جس نے ہاتھ لگایا جنتی کہلایا

ان هذا القرآن يهدي للتي هي اقوم..... میں ایک عجیب و غریب واقعہ

سنا کر آپ کا ایمان تازہ کرنا چاہتا ہوں۔

غلاموں کو عظمت ملی:

شام کے ملک کی طرف حضور ﷺ ایک لشکر روانہ فرما رہے ہیں، آپ بیمار ہیں، لیکن آپ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا، لشکر کی تعداد اٹھارہ ہزار ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کا لشکر اور آگے جا کر تیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم بن گئے، باقی علاقوں سے بھی فوجی آ گئے، حضور ﷺ نے لشکر تیار کیا، اٹھارہ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان صحابہ پر سپہ سالار کے بنایا؟ پیغمبر ﷺ کا آخری لشکر، نبی ﷺ کی آخری جنگ، پیغمبر ﷺ کا آخری معرکہ، نبی ﷺ کی زندگی کا آخری لشکر۔

حضور ﷺ بستر علالت پر تھے، آپ ﷺ بیمار تھے، آہستہ آہستہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر حضور ﷺ تشریف لے آئے،

مسجد نبوی میں خطبہ دیا۔ فرمایا کہ افریقہ کے ملک کے عیسائیوں نے شام کے ملک پر قبضہ کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابھی لشکر تیار کرو، لشکر تیار ہو گیا، لشکر تیار کر کے آپ ﷺ نے اس لشکر کا سپہ سالار ایک غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ جس کی عمر سترہ سال ہے۔ سترہ سال کا چھوٹا سا بچہ ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ یہ میں اپنے ہاتھ سے پرچم تیرے ہاتھ میں دے رہا ہوں، جھنڈا لے لے اور گھوڑے پر چڑھ جا پرچم لے کر غلام کا بیٹا، گھوڑے پر چڑھ گیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم بھی پیچھے چلو، عمر فاروق رضی اللہ عنہ تم بھی پیچھے چلو، عثمان غنی رضی اللہ عنہ تم بھی پیچھے چلو، عرب کے بڑے بڑے سردار پیغمبر ﷺ نے غلام اسامہ کے ساتھ چلا دیئے وہ ماتحت بن کر چلے۔

میں نے قرآن سے پوچھا کہ بتا کیا بات ہے؟ تو قرآن نے کہا..... ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم..... یہ قرآن ہے کہ جس نے غلاموں کو بھی سردار بنا دیا، یہ قرآن ہے۔

جب لشکر مدینہ سے تین میل چلا، چند فرلانگ باہر نکلا، پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ زیادہ بیمار ہو گئے ہیں، لشکر ٹھہر گیا، ابو بکر واپس آ گئے، علی آ گئے، صحابہ آ گئے، لشکر رکا ہوا ہے، تیسرے دن رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے، پیغمبر ﷺ کا جنازہ اٹھا، صحابہ رضی اللہ عنہم پر قیامت آ گئی، صحابہ رضی اللہ عنہم رونے لگے۔

نبی ﷺ کے عشق میں:

ہائے کئی روتے روتے مدینہ چھوڑ گئے، ایک آدمی باہر ہل چلا رہا تھا، کسی نے کہا کہ اے ہل چلانے والے، تجھے پتہ ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ دنیا سے چلے گئے، وہ آدمی ہل روک کر کہتا ہے، اے اللہ مجھے نابینا کر دے۔ مجھے بہرا کر دے۔ اس نے کہا کہ تو کیوں ایسی دعا کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ ان آنکھوں نے محمد ﷺ کا چہرہ دیکھا ہے جب نبی

نہ رہا تو مجھے آنکھوں کی ضرورت نہیں۔ اس نے کہا کہ میری کانوں کی سماعت لے لے، اس لئے کہ جن کانوں نے محمد ﷺ کا کلام سنا ہے جب نبی نہیں رہے تو مجھے کانوں کی ضرورت نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ وہ صحابی بڑا مستجاب الدعوات تھا۔ اسی جگہ پر نابینا ہو گیا، اسی طرح پر سماعت سے محروم ہو گیا۔ ہائے اتنا نبی کا عشق ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اتباع رسول:

جب پیغمبر ﷺ کا جنازہ اٹھا ہے، نبی ﷺ کی تدفین سے فارغ ہو کر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں اعلان کیا، جو لشکر محمد ﷺ نے روانہ کیا ہے، ابو بکر رضی اللہ عنہ اس لشکر کو روک نہیں سکتا، ہائے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مرتدین کی جماعت کھڑی ہے، چاروں طرف فتنے ہیں، منکرین زکوٰۃ کھڑے ہو گئے، اور منکرین ختم نبوت کھڑے ہو گئے۔

صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے مدینہ کے لوگو! جس لشکر کو نبی روانہ کر چکا ہے، صدیق رضی اللہ عنہ اس لشکر کو نہیں روک سکتا، یہ ایمان ہے۔ یہ ایمان کیوں آیا؟..... ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم و یمشر المؤمنین..... اے نبی میں نے ان صحابہ کو قرآن کی وجہ سے اتنا اونچا کر دیا ہے کہ ان سب کو جنت کی خوشخبری دے دو..... و یمشر المؤمنین..... ایمان والوں کو خوشخبری دے جنت کی۔

صحابی زنداں میں:

یہ عرب کا سب سے پیارا اور حسین صحابی رسول ہے، نام حضرت حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ ہے، یمامہ کی جنگ کیلئے گئے، ایک لشکر کے ساتھ گئے، روم کے علاقے میں بادشاہ کے ساتھ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جھڑپ ہو گئی، حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ، سب سے حسین، سب سے جوان، گرفتار کر کے قیصر روم کے فوجی حذافہ سہمی کو لے کر چلے۔

حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا، بادشاہ ان کے حسن کو دیکھ کر ورطہ حیرت میں

ڈوب گیا۔ عرب کی سرزمین پر اتنا خوبصورت جوان نہیں دیکھا، وہ حضرت حذافہ رضی اللہ عنہ کے حسن کا اسیر ہو گیا۔

حضرت حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کون ہے؟ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے۔ ۲۵ سے ۳۰ سال تک عمر ہے۔ بڑا المباقد ہے، حسن و جمال ہے، بادشاہ نے کہا کہ میں تجھے اپنی بیٹی کا رشتہ دیتا ہوں، آدھی حکومت دیتا ہوں، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ چھوڑ دے۔

حضرت حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، بادشاہ اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ چھوڑ دیا، مجھے زندگی کی ضرورت نہیں، یہ زندگی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے اگر کلمہ نہ رہا تو زندگی کی ضرورت نہیں۔

بادشاہ نے حضرت حذافہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ سوچ لے، تین دن گزر گئے، بہت اچھے کھانے کھلائے، حضرت حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بادشاہ سلامت یہ کلمہ میرے دل کی گہرائیوں میں اتر چکا ہے، یہ نہیں نکل سکتا، تین دن کے بعد بادشاہ نے غصے میں کہا، میں تجھے قتل کر دوں گا، میں تجھے ذبح کر کے تیری لاش کے ٹکڑے ان پہاڑوں پر بکھیر دوں گا۔

حضرت حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے کہا بادشاہ جو کر سکتے ہو کر لو، لیکن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ نہیں چھوڑ سکتا۔ اس نے حکم دیا کہ حضرت حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو نظر بند کر دیا جائے، نظر بند کر دیا گیا، دس دن گزر گئے، دس دنوں کے بعد رسیوں سے پاؤں باندھ کر بادشاہ کے دروازے پر لایا گیا، بادشاہ نے پوچھا کیا خیال ہے؟ حضرت حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے دل میں جو محبت اور ایمان ہے وہ ایک لمحے کیلئے بھی جدا نہیں ہو سکتا۔

ایک کمرے میں قید کر دیا، روٹی بند کر دی، تین دن گزر گئے، دس دن گزر گئے، پندرہ دن گزر گئے، اس نے سوچا کہ مر گیا ہو گیا، شہید ہو گیا ہوگا، دنیا سے رخصت ہو چکا ہوگا، شکل و صورت تبدیل ہو چکی ہوگی، بادشاہ نے لوگوں سے کہا دیکھو، حضرت حذافہ رضی اللہ عنہ دس پندرہ دن سے بھوکا رہنے کے بعد بھی اس کے حسن میں کوئی فرق نہیں،

اس کی صحت میں کوئی فرق نہیں۔

اس نے کہا کہ میں نے تو تجھے روٹی نہیں دی، کہنے لگے کہ تم روٹی نہ دو، میں قرآن پڑھتا رہا اور سیر ہوتا رہا۔ قرآن کہتا ہے..... ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم..... قرآن نے کس طرح اونچا کر دیا۔

اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھوں میں کیل گاڑ دو، اس کے پاؤں میں کیل گاڑ دو، ہائے پیغمبر ﷺ کا جلیل القدر صحابی دیوار کے ساتھ چن دیا گیا، ہاتھوں میں کیل گاڑ دیئے۔ وہ کیل گڑنے کے بعد بھی کلمہ شہادت پڑھتا رہا، ساری رات قرآن کی تلاوت کرتا رہا، دوسرا دن ہوا۔

بادشاہ نے پھر اپنے دربار میں حاضر کیا، حضرت حذافہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کلمہ نہیں چھوڑ سکتا، میں نبی ﷺ کو نہیں چھوڑ سکتا۔

ہم کیسے مان لیں روافض کی بات کہ نبی ﷺ کی رحلت کے بعد تمام صحابہ مرید ہو گئے تھے، سارے کلمہ چھوڑ گئے تھے، سارے اسلام سے پھر گئے تھے۔

پندرہ دن کی بھوک اس کا حسن نہ بدل سکی، وہ ایمان کیسے بدل گیا، پندرہ دن کے ظلم و تشدد اور خون نکلنے کے باوجود ایمان کا سودا نہ کیا، جان پر زخم برداشت کئے تو نبی ﷺ کے بعد بدل کیسے گیا؟

حضرت حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پاؤں میں بیڑیاں، سامنے ہزاروں کی فوج ہے، لوگ طعنے دیتے ہیں کہ تجھے کیا ہوا، چھوڑ دے حضرت محمد ﷺ کو، کلمہ چھوڑ دے، ایک بندہ کان میں کہتا ہے، اندر کلمہ ہو، اوپر سے انکار کر دے۔

اس نے کہا کہ میں ایسے کرنے کیلئے تیار نہیں، وہ کلمہ شہادت پڑھتا رہا، قرآن پڑھتا رہا۔

بادشاہ نے کہا کہ آگ جلائی جائے، آگ کا پٹخہ جلایا گیا، اس پر تیل کا کڑا ہا

رکھ دیا گیا، تیل پکنے لگا، اس نے کہا کہ حذافہ اس پکتے ہوئے تیل میں تجھے ڈال دیا

جائے گا۔ حضرت حذافہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بادشاہ جو تو کر سکتا ہے کر لے، میں محمد ﷺ کو نہیں

چھوڑ سکتا۔ (اسد الغابہ حصہ پنجم ص ۲۲۷، ۲۲۸)

میں کس طرح مان لوں کہ انہوں نے کملی والے کو چھوڑ دیا تھا۔ میں کس طرح مانوں کہ انہوں نے قرآن چھوڑ دیا تھا۔ میں کس طرح مانوں کہ یہ اسلام چھوڑ گئے تھے، یہ کیسے چھوڑ سکتے ہیں کہ جن کو قرآن کہتا ہے..... اولنک کتب فی قلوبہم الایمان..... چٹری ادھر جائے گی لیکن ایمان پر سودا نہیں ہو سکتا۔

تیل پکنے لگا، آگ جلنے لگی، دنیا تماشاہ دیکھنے لگی، محمد مصطفیٰ ﷺ کے صحابی کا منظر، عاشق زار کی حالت، اس نیک انسان کی کیفیت عشق و محبت، یہ عاشق زار ہے، ہاتھ زخمی پاؤں زخمی، جسم زخمی، لیکن اس نے موقف پر سودے بازی کوئی نہیں کی۔

قرآن کہتا ہے..... ان هذا القرآن یهدی للتی ہی اقوم..... بادشاہ نے کہا کہ اس کو اٹھا کر کڑا ہے کے اندر پھینک دے، تیل پکتا رہا، حذافہ سہمی کو تیل میں ڈال دیا گیا، بادشاہ نے کہا کہ اب پک جائے گا، مر جائے گا، تیل پکتا رہا، پکتا رہا، کافی وقت گزر گیا، اس نے سوچا کہ اب پک رہا ہوگا۔

جب حضرت حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو تیل سے نکالا تو اس کی زبان پر جاری ہے..... لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ..... ہائے اس کو تیل کے کڑا ہے میں ڈال کر بادشاہ اس سے کلمہ نہ چھین سکا، تو اس کی ساری رعایا نے حضرت محمد ﷺ کا کلمہ پڑھ لیا۔

قرآن کہتا ہے..... ان هذا القرآن یهدی للتی ہی اقوم..... تو قرآن نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلند کیا، اب اگر بلندی چاہتے ہو تو ان کے نقش قدم پر چلو تو بلند ہو جاؤ گے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○



﴿قرآن بلند کرتا ہے﴾

(حصہ دوم)

خطبہ:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ
زَهُوقًا ④ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ
لِّلْمُؤْمِنِينَ ⑤ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ⑥

(پ ۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۲ تا ۸۱)

ترجمہ۔ ”اور کہا آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ، بیشک جھوٹ ہے نکل
بھاگنے والا اور ہم اہمارتے ہیں قرآن میں سے جس سے روگ دفع
ہوں اور رحمت ایمان والوں کے واسطے اور گنہگاروں کو تو اس نقصان ہی
بڑھتا ہے۔“

اشعار:

جس دور پہ نازاں تھی دنیا اب ہم وہ زمانہ بھول گئے
اوروں کو جگانا یاد رہا خود ہوش میں آنا بھول گئے

منہ دیکھ لیا آئینے میں پر داغ نہ دیکھا سینے میں
دل ایسا لگایا جیسے میں مرنے کو مسلمان بھول گئے
ہوتی ہیں اذانیں اب بھی تو مسجد کی فضا میں اے انور
جس ضرب سے دل مل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

تمہید:

میرے قابلِ صدا احترام غیر مسلمانو! آج ۷۲ شب ہے اور رمضان المبارک
کا مہینہ مہینہ ہے اور ہر سال ۷۲ شب کو ختم قرآن کا پروگرام ہوتا ہے۔
قرآن کے تین چیلنج:

گزشتہ سال میں نے قرآن پاک کے تین چیلنج آپ کے سامنے پیش کئے تھے
کہ قرآن پاک نے پوری دنیا کو تین چیلنج پیش کئے۔ قرآن پاک کا پوری دنیا کو چیلنج دینا یہ
کوئی چھوٹا سا واقعہ نہیں۔ قرآن پاک دنیا کی وہ واحد کتاب ہے کہ جس نے پوری دنیا
کے سامنے تین چیلنج پیش کئے۔

پہلا چیلنج..... قل لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یأتوا بمثل هذا
القرآن اے پیغمبر ﷺ تو اعلان کر کہ پوری دنیا کے جنوں اور انسانوں کو جمع کرو، اللہ
نے اپنے رسول سے کہا کہ پوری دنیا کے جنوں اور انسانوں سے کہہ دو کہ جس طرح مکہ
کے کافر کہتے ہیں کہ قرآن ہندوں کا بنایا ہوا کلام ہے، آج تو چیلنج کر دے کہ اگر یہ
ہندوں کا بنایا ہوا کلام ہے تو پوری دنیا کے جن اور انسان مل کر اس جیسا کلام پیش کریں،
یہ کوئی چھوٹا سا چیلنج نہیں تھا، یہ چیلنج دنیا کے کسی مفکر، کسی ادیب، کسی شاعر، کسی محقق، عالم
اور اسکالر نے دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا، یہ چیلنج خلاق عالم نے دنیا کے سامنے اپنے
محمد ﷺ کی زبان سے پیش کیا۔

چیلنج بھی بڑا عجیب ہے میں ان چیلنجوں کا ذکر کر کے آج کی معروضات آپ

کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں جو ان شاء اللہ نئے انداز میں قرآن کا تعارف کرائیں گی۔

بڑی بڑی کتابیں دنیا میں آئیں، بڑے بڑے رسالے چھپے، بڑی بڑی محققانہ کتابیں اور لٹریچر دنیا نے پڑھا، لیکن ایسا چیلنج تو کبھی آپ نے نہیں سنا ہوگا کہ دنیا کا سب سے بڑا رسول پوری دنیا کے جنوں اور انسانوں کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ اگر یہ قرآن بندوں کا کلام ہے تو اس جیسا قرآن پیش کر کے دکھاؤ۔ ایک طویل عرصہ تک اس چیلنج کا جواب نہ دے سکی تو قرآن نے دوسرا چیلنج کیا۔

دوسرا چیلنج کیا تھا کہ..... فاتوا بعشر سور مثله..... اگر پورا قرآن نہیں لا سکتے تو اس قرآن جیسی دس سورتیں لاؤ۔ اور جب دنیا کے کافر دس سورتیں بھی پیش نہ کر سکے، تو پھر اللہ نے ایک تیسرا چیلنج دیا۔

اور تیسرا چیلنج بڑا عجیب تھا۔ وہ چیلنج قرآن کے الفاظ میں یہ ہے کہ..... فاتوا بسورة من مثله..... ایک..... انا اعطیناک الکوثر..... جیسی سورت لے کر آؤ۔ کتنے الفاظ ہیں..... انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانک هو الابتر..... تمن آیتیں.....

پوری دنیا کے جن انسان، شاعر، ادیب، فصیح و بلیغ، عربی کے عالم، پوری دنیا کے ایک جگہ جمع ہو کر ایک سورۃ کوثر جیسی سورۃ بنا کر لے آئیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ سورۃ الکوثر لکھ کر خانہ کعبہ کی دیوار پر لٹکا دو اور نیچے لکھو کہ اس جیسی بنا کر دکھاؤ۔

لیکن چشم فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ تین سال تک وہ سورت لکھی رہی، تو اس کا جواب دنیا کا کوئی شاعر نہ دے سکا، بات کرتی تو آسان ہوتی ہے ہر آدمی تنہید کر دیتا ہے ہر آدمی نکتہ چینی کرتا ہے، یہ چیز اچھی نہیں۔

تنقید آسان ہے:

ایک مصور تھا بہت بڑا، وہ تصویریں بناتا تھا، اس کے شاگرد نے بڑی تصویریں بنائیں۔ بڑے نقشے بنائے۔ جو تصویر بناتا چوک میں لٹکا دیتا اور اوپر یہ لکھتا کہ اس تصویر میں کوئی غلطی نکالو۔

جب اگلے دن آتا تو سو غلطیاں، کوئی کہتا کہ اس کا ناک ٹھیک نہیں، کوئی کہتا کہ اس کا ہاتھ ٹھیک نہیں، سو سو غلطیاں لوگ نکال کر چلے جاتے تو اس نے اپنے استاد سے کہا کہ ایسی اچھی میں نے تصویر بنائی لیکن لوگ اس تصویر کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس میں یہ بھی غلطی، یہ بھی غلطی، یہ بھی غلطی۔

تو استاد نے کہا کہ میں اس کا حل بتاتا ہوں کہ تصویر بنا کر چوک میں لٹکاؤ اور اس کے نیچے لکھو کہ اس جیسی کوئی تصویر بناؤ۔

کوئی یہ کہے کہ اس پر تنقید کرو، یہ آسان ہے، لیکن جب اس شاگرد نے تصویر بنا کر چوک میں لٹکائی اور نیچے یہ لکھا کہ اس جیسی کوئی تصویر بنائے تو کوئی آدمی تصویر بنانے والا نہ تھا۔

دنیا عاجز آ گئی:

امراء القیس اور عربی کے شعراء نے کہا کہ قرآن بندوں کا کلام ہے مشرکین مکہ نے کہا کہ قرآن بندوں کا کلام ہے، لیکن جب میرے پروردگار نے چیلنج کر کے کہا کہ اس جیسا کوئی قرآن بنا کر لاؤ، تو چالیس چالیس ہزار اشعار عربی میں لکھنے والے، اٹھ لاکھ گئے، لیکن پروردگار کے کلام کا جواب نہ دے سکے، یہ چیلنج تھا۔

آج جو میں نے آیتیں پڑھی ہیں ان کا پہلے ترجمہ سنیں، قرآن نے ایک بات کہی ہے اور یہ بات بھی دنیا کی کسی کتاب میں نہیں:

.....ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم.....

اس قرآن نے پوری دنیا کے انسانوں کو سر بلند کر دیا۔ اس کتاب نے، اس

قرآن نے، یہ میری آج کی تقریر کا موضوع ہے کہ..... ان هذا القرآن يهدى للتي
هي اقوم..... کہ اس قرآن نے پوری دنیا کے.....

انسانوں کو سر بلند کر دیا

پستوں کو اونچا کر دیا

نچلوں کو بلند کر دیا

غریبوں کو امیر کر دیا

حقیروں کو بلند کر دیا

جاہلوں کو عالم بنا دیا

بیوقوفوں کو عقلمند بنا دیا

اور یتیموں کو پیغمبر کر دیا

راہزن رہ رہے:

ان هذا القرآن یہ قرآن یهدی للتي هي اقوم..... اقوم کا معنی
اونچا کرنا، بلند کرنا، بنیادوں کو کھڑا کر دینا..... اقوم کہتے ہیں کہ جو بنیاد پر کھڑا ہو۔
ان هذا القرآن يهدى للتي هي اقوم..... اس قرآن نے بنیادوں پر کھڑا
کر دیا قوموں کو،

قوم کون سی تھی؟	قریشیوں کی قوم تھی
قوم کون سی تھی؟	ہاشمیوں کی قوم تھی
قوم کون سی تھی؟	بدوؤں کی قوم تھی
قوم کون سی تھی؟	جنہیں بھیڑیں نہیں جرائی آتی تھیں،
قوم کون سی تھی؟	جو اونٹ نہیں چرا سکتے تھے۔
قوم کون سی تھی؟	جن کے قد لمبے تھے، ہونٹ لمبے تھے، رنگ

کالے تھے

قوم کون سی تھی؟	جو بکریاں نہیں چرا سکتی تھی،
قوم کون سی تھی؟	جن کی تہذیب کوئی نہ تھی
قوم کون سی تھی؟	جن کا تمدن کوئی نہ تھا
قوم کون سی تھی؟	جن کا شعار کوئی نہ تھا
قوم کون سی تھی؟	جن کا کلچر کوئی نہ تھا
قوم کون سی تھی؟	جن کی فصاحت کوئی نہ تھی
قوم کون سی تھی؟	جن کے پاس بلاغت کوئی نہ تھی
قوم کون سی تھی؟	جو انسانیت نہیں جانتے تھے۔
قوم کون سی تھی؟	جو ہمسائے کا حق نہیں دے سکتی تھی
قوم کون سی تھی؟	جو بڑے کی عزت نہیں کر سکتی تھی
قوم کون سی تھی؟	جو بچوں کو قتل کرتی تھی
قوم کون سی تھی؟	جو پتھروں پر سر رکھتی تھی
قوم کون سی تھی؟	مورتی ہاتھوں سے بنا کر ان کو پوجتی تھی
قوم کون سی تھی؟	جو عرب کے صحراؤں پر چلتی تھی
قوم کون سی تھی؟	جن کو راستہ نہیں آتا تھا
قوم کون سی تھی؟	جن کو بولنا نہیں آتا تھا
قوم کون سی تھی؟	جن کو چلنا نہیں آتا تھا

لیکن جب اس قوم نے قرآن کو سینے سے لگایا، تو حبشے کا کالا بلال تھا ٹہلتا مکے کی گلیوں میں تھا اور قدموں کا کھٹکا جنت میں تھا قرآن نے کہا..... ان هذا القرآن یھدی للتی هی اقوم۔۔۔۔۔

کہ کالے رنگ کا بلال کہ جس کی طرف کوئی دیکھتا نہ تھا اور ایک وقت آیا کہ اس بلال کو میرے محمد ﷺ نے کعبے کی چھت پر چڑھا دیا اور کیا کہا کہ اے بلال رضی اللہ عنہ! تو جو توں سمیت کعبے پر چڑھ جا، سردار نیچے کھڑے ہیں، بلال کعبے پر ہے، کیوں؟..... ان

هذا القرآن يهدي للتي هي اقوم.....

ان هذا القرآن..... یہ قرآن جس نے بلند کیا انسانیت کو اور یہ قرآن نے بتایا کہ..... ولقد کرّمنا بنی آدم..... کیا مطلب ہے اسکا؟ کہ ہم نے انسانوں کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔

قرآن نے انسانیت کو بلند کیا:

دنیا میں اٹھارہ ہزار مخلوقات ہیں، اٹھارہ ہزار اقسام ہیں مخلوقات کی اور اٹھارہ ہزار مخلوقات کا سردار ہے انسان، اور اقبال نے اسی کو کہا،

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

ان هذا القرآن يهدي للتي هي اقوم..... جو قیصر روم سے لوگ لڑے، میں آج نئی بات کہتا ہوں، قیصر سے لڑائی بندوں نے نہیں کی، قرآن نے کی، کسریٰ کا سر بندوں نے نہیں کاٹا قرآن نے کاٹا ہے، ظلم سے قرآن نکرایا، دجل سے قرآن نکرایا، شرک سے قرآن نکرایا، بد معاشی سے قرآن نکرایا، اور پک ڈنڈیوں پر قرآن چڑھا اور قرآن ظالم سے نکرایا، کفر سے نکرایا، ستم سے نکرایا اور قرآن نکراتا رہا، دنیا نے دیکھا، کہ قرآن نے قوموں سے جنگیں لڑ کر انسانیت کو اتنا سر بلند کر دیا کہ

غلام آقا بن گئے

غریب امیر بن گئے

اور یتیم خاتم الانبیاء بن گئے

قرآن نکرایا، کیا مطلب؟ قرآن نے جنگ لڑی، قرآن نے انسان کو اونچا

کیا، قرآن نے دنیا کو سر بلند کیا، یہ قرآن ہے..... ان هذا القرآن يهدي للتي هي اقـوم..... انسان ذلیل تھا، انسان کمینہ تھا، انسان رذیل تھا، انسان بت پرست تھا، انسان آتش پرست تھا، انسان آگ کو پوجتا تھا، انسان اتنا ذلیل تھا کہ یہ گائے کا

پیشاب پیتا تھا۔

آج بھی ایک قوم گائے کا پیشاب پیتی ہے، اتنا اونچا انسان، اتنا بڑا انسان کہ جس انسان کو اشرف المخلوقات بنایا گیا۔ ایک کارخانہ ہے، اس کارخانے میں اربوں روپے کی مشینری ہے اور اس کارخانے میں ایک انسان بٹن دباتا ہے، سارا کارخانہ چل پڑتا ہے، ایک انسان صرف میلوں لمبے کارخانے کو ایک بٹن سے چلاتا ہے یہ ہے معنی کہ..... ولقد کرمنا بنی آدم..... کہ انسان کو میں نے کتنی عزت دی۔

سواونٹ ہیں اور ان سواونٹوں کی نکیل ایک بچے کے ہاتھ میں ہے جس کی عمر ہے بارہ سال، بارہ سال کا بچہ سواونٹوں کی نکیل پکڑ کر جا رہا ہے، یہ ہے معنی..... ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم..... ایک بارہ سال کا بچہ سواونٹوں کی لگام پکڑ کر جاتا ہے۔

انسان کتنا حقیر تھا، انسان کتنا ذلیل تھا، انسان کتنا سوا تھا، میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے، قرآن مجید نے کہا..... ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم.....

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل عرب معاشرہ:

ایک بات یاد رکھیں کہ جتنی برائی عرب میں تھی، میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے، اتنی برائی آج امریکہ میں نہیں ہے، یہ یاد رکھنا، کیوں، کیسے؟ عرب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے تھا کیا؟ کہ جب بچہ پیدا ہوتا تو اس بچے کے حلق میں سب سے پہلے جو چیز جاتی تھی وہ شراب تھی، بچہ پیدا ہوا شراب سب سے پہلے اس کے حلق میں جاتی تھی اور شراب عرب کی خوراک تھی، اتنی برائی۔

زنا عام، کوئی شخص زنا سے بری نہیں تھا، شراب، زنا، قتل، ڈاکہ، چوری، جھوٹ یہ چیزیں عام تھیں۔ اتنی برائی، دنیا میں کہیں نہیں تھی۔ جتنی برائی عرب میں تھی، لیکن مجھے آپ بتائیں کہ ایک وقت وہ بھی آیا کہ جب قرآن کی یہ آیت اتری..... یا ایہا الذین

امنوا انما الخمر والميسر والانساب رجس من عمل الشيطان..... کہ شراب اور
جوا یہ شیطانی کاموں سے ہیں، یہ آیت ظہر کی نماز کے بعد اتری،

اس آیت کی خبر میرے رسول ﷺ نے مدینہ کی گلیوں میں لوگوں کو دی اور
جب مسجد نبوی میں یہ آیت پڑھی گئی کہ شراب اور جوا یہ شیطانی کاموں میں سے کام ہیں
تو کیا ہوا؟ مدینہ کی گلیوں میں مٹکے شراب کے بہا دیئے گئے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے شراب پی، اس نے قے کر دی، ایک کے منہ میں شراب
تھی اس نے الٹ دی، ایک کے ہاتھ میں گلاس تھا اس نے الٹ دیا، کیوں الٹا کہ قرآن
نے کہا..... انما الخمر والميسر والانساب رجس من عمل الشيطان۔

امریکہ میں شراب پر پابندی:

ادھر آپ امریکہ میں دیکھو ۱۹۳۷ء میں، امریکہ کے ڈاکٹروں نے حکومت کو
مشورہ دیا کہ شراب برائیوں کی جڑ ہے، بیماریاں اس سے پھیلتی ہیں، یہ ام النجاست ہے،
اس کو بند کر دو، امریکہ نے قانون بنایا کہ شراب پر پابندی، لیکن ڈیڑھ سال تک قانون
رہا، کسی نے پابندی نہیں کی، اس قانون کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر دی گئیں۔
آج چین میں شراب پر پابندی ہے، لیکن پھر بھی وہاں شراب چلتی ہے، لیکن
آپ دیکھو۔

قرآن کے نسخہ جات استعمال کرو:

میرے بھائیو! شرک ایک بیماری ہے، شرک ایک مرض ہے کہ جس کو قرآن
نے کہا..... فی قلوبہم مرض..... بتوں کا پوجنا بیماری ہے، شرک کرنا بیماری ہے،
بدعت کرنا بیماری ہے، ظلم کرنا بیماری ہے، غیروں کے دروازوں پر سجدہ کرنا بیماری ہے اور
قرآن نے کہا کہ اس بیماری کو دور میں نے کیسے کیا؟ کہ..... ونزل من القرآن ما هو
شفاء ورحمة للمؤمنین..... میں نے قرآن میں ایسے نسخے بتا دیئے کہ نسخہ استعمال کرو،
شرک کی جڑ کٹ جائے گی۔

قرآن سے جڑ جاؤ:

میرے بھائیو! یہ قرآن کا اعزاز ہے کہ اس کے ساتھ جڑ جاؤ تو بلند ہو جاؤ گے، ایم اب پاس کو نوکری نہیں ملتی، بھوکے مرتے ہیں، لیکن قرآن کے حافظ بھوکے نہیں مرتے، جتنے حافظ اتنی مسجدیں، جتنے حافظ اتنے ادارے، یہ تصور ختم ہو گیا کہ جو حافظ ہوگا، وہ لوگوں سے مانگے گا، یہ تصور ختم ہو گیا۔

قرآن کا حافظ اتنی بڑی دولت والا ہوتا ہے کہ اس کا مقابلہ ایم اے اور پی ایچ ڈی والا نہیں کر سکتا، یہ ایک حافظ قرآن کو جو ہمارے ہاں حقیر سمجھتے ہیں، اصل میں یہ خود کمینہ صفت انسان ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور خدمت خلق:

میرے بھائیو! قرآن کہتا ہے:

.....ان هذا القرآن يهدي للتي هي اقوم.....

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو دل میں نیکیوں کی حسرت ہے، سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں ایک مقام سنا تھا اس جگہ ایک بوڑھی صحابیہ رضی اللہ عنہا رہتی تھی، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کی خدمت کیلئے چلے گئے، اس کو کھانا کھلاتے، اس کو پانی بھر کر دیتے، اس کے گھر کی صفائی کرتے۔

ایک دن سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی وہاں گئے اور اپنی خدمات پیش کیں تو اس نے کہا کہ یہ سارے کام تو ایک شخص کر کے جا چکا ہے دوسرے دن نماز فجر سے پہلے گئے تو وہی جواب ملا، تیسرے دن تہجد کے وقت گئے تو اس نے کہا کہ میں نے کھانا کھالیا ہے اور گھر کی صفائی ہو چکی ہے اور وہ شخص پانی لینے کیلئے پہاڑ پر گیا ہوا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں راستے میں کھڑا ہو گیا کہ یہ کون ہے؟ راستے میں کھڑے ہیں، چاند کی چاندنی ہے، تیزی سے ایک آدمی پہاڑ کے نیچے سے اترتا ہے اور اس کے بغل میں پانی کا برتن ہے، بڑی جلدی میں میرے پاس سے گزرنا چاہتا ہے

میں نے بازو پکڑ لیا، جب میں نے بازو پکڑ کر اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی کہ وہ آدمی اپنے وقت کا خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تھا۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۳۱۲)

یہ خلافت ہے اور اس کو کہتے ہیں خلافت علی منہاج النبوة، یہ نبوت کی طرز کی خلافت ہے۔

میرے بھائیو! جھونپڑیوں کی صفائی کرنے والا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر طعنہ لگانے والو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دنیا کے لالچ میں اقتدار پر قبضہ کیا تھا، جھونپڑیوں کی صفائی کر رہا ہے، بیوہ عورتوں کے پانی بھر رہا ہے، غریب لڑکیوں کو سبزیاں لا کر دے رہا ہے، غریبوں کی بکریوں کا دودھ دوہ رہا ہے اور ٹاٹ کے کپڑے پہنے ہوئے ہے۔

اور جب وفات کا وقت آیا تو فرمایا کہ بیٹا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ میں دنیا سے جا رہا ہوں، تو جب میں دنیا سے چلا جاؤں تو مجھے انہی پرانے کپڑوں میں دفن کر دینا، تو بیٹے نے کہا کہ یہودی کیا کہیں گے کہ مسلمانوں کے خلیفہ کو اچھا کپڑا بھی نہ ملا۔
تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیٹا میرا گزارہ کھدر کے انہی پرانے کپڑوں میں ہو جائے گا، اچھا کپڑا مدینہ کی کسی بیوہ کے کام آ جائے گا، یہ وہ اعزاز ہے کہ جو امت میں کسی اور کے حصے میں نہیں آیا۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کی عظمت:

میرے بھائیو! نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قرآن، عمل، تہجد، یہ ان چیزوں پر عمل سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا، خلافت آئی، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ عمرؓ، عثمانؓ، علی المرتضیٰؓ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہم خلافت انہوں نے سنبھالی، لیکن اس سارے دوران، عشق و محبت کی اس منزل پر صدیق کو کس نے پہنچایا؟ کہ جس منزل کا ذکر قرآن کی اس آیت میں ہے.....
ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم..... قرآن بلند کرتا ہے اور اسی کو شاعر کہتا ہے

اور بڑے عجیب انداز میں کہتا ہے!

من تو شدم تو من شدى من تن شدم تو جاں شدى
تاكس نه گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

یہ فلسفہ ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ مقام، یہ مرتبہ جو عشق و محبت کی آخری منزل تک یہ اللہ تعالیٰ کے قرآن نے نصیب فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس عشق کو آخری نکتہ پر پہنچایا، یہ کہنا کہ فلاں آدمی دونوں ایک ہیں، یہ آسان ہے، لیکن دونوں کا ایک بننا، یہ بڑا مشکل ہے۔

نبی و صدیق ہمیشہ کا ساتھ:

لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بنے ہیں، جن چیزوں میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اختیار تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو جائیں، انہوں نے نبی سے مشابہت کی کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی	صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا	صدیق رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا	صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کیا

لیکن جن کاموں میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اختیار میں نہیں تھا، نبی کے مثل ہونا، اللہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ اخلاق یہ محبت، یہ ولولہ، یہ آب و تاب، یہ گرمی یہ بہار، یہ الفت، اتنی پسند آئی کہ خلاق عالم نے ان چیزوں کو بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی چیزوں کو ایک کر دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عمر اللہ نے ۶۳ سال بخشی..... صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ نے عمر بخشی

۶۳ سال۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سوموار کے دن ہوئی..... صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات بھی

سوموار کے دن۔

پیغمبر ﷺ کو وفات سے پندرہ دن پہلے بخارا آیا..... صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی پندرہ دن پہلے بخارا آیا۔

پیغمبر ﷺ کے پہلے سر میں درد ہوا..... صدیق رضی اللہ عنہ کے بھی پہلے سر میں درد ہوا۔

نبی ﷺ جنازے سے واپس آئے تو بخارا آیا..... صدیق رضی اللہ عنہ بھی جنازے سے واپس آئے تو بخارا آیا۔

پیغمبر ﷺ کو وفات سے دو سال پہلے زہر دیا گیا..... صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی دو سال پہلے زہر دیا گیا۔

پیغمبر ﷺ کو زہر یہودیوں نے دیا..... صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی زہر یہودیوں نے دیا۔

نبی ﷺ کو زہر کھانے میں دیا گیا..... صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی زہر کھانے میں دیا گیا۔

نبی ﷺ کو زہر گوشت میں دیا گیا..... صدیق رضی اللہ عنہ کو زہر بھی گوشت میں دیا گیا۔

نبی ﷺ کے ساتھ کھانے میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ شریک تھا..... صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھانے میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ شریک تھا۔

جو نبی ﷺ کے ساتھ شریک تھا وہ بھی شہید ہو گیا..... جو صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا وہ بھی شہید ہو گیا۔

وہاں نبی ﷺ کو بچا لیا..... یہاں صدیق رضی اللہ عنہ کو بچا لیا۔

..... پھر اس کو بھی دیکھو کہ.....

پیغمبر نبوت کے بعد تیرہ سال مکے میں رہے..... صدیق رضی اللہ عنہ بھی تیرہ سال مکے میں رہے۔

نبی مدینہ میں صدیق مدینہ میں

نبی بدر میں	صدیق بدر میں
نبی اُحد میں	صدیق اُحد میں
نبی خندق میں	صدیق خندق میں
نبی حنین میں	صدیق حنین میں
نبی ۲۷ جنگوں میں	صدیق ۲۷ جنگوں میں

.....اور تو اور.....

پیغمبر ﷺ کی بیٹی نے چکی پیسی..... صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے چکی پیسی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چکی پیسی..... حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے بھی چکی پیسی۔

نبی ﷺ کے دودا ماد عشرہ مبشرہ میں..... صدیق رضی اللہ عنہ کے دودا ماد عشرہ مبشرہ میں۔

پیغمبر ﷺ کے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا..... صدیق رضی اللہ عنہ کے

نواسے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ نبی ﷺ کے نواسے کو کوفیوں نے شہید کیا..... صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے کو شامیوں نے شہید کیا۔

نبی ﷺ کے نواسے کو شہید کرنے سے پہلے خاندان کو ذبح کیا گیا.....

صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے کو بھی شہید کرنے سے پہلے خاندان کو ذبح کیا گیا۔

نبی ﷺ کے نواسے کا سر لٹکا یا گیا..... صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے کا بھی سر لٹکا یا گیا۔

نبی ﷺ کی وفات مدینہ میں..... صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات بھی مدینہ میں۔

پیغمبر ﷺ کی وفات کا وقت آیا، تو عائشہ رضی اللہ عنہا پیغمبر کے سر ہانے بیٹھی ہے.....

صدیق کی وفات کے وقت بھی عائشہ رضی اللہ عنہا صدیق رضی اللہ عنہ کے سر ہانے بیٹھی ہے۔

پیغمبر ﷺ نے وفات کے وقت کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مسواک لاؤ۔

صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی وفات کے وقت کہا عائشہ رضی اللہ عنہا مسواک لاؤ۔ پیغمبر ﷺ نے وفات

کے وقت فرمایا..... اللھم فی الرفیق الاعلیٰ..... صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی کہا..... اللھم

فی الرفیق الاعلیٰ.....

وفات کے بعد جس چارپائی پر حضور ﷺ کا جنازہ آیا..... اسی چارپائی پر

صدیق رضی اللہ عنہ کا جنازہ آیا۔

جو چادر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ڈالی گئی..... وہی چادر صدیق رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ڈالی گئی۔

جس حجرے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بنی..... اسی حجرے میں صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر بنی اور قیامت کے دن.....

جس دن نبی اٹھیں گے..... اسی دن صدیق رضی اللہ عنہ اٹھیں گے۔
جس طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم جائیں گے..... اسی طرف صدیق رضی اللہ عنہ جائیں گے اور قیامت کے دن.....

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام محمود پر ہونگے..... صدیق رضی اللہ عنہ بھی مقام محمود پر ہوں گے
عشق و محبت کا یہ وہ راز ہے کہ جس کو خدا جانتا ہے۔ عشق و محبت کی یہ آخری منزل ہے، عشق و محبت کی یہ وہ دہلیز ہے کہ جو دنیا میں صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی ہے اور کسی کے حصے میں آ سکتی ہے؟

اور میں آپ کو حیران کرنے کیلئے ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی پہلی جنگ، جنگ بدر ہے، جنگ بدر میں چودہ صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پہلی جنگ کا نام ہے جنگ ذوالقرنیہ، اس میں بھی چودہ صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری جنگ، جنگ اُحد ہے، جنگ اُحد میں ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے، ستر صحابہ رضی اللہ عنہم قید ہوئے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جو دوسری جنگ ہے، اس جنگ کا نام ہے جنگ یمامہ، اس میں سات سو قرآن کے قاری شہید ہوئے اور ستر قید ہوئے، ستر صحابی جیل میں گئے تو دوسری جنگ میں ستر قید ہوئے اور جنگ اُحد میں بھی ستر صحابی قید ہوئے۔

ایک ایک چیز میں مشابہت ہے، ایک ایک بات میں مشابہت ہے، نبی و صدیق کا ساتھ اتنا تھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار سے آئے، پہلی وحی پر آپ بیکپا رہے تھے تو

آپ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا..... انک لتصل الرحم و تقری

الضیف..... (بخاری باب کیف کان بدالوجی)

اے محمد صلی اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کریں گے کیوں؟ تم مہمان نواز ہو، تم صلہ رحمی کرتے ہو اور جب صدیق مکہ کے مشرکوں سے تنگ آ کر مکہ چھوڑنے لگے، تو

ابن الدغنه آیا تو اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا..... انک لتصل الرحم و تقری

الضیف..... (بخاری باب ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

تو صلہ رحمی کرتا ہے تو بھی مہمان نواز ہے جو لفظ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کہا، وہ کئی سال کے بعد ابن الدغنه نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے کہے،

یعنی دشمن کے دل میں بھی وہی الفاظ۔

ابوبکر و نبی کی مشابہت، ان کا کردار، ان کی عظمت اور مشابہت ایسی چیز ہے

اور اس عشق و محبت کی منزل کوئی دنیا کا شخص نہیں پاسکتا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



صحابہ رضی اللہ عنہم کا خریدار کون؟

خطبہ:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ
إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ
الْجَنَّةُ ۖ يَكْتَتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُهْلِكُونَ فِيهِمُ اللَّهُ فَمَا يُكَلِّمُونَ ۚ وَعَدَا
عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ
مِنَ اللَّهِ فَاسْتَمِشُّوا بِمَا بَعَثَكُمْ ۚ الَّذِي يَأْتِيكُمْ بِهِمْ ۚ وَذَلِكَ هُوَ
الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (التَّائِبُونَ الْعَبْدُونَ الْحِمْدُونَ السَّائِحُونَ
الرَّكَعُونَ السَّجِدُونَ الْأُمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ۚ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝)

(پارہ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت ۱۱۳ تا ۱۱۴)

ترجمہ:- ”اللہ تعالیٰ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال
اس قیمت پر کہ ان کیلئے جنت ہے، لڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں، پھر
ماتے ہیں اور مرتے ہیں، وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا توریت اور

انجیل اور قرآن میں اور کون ہے قول کا پورا اللہ تعالیٰ سے زیادہ سو
خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے، اس سے اور یہی ہے بڑی
کامیابی۔ وہ توبہ کرنے والے ہیں۔ بندگی کرنے والے، شکر کرنے
والے، بے تعلق رہنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے،
حکم کرنے والے نیک بات کا اور دفع کرنے والے بری بات سے اور
حفاظت کرنے والے ان حدود کے جو باندھی اللہ تعالیٰ نے اور خوشخبری
سنادے ایمان والوں کو۔“

تمہید:

بزرگان محترم! جو قرآن کریم کی آیت کریمہ میں نے آپ حضرات کے
سامنے تلاوت کی ہیں، اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک اہم اصول اور نکتہ بیان کیا ہے
اور اس نکتے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت و عظمت اور اسلام کے ساتھ ان کی شائستگی اور
انس آشکار ہوتا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ان لوگوں نے
اپنی جانوں کا نذرانہ کیسے پیش کیا
کس طرح ان کے بچے یتیم ہوئے
کس طرح ان کی بیویاں بیوہ ہوئیں
اور کس طرح انہیں اذیتیں دے کر شہید کیا گیا۔

قرآن کریم نے مجموعی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے اور اس آیت کا
ترجمہ عرض کرتا ہوں، تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیا عظمت ہے اور ان کا
کیا کمال ہے؟ کہ جس کی وجہ سے سارا قرآن مجید ان کی رفعتوں اور بلندیوں سے بھرا ہوا
ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا خریدار اللہ تعالیٰ:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا..... ان الله اشترى من المؤمنين

انفسهم واموالهم بان لهم الجنة..... اللہ تعالیٰ نے ایک بہت ہی انوکھے انداز میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اتنا بلند کیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو میں اتنا اچھا سمجھتا ہوں کہ میں خدا نے ان کی جانوں کا سودا کر لیا ہے اور ان کی جانوں کو خرید لیا ہے۔

جب کوئی آدمی کسی چیز کا سودا کرتا ہے تو چار چیزیں سامنے آتی ہیں:
ایک سودا جس چیز کو خریداجائے۔

دوسرا خریدار۔

تیسرا مول، کہ اس کی قیمت کیا تھی؟ کس بدلہ میں خریدا گیا، اور چوتھی چیز یہ ہے کہ اس میں کوالٹی کیا ہے؟ اس میں کمال کون سا ہے؟ جس کی وجہ سے اس سودے کو خریدا گیا اور خریدنے والا بھی کوئی عام انسان نہیں ہے، کوئی پیغمبر نہیں ہے اور کوئی برگزیدہ ولی اور قطب نہیں ہے، بلکہ سودے کا خریدار خود پروردگار ہے۔

چند مثالیں:

آپ بازار سے سودا لینے جائیں، کپڑا خریدیں، اور جب گھر لیکر آئیں اور آپ کی بیوی کو وہ کپڑا پسند نہ آئے اور یہ کہے کہ تو کپڑا تو لایا ہے وہ غلط ہے، اس پر تو کل کو بورا آجائے گی، یہ تو نکما کپڑا لے آیا ہے تو اس کی بات سے آپ کا پسینہ چھوٹ جائے گا، کہ میں نے بڑی محنت سے بازار سے سودا خریدا اور میری بیوی نے مسترد کر دیا، ایسے عام طور پر ہوتا ہے۔

آپ بازار سے گوشت خریدنے جائیں تو گھروالے کہیں کہ یہ گوشت تجھے کس نے دیا، یہ تو کسی کام کا نہیں، یہ تو، تو چھپھڑے لے آیا ہے، یہ گوشت ہے؟ یہ تو ہڈیاں ہیں،

تو نکما ہے

تجھے تو پتہ نہیں ہے
تجھے عقل ہی نہیں ہے

یہ لاؤڈ سپیکر میرے پاس ہے یہ مائیک ہے، اس مائیک کو میں خرید کر لاؤں اور اس میں آواز نہ آئے، تو آپ کہو گے کہ مولوی صاحب نے خریدا ہے ان کو تجربہ نہیں ہوگا، ان کو پتہ ہی نہیں ہوگا۔

یہ میرے پاس ٹیپ ریکارڈر ہے، یہ ٹیپ ریکارڈر کس لئے ہوتا ہے کہ میری آواز کیج کرے۔ تقریر ریکارڈ ہو اور اگر اس کے اندر یہ سسٹم ہی نہ ہو، اور وہ کیج ہی نہ ہو، تو آپ کہیں گے کہ پتہ نہیں یہ کہاں سے لائے ہو، پوچھو گے کہاں سے لائے ہو؟ وہ کہے گا کہ میں دو بیٹی سے لایا ہوں، پتہ نہیں دو بیٹی سے تجھے کس نے نکما سودا دے دیا، یہ تو کسی کام کا نہیں ہے تو آپ کتنے حساس ہیں۔

میں بات سمجھانے کیلئے یہ ساری باتیں عرض کر رہا ہوں، کہ جو آپ سودا خریدتے ہیں، اس کو دیکھ کر لوگ کہتے ہیں کہ یہ بڑا اچھا سودا ہے، جب آپ گھر لے کر جائیں تو گھر والے کہیں کہ یا یہ بندہ بڑا اچھا ہے، سودا تو یہ ہے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر آپ سودا خرید کر لے گئے، اور سارے گھر والے کہیں کہ اسے کیوں بھیجا تھا، اسے سودا نہیں لینا آتا، یہ تو نکما بندہ ہے یہ ایک روپے والی چیز دس روپے کی لے آتا ہے۔

خدا دلوں سے واقف ہے:

دیکھو آپ کو اپنے سودے کا کتنا احساس ہے، لیکن آؤ میں ایک ایسے سودے کا ذکر کروں کہ جو سودا کسی انسان نے نہیں کیا، پروردگار نے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، خلاق عالم نے کیا ہے، ساری دنیا کے والی خالق اور مالک نے کیا ہے اور وہ اس سودے کی نفسیات اور حقیقت سے بھی واقف ہے اندر سے بھی واقف ہے کہ ان کے اندر کیا ہے اور وہ اعلان قرآن میں کر رہا ہے کہ لوگو ایک ایسی چیز ہے دنیا میں کہ جس کو خدا خرید رہا

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں یہ نہیں کہا کہ میں نے پہاڑ کا سودا کیا، پلاٹ کا سودا کیا، کاروبار کا سودا کیا۔

✽ میں اور آپ سونے کا سودا کرتے ہیں

✽ پلاٹ خریدتے ہیں

✽ مکان خریدتے ہیں

✽ مشینری خریدتے ہیں

✽ گندم خریدتے ہیں

✽ کپاس خریدتے ہیں

یہ سودے کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے کائنات کی کسی اور چیز کا سودا نہیں کیا، اگر سودا کیا ہے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کیا ہے۔ اگر سودا کیا ہے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عثمان و علی کا کیا ہے، اور ان لفظوں میں کیا ہے:

..... ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم

کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانوں کو خرید لیا، کوئی کوالٹی ہوگی تو تب ہی خریدا ہے۔

تو سودا خریدے تو کہتا ہے کہ میرا سودا بڑا اچھا ہے تو جو سودا تیرے والد نے خریدا ہے تو تو کہتا ہے کہ یہ سودا بڑا اچھا ہے، والد صاحب نے بزرگوں نے خریدا ہے اور جو سودا خود خریدے اور جو سودا حضور صلی اللہ علیہ وسلم خریدیں اور جو سودا اللہ تعالیٰ خریدے، اس میں کتنی کوالٹی ہوگی۔ کتنی اچھائی اور کتنی عظمت ہوگی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم یکے ہوئے ہیں:

تو اب دیکھیں کہ جو بھی چیز سودے میں اور خریداری میں آئے گی تو چار چیزیں ہوں گی۔

سب سے پہلی بات سودا

دوسری بات ہے خریدار
تیسری بات ہے قیمت کس بدلہ میں سودا خریدا گیا۔
اور چوتھی چیز ہے کوالٹی۔

اس میں کیا کمال ہے کہ جس کی وجہ سے اس چیز کا خریدار خود اللہ تعالیٰ ہے، کائنات کا خالق اور مالک اس کو خریدنے آیا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے نہیں خریدا، مجھے نہیں خریدا، یہاں کی کسی چیز کا سودا اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے سودا مدینہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا کیا ہے، مکے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا کیا ہے، حبشے کے کالے بدال رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے خریدا ہے۔

سودا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا، خریدار اللہ تعالیٰ:

خریدار تو اللہ تعالیٰ ہے، یہ سودا کس کا تھا؟ یہ سامان کس کا تھا؟ اس کو بناؤ سنگھار کس نے کیا تھا؟ اس سودے کو بنایا کس نے تھا؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اس کو سجانے والے۔

دیکھو مکہ مدینہ میں اور بھی بڑے لوگ آئے، ابو جہل بھی مکے میں آیا، عتبہ شیبہ اور اخنس بھی آیا، ابولہب بھی آیا، اسی مکے میں رہنے والے ابولہب کو قرآن نے کہا..... تب تبت یدا ابی لہب و تب..... ابولہب تو تباہ ہو، اس کو اللہ تعالیٰ نے نہیں خریدا، اسی قرآن میں ابولہب پر لعنت بھیجی گئی اور اسی قرآن میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے خریدنے کا اعلان کیا۔

تو معلوم ہوا کہ کوئی بات تو ہے کہ جس کی وجہ سے ابولہب پر لعنت کی گئی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خریدا گیا اور اللہ تعالیٰ نے خریدا۔

اللہ تعالیٰ سودا خرید رہے ہیں اور قرآن پاک میں اس کا ذکر کر رہے ہیں، اللہ فرماتے ہیں..... ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم..... اللہ نے خریدا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانوں کو، جانوں کا سودا اللہ نے کیا..... واموالهم..... اور مالوں کا سودا

بھی اللہ نے کیا، صحابہ کا مال بھی اتنا قیمتی تھا، کہ اس کا سودا اللہ نے کیا، یہاں ایک بات یاد رکھیں کہ صحابہ کا مال اتنا قیمتی کیوں تھا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی خیرات کا مقابلہ کہاں:

حضور ﷺ نے فرمایا مسلمانو! اگر میرا کوئی صحابی جو کی مٹھی خیرات کرے اور تم جو صحابی نہیں ہو، وہ اُحد پہاڑ سونے کا خیرات کریں تو جو کی مٹھی کا ثواب بڑھ جائے گا اُحد پہاڑ کے سونے سے، کیوں بڑھے گا؟ اس لئے کہ جس صحابی نے جو کی مٹھی خیرات کی ہے اس نے اس ہاتھ سے خیرات کی ہے کہ جو ہاتھ پیغمبر کے ہاتھ میں آیا ہے، نبی ﷺ کے ہاتھ میں آیا ہے، تو اس کی خیرات کی ہوئی چیز اللہ کے ہاں اتنی قبولیت والی ہوئی تو اللہ تعالیٰ کیا فرما رہے ہیں..... ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم..... کہ اللہ تعالیٰ نے خریدا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانوں کو، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مالوں کو، دیکھو اللہ تعالیٰ خریدار ہے اور سودا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور بدلہ کیا ہے، اس آیت میں..... بان لهم الجنة..... جنت کے بدلہ میں خریدا، ان کو میں نے خریدا۔ جنت دے دی، بدلہ جنت ہے اور کوالٹی کیا ہے، قرآن نے کہا..... يقاتلون في سبيل الله فيمقتلون و يقتلون..... اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔

جہاں اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ حکم دیتا ہے، تو کبھی یہ نہیں کہتے کہ ہماری بیویوں کا کیا بنے گا، بچوں کا کیا بنے گا، رشتہ داروں کا کیا بنے گا، تلوار اٹھا کر میدان میں اترتے ہیں..... يقاتلون في سبيل الله..... اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔ چار چیزیں ہیں سودے میں.....

پہلی چیز..... سودا

دوسری چیز..... خریدار

تیسری چیز..... قیمت

چوتھی چیز..... کوالٹی

تو یہ چیزیں اعلیٰ ہوئیں کہ نہیں، اب اس آیت کی روشنی میں دیکھیں، میں آپ کو ترجمہ سنارہا ہوں، قرآن کی بہار آتی ہے تو ایمان تازہ ہو جاتا ہے، میں کسی پنوں کی کہانی نہیں پڑھ رہا، میں ہمیشہ قرآن کی بات کرتا ہوں، اور قرآن کی آیت کی تشریح کرتا ہوں۔ دیکھیں..... ان اللہ..... بے شک اللہ تعالیٰ نے..... اشتری..... خرید لیا ہے..... من المومنین انفسهم..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانوں کو..... واموالهم..... اور ان کے مالوں کو..... بان لهم الجنة..... جنت کے بدلہ میں..... اور کوالٹی کیا ہے؟..... یقاتلون فی سبیل اللہ..... اللہ تعالیٰ کے راستے میں وہ جہاد کرتے ہیں..... فیقتلون..... اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو قتل کرتے ہیں..... ویقتلون..... اور خود شہید ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور کامیابی کا اعلان:

اور آگے فرمایا..... وعدا علیہ حقا..... اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ سچا وعدہ کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اللہ کہاں وعدہ کر چکے ہیں؟..... فی التوراة..... جو تورات موسیٰ علیہ السلام پر اتری تھی اس میں بھی میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا، تورات میں..... والانجیل..... اور انجیل میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کر چکا ہوں..... والقرآن..... اور قرآن میں بھی ان کا بار بار ذکر آ چکا ہے۔

اور آگے قرآن کیا کہتا ہے؟..... ومن اوفی بعہدہ..... جس نے بھی میرے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔ اے میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خوش خبری دے دو..... ببیعکم الذی..... کہ جو سودا تم نے کیا اے صحابہ رضی اللہ عنہم دنیا میں کوئی نہیں کر سکتا کہ تم نے جان دے دی ہے اور جنت حاصل کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا ہے..... ببیعکم الذی با یعتم بہ وذلك هو الفوز العظيم..... اس سے بڑی کیا کامیابی ہو سکتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ خود خرید لے۔

قرآن مجید نے کہا..... ان اللہ الشتری من المؤمنین انفسهم..... بے

شک اللہ تعالیٰ نے خرید لیا ان کی جانوں کو..... اموالہم..... اور ان کے مالوں کو..... ہاں
لہم الجنة..... جنت کے بدلہ میں..... یہ صحابہ رضی اللہ عنہم وہ ہیں، کہ جس کا سودا پروردگار نے
کیا ہے، جن کی جانوں کو اللہ تعالیٰ نے خرید لیا۔ جن کے مالوں کو اللہ تعالیٰ نے خرید لیا.....

ان کے مال کتنے قیمتی تھے،

ان کی دولت کتنی قیمتی تھی؟

ان کی دولت میں حلال ہی حلال تھا اور ان کے مال میں کتنی برکات تھیں، کہ
اللہ تعالیٰ ان کے مال خریدنے کا اعلان قرآن میں کر رہے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خیرات:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں خیرات کرتے تھے، ان کی خیرات کا
مقابلہ کیسے ہو؟

ان کے خلوص و تقویٰ کا مقابلہ کیسے ہو؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

جو آدمی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خیرات کرتا ہے دس گنا اس کو اللہ تعالیٰ دنیا
میں دیتا ہے اور ستر گناہ آخرت میں دیتا ہے۔

کیا یقین تھا ان کو اللہ تعالیٰ کے نبی کے فرمان پر، اللہ تعالیٰ نے ان کی جانوں کا
سودا کیا اور پیغمبر کی بات کا کتنا یقین ہوا،

..... یہی وجہ ہے کہ قرآن نے کہا

ان الله الشتری من المؤمنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنة

ان کی جانوں کا سودا میں نے کیا

ان کے مالوں کا سودا کیا

اللہ تعالیٰ نے انہیں خرید لیا

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو دین پر جان اور مال قربان کرنے کی توفیق عطا

فرمائے۔ (آمین)

مسلمانو! یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کا کردار ہے اس کردار کو اپناؤ گے تو اس دنیا میں بھی کامیاب ہو گے اور آخرت میں بھی کامیاب ہو کر ان کے جہنڈے تلے ہوں گے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



﴿ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ﴾

خطبہ:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا
ثَانِي اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ
اللَّهَ مَعَنَا ۚ

(پارہ ۱۰ سورۃ التوبہ آیت: ۴۰)

ترجمہ۔ ”اگر تم نہ مدد کرو گے رسول کی تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس
وقت اس کو نکالا تھا کافروں نے کہ وہ دوسرا تھا دو میں جب وہ دونوں
تھے غار میں، جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے تو غم نہ کھا بے شک اللہ
ہمارے ساتھ ہے۔“

☆☆☆☆

اشعار:

چاند یثرب کا نہ جب تک میرے دل میں چمکا
دل و جان مطلع انوار نہ ہونے پائے

حق نے محبوب سے پردے میں جو باتیں کی تھیں
جبرئیل بھی ان سے خبردار نہ ہونے پائے
شافع محشر تو شفاعت کے لئے آ پہنچے
ہم ابھی خواب سے بیدار نہ ہونے پائے
مجھ سے ناخوش ہے زمانہ تو کوئی بات نہیں
مجھ سے ناخوش میری سرکار نہ ہونے پائے

تکمہ ہید:

میرے واجب الاحترام دوستو! آج ہم سیدنا صدیق اکبرؓ کے فضائل
و مناقب پر اپنی معروضات پیش کریں گے۔

ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ.....

ہمارا تعلق ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ ہے.....

ہمارا تعلق عمر فاروقؓ کے ساتھ ہے.....

ہمارا تعلق عثمان غنیؓ کے ساتھ ہے.....

ہمارا تعلق علی المرتضیٰؓ کے ساتھ ہے.....

ہمارا تعلق معاویہ بن ابی سفیانؓ کے ساتھ ہے.....

ہمارا تعلق حسنینؓ کے ساتھ ہے.....

تذکرہ دین کے آئینی گواہوں کا:

میرے بھائیو!

مسلمان کا ایمان ہے کہ پیغمبر سے عشق و محبت لازمی ہے لیکن حضور ﷺ سے

عشق کس طرح کیا جائے؟ اس کا معیار کیسا ہو؟ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا.....

فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اهتدوا..... اے پیغمبر ایمان کرو، صحابہ کو کہہ

دے کہ اے دنیا کے لوگو، قیامت تک آنے والے انسانوں، اگر تمہارا ایمان.....

ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کی طرح ہوا

عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان کی طرح ہوا

عثمان رضی اللہ عنہ کے ایمان کی طرح ہوا

علی رضی اللہ عنہ کے ایمان کی طرح ہوا

فقد اھتدوا..... پھر تو تم ہدایت والے ہو..... وان تولوا فانھا هم فی

شقاق اگر یہ بات نہ ہوئی تو پھر یہ ہدایت نہیں ہے۔

پھر یہ ضلالت ہے

پھر یہ گمراہی ہے

پھر یہ روایت ہے

گویا کہ تمہارا ایمان وہ معتبر ہے کہ جو ایمان صحابہ رضی اللہ عنہم والا ہوگا۔ اب دیکھو

توحید پر ایمان ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ والا

پیغمبر پر ایمان ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ والا

قرآن پر ایمان ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ والا

قیامت پر ایمان ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ والا

دین پر ایمان ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ والا

اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان سے ہٹ کر ایمان قبول کرو گے تو تمہارا ایمان

معتبر نہیں ہوگا کیوں؟

صحابہ رضی اللہ عنہم معیار ہیں

صحابہ رضی اللہ عنہم کسوٹی ہیں

صحابہ رضی اللہ عنہم نمونہ ہیں

صحابہ رضی اللہ عنہم اسوہ حسنہ ہیں

صحابہ رضی اللہ عنہم پگڈنڈی ہیں

صحابہ رضی اللہ عنہم شاہراہ ہیں

صحابہ رضی اللہ عنہم صراط مستقیم ہیں

اس صراط مستقیم پر چلو گے ایمان معتبر ہوگا..... کیوں؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا نمازیں پانچ ہیں

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا روزے تیس ہیں

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا سال میں حج ایک ہے

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا زکوٰۃ اڑھا بیفصد فرض ہے

اب تم پانچ نمازوں سے چھ نمازیں کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے

تیس روزوں سے اکتیس کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے

حج دو مرتبہ کرو گے سال میں تو گمراہ ہو جاؤ گے

زکوٰۃ تین فیصد کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے

اس لئے کے جو معیار دین کا، اسلام کا، شریعت کا، صحابہ رضی اللہ عنہم بتا گئے ہیں پھر

ایک صحابی ہوتا تم کہتے کہ شاید وہ بھول گیا ہو، دو صحابی ہوتے تو کہتا کہ شاید وہ بھول گیا

ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ ۴۴ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم دنیا میں بھیج کر

پیغمبر کی ایک ایک ادا کو

پیغمبر کی ایک ایک صفت کو

..... محفوظ کر دیا.....

پھر اس پر کتابیں چھپیں، بخاری شریف ہے، ترمذی شریف ہے، مسلم شریف

اور ایک ایک کتاب میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال درج ہیں اور ایمان وہ معتبر ہے جو نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا ہے کیوں؟

قرآن آسمانوں سے اترا صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے میں آئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میں آئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا

پیغمبر ﷺ فاران کی چوٹی پر چڑھے صحابہ جنی اللہ نے دیکھا
 آج کوئی کہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں میرے پاس دلیل کوئی نہیں آج
 کوئی کہے کہ دس لاکھ احادیث پیغمبر کا کلام نہیں میرے پاس کوئی دلیل نہیں کیوں؟ دلیل تو
 صحابہ جنی اللہ ہیں، صحابہ جنی اللہ کو نکال دیں، تو قرآن قرآن نہیں رہتا، حدیث حدیث
 نہیں رہتی، کیوں؟

قرآن آسمانوں سے اترتا	صحابہ جنی اللہ نے دیکھا
نبی کو قرآن پڑھتے	صحابہ جنی اللہ نے دیکھا
نبی کو سجدہ کرتے	صحابہ جنی اللہ نے دیکھا
نبی کو حدیث بیان کرتے	صحابہ جنی اللہ نے دیکھا
پیغمبر کو چلتے	صحابہ جنی اللہ نے دیکھا
نبی کو روتے	صحابہ جنی اللہ نے دیکھا
نبی کو پہاڑ پر	صحابہ جنی اللہ نے دیکھا
نبی کو بدر میں	صحابہ جنی اللہ نے دیکھا
نبی کو احد میں	صحابہ جنی اللہ نے دیکھا
نبی کو خیبر میں	صحابہ جنی اللہ نے دیکھا
نبی کو حنین میں	صحابہ جنی اللہ نے دیکھا
نبی کی بیٹیاں چار تھیں	صحابہ جنی اللہ نے دیکھا
نبی کی بیویاں گیارہ تھیں	صحابہ جنی اللہ نے دیکھا
پیغمبر رکوع میں ہیں	صحابہ جنی اللہ نے دیکھا
نبی نے مہمان نوازی کی	صحابہ جنی اللہ نے دیکھا
نبی نے خوشی کی	صحابہ جنی اللہ نے دیکھا
نبی نے غمی کی	صحابہ جنی اللہ نے دیکھا
نبی نے غیر مسلموں کو خطوط لکھے	صحابہ جنی اللہ نے دیکھا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درمیان سے نکال کر قرآن قرآن نہیں رہے گا حدیث حدیث نہیں رہے گی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت شریعت نہیں رہے گی، معیار عشق کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس لئے کہ پیغمبر کی ایک ایک ادا کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے سینے میں محفوظ کر کے قیامت تک آنے والی انسانیت کیلئے، قوم کیلئے، ہر بستی کیلئے محفوظ کر کے بتا دیا کہ وہ عشق کا معیار جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قائم کیا اس سے بہتر کوئی معیار نہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی کے حکم کو ماننے کا نام ہے۔

نسبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے صحابہ کی عظمت:

میرے دوستو!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو عظمت حاصل ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام بہت اونچا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں..... یہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو اتنا اونچا مقام ملا ہے تو کیوں ملا ہے؟..... جنگ بدر میں صحابہ رضی اللہ عنہم گئے تھے اس میں کوئی شک نہیں..... جنگ احد میں صحابہ رضی اللہ عنہم گئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عظمت اس وجہ سے نہیں ملی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۲۷ جنگوں میں گئے..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عظمت اس وجہ سے بھی نہیں ملی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ میں رہے یا مدینے میں رہے۔ یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں گئے نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت اس وجہ سے ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

اس مسجد کو بنے ہوئے پچاس سال ہو گئے ہوں گے۔ آج سے ۵۰ سال پہلے اس جگہ پر جہاں آج مسجد ہے عام آدمی جوتا پہن کر گزر سکتا تھا لیکن ایک سال بعد آدمی گزرنے لگا تو اس کو یہاں سے جوتا پہن کر گزرنے سے منع کر دیا کہ یہ مسجد بن رہی ہے اور اس سے پہلے ایک وقت آیا تھا کہ جوتوں سمیت یہاں آیا کرتے تھے اور اب ایک وقت آیا ہے کہ میں بے شک یہاں تقریر کرنے کے لئے آیا ہوں۔ مجھے بھی جوتا وہاں اتارنا پڑا اور آپ کو بھی اتارنا پڑا..... اور کوئی قطب آئے تو وہ بھی جوتا اتار کر آئے۔

کیوں؟ اس لیے کہ اس جگہ کی نسبت کچھ سال پہلے کسی کے ساتھ نہیں تھی آپ جوتا لا سکتے تھے اب اس کی نسبت خدا کے گھر کے ساتھ ہے۔ اب مولوی بھی جوتا نہیں لا سکتا۔ اس لیے کہ نسبت بدل گئی ہے۔

اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صرف ابو بکر ہوتا تو آپ اس کو برا کہہ دیتے، جب سے ابو بکر کی نسبت نبوت کے ساتھ ہو گئی ہے۔ قطب اور اولیاء اللہ کو بھی ابو بکر کی عزت کرنی پڑے گی، جب تک نسبت نہیں بدلی آپ مسجد کی جگہ پر جوتوں سمیت آ جائیں اور جب نسبت بدلی جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ کے گھر کے ساتھ نسبت ہو جائے..... تو مولوی بھی جوتا اتار کر مسجد میں آئے گا، ابو بکر کی نسبت جب نہیں بدلی تھی..... ابو بکر جب ابو بکر تھا..... عمر جب عمر تھا..... عثمان جب عثمان تھا..... علی جب علی تھا آپ ان کو جو مرضی کہتے۔

لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر..... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بن گیا۔

عمر رضی اللہ عنہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر..... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بن گیا۔

عثمان رضی اللہ عنہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر..... ذوالنورین بن گیا۔

علی رضی اللہ عنہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر..... اسد اللہ الغالب بن گیا۔

حظلمہ رضی اللہ عنہ جب..... غسیل الملائکہ بن گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ جب..... مفسر قرآن بن گیا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب..... محدث بن گیا۔

بلال حبشی رضی اللہ عنہ جب..... جنت کا وارث بن گیا۔

تو اب دنیا کے کسی آدمی کی صحابہ کو توہین کی اجازت نہیں ہے اس لیے کہ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت اب بدل گئی ہے۔

اب اگر نسبت بدلنے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہو گے..... تو یہ برا صحابہ کو

نہیں کہا جائے گا۔ یہ برائی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو جائے گی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہنا ہو جائے

گا۔ اس لیے کہ جب نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گئی..... تو اب ان کو برا کہنے سے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر داغ لگے اور پیغمبر پر انگلی اٹھانے والا مسلمان نہیں ہے۔

شہر رسول سے نسبت:

قیل آباد ایک آدمی آیا لوگ اس کے ہاتھ چومنے لگے ایک آدمی نے پاؤں پکڑ لیا۔ ہم بھی وہاں موجودہ تھے۔ میں نے اس سے کہا کہ جس کے تم ہاتھ چومتے ہو، یہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ یہ وہ مولوی صاحب ہیں جو تین سال پہلے مدینہ منورہ گئے تھے اور مدینہ کی یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں اور ان کا تیسرا سال ہے، ان کے ہاتھ نہ چومیں تو کیا کریں!

میں نے کہا کہ یہ اگر مدینہ یونیورسٹی میں پڑھتا ہے تو پھر کیا ہے؟..... وہ مسئلہ سمجھا گیا اس نے کہا کہ تمہیں حضور ﷺ کا ادب نہیں ہے؟ میں نے کہا کہ ادب ہے..... اس نے کہا کہ حضور ﷺ مدینے میں موجود ہیں اور جو مدینے میں پڑھ کر آئے اس کا ادب ہونا چاہئے۔

ایک آدمی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دشمن تھا وہ بھی اس کو سلام کر رہا تھا۔ میں نے اس کو مسئلہ سمجھانے کے لیے کہا کہ اس کی عزت کرتے ہو اس نے کہا بالکل اس لیے کہ یہ مدینے سے آیا ہے۔

میں نے کہا کہ مجھے یہ بتاؤ مدینہ میں کہاں پڑھتا ہے۔ جواب دیا کہ مدینہ یونیورسٹی میں پڑھتا ہے میں نے کہا کہ میں نے مدینہ یونیورسٹی اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے اور وہ یونیورسٹی روضہ رسول سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے اور اس یونیورسٹی میں حضور ﷺ بھی موجود نہیں ہیں۔ حضور ﷺ بھی نہیں پڑھاتے۔ حضور ﷺ بھی خود درس نہیں دیتے اور یہ جو طالب علم ہے جس کے تم ہاتھ چومتے ہو یہ حضور ﷺ کا براہ راست شاگرد بھی دیتے اور یہ جو طالب علم ہے جس کے تم ہاتھ چومتے ہو یہ حضور ﷺ کا براہ راست شاگرد بھی نہیں ہے۔ اس نے حضور ﷺ سے پڑھا بھی نہیں ہے میں نے کہا کہ چودہ سو سال کے بعد وہ مدینہ یونیورسٹی.....

جہاں کا استاد نبی ﷺ نہیں ہے.....

جہان کا استاد پیغمبر نہیں ہے.....

جہان کا استاد رسول ﷺ نہیں ہے.....

اس مدینہ یونیورسٹی میں چودہ سو سال کے بعد جو آدمی چلا جائے حالانکہ وہ پیغمبر کے روضے سے بھی دور ہے..... اس کے ہاتھ چومتے ہو اور جن ایک لاکھ چوبیس ہزار شاگردوں کو جنہوں نے محمدی یونیورسٹی میں پیغمبر ﷺ کے سامنے بیٹھ کر علم حاصل کیا ان شاگردوں کا حال کتنا بلند ہوگا؟ ان کی عظمت کیا ہوگی؟ بات تو نسبت کی ہے۔ جب صحابہ کی نسبت نبی ﷺ کے ساتھ ہوگئی تو ان کی کیا قدر و منزلت ہوگی؟

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا:

جب آپ فیصل آباد سے آئیں جھنگ کی طرف..... تو راستے میں پہلے بڑی نہر آتی ہے پھر چھوٹی نہر آتی ہے آپ کو یہ معلوم ہے کہ یہ جو نہر ہے یہ دریائے چناب سے نکل کر آتی ہے مجھے بھی معلوم ہے فلاں بڑی نہر فلاں جگہ سے نکلتی ہے اگر آپ کو کوئی آدمی یہ بتائے کہ یہ جو دریائے چناب ہے اس دریائے چناب کا پانی ناپاک ہے۔ اور پانی ٹھیک نہیں ہے۔ اس میں غلاظت ہے اور چار پانچ دریاؤں اور نہروں سے ہو کر جوندی آپ کے جھنگ میں آئے گی اس کا پانی پاک ہو سکتا ہے۔؟ (نہیں) جب دریا کا پانی ناپاک ہے تو جوندی کا پانی پاک نہیں ہو سکتا۔

اسلام کا ایک سمندر مدینہ سے چلا ہے۔ ایک سمندر ہے تاجدارِ مدینہ کا.....

اس سمندر سے.....

ایک بحر نکلا ہے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا.....

ایک بحر نکلا ہے عمر رضی اللہ عنہ کا.....

ایک بحر نکلا ہے عثمان رضی اللہ عنہ کا.....

ایک بحر نکلا ہے علی رضی اللہ عنہ کا.....

ایک لاکھ ۴۴ ہزار دریا نکلے ہیں ان دریاؤں کا اپنی کوئی ہندوستان میں پہنچا ہے

کوئی پاکستان میں پہنچا ہے اگر وہ دریا مدینے والا پاک نہیں ہے تو پھر جھنگ میں یہ نہر اسلام والی پاک کیسے ہو سکتی ہے؟ بات تو دریا کی ہے۔ صحابہ والا دریا اگر پاک ہے تو اسلام والی نہریں ٹھیک ہیں ورنہ ان کے پانی میں بھی شک پڑ جائے گا..... صحابہ کا مقام بہت اونچا ہے۔

امامت صدیق رضی اللہ عنہ:

لوگ آج ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا کہتے ہیں وہ ابوبکر..... جس کے بارے میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا.....

یا عائشہ مروا ابابکر فليصل بالناس
(بخاری ج ۲ ص ۶۳۹)

اے عائشہ اپنے باپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤ کہ وہ میرے مصلے پر آ کر نماز پڑھائیں۔ جمع الفوائد میں ابن عساکر کی روایت ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا.....

یا رسول اللہ ان ابائی قد سقیم.....
اے اللہ کے رسول میرے باپ ابوبکر بیمار ہیں.....
آپ عمر رضی اللہ عنہ کو کہہ دیں کہ عمر آ کر نماز پڑھائیں.....
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.....

اے عائشہ ابوبکر ہی کو بلاؤ کہ وہی آ کر میرے مصلے پر نماز پڑھائیں۔
تین دفعہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تین دفعہ ایک ہی جواب دیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عائشہ میں کیا کروں.....؟

لایابی اللہ الا ابابکر.....

اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی کو میرے مصلے پر کھڑا کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔

منکرین صدیق کا سوال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے قم کی جامع مسجد میں پکڑ لیا اور کہا کہ اے علی رضی اللہ عنہ آپ نے تقیہ کئے رکھا..... آپ نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی؟..... ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام کیوں مانا.....؟ ابوبکر کو خلیفہ کیوں مانا؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب سنو! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تم ابوبکر کی امارت خلافت بیعت کا طعنہ دیتے ہو..... میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دیکھا کہ ہم آپس میں خلافت کی باتیں کر رہے ہیں..... ہماری باتوں کے دوران..... ہماری بحث کے دوران..... ہماری گفتگو کے دوران..... تاجدار مدینہ نے فرمایا او لوگو! جاؤ ابوبکر کو بلا لاؤ وہ مسلمانوں کو آ کر جماعت کرائے۔ جب ہم نے دیکھا کہ اسلام کا سب سے بڑا فریضہ نماز ہے اور اسلام کے اس بڑے فریضے کے لیے جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو ہمارا قائد بنادیا۔ اور حکومت تو دنیا کا دوسرا فریضہ ہے جس دین کے فریضے کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا قائد بنادیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسی ابوبکر کو ہم نے دنیا کے لیے قائد بنالیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو دین کے لئے قائد بنایا اسی ابوبکر کو ہم نے دنیا کے لیے قائد بنالیا..... یہی بڑی عظمت کی بات ہے۔

نبی و صدیقؑ کی امامت:

میرے دوستو!

ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ۷ نمازیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر پڑھائیں۔ ان سترہ نمازوں میں پندرہ نمازیں ایسی ہیں کہ جو بلا واسطہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو پڑھائیں اور دو نمازیں ایسی ہیں کہ ابوبکر مصلے پر کھڑے ہیں اور جماعت کر رہے ہیں اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ پا کر آپ کی آہٹ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے مصلے پر پیچھے ہٹتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ ہاتھ کے اشارے سے ان کو مصلے پر ہی کھڑا رہنے کو کہتے ہیں جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زور سے پیچھے ہٹے، حضور ﷺ نے اشارہ کر کے ابوبکر کو اپنے ساتھ کھڑا کر لیا..... یوں تصور کریں یہ مصلیٰ ہے..... یہاں مسلمانوں کی جماعت ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس مصلے پر کھڑے ہیں حضور ﷺ تشریف لے آئے ہیں، جب اس مصلے کے قریب پہنچے تو ابوبکر ہٹنے لگے۔ حضور ﷺ نے روکا، لیکن ابوبکر جب پیچھے ہٹ گئے تو حضور ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیچھے لوگوں کے ساتھ کھڑا نہیں کیا، بلکہ اپنے ساتھ ہی مصلے پر کھڑا کر لیا۔ حضور ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جماعت کر رہے ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ پوری امت کو جماعت کر رہے ہیں اور دنیا کو بتایا جا رہا ہے کہ اولوگو! میری اقتداء ابوبکر رضی اللہ عنہ کر رہا ہے اور ابوبکر کی اقتداء پوری امت کر رہی ہے۔ (ابن ماجہ ص ۸۸۔ مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۲، ۲۰۹۔ طحاوی ج ۱ ص ۱۹۷۔ سنن الکبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۸۱)

مشکل کشاء کون؟:

کہتے ہیں کہ ہجرت والی رات حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے بستر پر لیٹ گئے..... بستر پر سونا آسان ہے پہاڑوں پر کندھے پر اٹھا کر چڑھنا مشکل ہے..... حضور ﷺ گھر میں موجود ہیں..... حضور ﷺ کا جہاں گھر تھا۔ وہ گھر چھتہ بازار میں تھا۔ جہاں آج بہت بڑا مکتبہ، کتب خانہ بنا ہوا ہے اور درمیان میں خانہ کعبہ آتا ہے خانہ کعبہ سے گزر کر آگے محلہ مصفلہ میں جا کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکان آتا ہے..... اوپر والی جگہ پر حضور ﷺ کا مکان ہے اور علی رضی اللہ عنہ اندر موجود ہیں..... باہر ۱۹ سرداروں کی تلواریں چمک رہی ہیں..... حضور ﷺ کو معلوم ہوا کہ ۱۹ سردار آج میرے قتل کے درپے ہیں..... حضور ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ بلایا اور بلا کر کہا کہ علی رضی اللہ عنہ یہ لوگوں کی امانتیں تیرے سپرد ہیں تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ..... علی کو بستر پر لٹا دیا اور خود ان تلواروں کے نیچے سے گزرنے کے لیے حضور ﷺ اکیلے ہی آ گئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بستر پر لیٹ گئے، علیؑ ساتھ کیوں نہیں تھے؟ اللہ تعالیٰ

یہ مسئلہ سمجھانا چاہتے تھے کہ آج اگر کمواروں کے نیچے سے گزرنے کے لیے علی رضی اللہ عنہ نبی کے ساتھ ہوتا تو رافضی کہتا کہ علی مشکل کشا ہے۔ رافضی کہتے کہ علیؑ وہ ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کمواروں سے بچایا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اے کملی والے اپنے بستر پر علی رضی اللہ عنہ کو لٹا دو اور تم اکیلے کمواروں سے گزرو تا کہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ مشکل کشا علی نہیں ہے..... مشکل کشا وہ ہے جو علی کو بستر پر بچاتا ہے اور نبی کو کمواروں کے نیچے سے بچاتا ہے۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)

نبوت صداقت کے دروازے پر:

میرے دوستو!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے باہر نکلے..... اپنے گھر سے نکل کر خانہ کعبہ کے راستے سے آئے..... علی بستر پر ہے علی کے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں..... اور حضور خانہ کعبہ سے گزر کر ابوبکر کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں..... ابن حجر کہتا ہے کہ خانہ کعبہ سے گزر کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم گئے ابوبکر کے گھر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو روزانہ خانہ کعبہ سے میں آیا کرتے تھے۔ آج خابہ کعبہ سے بھی گزر کر آگے چلے گئے اور ابوبکر کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا اور دروازہ کھٹکھٹانے سے پہلے اگر خدا چاہتا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر بتا دیتا کہ میرا نبی آ رہا ہے دروازہ کھول کر رکھو لیکن اتنا نہیں کیا گیا۔ تا کہ دنیا کو پتہ چلے کہ وہ دیکھو نبوت صداقت کے دروازے پر دروازہ کھٹکھٹا رہی ہے۔ دروازہ کھٹکھٹانے کا پتہ کیسے چلے گا؟ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آواز لگاتے ہیں۔

من دق الباب.....؟

کون ہے دروازہ کھٹکھٹانے والا.....؟

آواز آئی.....

انا محمد رسول اللہ.....

میں محمد رسول اللہ ہوں!

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جو تا نہیں پہنا اسی حالت میں آئے دروازہ کھولا اور فرمایا۔

فداک اہی وامی یا رسول اللہ.....!
میرے ماں باپ آپ کے قدموں پر قربان ہو جائیں!
آپ مجھے حکم دیتے نوکر سر کے بل چل کر آ جاتا، آپ میرے دروازے پر چل کر آئے ہیں..... کملی والے نے فرمایا کہ ابو بکر! میں وہ پیغمبر ہوں جس کے دروازے پر جبرائیل چل کر آیا..... لیکن اے ابو بکر آج میں خود تیرے دروازے پر چل کر آیا ہوں۔ تاکہ دنیا کو پتہ چلے کہ آج پیغمبر اس کے دروازے پر چل کر گیا ہے کہ جس کو پیغمبر کے بعد پہلا خلیفہ بنتا ہے۔

دوراتیں دور فیتق:

میرے دوستو! اسلام میں راتیں دو ہیں ایک ہجرت والی رات اور ایک معراج والی رات۔ ایک ہجرت والی رات کا رفق ہے اور ایک معراج والی رات کا رفق ہے۔ یاری دو قسم پر ہے..... ایک توڑ کی کی یاری اور ایک موڑ کی یاری..... معراج کی رات جو یار بنا وہ یار موڑ پر جا کر نبی ﷺ کا ساتھ چھوڑ گیا..... اور ایک یاری ہجرت والی رات کی ہے وہ موڑ کی نہیں ہے وہ توڑ کی ہے..... موڑ غار پر ختم ہو گیا اور وہ آج تک توڑ میں نبی ﷺ کے ساتھ سویا ہوا ہے قرآن کہتا ہے.....

والذی جاء بالصدق وصدق به:

اے نبی! تیری تصدیق کرنے کیلئے میں نے صدیق کو بھیج دیا۔

جس کو صدیق ذات خدا نے کہا
اور صدیق ہی مصطفیٰ نے کہا
جس کو صدیق شیر خدا نے کہا
یونہی صدیق سب اولیاء نے کہا

میں بھی کہتا ہوں صدیق صدیق ہے
 جو نہ صدیق مانے وہ زندیق ہے
 میرے دوستو! حضور ﷺ نے صدیق پر اعتماد کا اظہار کیا..... ایک آدمی کہنے
 لگا اعتماد کا اچھا اظہار کیا کہ بستر تو حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا، جس کو بستر
 ملے..... جس کو نبی ﷺ کا سامان ملے..... جس کو لوگوں کی امانتیں ملیں..... اس کو تم کہتے
 ہو کہ وہ چوتھے نمبر پر خلیفہ جس کو نبی کا سامان مل گیا نبی کا بستر مل گیا اس کو تو پہلا خلیفہ ہونا
 چاہئے!

میں نے کہا کہ جس کو بستر ملا اگر وہ پہلا خلیفہ ہے تو وہ کون ہے جس کو بستر والا
 ملا؟ ایک کو بستر ملا ایک کو بستر والا ملا!

ہجرت کی رات نے بڑے فیصلے کیے ہیں..... ہجرت کی رات ہم دیکھتے ہیں کہ
 رات ایک ہے اس ایک رات میں ایک آدمی سوتا رہا..... اور دوسرا آدمی جاگتا رہا۔
 ایک آرام کرتا رہا دوسرا نبی ﷺ کے ساتھ چلتا رہا۔
 ایک آدمی آرام کرتا رہا دوسرا پہاڑوں کی چڑھائی چڑھتا رہا۔
 ایک آرام کرتا رہا دوسرا پتھروں پر چڑھتا رہا۔
 ایک آرام کرتا رہا دوسرا غار میں اترتا رہا۔
 ایک بستر کے مزے لوٹتا رہا دوسرا بستر والے کے مزے لوٹتا رہا۔

میرے دوستو! ہجرت کا یہ واقعہ جس میں نبی ﷺ نے ہجرت فرمائی ہے بعد
 میں پیش آیا۔ معراج سے ایک سال کے بعد ہجرت ہوئی یہ معراج پہلے کیوں ہوا معراج
 نبی ﷺ کو پہلے کیوں کرایا گیا؟ ہجرت بعد میں کیوں کرائی گئی؟
 معراج کا سفر آسمانوں کا سفر تھا..... ایک آسمانوں میں نبی ﷺ کے ساتھ گیا
 ایک مدینہ میں نبی ﷺ کے ساتھ گیا۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دکھلانا تھا اولوگوں نبی کے اس سفر کو بھی دیکھو..... اور نبی کے
 اس سفر کو بھی دیکھو۔ نبی کے اس سفر کے ساتھی کو دیکھو..... نبی کے اس سفر کے ساتھی کو بھی

دیکھو۔

اس سفر کے ساتھی کی وفا کو بھی دیکھو..... اس سفر کے ساتھی کی وفا کو بھی دیکھو۔
 نبی ﷺ کے اس رفیق جبرائیل کو بھی دیکھو..... نبی کے اس رفیق کو بھی دیکھو۔
 اس کی رفاقت کو بھی دیکھو..... اس کی رفاقت کو بھی دیکھو۔
 اس کی یاری کو بھی دیکھو..... اس کی یاری کو بھی دیکھو۔
 اس کی اداؤں کو بھی دیکھو..... اس کی اداؤں کو بھی دیکھو۔
 اس کی ادا موڑ پر ختم ہو گئی..... اس کی ادا قبر تک جاری رہی ہے۔

اپنی اپنی ادا ہے..... اپنی اپنی وفا ہے!!

دنیا کے لوگو جبرائیل اور ابوبکر میں بڑا فرق ہے راتیں دو ہیں ایک معراج کی
 رات ایک ہجرت کی رات اور رفیق نبی ﷺ کے دو ہیں۔
 ایک رفیق وہ ہے جو فرشتوں کا سردار ہے۔

ایک رفیق وہ ہے جو نبیوں کے بعد تمام انسانوں کا سردار ہے مرتبہ نبی نے
 کھول دیا جو معراج کی رات نبی ﷺ کا ساتھی بنا وہ نبی ﷺ کو جگانے آئے اور جو ہجرت
 کی رات نبی ﷺ کا ساتھی بنا اس کو نبی جگانے آیا..... فرق یہ ہے۔

اور معراج کی رات جب سواری کی ضرورت ہوئی تو جبرائیل علیہ السلام براق لائے
 لیکن ہجرت کے سفر میں جب سواری کی ضرورت پڑی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ براق لینے نہیں گیا۔
 خود محمد ﷺ کی سواری بن گیا اور صدیقؓ نے اس رات دنیا کو فیصلہ سنا دیا تھا کہ پیغمبر
 میرے کاندھوں پر سوار ہوتا ہے اور جس کاندھے پر اور جس سواری پر پیغمبر ﷺ سوار ہو
 جائے بھلا وہ بھی کسی سے پیچھے رہی ہے؟..... سواریوں کے فیصلے تو نبی ﷺ کے بچپن میں
 کر دیئے تھے جب مائی حلیمہ کی سواری پر نبی ﷺ سوار ہوتے ہیں، وہ سواری پیچھے نہیں رہا
 کرتی نبی ﷺ صدیق رضی اللہ عنہ کے کاندھوں پر سوار ہوتے ہیں اور صدیق رضی اللہ عنہ بھی سب
 سے آگے نکل گیا۔

راتیں دو ہیں رفیق دو ہیں..... وفائیں دو ہیں اداائیں دو ہیں..... الفت دو کی

ہے ایک موڑ کی یاری ہوتی ہے ایک توڑ کی یاری ہوتی ہے..... سید عطاء اللہ شاہ بخاری
رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ موڑ پر جبرائیل پہنچا تو موڑ پر کہا کہ.....

اگر موئے یکسر بر تر پر
فروغ تجلی بسوزد پر

ایک قدم بھی اوپر اٹھاتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی تجلی میرے پروں کو جلادیتی ہے
یعنی جبرائیل ایسا سا تھی ہے کہ موڑ پر اپنے پروں کو بچانے کے لیے پیچھے ہٹ گیا۔
عطاء اللہ شاہ بخاری فرماتے ہیں کہ اس وقت اس جگہ صدیق رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ ہوتا..... اس کے پر نہیں جسم بھی جل جاتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ کبھی نہ چھوڑتا۔ یہ
صدیق کی وفا تھی۔

میرے دوستو! صدیق نے یاری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نبھائی ہے اور اس ہجرت کے
رفیق کی وفاؤں کو دیکھو کہ جبرائیل تو موڑ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ گیا، لیکن صدیق نے نبی
کو کبھی تنہا نہ چھوڑا۔ دیکھ لو لوگو! صدیق نبی کو کیسے تنہا چھوڑتا۔

پیغمبر مکہ کی گلیوں میں صدیق نبی کے ساتھ ہے۔

نبی پتھر کھا رہا ہے۔ صدیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہے صدیق نبی کے ساتھ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی چوٹی پر ہے صدیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم غار میں اترتا ہے صدیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ام معبد کے خیمہ میں جاتا ہے صدیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دودھ دوہتا ہے صدیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہے صدیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ابویوب انصاری کی جھونپڑی میں ہے صدیق رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں..... صدیق رضی اللہ عنہ بدر میں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد میں..... صدیق رضی اللہ عنہ احد میں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں..... صدیق رضی اللہ عنہ خیبر میں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم خندق میں..... صدیق رضی اللہ عنہ خندق میں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں..... صدیق رضی اللہ عنہ تبوک میں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ میں..... صدیق رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ میں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ میں صدیق رضی اللہ عنہ فتح مکہ میں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ میں صدیق رضی اللہ عنہ مزدلفہ میں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم صفا مروہ پر صدیق رضی اللہ عنہ صفا مروہ پر۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ میں صدیق رضی اللہ عنہ عمرہ میں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج پر صدیق رضی اللہ عنہ حج پر۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا نے میں صدیق رضی اللہ عنہ مسکرا نے میں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم رشتہ لینے میں صدیق رضی اللہ عنہ رشتہ دینے میں۔

چودہ سو سال ہو گئے صدیق قبر میں آج بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

تم کہتے ہو کہ بستر علی رضی اللہ عنہ کو دیا فرمایا اے علی! یہ میرا بستر ہے اس پر تم نے سونا

ہے انیس سردار تلواریں لے کر باہر کھڑے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا پروگرام ہے پیغمبر

اندر ہے دشمن باہر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر پر لٹایا..... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شبہ میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید بھی کیا جاسکتا تھا..... اگر علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلا خلیفہ

بننا ہوتا تو جس کو شہید کئے جانے کا شبہ تھا اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم شبہ میں شہید کیے جانے کے لیے

سلا کر جاتے کہ میرے شبہ میں بے شک شہید کر دیا جائے اور اس جس نے خلیفہ بعد میں

بننا تھا اس کو نبی مکہ میں چھوڑ نہیں گئے بلکہ ساتھ لے گئے تاکہ میرے ساتھ رہے۔

رات ایک ہے آدمی دو ہیں.....

ایک علی رضی اللہ عنہ ہے..... ایک صدیق ہے!

ایک سویا ہے..... ایک جاگتا ہے۔

سونے والے سے پوچھو تو سویا کیوں؟

جاگنے والے سے پوچھو تو جاگا کیوں؟

ایک سے سونے کا راز معلوم کرو، ایک سے جاگنے کا راز معلوم کرو خلافت کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

علیؑ سوتا رہا صدیقؑ جاگتا رہا۔

علیؑ المرتضیٰؑ نے فرمایا کہ میں اس لئے سو گیا کہ میرے پاس امانتیں تھیں لوگوں کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیؑ یہ امانت ہے یہ کپڑا ہے یہ جو کی بوری ہے یہ ستو کا توڑا ہے یہ چاندی کی بالی ہے، یہ کچھ برتن ہیں یہ کچھ زیورات ہیں لوگوں نے مجھے امانت دی ہے اے علیؑ یہ امانتیں اپنے پاس رکھو اور صبح کو امانتیں لوگوں کو واپس دے دینا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ امانتیں جو نبیؐ نے مجھے دی تھیں یہ امانتیں بہت سستی تھیں اتنی ان کی قیمت نہ تھی۔ اس لئے میں بے فکر ہو کر سو گیا میں یہاں کسی مولوی کے پاس آؤں۔ میں مولانا سے یہ کہوں جناب یہ ایک لاکھ روپیہ امانت کے طور پر رکھ لیں میں دوسرے دن آپ سے جاتا ہوا لے لوں گا۔

مولانا فرمائیں گے جناب اتنی بڑی رقم میں کبھی گھر میں نہیں رکھ سکتا اور جب میں یہ امانت ان کو زور دے کر دے دوں گا تو وہ یہ امانت اپنے گھر لے جائیں گے اور گھر کے اندر پیٹی کھول کر برتن اٹھا کر اس کے نیچے پیسے رکھیں گے پھر برتن رکھیں گے پھر کپڑے رکھیں گے پھر پیٹی بند کر کے اس کو تالہ لگائیں گے پھر بھی نہ ان کو نیند آئے گی نہ ان کی گھر والی کو۔ کیوں؟ اس لئے بڑی مہنگی امانت ہے، امانت مہنگی ہوتی ہے تو نیند نہیں آیا کرتی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا اے دنیا کے لوگو میں اس لیے سو گیا تھا کہ جو امانتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دی تھیں ان کی قیمت زیادہ نہ تھی حضرت صدیقؑ نے فرمایا کہ مجھے نیند اس لئے نہ آئی کہ جو امانت میری گود میں تھی اس کی قیمت ہی کوئی نہ تھی یعنی وہ تو

انمول دولت تھی۔

صدیق اکبرؓ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ اور علیؓ بیٹے کی جگہ پر:

کئی سال پہلے کراچی یونیورسٹی میں میں نے ایک لیکچر دیا..... ایک آدمی نے مجھ سے پوچھا..... وہ لیکچر ار تھا..... اس نے کہا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حق تھا پہلے خلیفہ ہونے کا۔ میں نے کہا کہ کس دلیل سے؟ کہنے لگا کہ علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ میں نے کہا اگر چچا زاد بھائی ہونے کی وجہ سے خلافت اول ان کا حق ہے تو پھر چچا کا کیا قصور؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا تو موجود تھے..... اگر چچا کے لڑکے کو خلافت ملتی ہے تو زیادہ حق چچا کا ہے..... پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا کیا جرم تھا کہ انہیں خلافت نہیں ملی؟ اس نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بھی تھے۔ میں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی تھی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر نبی کی دو بیٹیاں تھیں..... پھر خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کا حق تھا..... اس نے کہا جناب یہ عمومی رشتہ داری تھی۔

میں نے کہا یہ عمومی رشتے داری کی جو بات کرتے ہو یہ کوئی بات نہیں۔ اس لئے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیغمبر کو بیٹی دی ہے..... اور علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹی لی ہے جو بیٹی لیتا ہے اس کو جتنا بھی بڑھاؤ گے وہ بیٹے کی جگہ پر رہے گا..... اور جو بیٹی دیتا ہے۔ اس کو جتنا بھی گھٹاؤ گے وہ باپ کی جگہ پر رہے گا۔ تم علی رضی اللہ عنہ کو جتنا بڑھاؤ گے علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کی جگہ پر رہے گا، اور صدیق کو جتنا بھی گھٹاؤ گے صدیق رضی اللہ عنہ باپ کی جگہ پر رہے گا۔ میں نے کہا اس آگے چلورشتے داریوں کی بنیاد پر خلافت نہیں ملتی۔ خلافت اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی صحبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے آؤ دیکھتے ہیں کہ محبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کتنا مقام پایا اور باقی لوگوں نے کتنا مقام پایا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر دو سال تھی..... اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر انتیس (۲۹) سال تھی۔ تو حضرت علی

ﷺ نے پیغمبر کو ستائیس (۲۷) سال دیکھا۔ اور جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے دوست بنے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عمر اٹھارہ (۱۸) سال تھی اور رسول اللہ ﷺ کی عمر بیس (۲۰) سال تھی۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پیغمبر ﷺ کو دیکھا اٹھارہ سال سے اکٹھ (۶۱) سال کی عمر تک..... اور علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو دیکھا دو سال کی عمر سے انتیس (۲۹) سال کی عمر تک..... اگر ستائیس (۲۷) کا ہندسہ زیادہ ہے تو درجہ علی رضی اللہ عنہ کا زیادہ ہے اگر تینتالیس (۳۳) کا ہندسہ زیادہ ہے تو صدیق اکبر کا زیادہ درجہ ہے۔ اور پھر یہ بھی دیکھیں کہ حضور ﷺ کی عمر جب وفات ہوئی تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عمر ہے اکٹھ سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر ہے انتیس سال۔ آپ انتیس اور اکٹھ سال کے دو آدمیوں کو ایک جگہ کھڑا کریں تو دیکھنے والا کہے گا کہ ایک باپ ہے اور ایک بیٹا ہے تو باپ اور بیٹے کی عمر کا بھی تمہیں پتہ نہ چلا؟ اس فرق کا بھی احساس نہ ہوا؟

ہجرت کا آغاز:

میں ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے نکتے کھول رہا ہوں..... ابن حجر کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا اے اللہ تعالیٰ کے رسول! کیا حکم ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ابو بکر! چلنا ہے۔

کہاں چلنا ہے؟ یہ ابو بکر نے نہیں پوچھا، ابو بکر اگر پوچھتا کہاں چلنا ہے تو معلوم ہوتا کہ اس نے سوچ کر ساتھ دیا۔ اس لئے پوچھ رہا ہے کہاں چلنا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا چلنا ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھیک ہے چلو! او صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے والو! وہ دیکھو مکہ محلہ مصفلہ میں نبوت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لے جا رہی ہے۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نبوت کو لے کر جا رہا ہے۔ اگر تجھ میں طاقت ہے تو روک سکتا ہے تو روک کر دکھا۔ چلے..... گھر سے نکلے ہیں، چند قدم چلے، ابو بکر سے رہا نہ گیا، ابو بکر نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ! یہ پہاڑ آگئے ہیں، یہ پتھر آگئے ہیں، یہ سنگ ریزے آگئے ہیں، میرا جی چاہتا ہے کہ آپ میرے کندھوں پر سوار ہو جائیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۸۹)

نبوت صداقت کے کندھے پر:

کیا عجیب بات کہی ابن تیمیہ نے..... ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ میرے کندھے پر سوار ہو جائیں۔ نبی ﷺ کو پوری زندگی کسی نے نہیں کہا کہ میرے کندھے پر چڑھ جائیں۔ اس لئے کہ نبی ﷺ کا بوجھ کوئی اٹھا نہیں سکتا تھا..... ایک ابو بکر تھا جو نبی کا دنیا میں جسم کا بوجھ اٹھاتا ہے اور حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی خلافت کا بوجھ اٹھاتا ہے۔

پیغمبر ﷺ نے فرمایا ابو بکر تم کیا کہتے ہو؟ فرمایا کہ آپ میرے کندھے پر سوار ہو جائیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو اپنے کندھے پر سوار کیا۔ ابن حجر کہتا ہے کہ دیکھو کتنا اچھا منظر ہے کہ ابو بکر کا کندھا ہے اور نبوت کا وجود ہے۔

میرے دوستو! ذرا تصور کرنا، عشق و محبت کا یہ معیار ہے۔ یہ عشق و محبت ہے، رات کی تاریکی ہے، ہاتھ کو ہاتھ نظر نہیں آتا، تلواریں چمک رہی ہیں۔ ۱۹ سردار پیغمبر ﷺ کے خون کے پیاسے ہیں۔ گلی گلی میں دشمنی ہے۔ چاروں طرف اندھیرا ہے، اگر ابو بکر پیغمبر کا محرم راز نہ ہوتا تو آج اس ہجرت والی رات نبی اپنے اس راز کو ابو بکر کے سامنے کبھی نہ کھولتا۔

میرے دوستو! راستے میں حضور ﷺ تیار ہو گئے کہ میں ابو بکر کے کندھے پر سوار ہو جاؤں۔ حضور ﷺ کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کندھے پر سوار ہو گئے۔ واہ کتنی عجیب بات ہے کہ نبوت ابو بکر کے کندھے پر، ابن حجر لکھتا ہے کہ تم نے آج تک یہ سنا ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کے کندھے پر مہر نبوت ہے۔ حضور ﷺ کے کندھے پر مہر نبوت ہے لیکن ابو بکر تیری عظمت پر قربان جاؤں کہ تیرے کندھے پر وجود نبوت ہے اور اس نبوت کو ابو بکر لے جا رہا ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حصے میں نبوت آئی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تیرا انتخاب اچھا ہے۔

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

نبوت و صداقت غارِ ثور میں:

میرے دوستو!

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود سمیت غارِ ثور کے سامنے پہنچے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتارا اور یہ نہیں فرمایا کہ میں آپ کو اٹھا کر لایا ہوں۔ میں تھک گیا ہوں۔ تھوڑی دیر آرام کرتے ہیں۔ باہر ہی بیٹھتے ہیں۔ ابو بکر حقیقت میں پہریدار تھا۔ پیغمبر کو اپنا کپڑا بچھا کر نیچے بٹھا دیا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نیچے غار میں اتر گئے۔

میرے دوستو! رات کی تاریکی ہو..... پہاڑ کی چڑھائی ہو..... اندھیرا ہو..... دشمن ہو اور غار میں پہلے کوئی اترانہ ہو..... غار کو دیکھانہ ہو..... غار کو پہچانانہ ہو..... اسے کہتے ہیں!

بے خطر کو د پڑا آتشِ نمرود میں عشق
اگر ابراہیم کو آگ کا خطرہ نہیں ہے تو ابو بکر تجھے سانپوں کا خطرہ نہیں ہے.....
تجھے کالے ناگ کا خطرہ نہیں ہے..... کیونکہ کالے رنگ والے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ڈنگ مارا ہی کرتے ہیں..... اور اس وقت سے مار رہے ہیں..... اور اس غار میں بھی مارا تھا اور آج تک مارتے آئے ہیں..... اور کالے ناگ نے جب غار میں ڈنگ مارا تھا تو اس زہر کو ختم کرنے کے لئے نبوت نے لعاب کا مرہم لگا دیا تھا..... اور قیامت تک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دنیا کا کالے رنگ والا ناگ ڈنگ مارے گا تو قیامت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح مرہم لگاتے جائیں گے۔

میرے دوستو!

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں اترے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار میں اتر کر بلوں میں کپڑا دے دیا۔ ایک بل بچ گیا اس پر اپنی ایڑی دے دی۔ یہ امتحان تھا۔

یہ بھی ہو سکتا تھا کہ سانپ ہی نہ آتا۔

یہ بھی ہو سکتا تھا کہ بل ہی نہ ہوتی۔

یہ بھی ہو سکتا تھا کہ کپڑا پورا ہو جاتا۔

یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جسم میں زہر اثر نہ کرتا۔

یہ بھی ہو سکتا تھا کہ سانپ ڈنگ ہی نہ لگاتا۔

لیکن سانپ نے ڈنگ لگانا تھا..... سانپ کا زہر آنا تھا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

کے آنسوؤں کے قطرے نکلنے تھے..... اور وہ موتی جھڑنے تھے..... اور جھڑ کر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر پڑنے تھے..... اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جاگ کھل جانی تھی

..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل جانی تھی..... اور عشق و محبت کا امتحان ہونا تھا..... سارے

بلوں میں ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کپڑا دے دیا اور آخری بل پر ایڑی دے دی۔ اور پھر اس کے

بعد فرمایا یا رسول اللہ! تشریف لائیے..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ (حلیۃ الاولیاء

ج ۱ ص ۳۳۔ صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۲۴۰)

نبوت صداقت کی گود میں:

ابن حجر کہتا ہے کہ تشریف لے جانے کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ اے

اللہ کے نبی! ہم دونوں آرام کرتے ہیں..... ابو بکر تو تھکے ہوئے ہیں..... لیکن جمال

جہاں آراء نبوت کا دیدار کر کے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے

کہ جمال کو دیکھا ہے۔ اس جمال کو دیکھا ہے کہ جس کے بارے میں شاعر کہتا ہے!

اک نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی تسکینِ دل و جاں ہے

ہر غم کا مداوا ہے، ہر درد کا درماں ہے

یہ عشق و محبت ہے، یہ حسن و جمال ہے، وہ جمال صباحت کی رنگینی ہے، وہ

جمال صباحت کی نارنگی ہے، وہ حسن و جمال کا چرچہ ہے، وہ دل نشینی ہے۔

میرے دوستو!

ابن حجر نے لکھا ہے کہ غار میں حضور ﷺ تشریف فرما ہیں اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ! رات کا وقت ہے۔ آپ آرام فرمائیں۔ میں گود کھولتا ہوں، آپ اپنا نبوت والا سر میری گود میں رکھیں۔ حضور ﷺ اپنا نبوت والا سر جو عرش پر گیا تھا۔ وہ سر جس کے بالوں کی قسم قرآن نے کھائی ہے، وہ سر جس کے بارے میں جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ چودھویں رات کا چاند چمک رہا تھا۔ میں کبھی پیغمبر کے چہرے کو دیکھتا کبھی چاند کو دیکھتا، وہ کہتے ہیں کہ مجھے پیدا کرنے والی کی قسم مجھے عرش سے زیادہ فرش کا چاند خوبصورت نظر آیا۔ وہ حسن و جمال والا جس کی بارے میں شاعر کہتا ہے!

چاند سے تشبیہ دینا، یہ بھی کوئی انصاف ہے
اس کے منہ پر چھائیاں مدنی کا چہرہ صاف ہے
وہ نبوت والا سر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گود میں ہے۔ ابن حجر کہتا ہے کہ جب پیغمبر کا نبوت والا سر ابو بکر کی گود میں آیا تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے رحل پر اللہ تعالیٰ کا قرآن پڑا ہوا ہے۔

غار میں صداقت اور نبوت تنہا:

اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چہرے کو دیکھ رہے ہیں۔ کیا عجیب کہہ گیا ابن تیمیہؒ..... وہ کہتا ہے کہ دیکھو کتنا اچھا منظر ہوگا کہ غار میں صداقت اور نبوت تنہا ہے۔ نبوت ہے یا صداقت ہے اور کوئی چیز نہیں ہے اور ابو بکر! تجھے اتنا موقع ملا نبوت کا دیدار کرنے کا کہ تنہا تو ہے اور نبوت ہے تیسری کوئی چیز نہیں ہے۔ ابو بکر تو دیدار کر رہا ہے اور ابو بکر کی گود ہے۔ غار میں کوئی شریک نہیں ہے، جو نظارے ابو بکر نے اٹھائے ہیں اور جب سانپ نے ڈنگ مارا اور پھر ابو بکر کے جسم میں زہر اثر کر گیا..... لیکن اس زہر سے بھی ابو بکر نے حرکت نہ کی۔

حرکت نہ کی کہ گود میں مدنی کی ذات ہے

اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حرکت نہ کی کہ گود میں مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

امام مالک کا عشق رسول:

ہم لوگ بیان کرتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ کے درس حدیث میں بے امرتبہ بچھونے ڈنگ مارا اور انہوں نے حرکت نہیں کی۔ امام مالک رحمہ اللہ حدیث کا کبھی ادب نہ کرتا، اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا ادب نہ کرتا۔ یہ سبق ابوبکر دے کر گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جب سر گود میں ہو، ابوبکر تیرا ایک جسم ہے، تیرے جسم پر کروڑوں بچھو پھر جائیں، مجھے حرکت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ نبوت ہے کہ جو نبوت کا پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

قیمتی قطرہ:

میرے بھائیو!

اور جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آنسوؤں کا قطرہ جذبات کی روانی کا پیکر بن کر نبوت کے چہرے پر گرتا ہے تو نبوت کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ ذرا تصور کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آنسوؤں کا قطرہ گرا۔

☆ وہ آنسو کا قطرہ زمین پر گر سکتا تھا۔

☆ وہ آنسو کا قطرہ غار کے پتھروں میں جذب ہو سکتا تھا۔

☆ وہ آنسوؤں کا قطرہ پتھروں میں جاسکتا تھا۔

☆ وہ آنسوؤں کا قطرہ غار میں نہیں گیا۔ پتھروں میں نہیں گیا وہ آنسوؤں کا قطرہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر گرا۔

اس لئے کہ وہ قطرہ بڑا قیمتی تھا اور قیمتی قطروں کے لئے زمین بھی قیمتی ہوا کرتی ہے..... جو قطرے قیمتی ہوتے ہیں..... ان کے لئے زمین بھی قیمتی ہوتی ہے۔

جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آنسو کا قطرہ نبوت کے چہرے پر گرا تو دنیا کو بتا دیا

گیا کہ اولوگو! دنیا میں دو ہی قطرے ہیں..... ایک ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آنسوؤں کا قطرہ جو اتنا پسند خدا کو آیا کہ اس کے لئے زمین اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کا چہرہ پسند کیا گیا اور ایک عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا قطرہ کہ اس کے خون کا قطرہ گرا تو قرآن کے صفحات پر گرایا گیا۔

دو قطرے اور دو راتیں پسندیدہ:

میرے دوستو!

دو قطرے ہیں اور دو راتیں ہیں۔ بات یہاں ختم نہیں ہوگئی۔ ہم ذرا آگے چلتے ہیں۔ بات آگے آتی ہے۔ دو راتیں خدا کو پسند ہیں اور دو قطرے خدا کو پسند ہیں۔

ایک رات میں ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کا رفیق ہے۔

اور ایک رات میں جبرائیل نبی ﷺ کا رفیق ہے۔

جبرائیل کی یاری عارضی ہے..... اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی یاری توڑ تک ہے۔

اگلی بات جو ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے وہ یہ کہ:

جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آنسو کا قطرہ نبوت کے چہرے پر گرا تو نبوت کی آنکھ کھل گئی تو اس نے پیار والی نگاہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف اٹھائی۔ (سیدنا ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ ص ۱۰۲)

آج تک تو تم نے یہ سنا ہوگا کہ جو نبوت کو دیکھے وہ صحابی ہے اور جس کو نبوت دیکھے..... جس کو نبوت پیار سے دیکھے..... جس کو نبوت محبت سے دیکھے..... جس کو نبوت عشق سے دیکھے..... جس کو نبوت ملاحات سے دیکھے..... جس کو نبوت رعنائی سے دیکھے..... جس کو نبوت صباحت سے دیکھے..... اسے صدیق کہتے ہیں، جس کو نبوت دیکھے وہ صدیق ہے اور جو نبوت کو دیکھے وہ صحابی ہے۔

میرے دوستو! بات ایک رفاقت کی نہیں ہے، اس سے بڑی رفاقت دنیا میں

کوئی پیش نہیں کر سکتا۔

چندے کی اپیل اور صحابیات رضی اللہ عنہن کا ولولہ:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے۔ آپ نے یہ تو سنا ہوگا کہ غزوہ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چندے کی اپیل فرمائی۔ ایک عورت تین مہینے کا بچہ لے کر آ گئی۔ اور ایک عورت سر کے بال اتار کر لے آئی۔

ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپیل سنی..... بازار میں جا رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپیل سن کر رونے لگا۔ کسی نے کہا کہ کیوں روتا ہے؟ کہنے لگا کہ میرے پاس تو اس تہبند کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کیا دوں گا؟

ساری رات مدینے کے محلے میں آوازیں لگاتا رہا کہ کوئی مجھ سے مزدوری کرائے۔ ایک یہودی کی گری ہوئی دیوار ٹھیک کی اور صبح کو دو سیر چھوارے اس مزدوری کے بدلے میں لے آیا۔ ادھر سے جبرائیل آ گیا فرمایا کملی والے! یہ چھوارے بڑی برکت والے ہیں..... یہ عشق تھا۔

غزوہ تبوک میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اعانت:

میرے دوستو!

تفسیر عزیزی میں لکھا ہے اسی غزوہ تبوک میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کا سارا سامان لے کر آئے۔ اسی غزوہ تبوک میں جب سارا سامان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ڈال دیا اور واپس چلے گئے۔ گھر گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس دن میں اپنے والد کے گھر میں تھی تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ میرا ابا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کے وقت آئے اور اس طرح دیوار کے اوپر ہاتھ پھیر رہا ہے میں نے کہا ابا جان کیا ہوا ہے؟ فرماتے تھے کہ کپڑا سینے والی ایک سوئی ادھر رہ گئی ہے..... سب کچھ قدموں میں ڈال آیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ سوئی بھی ابو بکر کے گھر نہ رہے..... سوئی مل گئی وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کر پیش کر دی۔

سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

میرے دوستو!

اور جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اپیل فرمائی کہ اڑھائی لاکھ روپیوں سے مقابلہ ہے اور میں ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ابھی تن و توش کا چارہ پورا نہیں ہوا ہے۔ ابھی تو روٹی کا خرچہ پورا نہیں ہوا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو خطاب کر کے کہا ابو بکر! تو اچھے کپڑے پہنتا ہے اور تیرے محبوب کو ابھی چندے کی ضرورت ہے۔ ۳۲ درہم کا کپڑا ابو بکر نے پہنا ہوا ہے، مدینے کے بازار میں ابو بکر گئے۔ ۳۲ درہم کا کپڑا اتار کر مدینے کے بازار میں بیچ دیا۔ ٹاٹ کا لباس پہنا اور ٹاٹ کا لباس پہن کر ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور وہ جو پیسے بیچ گئے تھے وہ پیسے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیئے۔

تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ جب ٹاٹ کا لباس پہن کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو کیا عجیب منظر تھا کہ نبوت موجود ہے۔ صداقت موجود ہے اور صداقت کے جسم پر ٹاٹ کا لباس ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے دروازے پر دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیران رہ گئے کہ دروازے پر جبرائیل علیہ السلام کھڑا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ جبرائیل علیہ السلام بھی ٹاٹ کا لباس پہن کر کھڑا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام تو کیسے آیا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اے اللہ کے نبی!

جب تیرے عشق میں

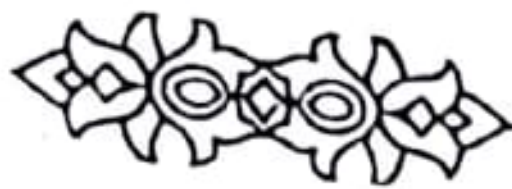
جب تیری محبت میں

جب تیرے پیار میں

تیرے ایک عاشق صادق نے مدینے کے بازار میں اپنے کپڑے بیچ دیئے اور اپنے کپڑے بیچ کر ٹاٹ کا لباس پہن لیا اور ٹاٹ کا لباس پہن کر آ گیا تو خدا کی رحمت

جوش میں آئی فرمایا جبرائیل اجلدی کر۔ میرے نبی ﷺ کے پاس جاؤ اور ابو بکر کی سنت پر عمل کر کے ستر ہزار فرشتوں کو ٹاٹ کا لباس پہنا دو۔ اور مدینے میں جا کر میرے نبی ﷺ کو مبارکباد دو کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! جب تک تیری امت میں ابو بکر جیسے عاشق موجود ہیں..... دنیا کی کوئی طاقت تجھے شکست نہیں دے سکتی۔ یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عشق ہے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی عشق تھا۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



﴿حضرت ایوب علیہ السلام﴾

خطبہ:

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِيمِ
وَإِذْ كُرَّ عَبْدُنَا أَيُّوبُ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ
بِنُصَبٍ وَعَذَابٍ ۖ ۝۳۱ أَرْكُضُ بِرَجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ
بَارِدٌ وَشَرَابٌ ۝۳۲ وَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً
مِّنَّا وَذِكْرًا لِلْأُولَى ۝۳۳ وَالْأَلْبَابِ ۝۳۴ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا
فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنُطْ ۖ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ۖ نِعْمَ الْعَبْدُ
إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝۳۵

(پارہ ۲۳ سورۃ ص آیت ۳۱ تا ۳۵)

ترجمہ۔ ”اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو اور جب اس نے پکارا
اپنے رب کو کہ مجھ کو لگا دی شیطان نے ایذا اور تکلیف، لات مار
اپنے پاؤں سے یہ چشمہ نکلا نہا نے کو ٹھنڈا اور پینے کو اور بخشنے ہم
نے اس کو اس کے گھر والے اور ان کے برابر ان کے ساتھ اپنی

طرف سے مہربانی سے اور یاد رکھنے کو قتل والوں کے اور پکڑا اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا پھر اس سے مار لے اور قسم میں جھوٹا نہ ہو۔ ہم نے اس کو پایا جھیلنے والا بہت خوب بندہ تحقیق وہ ہے رجوع رہنے والا۔“

تمہید:

میرے قابل صدا احترام بزرگو اور ساتھیو! آپ حضرات کے سامنے پچھلے جمعہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کی عظیم حکومت و سلطنت کا تذکرہ ہوا، آج جو آیات تلاوت کی ہیں ان میں اللہ نے اپنے ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت ایوب علیہ السلام کا بڑا ہی عجیب واقعہ بیان فرمایا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش ہوئی:

حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بڑے ہی عظیم نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کا اعلیٰ انداز میں ذکر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی ہے۔ حقیقت میں حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ اپنے اندر بہت زیادہ نصیحتیں رکھتا ہے، حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملے گا کہ ایک جلیل القدر نبی ہو اس پر آسمانوں سے وحی اترتی ہو، اس کو آزمائش کے اندر مبتلا کیا گیا، اس کو دکھ دیئے گئے دولت اور پیسہ اس کے پاس تھا، لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ نہ دولت رہی نہ سرمایہ رہا، نہ محبت رہی، اور دکھوں میں مبتلا ہے، کہ نبی کو اتنی آزمائش کہ وہ کنگال ہو گیا ہے، بے یار و مددگار ہو گیا ہے، خود پریشانیوں میں مبتلا ہے وہ صابر ہے۔

جب وہ سرمایہ دار تھا مالدار تھا، دولت مند تھا، نبوت کا تاج سر پر ہے اور سب مال دولت اولاد اس سے چھین لی گئی اور اس کو آزمائشوں میں مبتلا کر دیا گیا اس کے جسم پر بیماری آئی سارے جسم کو اللہ تعالیٰ نے کیڑوں کی خوراک بنا دیا اور اس کے خاندان نے اس کو چھوڑ دیا، تو اس وقت اس کی کیفیت کیا ہے اس وقت اس نے کیا رویہ اختیار کیا،

یہ سبق ہمیں اور آپ کو ملے گا کہ پیغمبر جب مالدار ہے تو اس کا رویہ کیا ہے اور جب دکھوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے تو اس وقت اس کا معاملہ کیا ہے، انسان کو کس طریقے پر عمل کرنا چاہیے۔

خوشی و غم میں اعتدال ہو:

نہ یہ کہ اس کے پاس دولت آئے سرمایہ آئے جائیداد آئے وہ اپنے علاقے کا مالوں کا مالک بن جائے، تو وہ غریبوں کا حال نہ پوچھے وہ اپنے مالک اور خالق کو بھول جائے اور پھر جب اس کا مال تباہ ہو جائے وہ خدا کے سامنے رونے لگ جائے ہمارا توبہ ذہن ہے، لیکن ایک پیغمبر کا کیا خیال ہے کہ وہ براہ راست خدا کے در پر روتا ہے وہ دکھوں میں مبتلا ہوتا ہے تب بھی خدا کے سامنے روتا ہے، اس نے ایک بھی لمحہ خدا کی یاد سے غافل نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس نبی کی شان بیان فرمائی ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام ۱۴۰ سال باحیات رہے اور تیرہ یا اٹھارہ سال دکھوں میں مبتلا رہے اور ان کے خاندان نے بھی ان کو چھوڑ دیا اس کا ذکر اللہ نے قرآن میں کیا ہے۔

بعض علماء نے اس واقعہ کا انکار کیا ہے کہ ان کے جسم کو کیڑوں کی خوراک بنا دی گئی، لیکن یہ حقیقت واقعہ ہے اس کا ذکر قرآن میں آتا ہے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، قرآن پاک میں صرف اتنا اشارہ فرمایا ہے..... وایوب اذ نادى ربه انى مسنى الضر وانت ارحم الراحمين اے پیغمبر اس ایوب پیغمبر کو یاد کر کہ جس نے اللہ کے دروازے پر رو کر کہا تھا..... اے اللہ! میں بڑے دکھوں میں مبتلا ہوں..... اور تیرے سو ان کو دور کرنے والا کوئی نہیں اور تو ارحم الراحمين ہے۔

قرآن کا سبق:

میں آج دکھوں میں مبتلا ہو جاؤں تو میں پیروں کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں۔۔۔ پریشانیوں میں مبتلا ہو جاؤں، تو مولوی سے تعویذ لیتا ہوں، میں دکھوں میں مبتلا ہو جاؤں۔

میں اور کوئی راستہ اختیار کرتا ہوں، آپ دکھوں میں مبتلا ہوں تو مولوی سے تعویذ حاصل کرتے ہیں، لوگوں کے دروازہ پر چل کر جائیں، چلہ کشی کرنے لگیں، کوئی قبروں پر جا کر سجدہ کرنے لگے، کوئی پیروں کو نذرانے دینے لگ جائیں، لیکن قرآن ہمیں کیا سبق دیتا ہے۔

اللہ کا ایک جلیل القدر پیغمبر دکھوں میں مبتلا ہو گیا، پریشانیوں میں مبتلا ہو گیا اس کا کوئی سہارا نہ رہا، تو اس نے دکھوں میں کس کو پکارا؟ (اللہ کو) یہ اللہ کے قرآن نے ہمیں سبق دیا اللہ تعالیٰ کو اس واقعہ کو قرآن میں دھرانے کی کیا ضرورت تھی قرآن تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس میں حضرت ایوب علیہ السلام کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی، ان کے جسم پر آزمائش آنے کی کیا ضرورت تھی اور اس کے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی پیغمبر کی اس دعا کی کیا ضرورت تھی؟

اللہ تعالیٰ کو اپنے نبی کی یہ دعا اتنی پسند آئی کہ قیامت تک رہنے والی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے اس دکھوں والی دعا کا بھی ذکر کیا، تاکہ امت محمدیہ قیامت تک اپنے دکھوں میں اسی طرح اللہ تعالیٰ کو پکارے جس طرح حضرت ایوب علیہ السلام نے پکارا، اس سبق کیلئے قرآن نے واقعہ نقل کیا ہے کہ دکھوں میں انسان کو کیا کرنا چاہئے؟

اس طرح فرمایا کہ جب تو مدد طلب کرے تو خدا سے طلب کرے، لیکن جب مدد طلب کا وقت آتا ہے تو کہتے ہیں یا علی مدد لیکن پیغمبر نے کیا فرمایا کہ جب مدد کی ضرورت پڑے تو خدا سے مانگ، لیکن ہم نے بندوں سے مدد مانگنا شروع کر دی اور اگر کوئی روک دے تو کہتا ہے کہ یہ نبی کو نہیں مانتا یہ ولی کو نہیں مانتا، یہ وہابی ہے۔ نبی ﷺ فرما گئے جب تجھے مدد کی ضرورت پڑے تو خدا سے مانگا کر۔

عبرت کے واقعات:

میرے بھائیو!

انسان کو حکم سے نصیحت نہیں ملتی انسان کو نصیحت ملتی ہے واقعات سے، تو اللہ

تعالیٰ نے اس وجہ سے قرآن میں واقعات نقل کئے کہ ویسے تو نبی کے احکام کا اثر نہیں ہوگا کہ چلو واقعات سے عبرت حاصل کرو۔

اصحابِ مدین نے بتوں کی پوجا کی تباہ ہوئی
 قوم عاد نے بتوں کی پرستش کی وہ تباہ ہو گئی
 قوم ثمود نے غیر اللہ کی پرستش کی وہ تباہ ہو گئی
 قوم لوط نے لڑکوں سے بد فعلی کی وہ تباہ ہو گئی
 تو اللہ نے ان واقعات کو قرآن میں بار بار دہرایا ہے کہ انسان ویسے تو نبیوں
 کی بات نہیں مانتا، چلو جب واقعات اس کے سامنے ہوں گے تو شاید اس کے دماغ پر
 اس کا اثر ہو۔

تو قرآن پاک نے حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ کو دہرایا ہے ایک تو یہ کہ اللہ
 تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تمہیں کوئی تکلیف آئے، جب تمہیں کوئی دکھ آ جائے تو مجھے
 پکارو۔

اور ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واقعہ کو نقل کریں کہ ایک انسان اللہ کا پیغمبر ہے اس
 پر وحی اترتی ہے، جو جلیل اللہ ہستی ہے، جب اس پر تکلیف آئی تو اس نے پہلے گزرے
 ہوئے نبی کو نہیں پکارا، بلکہ اس نے بھی میرے دروازے پر سجدہ کیا، جو میرا جلیل القدر
 بندہ ہوتا ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ میں اپنی مشکل کو دور کروں، اس پر جب تکلیف آتی ہے وہ
 پہلے گزرے ہوئے نبی کو نہیں بلاتا، بلکہ میرا دروازے پر روتا ہے، اے انسان جب تجھے
 تکلیف آئے تو تو بندوں کو کیوں بلاتا ہے تو بندوں کو کیوں پکارتا ہے، تو میرے دروازے
 پر کیوں نہیں آتا، اللہ تعالیٰ اس واقعہ سے تجھے اور مجھے عبرت دلانا چاہتا ہے اور قرآن
 میں واقعات ہیں.....

کہیں یوسف علیہ السلام کا واقعہ
 کہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ
 کہیں سلیمان علیہ السلام کا واقعہ

کہیں ایوب علیہ السلام کا واقعہ
 کہیں عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ
 ان واقعات کو دھرانے کی کیا ضرورت ہے تاکہ تجھے عقل آئے۔

ایک اعتراض کا جواب:

میں انگلینڈ گیا تو مجھے ایک بندے نے کہا کہ مولوی صاحب قرآن پاک میں اتنے واقعات کیوں ہیں؟ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سولہویں پارے میں بھی ہے بیسویں پارے میں بھی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اتنے پاروں میں ذکر کرنے کی بجائے ایک ہی جگہ پر نقل کر دیتے، بار بار مختلف جگہوں پر ذکر کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ حضرت یوسف علیہ السلام پر اتنی بڑی سورت اتاری تو چند سطروں میں بھی بات ہو سکتی تھی، اتنا بڑا قرآن ہے، واقعات ہی واقعات ہیں۔

یہ ہمارے پاس تورات ہے، ایک تورات، جس کے بیس صفحے ہیں، ایک تورات جس کے دو سو صفحے ہیں، ایک کتاب جس کے چار سو صفحات ہیں، تو ہماری کتاب جیب میں آ جاتی ہے، تم بھی اپنے قرآن کے واقعات کو ایک جگہ کرو، تاکہ تمہارا قرآن بھی جیب میں آ جائے، یہ بائبل ہے یہ ہر وقت جیب میں رہتی ہے، یہ قرآن میں بار بار واقعات کو جو دہرایا گیا ہے، اس کا ایک جگہ پر ذکر ہو یہ اس کا اعتراض تھا۔

ایک ایک نبی کا کئی کئی جگہ پر ذکر ہے، اسکی ضرورت نہیں تھی، بلکہ ضرورت کیا تھی؟ ضرورت یہ تھی کہ ایک جگہ ذکر ہوتا اور مختصر ہوتا کہ لوگ مختصر وقت رکھتے ہیں، ان میں اتنی ہمت کہاں کہ وہ یہ ۵۴۰ رکوع والا قرآن پڑھیں اور تیس پاروں والا قرآن پڑھیں، دو چار پارے ہوتے اور ہر جگہ اس کو پڑھا جاسکتا۔

میں نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہم تبدیلی نہیں کر سکتے، اس نے کہا کہ آپ کے نبی کو چاہیے تھا کہ جب قرآن اترتا تو اس کا ایک چھوٹا قرآن بنا دیتے ایک بڑا بنا دیتے۔

مجھے ایک واقعہ یاد آیا ایک جلد ساز تھا اس کی عادت تھی کہ جس کتاب کی جلد بنانے لگتا اس کتاب میں تبدیلی کر دیتا سو صفحہ کی کتاب ہے تو اس میں سے دس بیس صفحات نکال لیتا، باقی اس کی جلد بنا دیتا۔

تو ایک آدمی نے کہا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کرنی، اس میں نہ کوئی کاغذ نکالنے ہیں اور نہ داخل کرنے ہیں اس نے کہا کہ کچھ نہیں کرتا۔ جلد بنا کر لے آیا اس نے کہا کہ کوئی تبدیلی تو نہیں کی؟ کہنے لگا کہ کوئی تبدیلی تو میں نے نہیں کی، نہ کوئی کاغذ نکالا ہے نہ داخل کیا ہے، صرف اتنا کیا ہے کہ کہیں فرعون کا ذکر تھا کہیں نمرود کا ذکر تھا، تو ان جگہوں پر کسی جگہ پر تیرا نام لکھ دیا کسی جگہ اپنا نام لکھ دیا۔

یہ برے لوگ ہیں ان کا نام قرآن میں کیوں آیا ہے؟ شہاد کا ذکر کیوں ہے، قارون کا ذکر کیوں ہے، تو ان کی جگہ پر تیرا نام لکھ دیا ہے، کسی جگہ پر اپنا لکھ دیا ہے۔ تو یہ ایک جہالت والی بات ہے کہ قرآن پاک یہ بڑی لمبی چوڑی کتاب ہے، چھوٹی سی کتاب ہو۔

میرے بھائیو!

قرآن پاک باقاعدہ طور پر کسی ملک کا دستور نہیں ہے کہ الف سے شروع ہوتا اوری پر ختم ہو جاتا۔ قرآن تو نصیحت کی کتاب ہے اور نصیحت اس وقت ہوتی ہے جب اس کی ضرورت ہو جب بے وقت کی نصیحت ہو تو اس کا کیا اثر ہوگا۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر مکے کی سورتوں میں ہے وہاں ضرورت پیش آئی کہ مکہ کے قریشیوں کو اللہ تعالیٰ بات سمجھائے تو وہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کر کے بات سمجھائی گئی کہ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے مقابلہ ہوا۔ اور فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکست دی اور ابو جہل کو کہا اگر تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرے گا تو تیرا بھی وہی حال ہوگا تو وہاں سمجھانے کیلئے فرعون کا واقعہ بیان کر دیا۔

اور مدینہ میں ضرورت تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے ذریعہ بات سمجھائی گئی تو اللہ نے یہودیوں کو بات سمجھانے کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات جو

معجزات کے انداز میں بیان کئے، ان کے فرائین کو نقل کیا تو جو مکہ مکرمہ کی سورتیں ہیں ان میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا، جو مدینہ کی سورتیں ہیں ان میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آ گیا تو جہاں ان کی علیحدہ ضرورت تھی ان میں بھی ذکر آ گیا تو قرآن تو نصیحت کی کتاب ہے جس وقت ضرورت پڑی اسی وقت نصیحت کی بات آئی، جس وقت ضرورت تھی، اس وقت اس نبی کا ذکر آیا ہے، اس کا ذکر دس مرتبہ ہو چاہے، بیس مرتبہ ہو اللہ تعالیٰ دنیا کو نصیحت دینا چاہتا ہے تو ان انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات بیان کر کے اس کو نصیحت دینا چاہتا ہے کہ تم غیر کو پکارتے ہو، جبکہ میرا پیغمبر ایوب مجھے پکارتا ہے کہ جس کے جسم کو کیڑوں کی خوراک بنا دیا گیا، دکھوں میں مبتلا ہو کر اس پیغمبر نے اپنے دکھ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے سامنے نہیں بیان کئے، اگر روایا تو صرف میرے دروازے پر رویا، یہ عبرت ہے۔

انبیاء نے اللہ تعالیٰ کو پکارا:

تو دیکھیں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر سورۃ انبیاء میں بھی ہے کیونکہ اس سورت میں حضرت یونس علیہ السلام کے رونے کا ذکر ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں آئے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے رونا شروع کر دیا تو کیونکہ وہاں نبیوں کے رونے کا ذکر ہے چونکہ حضرت ایوب علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے روتے تھے تو جتنے نبی اللہ تعالیٰ کے سامنے روئے تھے تو ان کے رونے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں کر دیا۔

تو کیا فرمایا..... وایوب اذ نادى ربه انى مسنى الضر وانت ارحم الراحمين..... اے اللہ مجھے بڑی تکلیف پہنچی، میں بڑے دکھوں کے اندر مبتلا ہو گیا ہوں، اے اللہ تیرے سوا میرے دکھوں کو دور کرنے والا کوئی نہیں، نبی کی دعا ہے اللہ تعالیٰ نے نبی سے یہ دعا کیوں کرائی پیغمبر نے یہ دعا کیوں مانگی اور پھر قرآن نے اس دعا کو نقل کیوں کیا، اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اللہ کو پتہ تھا کہ چودھویں صدی کے ایسے بھی مسلمان آئیں گے محمد مصطفیٰ کا کلمہ پڑھنے والے آئیں گے، جو دکھوں کے وقت پیروں کو

پکاریں گے، دکھوں کے وقت قبروں کو پکاریں گے دکھوں کے وقت بندوں کو پکاریں گے، اس کے جواب میں اللہ نے ایک پیغمبر کی دعا کا ذکر کیا۔

اور فرمایا کہ تم امتی ہو کر نبیوں کو پکارتے ہو اور یہ میرا اتنا بڑا پیغمبر ہے کہ اس پر دکھ آئے تو اس نے رو رو کر مجھے پکارا۔

اور کیا کہا..... وایوب اذنادی ربہ..... مجھے بڑی تکلیف پہنچ گئی، میں دکھوں میں ہوں میں مشکلات میں پھنس گیا، میں پریشانی میں مبتلا ہو گیا اے اللہ..... وانت ارحم الراحمین..... اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

دکھوں میں مبتلا میں ہوں..... رحم کرنے والا تو ہے
تو میری زبان پر اللہ کا ذکر ہے دکھ بھی اس کی طرف سے ہوتا ہے لیکن اس نے یہ نہیں کہا کہ تو نے مجھے دکھ دیا اور تو رحم کرنے والا ہے۔

فرمایا کہ میں دکھوں میں مبتلا ہو گیا ہوں، میں نے کوئی لغزش کی ہوگی مجھ سے کوئی کمی رہ گئی ہوگی، جس کی وجہ سے میں دکھوں میں مبتلا ہو گیا ہوں لیکن اے اللہ! دکھوں میں میں مبتلا ہوں، اور رحم کرنے والا تو ہے اے اللہ، میرے دکھوں کو دور کرنے والا تیرے سوا کوئی نہیں۔

ایک نبی کا دکھ ہے اور ایک نبی کی پکار ہے، ایک نبی کی پریشانی ہے، اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں..... اللہ لا الہ الا هو الحی القيوم..... کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے کہ جو کبھی نہیں سوتا، جس کو اونگھ کبھی نہیں آتی جس کو نیند کبھی نہیں آتی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آرزو:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس دنیا کا نظام کچھ دنوں کیلئے میں چلاؤں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تو دنیا کا نظام نہیں چلا سکتا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کی محبت پر فخر ہے، کہنے لگے کہ اے اللہ! مجھے تھوڑا سا اختیار دے دے کہ میں اس دنیا کا نظام چلا کر اس دنیا کو دکھاؤں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! ایک پانی کا پیالہ ہاتھ میں لے لو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیالہ ہاتھ میں لے لیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اونگھ آئی نیند آئی اور پیالہ زمین پر گر گیا، پیالہ اٹھایا اور پھر ہاتھ میں لے لیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! کیا ہوا عرض کیا کہ اللہ نیند آ گئی تھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تو پانی کا ایک پیالہ نہیں سنبھال سکا تو دنیا کا نظام کیسے سنبھال سکتا ہے۔

اے موسیٰ! ایک پانی کا پیالہ تیرے ہاتھوں میں دیا اور تجھے اونگھ آ گئی، تجھے پتہ ہے کہ میری صفت..... لا تاخذہ سنة ولا نوم..... مجھے اونگھ نہیں آتی، مجھے نیند نہیں آتی، کیوں؟

- ☆..... اگر میں سو جاتا تو مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام کی کون سنتا
- ☆..... اگر میں سو جاتا تو آتش نمرود میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کون سنتا
- ☆..... اگر میں سو جاتا تو طوفان کی موجوں میں حضرت نوح علیہ السلام کی پکار کون سنتا
- ☆..... اگر میں سو جاتا تو حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا علیہما السلام کی دعائیں کون سنتا
- ☆..... اگر میں سو جاتا تو آریہ کے نیچے حضرت زکریا علیہ السلام کی پکار کون سنتا
- ☆..... اگر میں سو جاتا تو حضرت یوسف علیہ السلام کی کنوئیں میں کون سنتا

میری تو صفت یہ ہے کہ..... لا تاخذہ سنة ولا نوم..... نہ مجھے نیند آئے، نہ مجھے اونگھ آئے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو پکارا:

اس لئے حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا پتہ تھا، پیغمبر پریشانی میں مبتلا ہے، نبی دکھوں میں مبتلا ہے، پیغمبر آلام اور رنج میں پڑا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دروازے پر روتا ہے اور کیا کہتا ہے..... وانی مسنی الضر..... میں پریشان ہوں، اے اللہ! میری پریشانی کو دور کرنے والا تیرے سوا کوئی نہیں۔

غیر کے دروازے پر جا کر رونے والو، قبروں کے سامنے پکاریں کرنے والو،
خواجہ صاحب میری مدد کو آئیں، پیر و سنگیر میری مدد کو آئیں، اے علی میری مدد کر، اے
غوث الاعظم میری مدد کر، اے کملی والے تو میری مدد کر، اے پیر میری مدد کر، میں ایک
سوال تجھ سے کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا جلیل القدر پیغمبر ہے، جب اس پر دکھ آیا۔ اگر
بندے مدد کر سکتے ہوتے، تو وہ اپنے سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کو ضرور پکارتے، پہلے
گزرے ہوئے پیغمبروں کو پکارتے،

حضرت آدم علیہ السلام کو پکارتے

حضرت زکریا علیہ السلام کو پکارتے

حضرت نوح علیہ السلام کو پکارتے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکارتے

اور کہتے کہ اے ابراہیم علیہ السلام تو میری مدد کو پہنچ، جب نبیوں پر دکھ آئے تو انہوں
نے تو کسی بندے کو نہیں پکارا، تو بندوں کو پکار کر شرک میں کیوں مبتلا ہوتا ہے، اپنے
عقیدے کی اصلاح کر اور دوسری جگہ پر حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری اور پریشانی کا
تفصیل سے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔

دکھوں سے نجات کا فیصلہ ہوا:

فرمایا..... واذا کر عبدنا ایوب..... اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ایوب
بندے کا ذکر کر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں، اے میرے کالی کملی والے
..... واذا کر عبدنا ایوب..... میرے ایوب پیغمبر کو یاد کر، وہ میرا بڑا اچھا بندہ تھا کیوں
یاد کر کہ..... اذ نادى ربه..... جب اس نے میرے دروازے پر رونا شروع کر دیا اور
کہا..... انسى الشيطان..... شیطان نے مجھے پریشانیوں میں مبتلا کر دیا
..... بنصب و عذاب..... اور میں وسوسوں میں دکھوں میں پریشانیوں میں، مشکلات کی
وادی میں گم ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب پریشانیوں میں مبتلا ہوا، تو میں نے

اس کو عرش پر پریشانیوں سے نکالنے کا فیصلہ کر لیا، دکھ نبی کو آئے۔

آزمائش کیا ہوئی:

دکھ کیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام بہت مالدار تھے، بہت پیسے والے تھے، بڑے دولت مند تھے، خوبصورت تھے، حسین و جمیل تھے، بڑا لباقد تھا، وجاہت حسن و جمال بے مثال تھا۔ اچانک مال تباہ ہونا شروع ہو گیا بکریاں مر گئیں، بھیڑیں مر گئیں، مکان تباہ ہو گئے، زمین بنجر ہو گئی۔

اور تو کہتا ہے کہ پیر میری بگڑی بنادے گا یہاں نبی کی چیز تباہ ہو رہی ہے، نبی کے جانور ختم ہو گئے، نبی کی بکریاں ختم ہو گئیں، بتا نبی کی بکریاں ختم ہوئی ہیں، نبی بکریوں کو بچا کیوں نہیں سکا، قرآن کہتا ہے کہ ہر چیز تباہ ہو گئی، بڑی بڑی حویلیاں تھیں، اس زمانے میں مالدار اس کو کہتے تھے کہ جس کے پاس بکریاں زیادہ ہوں، بھیڑیں زیادہ ہوں، جانور زیادہ ہوں، وہ مالدار ہے۔

آج کل تو وہ مالدار ہے کہ جس کے پاس پلاٹ زیادہ ہوں، جو رشوت زیادہ وصول کرے، وہ مالدار ہے، یعنی بے ایمانی کر کے فراڈ کر کے، جھوٹ بول کر جو پیسہ کمائے تو کہتے ہیں کہ رب نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ ایک بندہ بے ایمانی کرتا جا رہا ہے، اور جھوٹ بولتا جا رہا ہے، رشوت کھاتا جا رہا ہے کہ اس کا بازو رب نے پکڑ لیا ہے، وہ تباہ ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ معاف کرے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا کی:

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا سارا مال تباہ ہو گیا، تو حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دروازے پر رونے لگے لیکن آزمائش ہے، امتحان ہے، حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم پر زخم بنے، خوبصورتی ختم ہو گئی، رنگ ختم ہو گیا، جمال ختم ہو گیا، رشتہ دار چھوڑ گئے، پیغمبر کے پاؤں سے کیڑے شروع ہوتے ہیں سارے جسم پر ہیں، پیغمبر ایک کونے میں بیٹھا ہے، اس کا جسم کیڑے کھا رہے ہیں، ٹانگیں ختم، ہاتھ ختم اور وہ

کیڑے زبان تک پہنچے، تو نبی رو کر کہتا ہے، اے اللہ! یہ زبان بچالے، تاکہ میں تیری تسبیح بیان کرتا رہوں، تاکہ میں تیرا ذکر کرتا رہوں۔

پیغمبر جنگل میں جا بسے:

پیغمبر ذکر میں مصروف ہے، خاندان نے چھوڑ دیا، رشتہ داروں نے چھوڑ دیا، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت ایوب علیہ السلام کو بستی سے نکالنے کیلئے چوہدری جمع ہو گئے، اس ایوب علیہ السلام پیغمبر کو بستی سے نکالو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے سارے محلے میں، سارے علاقے میں، ساری بستی میں، بیماری پھیل جائے۔

تو شیشیاں لیکر پیروں کے دروازے پر پھرتا ہے، تعویذ لینے کیلئے پھرتا ہے، غیر کے دروازے پر پھرتا ہے، بتانیوں سے بڑا پیر دنیا میں کون ہوگا، لیکن نبی کے جسم پر بیماری ہے اور سارے گاؤں کے چوہدری جمع ہو گئے یہ کہا کہ ایوب کو بستی سے باہر نکالو، کہیں اس کی بیماری پھیل نہ جائے۔

سارے گاؤں کے لوگوں نے اکٹھ کر لیا، جمع ہو گئے اور چوہدریوں نے فیصلہ کیا کہ اے ایوب اس بستی کو چھوڑ دے، حضرت ایوب علیہ السلام بستی کو چھوڑنے کیلئے تیار ہو گئے، بستی چھوڑ کر باہر ایک ویرانے میں جا بیٹھے، ایک جھونپڑی میں جا بسے، ایک کونے میں چلے گئے، اور ان کی بیوی صبح سے لیکر شام تک ان کی خدمت میں رہتی ہے، لیکن جب سارے جسم پر بیماری پھیل گئی، تو بیوی بھی نبی سے اعراض کرنے لگی، بیوی کے دل میں خیال آیا، بیوی نے کہنا شروع کر دیا کہ میں کس آزمائش میں ہوں۔

لیکن وہ پیغمبر ہے کیڑا اس کے جسم میں ہے کیڑا زمین پر گرتا ہے تو وہ نبی اس کیڑے کو اٹھا کر جسم پر رکھ لیتا ہے کہ تیری خوراک تو میرا جسم ہے۔

اے اللہ! میں تیرے دروازے پر بیٹھا ہوں لیکن میری زبان کو بچالینا تاکہ تیری تسبیح کرنے میں فرق نہ آئے اس لفظ پر غور کر۔

فرمایا..... واذا ذکر عبدنا ایوب..... میرے بندے ایوب کا ذکر کر.....

ادبادی رہے اسی مسلسلے الشیطان..... جس نے رو کر کہا تھا اے اللہ شیطان نے مجھے
وسوسوں میں مبتلا کر دیا، مجھے بیماری ہو گئی، میرے جسم میں بیماری پڑ گئی، اے اللہ! تیرے
سوا میرے دکھوں کو دور کرنے والا کوئی نہیں۔

رات کو نبی رو رہا ہے

دن کو نبی رو رہا ہے

صبح کو نبی رو رہا ہے

دوستوں نے چھوڑ دیا

رشتہ داروں نے چھوڑ دیا

علاقے والوں نے چھوڑ دیا

بستی والوں نے دھکے دے دیئے

نبی تو کونے میں موجود ہے اور کوئی نبی کا ساتھ دینے والا نہیں، جب کوئی سہارا
نہ ہو کوئی بھی آسرا نہ ہو، جب کوئی دکھ سننے والا نہ ہو، جب کوئی بھی پریشانی دور کرنے والا
نظر نہ آئے، اس وقت انسان کو کیا کرنا چاہیے، اس سبق کو بتانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے
قرآن میں یہ واقعہ نقل کیا۔

مسلمان دکھ ہر مسلمان پر آ سکتا ہے، لیکن اس سے بڑا کیا دکھ ہوگا کہ جسم محفوظ
نہیں، جسم میں بیماری پھیل چکی ہے اور وہ پیغمبر کونے میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہا ہے،
کہتا ہے کہ تیرے سوا میرا خالق و مالک کوئی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے واقعہ بیان کر کے تجھے بتانا ہے، تجھے سبق دینا ہے کہ جب تجھے
تکلیف آئے، جب تجھے دکھ آئے، جب تجھے پریشانی آئے، جب تجھے پر مشکل آئے،
میرے سوا کسی اور کے دروازے پر مت جانا، میرے سوا مشکل کشاء کوئی نہیں، حاجت
روا کوئی نہیں بگڑی بنانے والا کوئی نہیں، دکھ دور کرنے والا کوئی نہیں، ورنہ پیغمبر کی بیوی
وہاں سے نکل جاتی، علاقے کے چوہدریوں سے ملتی کسی نبی کو تلاش کرتی کسی ولی کو تلاش
کرتی کسی جادو والے کو تلاش کرتی۔ کسی منتر والے کے پاس جاتی۔ کسی سے تعویذ لے

آتی۔ کسی سے منتر لے آتی۔ کسی کو دم کرانے کے لئے لے آتی۔ کسی کے دروازے پر سر جھکا دیتی۔ میرا خاوند بیماری میں مبتلا ہے، مجھے تعویذ لکھ دو، میری بیماری دور کر دو، آؤ جا کر چلہ کشی کرو، آؤ دم کرو۔

مشکل کشاء اللہ ہی ہے:

لیکن میں قربان جاؤں اس پیغمبر کی بیوی پر کہ اس کو پتہ ہے جب دکھ انسان پر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا۔ وہ بیوی کسی کے دروازے پر گئی؟ (نہیں)

آج کل یہاں کیا ہوتا ہے۔ مولوی صاحب میرا خاوند میری طرف توجہ نہیں کرتا۔ مولوی صاحب لڑکا بڑا خراب ہو گیا ہے۔ رات کو گھر نہیں آتا۔ مولانا صاحب تعویذ دے دیں، یہ بات نہیں مانتا۔

خود نماز کوئی نہیں پڑھنی

روزہ کوئی نہیں رکھنا

حج کوئی نہیں کرنا

رب کی بات کوئی نہیں ماننی

بچہ بیمار ہو جائے اور پھر مولوی سے تعویذ لینے چلا جانا۔

لوگوں کی غلط عادت:

میں تعویذ کی مخالفت نہیں کرتا، تعویذ حق ہے لیکن کچھ کر تو سہی اللہ تعالیٰ کو تو پکار، خود تو کچھ کرنا نہیں، باپ فوت ہو جائے، مولوی صاحب بچے بھیجیں پارے پڑھنے ہیں، میں کہتا ہوں کہ تیرے ابا جی فوت ہوئے تو بھی تو قرآن پڑھ، کہتے ہیں کہ تمہارا قرآن پڑھا ہوا کافی ہے۔ باپ تیرا فوت ہوا ہے۔ تو خود پڑھ، یہ غلط عادت لوگوں نے ڈالی ہے۔ جس کا باپ مر گیا وہ تو کلمہ بھی نہ پڑھا ہو، وہ تو قرآن بھی نہ پڑھا ہو، اس کی بیٹی نے کلمہ نہ پڑھا ہو، قرآن نہ پڑھا۔ کرائے پر طالب علم لا کر ان سے قرآن پڑھاتے ہو،

کچھ شرم کرو۔

اور پھر وہ پڑھنے والے بھی ماشاء اللہ ایسے ہیں کہ جو پیسے لے کر قرآن پڑھتے ہیں۔ تیرا باپ فوت ہوا ہے اور ہم پورا قرآن پڑھیں۔ ایک سطر شروع سے پڑھ دی۔ اور ایک آخر سے پڑھ دی۔ بس ٹھیک ہے۔

مشرک کی عبادت مردود:

جب کوئی دکھ آیا۔ کلمہ پڑھنے والا۔ قبر پر سجدہ کرنے لگا۔ قبر پر رونے لگا۔ قبر والے کو پکارنے لگا۔ یہ شرک ہے اور اس سے بڑا گناہ دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ اللہ نے قرآن میں!

حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ کیوں دھرایا

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ کیوں دھرایا

حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ کیوں دھرایا

حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نقل کر دی، تاکہ کسی کو بیٹے کی ضرورت پڑے تو خدا سے مانگا کر، اگر نبی کو بیٹا نہ ہو تو وہ خدا کے سامنے روتا ہے، اگر تجھے بیٹا نہ ہو تو قبر پر روتا ہے؟ نبی تو اللہ تعالیٰ کو پکارے اور تو غیروں کو پکارے۔

تو شرک کرے

تو بدعات کرے

رسم و رواج کرے

اور تجھے پوچھنے والا کوئی نہ ہو؟ یہ قرآن میرے سامنے ہے، جو رائی کے دانے کے برابر شرک کرتا ہے، اس کی نہ نماز قبول ہے، نہ روزہ قبول ہے، نہ حج قبول ہے، نہ زکوٰۃ قبول ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارنا اور مشکل کشاء کہنا کسی اور کو حاجت روا

کہنا، اور کو دکھ دور کرنے والا کہنا، اس سے بڑا گناہ دنیا میں کوئی نہیں، یہ شرک ہے۔

داتا اللہ تعالیٰ ہے:

پیغمبر کے جسم میں بیماری ہے اور نبی اللہ تعالیٰ کے دروازے پر رو رہا ہے نبی رو کر کیا کہتا ہے فرمایا..... اسی مسنی الشیطان بنصب وعذاب..... اے اللہ! میں پریشانیوں میں مبتلا ہوں میری دکھوں کو دور کر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے میدان میں دعا مانگی اے اللہ تیرے سوا میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فتح دینے والا کوئی نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سے مانگا؟ اللہ تعالیٰ سے حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کس کو پکارا؟ (اللہ کو) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریائے نیل کی موجوں میں کس کو پکارا؟ (اللہ کو) حضرت زکریا علیہ السلام نے آراء کے نیچے کس سے مانگا؟ (اللہ سے) حضرت نوح علیہ السلام نے پانی کی موجوں میں کس سے مانگا؟ (اللہ سے)

قرآن کہتا ہے..... فلم یزدہم دعاء ی الافرار..... پیغمبر نے کہا کہ اے اللہ! میں نے دنیا کو تیری طرف بلایا، لیکن انہوں نے میری کوئی بات نہیں سنی آج میں تیرے دروازے پر رو رہا ہوں میرا اور میری قوم کا فیصلہ کر، آدم علیہ السلام کو دیکھو کہتا ہے..... ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا..... اے اللہ اگر تو مجھ پر رحم نہیں کرتا، حوا پر تو رحم نہیں کرتا، تو اے اللہ! ہم تو خسارے والے ہو جائیں گے، ہمیں بچانے والا تیرے سوا کوئی نہیں،

سارے نبی اللہ تعالیٰ کے سامنے روئے

سارے ولی اللہ تعالیٰ کے سامنے روئے

سارے قطب اللہ تعالیٰ کے سامنے روئے

حضرت پیران پیر، شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاؤں کی

مٹی ہمارے آنکھوں کا سرمہ ہے، لیکن ان کی کتاب غنیۃ الطالبین کہ فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات کے ایک تھکے کو بھی کوئی حرکت نہیں دے سکتا،
اور قرآن کیا کہتا ہے فرمایا..... ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ..... اللہ تعالیٰ کے سوا جس کو تم پکارے، میں تو اتنی بھی طاقت نہیں کہ ایک مکھی کو پیدا کر سکیں، مکھی کو پیدا کرنا تو دور کی بات ہے..... وان یسلبہم الذباب شینا..... اگر مکھی تم سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو ساری دنیا میں اتنی بھی طاقت نہیں کہ مکھی سے چھینی ہوئی چیز واپس لے سکیں، ساری کائنات مل کر مکھی سے چیز واپس نہیں لے سکتے۔

یاد رکھو دستگیر اللہ تعالیٰ ہے..... غوث اعظم اللہ تعالیٰ ہے..... فریاد رس اللہ تعالیٰ ہے..... مشکل کشاء اللہ تعالیٰ ہے..... حاجت روا اللہ تعالیٰ ہے..... مدد دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، خدا کے سوا!

نہ کوئی خالق ہے
نہ کوئی مالک ہے
نہ کوئی داتا ہے
نہ کوئی مشکل کشاء ہے
نبیوں نے خدا کو پکارا ہے
ولیوں نے خدا کو پکارا ہے

اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آیا:

حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں بیماری ہے اتنا روئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو

جوش آیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام بیوی کے چند قابل اعتراض کلمات سن کر بیوی سے کیا کہتے ہیں کہ اے میری بیوی اگر میں صحت یاب ہو گیا تو میں تجھے سو کوڑوں کی سزا دوں گا، سو کوڑے تیرے جسم پر ماروں گا کہ تو مجھ سے ایسی قابل اعتراض بات کہتی ہے، یہ لفظ نبی

نے بیماری کے دوران کہے، ان لفظوں کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کر دیا، یہ کسی پنوں کا واقعہ نہیں یہ قرآن ہے۔

جس وقت بیوی نے یہ بات کہی کہ پتہ نہیں کب شفا ہوگی؟ بستی چھوڑ دی علاقہ چھوڑ دیا اسی وقت پیغمبر کو قضائے حاجت ہوئی، نبی سہارے کے ساتھ اپنی جگہ سے باہر آئے، قضائے حاجت سے فارغ ہو کر واپس آرہے ہیں، دل میں آیا کہ خدمت شعار بیوی بھی چھوڑنے کی بات کرتی ہے، اے اللہ! میں تیرا پیغمبر ہوں، اے اللہ! میں تیرا رسول ہوں، اے اللہ! میں تیرا فرستادہ ہوں، نبی رو رہا ہے۔

پیغمبر نے جب پریشان ہو کر اللہ تعالیٰ کے دروازے پر اپنی حاجت کو پیش کیا تو نبی قضائے حاجت سے فارغ ہو کر ابھی اپنی منزل پر نہیں پہنچے اسی وقت آسمانوں سے جبرائیل علیہ السلام اتر آیا اور جبرائیل علیہ السلام نے کہا..... ارکض برجلک هذا مغتسل..... اے میرے پیغمبر اپنے پاؤں سے ٹھوکر مار۔ پیغمبر نے پاؤں سے زمین پر ٹھوکر ماری، اسی جگہ سے پانی کا چشمہ نکل آیا، آواز آئی اے پیغمبر اب چشمے پر کھڑے ہو جاؤ اور چشمے کا پانی جسم پر ڈالنا تیرا کام ہے بیماریاں دور کرنا میرا کام ہے..... ارکض برجلک هذا مغتسل بارد و شراب..... پیغمبر نے اس چشمے پر نہانا شروع کر دیا، بیماریاں دور ہو گئیں، بیماریاں ختم ہو گئیں، جسم صاف ہو گیا۔

آگے چلے تو ایک اور پانی کا چشمہ موجود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس چشمے کا پانی پیو، نبی نے پانی پیا اسی وقت نبی کا حسن دوبارہ لوٹ آیا، جو تیرہ سال پہلے تھا، جو پیغمبر بیماری میں مبتلا تھا، پریشانیوں میں مبتلا تھا، مشکلات میں مبتلا تھا، اس کی بیماری دور کر دی گئی ہے۔

کوئی ولی نہیں آیا

کوئی پیر نہیں آیا

کوئی قطب نہیں آیا

کوئی ابدال نہیں آیا

صرف ایک پروردگار آیا اور اس نے آنے والی دنیا کو بتا دیا کہ ہر بیماری کا علاج کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بیماری درست کرنے والا نہیں۔

کہتے ہیں کہ فلاں کو کینسر ہو گیا، فلاں کو یرقان ہو گیا، فلاں کو بواسیر ہو گئی، فلاں کو شوگر کی بیماری ہو گئی، فلاں ڈاکٹر کو دکھاؤ، فلاں کو دکھاؤ، اگر ڈاکٹر شفا دے سکتے، اگر ڈاکٹر بیماریاں ٹھیک کر سکتے، تو کینسر سے کوئی بھی نہ مرتا، شوگر سے کوئی بھی نہ مرتا، یرقان سے کوئی نہ مرتا۔

یہ تو ذریعہ ہیں، اصل شفا تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، خدا نے دنیا کو بتا دیا کہ کروڑ روپیہ خرچ کر لاکھوں روپیہ خرچ کر، ارب روپیہ خرچ کر میرے خزانے میں میری منظوری میں شفا ہوگی تو میں کینسر بھی ٹھیک کر دوں گا، شفا نہیں ہوگی تو نزلہ و زکام سے تجھے موت دے دوں گا۔

قرآن کہتا ہے..... ارکض برجلک هذا مغتسل بارد و شراب.....

قرآن کہتا ہے..... ووهبنا له اهلہ و مثلہم معهم..... تیرہ سال پہلے بڑے بڑے کاروبار تھے بکریاں موجود تھیں، تیرہ سال پہلے کاروبار وسیع تھا، حسن کا چرچا تھا، جمال کا چرچا تھا، عظمت کا چرچا تھا۔

برادری ساتھ تھی دنیا ساتھ تھی محفل بھی رہتی تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا..... ووہبنا لهم مثلہم معهم..... میں نے امتحان کے بعد تمام چیزیں اپنے پیغمبر کو دی دیں، دکھ پریشانی مشکلات مصائب سب اللہ کی طرف سے ہیں۔

موت و حیات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے:

حضور ﷺ کے سگے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ بیمار ہیں، ابو جہل نے مشہور کر دیا کہ محمد ﷺ کا کوئی بیٹا بچتا نہیں ہے، یہ بیٹا بھی بیمار ہے، حضور ﷺ کو پتہ چلا کہ سارا مکہ خوشی منائے گا، دو بیٹے پہلے ہی فوت ہو گئے۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر رونے لگے

اور حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ! جتنے بھی تیرے دشمن ہیں، ان کے گھروں میں سات سات بیٹے ہیں، دس دس بیٹے لیکن میں تیرا آخر الزمان پیغمبر ہوں تو نے ایک بیٹا دیا وہ بھی اٹھالیا، دوسرا دیا وہ بھی اٹھالیا۔

اے اللہ! یہ تیسرا بیٹا بیمار ہے، اس کو تیرے سوا شفا دینے والا کوئی نہیں۔

ابو جہل کہتا ہے کہ بیٹا نہیں بچے گا، حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر رورہے ہیں، تیسرا دن ہوا تو وہ بیٹا بھی دنیا سے رخصت ہو گیا، نبی ﷺ روتے رہے اور بیٹا چلا گیا، اب بتا کہ مشکل کشاء کون ہے؟ (اللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ کی یکتائی نہ چھوڑ:

اور تو کہتا ہے کہ پیران پیر نے بارہ سال کے بعد بیڑہ تار دیا، ایک لڑکے کو زندہ کر دیا، روحوں کی تھیلی عزرائیل سے چھین لی، اور مردے سب اٹھ کر قبروں سے بھاگ گئے۔

حضور ﷺ سے بڑا پیر کون ہے؟ یہ کالی کملی والے کا بیٹا ہاتھوں میں جان دے رہا ہے لیکن وہ نبی اللہ کے دروازے پر روتا ہے اے اللہ! تیرے سوا بچانے والا کوئی نہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری مشیت اور تقدیر کا فیصلہ ہے کہ اے پیغمبر تو گھبرانہ بے شک تیرا بیٹا چلا گیا..... انا اعطیناک الکوثر..... ہم نے اس کے بدلہ میں تجھے حوض کوثر عطا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کون مشکل کشاء ہے، کون حاجت روا ہے؟ کون بگڑی بنانے

والا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... ووهبنا له اهله ومثلهم معهم رحمة منا

..... ہم نے ساری رحمتیں حضرت ایوب علیہ السلام کو لوٹا دیں اور جو نبی نے قسم کھائی تھی کہ میں

تجھے سو کوڑے لگاؤں گا، آواز آئی..... وخذ بيدك ضغثا فاضرب به ولا تحت

..... اس تیری بیوی نے تیری بڑی خدمت کی ہے، اے میرے ایوب اپنی اس بیوی رحمت کو سوتکے جھاڑو والے لیکر کمر پر مار دے، اس کی جان بچے گی، تیری قسم پوری ہوگی، پیغمبر کی قسم پوری ہوئی۔

میرے دوستو! اتنی تکلیف کے باوجود بھی حضرت ایوب علیہ السلام نے شکایت نہیں کی اللہ نے ان کو اولاد لوٹا دی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... و ذکرہ لا ولی الا لباب..... عقل مندوں کیلئے ان واقعات میں نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ان واقعات کو نقل کر کے بتانا چاہتے ہیں کہ میری توحید پر قائم رہو میری یکتائی کو نہ چھوڑو، میری حاجت روائی میں کسی کو نہ لاؤ، اس پر تمہاری کامیابی کا انحصار اور مدار ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



﴿ حضرت سلیمان علیہ السلام ﴾

خطبہ:

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا ۖ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ
الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۵ وَ
وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلِمْنَا مَنُطِيقَ
الطَّيْرِ وَأَوْتَيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۖ إِنَّا هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ
الْمُبِينُ ۝۱۶ وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ
وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝۱۷ حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ
قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسْكِنَكُمْ ۖ لَا
يُحِطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ ۖ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝۱۸
فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ
بِعِمَّتِكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَتِي وَأَنْ أَعْمَلَ
صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ
الصَّالِحِينَ ۝۱۹ (پ ۱۹ سورۃ النمل آیت ۱۵ تا ۱۹)

ترجمہ۔ ”اور ہم نے دیا داء اور سلیمان کو ایک علم اور بولے شکر اللہ

کا جس نے ہم کو بزرگی دی۔ اپنے بہت سے بندوں ایمان والوں پر، اور قائم مقام ہوا سلیمان داؤد کا اور بولا اے لوگو! ہم کو سکھائی ہے بولی اڑتے جانوروں کی اور دیا ہم کو ہر چیز میں سے، بیشک یہی ہے فضیلت صریح، اور جمع کئے گئے سلیمان کے پاس اس کے لشکر جن اور انسان اور اڑتے جانور پھر ان کی جماعتیں بنائی جاتیں۔ یہاں تک کہ وہ پہنچے چیونٹیوں کے میدان پر، کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیو گھس جاؤ اپنے گھروں میں نہ پیس ڈالے تم کو سلیمان اور اس کی فوجیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو، پھر مسکرا کر ہنس پڑا اسکی بات سے اور بولا اے میرے رب میری قسمت میں دے کہ شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے کیا مجھ پر اور میرے ماں باپ پر اور یہ کہ کروں نیک کام جو تو پسند کرے اور ملا لے مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں۔“

تہنید:

قابل صدا احترام بزرگو اور دوستو! اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام ایک بڑے جلیل القدر پیغمبر دنیا میں بھیجے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے والد کا نام حضرت داؤد علیہ السلام ہے۔ داؤد علیہ السلام بھی پیغمبر ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام بھی پیغمبر ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام وہ پیغمبر ہیں کہ جن پر اللہ نے زبور جیسی کتاب نازل فرمائی اور ان کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ ان کے ہاتھوں سے لوہا پگھل جاتا تھا اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ نے معجزات عطا فرمائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزات:

ایک ان کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ جانوروں کی بولیاں ان کو سمجھ آنے لگیں۔ کیڑے مکوڑے باتیں کرتے تھے۔ سلیمان علیہ السلام ان کو سمجھتے تھے۔ جانور جو باتیں کرتا ان

کو سمجھ آ جاتیں۔

اور دوسرا ان کو معجزہ عطا فرمایا کہ ہوائیں ان کے تابع ہو گئیں۔ اندھیریاں ان کے تابع ہو گئیں۔ اور تیسرا معجزہ یہ تھا کہ جنات ان کے تابع ہو گئے۔ اور چوتھا معجزہ یہ تھا کہ زمین ان کے تابع ہو گئی اور بعض روایتوں میں ہے کہ تانبا ان کے ہاتھوں میں پگھل جاتا تھا تانبا ہاتھ میں لیتے تھے تو پگھل جاتا تھا اور اس سے جو چاہتے تھے بناتے تھے اور تانبے کا پگھلنا بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہے اور اللہ نے بڑے بڑے معجزات ان کو عطا فرمائے۔

نبی اور رسول میں فرق:

نبیوں کی دو قسمیں ہیں کہ ایک صرف نبی ہے اور دوسرا رسول، نبی اور رسول میں فرق ہے کہ رسول اسے کہتے ہیں کہ جس پر نئی شریعت نازل ہو اور نبی اس پیغمبر کو کہتے ہیں کہ جو پچھلے نبی کی شریعت پر عمل کرے اور اسی کا پیغام آگے پہنچائے، وہ نبی ہوتا ہے۔ اور ایک وہ نبی ہوتا ہے کہ جو اللہ کا نبی بھی ہو اور ساتھ حکمران ہو، یہ اللہ تعالیٰ نے سارے نبیوں کو ایسی بات نہیں دی، چند انبیاء ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکومت بھی عطا فرمائی اور نبوت بھی عطا فرمائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ نے نبوت بھی عطا فرمائی اور حکومت بھی عطا فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے حکومت بھی عطا فرمائی اور نبوت بھی عطا فرمائی۔ یہ اللہ کے عطا کردہ کمالات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا فرمائے۔

دیکھئے ایک طرف پیغمبر سلیمان علیہ السلام ہیں، ہواؤں پر اللہ نے اختیار دیا اور دوسری طرف ان کو جانوروں کی بولیاں سمجھائیں اور جنات ان کے تابع ہو گئے یہ تو معجزے ہیں۔

نبی عالم الغیب نہیں ہوتا:

ایک جانور ان کے لشکر سے غائب ہو گیا۔ اب اس کو دیکھو، آپ کہیں گے کہ

نبی کو معجزے ملے اور ہر چیز کا پتہ چل گیا اور یہاں ہد ہد کے غائب ہونے کا پتہ کیوں نہ چلا جو ان کے لشکر میں تھا لیکن نہیں پتہ چلا، اس کا ذکر قرآن میں ہے تو یہ بڑا اہمیت والا واقعہ ہے۔ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بھی بڑا اہم ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے بعد جتنی اہمیت اس واقعہ کو ہے کسی اور کو نہیں کہ

پیغمبر کے کمالات کو دیکھو

نبی کے معجزات کو دیکھو

پیغمبر کی تبلیغ کو دیکھو

انداز تبلیغ کو دیکھو

اور جانوروں کے اس انداز کو دیکھو کہ جس کا ذکر قرآن کرتا ہے۔

انبیاء کی وراثت علم ہے:

قرآن پاک نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بڑی شان اور عظمت کا ذکر کیا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر ۱۳ سال تھی کہ ان کے والد حضرت داؤد علیہ السلام فوت ہو گئے اور ۱۳ سال کے بعد ان کو کمالات عطا فرمائے اور تیرہ سال کے بعد عظمتیں عطا فرمائیں کہ یہ بھی روایات میں موجود ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بڑی شان و شوکت والے پیغمبر ہیں اور قرآن پاک نے فرمایا..... وورث سلیمان داؤد..... ہم نے سلیمان کو داؤد کا وارث بنایا حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے تو وارث صرف حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں۔ کیوں؟ نبیوں کی جو وراثت ہوتی ہے وہ دنیا کی دولت اور شوکت نہیں ہوتی۔ نبیوں کی وراثت ہوتی ہے علم و حکمت۔

نبیوں کی وراثت منقسم نہیں ہوتی:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی نبوت و حکمت سلیمان علیہ السلام کو عطا فرمائی ہے نبوت کی دولت نبی کی وراثت میں تقسیم نہیں ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... نحن معشر الانبياء..... ہم جتنے بھی انبیاء ہیں..... لا نورث..... ہماری کوئی وراثت نہیں ہوتی جو کچھ نبی چھوڑتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے یہ شیعہ کا اعتراض ختم ہو جاتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کی وراثت نہیں دی، تو قرآن کی اس آیت نے بتا دیا کہ نبی کی وراثت مال و دولت ہوتا ہی نہیں، کیونکہ نبی ساری امت کا باپ ہوتا ہے اس لئے نبی جو کچھ چھوڑ کر جاتا ہے۔ وہ بیت المال میں جمع ہو جاتا ہے۔

تاکہ ساری امت اس سے فائدہ اٹھائے، نبی کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی نبی کی حکمت تقسیم ہوتی ہے۔ نبوت کی وراثت حکمت تھی۔ دانائی تھی۔ خلافت تھی۔ وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو ملی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں۔ قرآن کہتا ہے..... وورث سليمان داود..... ہم نے داؤد علیہ السلام کا وارث سلیمان علیہ السلام کو بنایا۔ باقی گیارہ بیٹوں کو کیوں نہیں بنایا، اس لئے کہ وہ گیارہ بیٹے نبی نہیں تھے جو نبی نہیں تھے ان کو وارث نہیں بنایا جس نے نبی بننا تھا اس کو وارث بنایا۔

معلوم ہوا کہ انبیاء کی وراثت دنیا کا مال نہیں ہوتا بلکہ انبیاء کی وراثت نبوت ہوتی ہے۔

فرمایا..... ولقد اتينا داود و سليمان علما..... اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے داؤد علیہ السلام کو اور سلیمان علیہ السلام کو علم عطا فرمایا۔ اللہ فرماتے ہیں کہ علم ہم نے دیا۔ اگر ان کے پاس علم ہوتا تو آج ان کو عالم الغیب ضرور کہتے، لیکن عطا کرتے والا تو خدا ہے، ان کا اپنا کمال نہیں تھا۔ میرا کمال تھا۔

قرآنی واقعات اصلاح کیلئے ہیں:

اور آگے فرمایا..... وقال الحمد لله الذي فضّلنا على كثير من عباده المؤمنين..... دونوں پیغمبروں نے اللہ کے دروازے پر عرض کیا اے اللہ! ساری

تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ تو نے ہمیں نبی بنایا، نبی کوئی ایسی بات نہیں کرتا کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ کمال میرا اپنا ہے۔ نبی کو جو بھی کوئی عظمت ملتی ہے تو اس کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ یہ عظمت مجھے عطا کرنے والا اللہ ہے۔ میری طرف سے نہیں ہے تو جب نبی کی ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے تو علم غیب کسے کہتے ہیں۔ مختار کل کس کو کہتے ہیں؟ اختیارات کہاں چلے گئے جب نبی ہر بات میں نسبت اللہ کی طرف کرتا ہے۔

تو میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان واقعات کے بیان کرنے کا مقصد تیرے اور میرے عقیدے کی صفائی ہے کہ تیرا عقیدہ درست ہو جائے کہ مختار کل تو اللہ ہے، تو کہتا ہے کہ نبی مختار کل ہے اور نبی کہہ رہا ہے..... الحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عباده المومنین..... اے اللہ ساری دنیا میں بندے اور بھی تھے لیکن نبوت تو نے ہمیں دی نسبت تو نے دی، علم تو نے ہمیں دیا۔ اگر تو نہ دیتا تو ہمارے پاس کیا تھا جو اللہ سے لیتا ہے وہ خود مختار کل اور عالم الغیب کیسے ہوتا ہے؟ ان واقعات میں عقیدے کی اصلاح ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان انبیاء کے واقعات کو بیان کیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اعزازات:

فرمایا کہ ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو حضرت داؤد علیہ السلام کا وارث بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام دنیا سے رخصت ہو گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سر پر نبوت کا تاج رکھ دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہم نے نبوت عطا فرمائی اور نبوت کے بعد ہم نے اس کو اور بھی معجزات عطا فرمائے۔

فرمایا..... یا ایہا الناس..... سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اے دنیا کے لوگو..... علمنا منطق الطیر..... مجھے پرندوں کی بولیاں سکھادی گئیں..... و اوتینا من کل شئی..... اور دنیا کی ہر نعمت اللہ نے مجھے عطا فرمائی۔ ہر نعمت سے مجھے سرفراز کر دیا گیا۔ محلات مجھے دیئے ہوئیں مجھے دے دیں، جنات میرے تابع کر دیئے اور پرندے میرے تابع

کر دیئے..... اوتینا من کل شئی ہر چیز اللہ نے مجھے عطا فرمائی لیکن یہ سارا میرا کمال نہیں..... ان هذا لہو الفضل المبین..... یہ تو اللہ تعالیٰ کا کمال ہے کہ اس نے ساری کائنات سے مجھے منتخب کر کے میرے سر پر نبوت کا تاج رکھا وگرنہ داؤد علیہ السلام کے بیٹے اور بھی ہیں، لیکن ان کو نبوت نہیں اور ان کو پرندوں کی بولیاں کیوں نہیں سکھائیں۔ ہوائیں ان کے تابع کیوں نہیں کیں؟ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کے اس فضل پر میں شکر گزار ہوں نبی اللہ کا شکر یہ ادا کرتا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ نے بڑے بڑے کمالات عطا فرمائے۔ بادشاہت ان کے قدموں میں، جنات ان کے قدموں میں، ہوائیں ان کے تابع، جانور ان کے تابع، بولیاں جانوروں کی سمجھنے والے، حکومت بہت بڑی ہے، فوج بہت بڑی ہے، تخت بچھا ہوا ہے، تخت پر اللہ کا پیغمبر بیٹھا ہوا ہے اور اللہ کا پیغمبر اللہ کا پیغام لوگوں کو سنارہا ہے۔ اتنی بڑی سلطنت والا کون ہوگا۔ ان کی سلطنت ملک شام میں قائم ہوئی اور شام کی ساری ریاستیں اور شام کے سارے علاقے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ کام بھی دنیا کے سامنے کر کے دکھایا۔ مسجد اقصیٰ کی تعمیر بھی انہوں نے کر کے دکھائی، حضرت سلیمان علیہ السلام حقیقت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی مسجد حرام کی تعمیر فرمائی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر فرمائی۔ ایک پیغمبر ابراہیم علیہ السلام مکے میں مسجد حرام بنا رہا ہے اور ایک پیغمبر بیت المقدس بنا رہا ہے۔

یہ مسجد اقصیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات سے بنوائی اور بہت تیزی سے اس کی تعمیر ہوئی وہ مسجد جس میں ستر ہزار پیغمبر آئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر:

قرآن مجید کہتا ہے کہ..... وحشر لسلیمان جنودہ من الجن والانس..... اللہ تعالیٰ کا پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام تخت شاہی پر براجمان ہے اور سارے ملک کا

لشکر جمع ہے جنات جمع ہیں، پرندے جمع ہیں، آسمان کی مخلوق جمع ہے، زمین کی مخلوق جمع ہے، انسانوں کی فوج جمع ہے، ہیرے، جواہرات والا تخت موجود ہے پیغمبر تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔

ایک قطار میں جنات ہیں

ایک قطار میں پرندے ہیں

ایک قطار میں درندے ہیں

ایک قطار میں چرندے ہیں

لشکر دورے کے لئے روانہ ہونے والا ہے، دنیا میں ایسی سلطنت کسی کی نہیں آئی، آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت تک کسی نے ایسی حکومت نہیں دیکھی۔ جو جنوں پر حکمران ہو، جو ہواؤں پر حکمران ہو، جو پرندوں پر حکمران ہو، اور ایک ایک چیز اس کے کنٹرول میں ہو اور یہ آدمی کہتا ہو کہ..... ان هذا له والفضل المبين..... یہ میرا کمال نہیں، یہ میرے پروردگار کا کمال ہے۔

اللہ کا پیغمبر سارے لشکر جمع کر کے تخت پر بیٹھا ہوا ہے ساری مخلوق کھڑی ہے لشکر روانہ ہوتا ہے۔ ملک سے باہر نکلا، مصر سے باہر نکلا، شام کی بستیوں سے باہر نکلا، تاکہ اس لشکر کے ذریعہ میں ساری سلطنت کا دورہ کروں فوج بھی ساتھ ہے۔

پرندے بھی ساتھ ہیں

جنات بھی ساتھ ہیں

درندے بھی ساتھ ہیں

ہوائیں ان کے تابع ہیں

حیوان بھی ان کے ساتھ ہیں

جب لشکر روانہ ہوا:

حضرت سلیمان علیہ السلام تخت شاہی پر بیٹھے ہیں۔ جب تھوڑا سا لشکر چلا ہے

سامنے کیڑے مکوڑوں کا ایک بہت بڑا لشکر ہے اور بلوں کے اندر چیونٹیاں موجود ہیں۔
کیڑے مکوڑے موجود ہیں۔

قرآن کہتا ہے..... وحشر لسليمان جنوده من الجن والانس
والطير فهم يوزعون..... ساری سلطنت جمع ہے، پرندے موجود ہوں، جن موجود
ہیں..... حتی اذا اتوا على واد النمل..... ایک کیڑے مکوڑوں کی بستی کے قریب سے
لشکر گزرنے لگا تو ایک کیڑے نے کہا کہ اے کیڑو مکوڑو! اپنی اپنی بلوں میں داخل ہو جاؤ
کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر تمہیں ختم کر دے..... قالت نملة يا ايها
النمل ادخلوا مسكنكم..... اپنی اپنی بلوں میں داخل ہو جاؤ کہیں سلیمان علیہ السلام کا لشکر
تمہیں روند نہ ڈالے..... لا يحطمنكم سليمان وجنوده وهم لا يشعرون.....
اس لشکر کو پتہ بھی نہ چلے کہ ہمارے پاؤں کے نیچے یہ چیونٹیاں آ گئیں۔ کیڑے مکوڑے
آ گئے۔

چیونٹی کا عقیدہ:

چیونٹی کا مذہب تیرے مذہب سے اچھا ہے چیونٹیاں جانتی ہیں کیڑے
مکوڑے جانتے ہیں کہ یہ پیغمبر ہمارے اوپر سے گزرے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کو پتہ بھی
نہ چلے کہ ہمارے پاؤں کے نیچے کون ہے۔ کیڑے مکوڑے کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے سوا ہر
بات کو جاننے والا، لشکر بھی اگر گزرے گا تو ان کو یقین ہے کہ شاید اس کو بھی پتہ نہ چلے کہ
ہمارے پاؤں کے نیچے کیڑے مکوڑے ہیں۔

اے مشر کو تجھ سے تو اس کیڑے مکوڑے کا عقیدہ اچھا ہے جس کا ذکر اللہ کا
قرآن کر رہا ہے کیڑے کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔ نکال قرآن سے اس آیت کو سورۃ نمل
ہے ۱۹ پارہ ہے۔ کیڑے بلوں میں کھڑے ہیں اور گفتگو کرتے ہیں اور کیا کہتے ہیں.....
لا يحطمنكم سليمان وجنوده..... کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر تمہیں
روند نہ ڈالے..... وهم لا يشعرون..... اور اسے پتہ بھی نہ چلے، تو تو کہتا ہے کہ ہر چیز کا

پتہ میرے پیر کو ہے۔ میرے ولی کو ہے۔

لیکن کیڑے نے قرآن کے حوالے سے تجھے سبق دے دیا، کیڑے کا بھی عقیدہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں ورنہ اس کیڑے کا ذکر کرنے کا فائدہ کیا ہے قرآن میں۔ تیرے عقیدے پر جو شرک کا زنگ لگ گیا ہے اس پر تو حید کی قلعی پھیری ہے کہ شاید تو خدا کی بات نہ مانے، شاید تو ولیوں کی بات نہ مانے، شاید تجھ پر علماء کے درس کا اثر نہ ہو، چلو ایک کیڑے کی بات تو مان لے کہ ہر چیز کو جاننے والا صرف اللہ ہے۔

جب اللہ تعالیٰ بتائے:

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ نے کیڑے کی بات سمجھنے کا ملکہ عطا فرمایا تھا..... یہ اعزاز حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا ہوا تھا چونکہ باقی انبیاء کے پاس یہ معجزات نہیں تھے۔ اس لئے اللہ نے کیڑوں سے کہلوایا کہ تم کہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر تمہارے اوپر سے گزر جائے اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ انبیاء اس وقت جانتے ہیں کہ جب اللہ بتائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکر گزاری:

چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ عطا فرمایا تھا۔ اس لئے قرآن کہتا ہے:

فرمایا..... فتبسم ضاحکا من قولها..... اللہ کا پیغمبر مکوڑوں کی باتیں سن کر مسکرانے لگا..... وقال رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التي..... اے اللہ میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھے ان کیڑوں کی باتیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائی..... انعمت علی و علی والدی..... اور میرا باپ بھی تیرا شکر گزار تھا..... ان اعمل صالحا..... اور مجھے نیک عمل کی توفیق دی اور میں تیرا شکر گزار ہوں..... ترضہ..... جس سے تو راضی ہو جائے..... وادخلنی برحمتك..... اور مجھے اپنی رحمت میں داخل کر دے..... من عبادك الصالحين..... مجھے نیک بندوں میں داخل کر دے۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو مقام ملا تو وہ بار بار اللہ کا شکر اور اس بات کا

اعلان کیا کرتے یہ رفعت دینے والا تیرے سوا کوئی نہیں۔

جب ہد ہد غائب ہوا:

قرآن کہتا ہے کہ جب لشکر چلا تو اللہ کے پیغمبر نے فرمایا کہ مجھے ہد ہد نظر نہیں آتا، بتاؤ کہاں ہے؟ اس نبی کے اختیار میں، اس نبی کے قبضہ میں ہوا میں ہیں اس نبی کے اختیار میں جنات ہیں، اس نبی کے اختیار میں پرندے ہیں، پرندوں کی بولیاں ہیں، اس نبی کے اختیار میں، آسمان و زمین کی اندھیریاں ہیں، مجھے بتاؤ کہ جس کے تابع ساری اشیاء ہیں اور اس کو ہد ہد کا پتہ کیوں نہ چلا، ہد ہد کہاں ہے؟ اگر ہر چیز کا پتہ تھا تو ہد ہد کا پتہ کیوں نہ چلا۔ میں تو نہیں کہتا، قرآن کہہ رہا ہے ہد ہد کا پتہ نہیں ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ..... وتفقد الطير..... اللہ تعالیٰ کے نبی نے ہد ہد کو غائب پایا..... فقال مالي لا اري الهد هد..... کیا ہوا اے لشکر والو، اوجنوں اور انسانو، پرندو بتاؤ ہد ہد کہاں ہے مجھے تو پتہ نہیں، کون کہتا ہے کہ مجھے تو پتہ نہیں، نبی کہتا ہے کہ مجھے تو پتہ نہیں۔

جس کے قدموں میں جانور ہوں

جس کے تابع ہوا ہو

جس کے قدموں میں جنات ہوں

جس کے قدموں میں پرندے و درندے ہوں

وہ کہتا ہے..... وتفقد الطير فقال مالي لا اري الهد هد..... میں نہیں جانتا

کہ ہد ہد کہاں ہے، پتہ نہیں ہد ہد کہاں چلا گیا..... ام كان من الغائبين..... وہ کہیں غائب ہو گیا ہے.....

اے لوگو! تیرے عقیدے پر توحید کی قلعی پھر جائے، تیرے عقیدے پر قرآن کی بارش ہو جائے، جو عقیدہ شرک کے ذرات سے اٹ چکا ہے، شرک نے تیرے عقیدے کو تباہ کر دیا ہے، اس کے اوپر قرآن نے توحید کی پالش پھیری ہے اور قرآن کہتا

ہے..... لا عذبہ عذابا شدیداً..... میں اس ہد جانور کو کڑی سزا دوں گا اس کو عذاب کے اندر مبتلا کر دوں گا..... او لا اذبحنہ اولیا تینی بسلطان مبین..... میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا میں اس کو تباہ و برباد کر دوں گا۔ ہد مجھے ملے تو سہی، وہ آئے تو سہی میں اس کو عذاب میں مبتلا کر دوں گا یا وہ معقول دلیل میرے پاس لائے کہ میں کہاں چلا گیا تھا مجھے بتا!

یہ قرآن ہے یہ سیف الملوک نہیں ہے

یہ قرآن ہے یہ کسی پنوں کا قصہ نہیں ہے

یہ قرآن ہے یہ پکی روٹی کا واقعہ نہیں

یہ قرآن ہے یہ من گھڑت کہانی نہیں

قرآن کہتا ہے کہ نبی نے کہا کہ ہد کہاں ہے؟ اگر وہ مجھے ملے گا میں اس کو ذبح کر دوں گا، میں اس کو عذاب میں مبتلا کر دوں گا میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا، اگر بتائے گا کہ وہ کدھر گیا تھا۔

مجھے بتاؤ جس وقت نبی یہ بات کر رہا ہے اس وقت نبی کو پتہ ہے کہ ہد کہاں ہے؟ (نہیں) تو معلوم ہوا کہ خدا نے جو نبی کو دیا وہ مل گیا جو نہیں دیا وہ نہیں دیا۔

پرندوں کی بولیوں کے سمجھنے کی طاقت دے دی، مل گئی

جنات پر حکومت دے دی، مل گئی

ہواؤں پر حکومت دے دی، مل گئی

تخت پر حکومت دے دی، مل گئی

لیکن ایک ہد کا نہیں بتایا، تاکہ دنیا کو پتہ چلے کہ ایک ہد کے غائب ہونے کا میں نے نبی کو نہیں بتایا۔ تاکہ تیرا عقیدہ ٹھیک ہو جائے کہ غیب کی ساری کنجیاں میرے پاس ہیں۔

قرآن میں نبی اور ہد کی گفتگو:

قرآن کہتا ہے کہ نبی نے جب یہ بات کہی تو تھوڑی دیر گزری کہ ہد ہد پیغمبر کی مجلس میں آ گیا۔ نبی کی محفل میں آ گیا۔ تخت شاہی کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، نبی موجود ہے، ہد ہد موجود ہے پیغمبر نہیں بولے، ہد ہد خود بول پڑا، جو ہد ہد بولا، تو اللہ کو اتنا اچھا بول لگا کہ اس کے بول کو محمد ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن میں نقل کر دیا، بول کس کا ہے؟

نبی کا نہیں

ولی کا نہیں

قطب کا نہیں

ابدال کا نہیں

پیر کا نہیں

بزرگ کا نہیں

ایک ہد ہد جانور نے جو کچھ کہا، اللہ کو اتنا پسند آیا کہ اس کو قیامت تک رہنے والی کتاب میں محفوظ کر دیا، شاید اس بول سے تیرا عقیدہ ٹھیک ہو جائے۔

قرآن نصیحتوں کی کتاب ہے

قرآن عبرتوں کی کتاب ہے

یہ تجھے جھنجھوڑتی ہے، واقعات سنا کر، شاید تیرا عقیدہ صحیح ہو جائے..... ہد ہد کے

کلمات قرآن میں ہیں، جو لفظ ہد ہد کے، اللہ نے قرآن کے ٹیپ میں ان کو محفوظ کر دیا اور

کیا الفاظ ہیں..... فمکث غیر بعید..... اے اللہ کے نبی، اے اللہ کے پیغمبر، اے دنیا

کے سردار، اے تاج نبوت سر پر سجانے والے..... فمکث غیر بعید..... میں بہت

دور نکل گیا تھا، میں بہت دور چلا گیا تھا۔ اے اللہ کے نبی، اے اللہ کے پیغمبر، ایسا دور چلا

گیا..... فقال احطت بمالم تحط به..... میں ایسی جگہ گیا اور میں ایسی حکومت کو دیکھ

آیا ہوں، ایسی سلطنت کو دیکھ آیا ہوں کہ جس کا مجھے پتہ ہے اور آپ کو اس کی خبر نہیں۔

اور تو کہتا ہے کہ نبی کو ہر چیز کی خبر ہے اس جانور ہد ہد کو دیکھ لے۔ ہد ہد سے

پوچھ کہ تیرا کیا عقیدہ ہے جو عقیدہ ہد ہد نے قرآن میں بیان کیا، اسی عقیدے کا اظہار اللہ

نے قرآن میں کر دیا۔

کتنی خوبصورت بات قرآن نے کہی..... میں بہت دور چلا گیا تھا۔ اے سلیمان پیغمبر میں آج کے زمانے میں، ایک ایسی قوم کو دیکھ آیا ہوں کہ جس قوم کی خبر آپ کو نہیں، جس ملک کا آپ کو علم نہیں، جس کی سلطنت کا آپ کو پتہ نہیں، جس شاہی کا پتہ آپ کو بھی نہیں۔

لگا فتویٰ ہد ہد پر کہ یہ وہابی ہو گیا۔ ہد ہد نبی کا گستاخ ہو گیا۔ میں کہوں کہ نبی کو اللہ کی طرف سے علم ملتا ہے جو خدا دیتا ہے وہی ملتی ہے جو نہیں ملتی وہ نہیں ملتی۔ یہ کہتا ہے کہ وہابی ہو گیا۔ قرآن میں ہے کہ ایک جانور نے کہا..... بمالم تحط بہ..... یہ ایسی خبر ہے کہ جو تیرے خزانے میں بھی نہیں، نبی سے کہا کہ اے نبی تو اس بات کو نہیں جانتا۔

جنوں کی حکومت قائم کرنے والے، پرندوں پر حکمرانی کرنے والے، ہواؤں پر اختیار ملنے والے، لیکن اس مملکت کا تجھے پتہ نہیں جس کو میں دیکھ کر آیا ہوں۔

قرآن کہتا ہے کہ اللہ کے نبی نے ہد ہد کی بات سنی..... وجنتک من سبابنا یقین..... حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا..... اے ہد ہد بتا کہ وہ کس کی خبر ہے؟ تو ہد ہد کہنے لگا میں ملک سبا کی خبر لے کر آیا ہوں۔

تمہاری حکومت ہے

سلطنت موجود ہے

اقتدار موجود ہے

جنوں پر حکومت موجود ہے

لیکن اے سلیمان علیہ السلام! تیری نبوت کے دور میں ایک ایسا ملک بھی اس دھرتی پر موجود ہے کہ جس ملک کا نام سبا ہے اور سبا کے ملک پر میں نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ وہ لڑکی اس ملک پر حکمران ہے اور وہ لڑکی خدا کو نہیں مانتی اور ہد ہد کہتا ہے مجھے دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ وہ لڑکی ایک خدا کو چھوڑ کر سورج کو پوج رہی تھی۔

مالک تو ایک اللہ ہے

خالق تو ایک اللہ ہے

مشکل کشاء تو صرف اللہ ہے

اس مشکل کشاء کو چھوڑ کر اس لڑکی نے سورج کو خدا کیسے مان لیا۔ ہد ہد کہتا ہے کہ میرے تعجب کی حد نہ رہی، میں تیرے دروازے پر اس ملک سبا کی خبر لایا ہوں کہ جو تیرے علم میں نہیں اور وہ سورج کو پوج رہی ہے۔ پیغمبر کیا کہتا ہے کہ ہد ہد اس کا تعارف پیش کر، یہ ہد ہد کے الفاظ ہیں اس جانور کے الفاظ ہیں۔

پیغمبر نے سفر روک دیا

لشکر روک دیا

جنوں کو روک دیا

ہواؤں کو روک دیا

ہد ہد کہتا ہے..... اسی وجدت امرأة تملكهم ایک ایسی عورت کو میں دیکھ آیا ہوں کہ وہ حکمران ہے..... اوتیت من کل شئی اور ساری چیزیں اس کے پاس ہیں..... ولها عرش عظیم اور اس کا ایک بہت بڑا عرش ہے، جس پر ہیرے لگے ہوئے ہیں، جواہرات لگے ہوئے ہیں، ہزاروں اس کے فوجی ہیں، سونے کا بنا ہوا تخت ہے اور وہ لڑکی اس تخت پر بیٹھی ہے حکمرانی کرتی ہے، اور اس لڑکی کی صفت یہ ہے کہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ..... وجدتها وقومها..... میں نے اس کی قوم کو دیکھا اور لڑکی کو دیکھا..... یسجدون للشمس من دون الله..... کہ وہ لڑکی اور اس کی قوم سورج کو پوجتی ہے اللہ کو چھوڑ کر..... وزین لهم الشیطن..... اور شیطان کی کاموں پر عمل کرتی تھی..... اعمالهم فصدھم عن السبیل..... اللہ کے راستے کو اس نے چھوڑ دیا تھا..... فھم لا یھتدون..... اے پیغمبر میں تو تعجب کرتا ہوں کہ آپ کی نبوت ہو، آپ کی رسالت ہو اور ایک لڑکی حکمران ہو اور وہ سورج کی پرستش کرے، حالانکہ ہم جانوروں کا یہ عقیدہ ہے کہ پوجا اللہ کے سوا کسی اور کی نہیں ہوتی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہد ہد سے کہا تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام میفرمایا.....

واو تمنا من کل شئی..... اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر چیز عطا کی، جس وقت پیغمبر نے فرمایا کہ ہر چیز میرے پاس موجود ہے، نبی کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی نعمت مجھے دی ہے۔

سارے خزانوں کا مالک اللہ ہے:

جس طرح آدمی کہہ دیتا ہے کہ اللہ کا دیا بہت کچھ ہے، ہر چیز میرے گھر میں موجود ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ پوری دنیا کی چیزیں تیرے گھر آ گئیں۔ مقصد یہ ہے کہ ضرورت کی چیزیں موجود ہیں، نبی نے فرمایا کہ ضرورت کی ہر چیز موجود ہے تو آگے ہدہ کیا کہتا ہے۔

دوستو! ایک جانور ہو کر عقل دنیا کو عطا کر دی، جانور کہتا ہے کہ اے نبی اگر تیرے پاس ہر چیز موجود ہے..... زد فی عمری و رزقی..... اگر تیرے پاس ہر چیز موجود ہے، تو مجھے رزق دے دے، مجھے عمر دے دے، جتنا خدا نے مقرر کیا اس سے زیادہ کر دے، جتنی عمر خدا نے دی، اس سے تھوڑی سی زیادہ دے کر دکھا۔

تو پیغمبر اس وقت سجدے میں گر گیا اور رو کر کہتا ہے کہ اے جانور یہ خزانے میرے پاس کہاں؟ ان خزانوں کا مالک تو صرف ایک خدا ہے یہ خزانے تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

قرآن کہتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہ کی بات سنی اور کہا کہ میں بھی تیری اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ تو نے سچ کہا یا جھوٹ کہا؟ نبی اگر عالم الغیب تھے تو یہ بات کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر علم ہوتا پھر یہ کہتے؟ اب اگر ہدہ سچا تھا تو پیغمبر عالم الغیب ہو تو ابھی پتہ چل جاتا کہ یہ تو سچا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ملکہ بلقیس کے نام:

کیا جواب دیا؟ وہ جواب بھی قرآن نے نقل کر دیا، فرمایا..... قال سبطر..... سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تصدیق کرتا ہوں..... اصدق ام کلت من

الکادھین..... تو سچا ہے یا جھوٹا ہے، میں دیکھتا ہوں کہ تو سنی سنائی بات کر رہا ہے یا جھگڑا کر رہا ہے، پیغمبر نے فرمایا کہ اے ہدایت کو جا میں لشکر کو یہاں ٹھہرا دیتا ہوں..... اذهب بکتاہی هذا..... یہ میرا خط لے جا..... فالقہ الیہم ثم تول عنہم فانظر ماذا یرجعون..... یہ لے جا کر یہ خط ملکہ کی جھولی میں ڈال دے، جواب لکھ دے اور جواب کے بعد میرے دروازے پر آ جا مجھے جواب لا دے کہ تو سچا ہے..... کتاہی هذا..... یہ میرا خط ہے یہ خط اس ملکہ کے ہاتھ میں دے دینا اس کی جھولی میں ڈال یہ خط اس ملکہ کو پہنچا دینا اس کے دروازے پر رکھ دینا۔

اور جس وقت اس خط کو پڑھ لے گی، پڑھ کر اس کا جواب دے گی، تو وہ جواب لیکر میرے دروازے پر آ جانا، پھر میں سمجھوں گا کہ سچ کہا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط لکھا اس خط کا مضمون کیا تھا میں قربان جاؤں اس خط کے مضمون پر، اس کی عبارت اللہ نے قرآن میں نقل کر دی۔

خط کہاں سے شروع ہوتا ہے فرمایا..... انا من سلیمان و انا بسم اللہ الرحمن الرحیم..... اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے آگے کیا ہے..... الا تعلوا علی و اتولی مسلمین..... اے ملکہ! اے عورت! اے وزیراعظم، اے صدر مملکت، اے حکمران، تکبر چھوڑ دے، دو لفظوں میں بات کی۔ نبی نے کوئی لمبا خط نہیں لکھا کہ سترہ صفحوں کا خط ہو، کہ پڑھتے پڑھتے شام ہو جائے یہ بات نہیں۔ خط پیغمبر نے لکھا فرمایا..... تکبر مت کر اور اسلام قبول کر لے۔

اسلام عربی میں کہتے ہیں اطاعت کرنے کو، خط پر نام ہے وہ بڑی برگزیدہ ہستی ہے اس کا نام شروع ہے..... انا من سلیمان و انا بسم اللہ الرحمن الرحیم..... ہم عزت والوں کو ذلیل اور ذلیل کو عزت والا بنا دیتے ہیں۔

ملکہ نے اجلاس بلوایا:

ملکہ سب نے کہا کہ بتاؤ مجھے میں اس کا کیا جواب دوں، کابینہ میں تو بڑے بڑے

سر پھرے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس ایک خط پر حکومت چھوڑ دیں؟ سلیمان پیغمبر کا خط آیا اور عورت گھبرا گئی کہ بتاؤ کیا کریں اور خط کے الفاظ ہیں تکبر مت کر اسلام قبول کر، یہ پیغام ہے اور وہ اس پیغام کو دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

اور اس میں بڑے بڑے عجیب و غریب وزیر تھے، سر پھرے جھوٹے، بے ایمان، کہتے تھے کہ ہماری طاقت بڑی ہے عوام ہمارے ساتھ ہے، کہتے تھے..... حسن اولو اقوة..... ہم بڑے قوت والے ہیں..... واولوا بانس شدید..... اور ہماری بڑی طاقت ہے۔

ملکہ بلقیس کا وفد حضرت سلیمان کے پاس:

لیکن وہ عورت کہتی ہے کہ یہ معمولی بات نہیں..... اذا دخلوا قرية افسدوها..... جب کوئی بڑا بادشاہ کسی ملک میں داخل ہوتا ہے تو سارے ملک کو تباہ و برباد کر دیتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم تکبر میں رہو اور سلیمان علیہ السلام آ کر تمہاری حکومت کو تباہ و برباد کر دیں اس عورت نے یہ کہا۔

وہ ملکہ بلقیس تھی جس کا ذکر قرآن کر رہا ہے تو بلقیس نے یہ کہا کہ یہ عظیم بادشاہ ہے اور اس نے ایک بہت بڑے وفد کو بھیجا کہ جا کر یہ چیزیں ہدیہ کے طور پر سلیمان پیغمبر کو دے دیں اس نے ایک وفد بھیجا کہ پیسے لے کر خاموش ہو جاؤ۔ قرآن کہتا ہے کہ جب اس ملکہ بلقیس کا وفد اس پیغمبر سلیمان کے پاس پہنچا تو پیغمبر نے آگے سے کیا جواب دیا۔

قرآن کہتا ہے..... فلما جاء سليمان..... جب سلیمان کے پاس وفد آیا تو پیغمبر نے فرمایا کہ چلے جاؤ اور فرمایا کہ اپنی ملکہ سے جا کر کہہ دو کہ میں عنقریب تم پر چڑھائی کرنے والا ہوں۔ تمہارا تختہ الٹنے والا ہوں، میں فوج لیکر آ رہا ہوں تیار ہو جا، اگر تو اسلام قبول کرے گی اگر تو خدا کی اطاعت کرے گی اگر سورج کی پرستش چھوڑ دے گی تو تیرے ساتھ میری گفتگو ہوگی۔

جب معجزہ صادر ہوا:

اگر تو اکڑ گئی تو پھر سلیمان پیغمبر کے عتاب سے تجھے کوئی بچا نہیں سکتا۔ وفد واپس چلا گیا وفد واپس چلا گیا اور جا کر ملکہ بلقیس کو سارا واقعہ سنایا ملکہ کہتی ہے اب میں خود جاتی ہوں، میں خود سلیمان علیہ السلام سے جا کر ملتی ہوں جو اس کا مطالبہ ہے میں وہ تسلیم کرتی ہوں۔ اس نے فوج کو تیار کر لیا سوار یوں کو تیار کر کے پورا قافلہ اور حکومت کو لے کر سلیمان پیغمبر کی طرف چل پڑی۔

اللہ نے جبرائیل امین کے ذریعہ سلیمان علیہ السلام پیغمبر کو بتا دیا کہ جو عورت سورج کی پرستش کرتی تھی وہ سب کچھ چھوڑ کر تیرے دروازے پر آ رہی ہے۔ پیغمبر نے اپنے صحابہ کی مجلس میں فرمایا..... یا ایہا الملؤا ایکم یا یمنی بعرشہا..... سنا ہے کہ اس کا تخت بہت بڑا ہے۔ اس کا تخت ہزاروں من سونے کا بنا ہوا ہے۔ سنا ہے کہ اس کے تخت پر جواہرات موجود ہیں۔ اس سارے مجمع میں جنات بھی موجود ہیں، جن کی موجودگی میں کوئی تم سے ایسا ہے کہ اس ملکہ کے آنے سے پہلے پہلے اس کا تخت لا کر میرے سامنے رکھ دے نبی کی حکومت ہے.....

جنات بھی غلام ہیں
انسان بھی غلام ہیں
پرندے بھی غلام ہیں
چرندے بھی غلام ہیں
ہوائیں بھی تابع ہیں

قرآن کہتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اس کے آنے سے پہلے پہلے کون اس کا تخت لائے گا..... قال عفريت من الجن..... ایک جن اس دربار میں کھڑا ہو گیا، کہنے لگا اے سلیمان پیغمبر..... انا اتیک بہ..... میں تخت لے آتا ہوں، پیغمبر نے فرمایا کہ کتنی دیر میں لائے گا؟ اس کا تخت کتنا بڑا تخت، ایک لاکھ انسان چالیس سال بھی تخت کو بناتے رہیں سونے کا تخت، چاندی کا تخت، جواہرات کا تخت، پوری دنیا کا سونا جس پر جڑا ہوا کوئی انسان جس کو اٹھانہ سکے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا..... ایکم یاتینی بعرشہا..... ہے کوئی اس مجمع میں کہ جو اس تخت کو لا کر میرے سامنے رکھ دے؟ تاکہ ملکہ کے آنے سے پہلے پہلے تخت میرے سامنے موجود ہو،

اس مجلس میں ایک جن موجود تھا قرآن کہتا ہے..... قال عفريت من الجن انا اتيك به قبل ان تقوم من مقامك..... مفسرین کہتے ہیں کہ ملکہ بلقیس کا لشکر پیغمبر نے دور سے دیکھ لیا تھا۔ دھول اڑتی ہوئی دکھائی دی۔ بارہ لاکھ انسانوں کا لشکر، ملکہ بلقیس کی قیادت میں پیغمبر کے دربار میں پہنچ رہے ہیں۔ اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا، وہ دیکھو ملکہ کی فوج اور لشکر آ رہا ہے اس کے آنے سے پہلے تم میں سے کون ہے کہ جو ملکہ کا تخت میرے دربار میں پیش کرے۔

تو ایک جن اٹھ کر کھڑا ہوا کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول، جتنی دیر آپ اس جگہ پر بیٹھے ہیں اتنی دیر میں وہ تخت لا کر میں آپ کے دروازے پر رکھ دیتا ہوں۔ پیغمبر نے فرمایا کہ یہ تو بہت دیر ہو جائے گی۔ میں تو دو گھنٹے تک یہاں بیٹھوں گا اور دو گھنٹے میں سامنے والا بارہ لاکھ لشکر آ جائے گا اس لئے یہ تو بہت دیر ہو جائے گی اے میرے لشکر، اے جنو اور انسانو، کوئی تم سے اس تخت کو اس سے جلدی لائے، چند لمحات میں لائے وہ اٹھے، یہ نبی کا معجزہ تھا، معجزہ اللہ کی مرضی سے صادر ہوتا ہے، اس میں پیغمبر کی براہ راست رضا شامل نہیں ہوتی۔

جب اللہ کا حکم آتا ہے کہ اے پیغمبر میں تیرے ہاتھ پر کام کرنا چاہتا ہوں تو اسی وقت معجزہ صادر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ دکھلایا کہ لشکر کے اندر جب نبی نے اعلان کیا کہ کون ہے کہ جو تخت کو لا کر میرے سامنے پیش کرے۔ اسی محفل میں ایک عالم موجود تھے اور وہ پیغمبر سلیمان کا صحابی تھا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ پیغمبر کا خالہ زاد بھائی تھا اس کا نام آصف بن برخیا تھا تو رات کا بہت بڑا عالم اور پیغمبر کا صحابی اٹھ کر کھڑا ہوا کہنے لگا کہ اے پیغمبر آپ اتنی دیر برداشت نہیں کر سکتے تو میں اسم اعظم کے ذریعہ وہ تخت ملکہ کا اتنی جلدی لاسکتا ہوں کہ جتنی دیر میں آپ کی آنکھ جھپکتی ہے۔

قرآن نے اس واقعہ کو نقل کیا فرمایا..... قال الذی عندہ علم من الكتاب..... اسی مجمع میں ایک آدمی اٹھ کر کھڑا ہو گیا، وہ تورات کا عالم تھا۔ زبور کا عالم تھا..... انا اتیک بہ..... میں تخت پیش کرتا ہوں تیرے دربار میں..... قبل ان یرتد الیک طرفک..... کہ جب تک آنکھ جھپکے گی تخت تیرے دروازے پر ہوگا، پیغمبر نے فرمایا کہ جاتجھے اجازت ہے یہ کہنے کی دیر ہے کہ ایک لمحے میں ملکہ بلقیس کا تخت پیغمبر کے سامنے آ گیا۔

یہ اللہ کا فضل ہے:

پیغمبر نے فرمایا..... فلما راہ مستقرا..... نبی نے سامنے دیکھا کہ تخت موجود ہے۔ اتنا لمبا چوڑا تخت، دنیا میں اس کی قیمت نہیں، دنیا کا سب سے بڑا تخت، سونے والا تخت، چاندی والا تخت، جواہرات والا تخت، سامنے موجود ہے۔ اگر بات صرف اتنی ہوتی، تو کوئی کچے عقیدے کا آدمی کہہ دیتا کہ دیکھو کہ نبی کا صحابی اتنی طاقت رکھتا ہے کہ تخت ایک لمحے میں لے آئے تو پیران پیر بارہ سال کے بعد کیسے نہیں بیڑہ تار سکتے۔

میں نے کہا کہ اگر ایک لمحے میں نبی کا صحابی تخت لا سکتا ہے تو پیران پیر کو بارہ سال دیر کرنے کی کیا ضرورت ہے کہنے لگے کہ جناب یہ تو سب کچھ ہو سکتا ہے میں نے کہا کہ قرآن نے اس کا جواب نہ دیا ہو تو تمہاری بات سچی ہوتی۔

قرآن نے اسی جگہ فرمایا کہ جس وقت پیغمبر نے آصف بن برخہ سے کہا کہ یا یہ تخت تو بڑی جلدی آ گیا تو اس آصف بن برخہ نے آگے سے کہا..... قال هذا من فضل ربی..... سلیمان یہ میرا کمال کوئی نہیں، یہ تو میرے رب کا کمال ہے، میرے خدا کا کمال ہے، جس نے مجھے اپنے نام کی طاقت عطا فرمائی ہے۔

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ صاحب نے فرمایا کہ یہ تخت لانے والے، آصف بن برخہ نہ تھے، خود حضرت سلیمان علیہ السلام تھے لیکن دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ وہ آصف بن برخہ تھا جو

پیغمبر کا صحابی تھا اور اللہ نے پیغمبر کے اس صحابی سے کرامت ظاہر کر کے اصل میں پیغمبر کا معجزہ صادر کرانا تھا اس لئے کہ صحابہ کی کرامات بھی نبی کے معجزات میں شمار ہوتی ہیں۔
تخت سامنے آ گیا۔ آصف بن برخیا نے کہا کہ رب کا فضل کیوں ہوا.....
لہلہولنی! اشکرام اکدر..... تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ اتنا بڑا فضل کر کے دیکھنا چاہتا ہے کہ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں کہ نہیں؟

فرمایا..... ومن شکر فالما یشکر لنفسہ..... جو شکر کرتا اللہ کا، حقیقت میں وہ اپنے اس کمال میں اضافہ کرتا ہے جو اللہ کی طرف سے اس کو ملتا ہے..... ومن کفر فان رسی غسی کریمہ..... اور جو ناشکری کرتا ہے اللہ کا کچھ نہیں جانتا۔ اللہ تو بے پرواہ ذات ہے۔

ملکہ تخت پہچان نہ سکی:

ملکہ بلقیس آگئی، پیغمبر نے فرمایا..... قال لکر والہا عرشہا..... اس تخت کا حلیہ بدل دو..... لکر..... کہتے ہیں بدلنے کو، اصلی حالت سے تبدیل کرنے کو..... قال لکر والہا عرشہا..... لنظر انتہدی امر تکون من الذین لا یہتدون..... ایسا نقشہ بدل دو کہ ملکہ آ کر اپنے اس تخت کو پہچان نہ سکے۔

تھوڑی دیر گزر گئی اور ملکہ سامنے آ گئی، لشکر سامنے آ گیا۔ بارہ مشیر آ گئے ہر مشیر کے ساتھ ایک لاکھ آدمی ہے بارہ لاکھ آدمی ملکہ بلقیس کی قیادت میں سلیمان علیہ السلام کے ہاں داخل ہوئے جس ملک میں ملکہ بلقیس کی حکومت تھی اس ملک کا نام ہے ملک یمن اور پیغمبر اس بستی سے ہزاروں میل دور تھے۔

تخت دیکھ کر ملکہ بلقیس پہچان نہ سکی اور تخت دیکھ کر کہتی ہے..... فلما جاءت قبل ھکذا عرشک..... کہا گیا کہ اے ملکہ کیا تیرے پاس بھی ایسا تخت ہے؟..... قالت کان ھو و اتینا العلم..... کہنے لگی کہ ہاں یہ تخت تو اسی جیسا ہے کہ جیسا تخت میں اپنے ملک میں چھوڑ کر آئی ہوں..... من قبلھا و کنا مسلمین..... ملکہ نے آتے ہی پیغمبر

کے سامنے رونا شروع کر دیا اور کہنے لگی کہ اے سلیمان میں بارہ لاکھ نو جوانوں کا لشکر لیکر آئی ہوں، تاکہ تیرے سامنے آ کر تیرا کلمہ پڑھوں اور تیرے خدا کی خدائی کا اقرار کروں۔

نبوت کی دعوت:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسی وقت ملکہ کو حکم دیا کہ کلمے کا مطلب یہ نہیں کہ صرف میری حکومت مانو، کلمے کا معنی یہ ہے کہ سورج کو سجدہ کرنا چھوڑ دے بتوں کو سجدہ کرنا چھوڑ دے، آگ کو سجدہ کرنا چھوڑ دے، یہ نبوت کی دعوت ہے۔

نبی انسانیت کے سراغیاء کے دروازے پر جھکنے سے روکتا ہے یہ نبیوں کا شعار ہے یہی نبیوں کی تعلیمات کی روح ہے۔

مجھے بتائیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو ملکہ بلقیس کو خط لکھا تھا۔ اس خط میں اس کو دعوت دین دی تھی۔ یہ مقصد نہیں تھا کہ ملکہ کی حکومت لیکر پیغمبر ذاتی منفعت حاصل کرنا چاہتا تھا پیغمبر ایک مشن اور ایک دعوت پر ہمیشہ قائم رہتا ہے۔

یہ اللہ کی عنایت ہے کہ ایک طرف سلیمان علیہ السلام کو کتنی بڑی سلطنت دی کہ یمن کی ملکہ ان کے دروازے پر آ کر ان کا کلمہ پڑھتی ہے اور اپنے آپ کو بطور غلام کے پیش کرتی ہے۔

حضرت حنظلہ علیہ السلام کا واقعہ:

اور اسی مدین کے علاقے کا ایک پیغمبر ہے جس کا نام ہے حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام، قرآن میں اس کا ذکر ہے اصحاب الرس کے الفاظ سے۔

الرس..... عربی میں گندے کنوئیں کو کہتے ہیں۔ پیغمبر نے تبلیغ کی۔ شہر کے سردار نے کہا کہ حنظلہ تو ہمارے علاقے میں پیدا ہوا ہے۔ ہمیں کہتا ہے کہ ہم بتوں کو چھوڑ دیں ان کی پرستش چھوڑ دیں، نہیں ہو سکتا۔ پیغمبر باز نہ آئے تو انہوں نے نبی کو اٹھا کر ایک گندے کنوئیں میں پھینک دیا۔ ایک پتھر کنوئیں کے اوپر رکھ دیا۔

دو سو سال تبلیغ کرنے والے پیغمبر کا کلمہ ایک ماشکی مزارغ غلام کے علاوہ کسی نے نہیں پڑھا تھا۔ مشکلیں بھرنے والا آدمی، چوہدریوں کا غلام، اس حضرت حظلہ بن صفوان رضی اللہ عنہ پیغمبر کا ایک امتی تھا۔ تین دن کے بعد اس امتی کو پتہ چلا کہ میرے پیغمبر کو سردار شہر نے کنوئیں میں بند کر دیا، وہ روتا ہوا اس کنوئیں کی منڈیر پر آیا آدمی رات کا وقت ہے کنوئیں کی منڈیر پر یہ امتی رو رہا ہے اور ایک سوراخ اس پتھر میں ہے اور اس سوراخ میں منہ ڈال کر یہ حظلہ بن صفوان پیغمبر سے کہتا ہے کہ یا نبی میرے لئے کیا حکم ہے؟

نبی کنوئیں میں ہے میں قربان جاؤں اس پیغمبر کی عظمت پر، کنوئیں میں پڑے ہوئے اس حضرت حظلہ بن صفوان نے کیا کہا، فرمایا اے میرے امتی! میرے تیرے جیسا آدمی ہوتا، کہتا کہ اپنی برادری کے لوگوں کو جمع کر کے لا، اس پتھر کو ہٹا میری جان اس طرح بچے گی۔

لیکن میں قربان جاؤں اس عظمت کے پیکر پیغمبر پر کہ اس نے کنوئیں کے اندر سے کہا کہ اے میرے امتی..... لا الہ الا اللہ..... کو کبھی نہ چھوڑنا، کہنے لگا کہ اللہ کے نبی وہ تو میں نہیں چھوڑنا، لیکن مجھے بتایا جائے کہ میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں تو نبی نے فرمایا کہ جس مالک کیلئے میں کنوئیں میں آیا ہوں وہ میری پوزیشن سے واقف ہے تجھے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں جاؤ چلے جاؤ اور..... لا الہ الا اللہ..... کو نہ چھوڑنا۔

وہ ماشکی روتا ہوا چلا گیا، سات دن کے بعد قوم کے سردار نے کہا کہ آخر اپنی برادری کا ہے آخر یہ اپنا آدمی ہے، چلو اب تو بدل گیا ہوگا، یا خدا نخواستہ فوت ہو گیا ہوگا، پتھر ہٹانے کیلئے ساری بستی کے لوگ آئے، جب پتھر ہٹایا پیغمبر کنوئیں میں خدا کی تسبیح کر رہا ہے۔

قوم کے سردار نے کہا کہ حظلہ بتا تو ہمیں بتوں سے سجدے سے روکتا تھا تو ہمیں کہتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی حاجت روا نہیں، کوئی بگڑی بنانے والا نہیں، کوئی حاجت روا نہیں، کوئی نفع دینے والا نہیں، اے حظلہ بتا ہم نے نفع دیا یا

نہیں؟ نقصان ہم نے تجھے دیا کہ نہیں؟

حضرت حنظلہ نے کہا کہ میں آج بھی اس بات پر قائم ہوں فرمایا..... قولوا لا الہ الا اللہ تفلحون..... اے میری قوم کے سردار..... لا الہ الا اللہ..... پڑھو کامیاب ہو جاؤ گے۔

قوم کے سردار نے کہا کہ حنظلہ اس طرح باز نہیں آئے گا۔ حکم دیا گیا کہ اس کو کنوئیں میں رہنے دو اور قوم کو حکم دیا کہ اس کنوئیں میں مٹی ڈالنی شروع کر دو، اب اس کو زندہ دفن کر دیا جائے، تاکہ کوئی آدمی ہمیں آسمانی دعوت پیش نہ کرے۔

اس نے بار بار کہا کہ اے حنظلہ تو ہمارا رشتہ دار ہے تو ہماری برادری ہے تو ہمارے علاقے کا..... لا الہ الا اللہ..... میں نرمی کر لے، کوئی تیرا ساتھی نہیں، کوئی تیرا حامی نہیں، کوئی تیرا معاون نہیں، میری بات مان لے، لیکن نبی یہی کہتا رہا..... قولوا لا الہ الا اللہ تفلحون..... اس کے بعد اس کنوئیں پر مٹی ڈالنا شروع کر دی گئی، جب مٹی پیغمبر کے کندھوں تک آ گئی صرف نبی کا سر باہر رہ گیا۔

قربان جاؤں اس پیغمبر کی عظمت پر، اس کے کردار پر، اس سردار نے کہا کہ اے پیغمبر اب بتا کہ تیری کیا رائے ہے؟ پیغمبر نے فرمایا کہ میرے جسم کا اب مٹی سے صرف سرباتی ہے یاد رکھ یہ سربھی مٹی میں ڈوب جائے، تب بھی خدا کی خدائی کا پرچم سرنگوں نہیں ہو سکتا۔ بالآخر نبی کنوئیں میں دفن ہو گیا اور مٹی ڈال دی کنواں بند کر دیا، نبی کو زندہ دفن کر دیا اور قوم کا سردار اس کنوئیں پر کھڑے ہو کر جانے لگا تو اللہ تعالیٰ کے غضب کو جوش آ گیا اور اللہ تعالیٰ نے وہی عذاب قوم پر بھیجا کہ جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر بھیجا تھا۔ قرآن کہتا ہے:

.....جعلنا علیہا سافلہا وامطرنا علیہا حجارة من سجيل.....

اللہ نے فرمایا کہ اے جبرائیل علیہ السلام جا، اس زمین کے حصے کو میں برداشت نہیں کرتا، جا اس زمین کے حصے کو آسمانوں پر لے جا کر، اس کو الٹ دے تاکہ نیچے والا حصہ اوپر اور اوپر والا حصہ نیچے ہو جائے، تاکہ دنیا والوں کو پتہ چلے کہ کس طرح میرا نام لیوا

مٹی میں ڈوب گیا اور اس کے دشمنوں کو میں نے کیسے ختم کیا۔

دو پیغمبروں کے واقعات:

میرے دوستو! پیغمبر دو ہیں۔ ایک یہ پیغمبر کہ جس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کہتے ہیں، تخت بھی اس کے قدموں کے نیچے، حکومت بھی اس کے قدموں کے نیچے، ساری مملکت جس کے قدموں کے نیچے، ساری سلطنت جس کے قدموں کے نیچے، جس کو خدا نے بہت نوازا، لیکن آج تو مجھے بتا کہ یہ پیغمبر جس نے تخت بلا لیا، پرندے جس کے قدموں کے نیچے اور یہ بھی تو پیغمبر ہے کہ وہ بھی ایک پیغمبر ہے کہ جو کنوئیں میں دفن ہو گیا، لیکن وہ اپنی قوم کو مسلمان نہ بنا سکے، کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چاہا سو ہوا۔

خدا نے سلیمان کو طاقت دے کر آزمایا

اور حنظلہ کو غربت دے کر آزمایا

ایک کو حکومت دے کر آزمایا

ایک کو آراء کے نیچے چیر کر آزمایا

ایک کو آگ میں پھینک کر آزمایا

اور ایک کو کنوئیں میں دفن کر کے آزمایا

جو کچھ خدا کرتا ہے وہی ہوتا ہے اس کے علاوہ کچھ ہو سکتا ہے؟ (نہیں)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○

